نوائے غزوۂ ہند

برِّ صغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

اکتوبر و نومبر ۲۰۲۳ء | ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۴۴۵ھ

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خاص شمارہ

طوفان الأقصى





فاتحِ بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے جہادی اوصاف



جہاں تک صلاح الدین ایوبی کا اپنی ذات سے تعلق تھا، اس نے اپنی زندگی کے قوائد سخت کردیئے، متقی اور پرہیز گار تو وہ ہمیشہ کا تھا، مگر اب ان میں اور سختی اختیار کی' دنیا کے عیش و آرام اور لذتوں کا خیال بالکل ترک کردیا، اپنے اعمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں' اور اپنے ساتھیوں کے حق میں خود ایک مثال بنا، اس نے اپنی تمام بلیغ کوششیں اس بات میں صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کرے جس میں کفار کو ملک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو' چنانچہ ایک موقع پر آپؒ نے کہا ''جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھا کہ فلسطین بھی اللہ کا دینا منظور ہے''اس وقت سے صلاح الدین کی زندگی کا مقصد آخر عمر تک اسلام کی نصرت اور حمایت رہا، اور اس نے عہد کرلیا کہ کفار پر جہاد کرے گا۔

قاضی ابن شداد کہتے ہیں کہ:

''جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا، اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا یہی ان کا موضوع گفتگو تھا، اسی کا ساز وسامان تیار کرتے رہتے تھے، اور اس کے اسباب و وسائل پر غور کرتے، اسی مطلب کے آدمیوں کی ان کو تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد، اہلِ خاندان اور وطن و مسکن کو خیر باد کہا اور اس کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی، جس کو ہوائیں ہلا سکتی تھیں، کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا، (اور اس طرح ان کی نظر میں وقعت حاصل کرلیتا) قسم کھائی جاسکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی، جس نے اپنے اکلوتے بچے کا داغ اٹھایا ہے' وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے' اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے ''یاللاسلام'' اسلام کی مدد کرو! اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔''

(تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول از مولانا سید ابوالحسن ندوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۶، شمارہ نمبر: ۷

اکتوبر ونومبر ۲۰۲۳ء | ربیع الثانی وجمادی الاول ۱۴۴۵ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سولھواں ۱۶ سال!



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co
www.nawai.io/Twitter
www.nawai.io/Channel
www.nawai.io/Bot
www.nawai.io/ChirpWire



حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! بیت المقدس کے لیے آپؐ کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''وہاں جاؤ اور اس میں نماز پڑھو (اور یہ اس زمانہ کا ذکر ہے کہ جب) ان علاقوں میں جنگ ہو رہی تھی (اس بنا پر وہاں جانا دشوار تھا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر وہاں نہ جاسکو اور نماز نہ پڑھ سکو تو اس کی قندیلوں اور چراغوں کو روشن رکھنے کے لیے تیل ہی بھیج دو۔''

(رواہ أبو داود)

اس شمارے میں

اعلانات از ادارہ:

- 'طوفان الاقصیٰ' کی مناسبت سے، علمائے کرام کی اجازت کے بعد اس 'خاص شمارے' میں جانداروں کی تصاویر شامل کی گئی ہیں، تاہم یہ اجازت فقط مجلّے کے 'ویب ورژن (PDF وغیرہ)' کے لیے ہے، اگر کوئی مجلّے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہِ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔ قدیم و معاصر علماء کی اکثریت بہرحال کاغذ پر چھپی تصویر کی اجازت نہیں دیتی!
- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار' مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس رسٹیٹس رٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

خصوصی مضامین

طوفان الأقصى

تفصیلی فہرست

طوفان الأقصى



امیر المومنین
ملا محمد عمر مجاهد

”میں تمام عالم اسلامی بالخصوص عرب ممالک کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ...... فلسطین کے مخلص مجاہدین کے ساتھ جان و مال کے ذریعے تعاون کریں اور اسلامی تاریخ کے اس نازک موڑ میں اپنی شرعی ذمہ داری کو کما حقہ ادا کریں۔ خاص طور پر صاحبِ علم حضرات پر لازم ہے کہ وہ مجاہدین کی سرپرستی اور رہنمائی کریں۔ مجھے یقین ہے کہ افغانستان کی مانند وہاں بھی جہاد کی برکت سے عنقریب محکومین آزادی اور اسلامی شریعت سے مستفید ہوں گے۔“



الشيخ احمد یاسین

”دنیا بھر میں بستے اے فرزندانِ اسلام!
زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنے کے لیے اور اپنے آپ اور اپنے ممالک کو امریکہ اور اس کے صہیونی حلیفوں کے تسلط سے آزاد کروانے کے لیے جہاد ایک فریضہ ہے۔
یہ آپ کی جنگ ہے! اس کا اختتام یا فتح پر ہوگا یا شہادت پر!“



الشيخ اسامہ بن لادن

”میں اللہ بلند و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ امریکہ اور اس میں بسنے والے خواب میں بھی امن نہیں دیکھ سکیں گے، یہاں تک کہ ہم حقیقتاً فلسطین میں امن سے نہ رہنے لگیں اور یہاں تک کہ کافر فوجیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن جزیرۃ العرب سے نکل نہ جائیں!“



الشيخ ایمن الظواھری

”پوری امت کو چاہیے کہ فلسطین کے مسئلے کی خاطر گھروں سے باہر نکلے، مسلمان اپنے ممالک پر مسلط حکومتوں کا انتظار مت کریں، یہ حکومتیں کبھی بھی فلسطین کو آزاد نہیں کروا سکتیں۔ جان لیجیے کہ اسرائیلی مفادات اور اس کی پشت پناہی کرنے والوں پر سارے عالم کے مسلمانوں، خصوصاً نوجوانانِ امت اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی کاری ضربوں کے بغیر آزادئ فلسطین کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔“



سوچ رہا ہوں کتنا ٹھنڈا ہے اپنوں کا خون!

سات اکتوبر، ۲۰۲۳ء کا سورج امتِ مسلمہ پر فتح و ظفر کی نوید کے ساتھ طلوع ہوا۔ اس روز انبیائے کرام کے وطن و مسکن اور قبلۂ اول و مسجدِ اقصیٰ جہاں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کم و بیش سوا لاکھ انبیاءُ اللہ (علیہم الصلاۃ والسلام) کی امامت کروائی تھی، وہ مقدس سرزمین جسے صلیب و صہیون کے پجاری پچھلی ایک صدی سے اپنے نجس قدموں سے روند رہے ہیں، میں ایک طوفان برپا ہوا۔ ایک ایسا طوفان جو ماضی کی طرح اہلِ کفر و طغیان کے لیے عذابِ الٰہی اور اہلِ اسلام و ایمان کے لیے رحمت تھا۔ مجاہدینِ فلسطین نے اس طوفان کا نام 'طوفان الأقصیٰ' رکھا اور دنیا بھر کے صلیبی و صہیونی اس طوفان کی زد میں آکر بلبلانے لگے۔

طوفان الأقصیٰ عذاب و رحمت کے ساتھ ایک گھنیری آزمائش کا نام بھی ہے۔ یہ آزمائش راقم و قاری کی ہے، ہلکے اور بوجھل کی، فقیر و غنی کی، قائم و جالس کی، خطیب و سامع کی، عالم و عامی کی۔ طوفان الأقصیٰ دراصل ایک نفیرِ عام ہے۔ فرضِ عین جہاد کی نفیرِ عام۔ زمینیں مقبوضہ ہیں، خلافتِ اسلامیہ کا سقوط ہو چکا ہے، عدوِ صائل سرحد پر نہیں ہمارے ملکوں کے دار الحکومتوں پر اپنے 'نیو ورلڈ آرڈر' کو نافذ کیے ہوئے ہے، گوانتاناموسے صدائیں آرہی ہیں، مسجدِ اقصیٰ یہود کے گھیرے میں ہے، حرمِ مدینہ میں حضور علیہ ألف صلاۃ وسلام اپنے روضۂ اطہر میں اس سبب تکلیف میں ہیں کہ یہودِ نامسعود مسجدِ نبویؐ میں دندنا رہے ہیں، حرمِ مکہ سے چند کلومیٹر دور صلیبی، صہیونی، مشرک اپنے عسکری و معاشی اڈوں میں موجود ہیں، عافیہ جیسی بہنیں کفار کی قید میں صبح و شام برہنہ کی جاتی ہیں، یہ سبھی علتیں جہاد فی سبیل اللہ میں مال و جان کھپا دینے کی نفیر ہیں۔

اگر اہلِ ایمان میں سے کسی کے پاس پہلے جہاد فی سبیل اللہ میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ نہ ڈالنے کا عذر تھا، تو سبھی کو خبر ہو کہ وہ عذر ختم ہو چکا ہے! یہ وقت امتِ مسلمہ کے امتحان کا وقت ہے۔ ایک الٰہی پکار پر لبیک کہنے کا وقت! امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد پر، بنا کسی تفریق کے جہاد فرضِ عین ہے۔

غزّہ پر ہونے والی حالیہ وحشت ناک بمباریوں کے بعد اور ملتِ کفر کے اسرائیل کے ساتھ جمع ہو کر یہودِ نامسعود کی پیٹھ ٹھونکنے کے بعد، طاغوتِ اکبر امریکہ کی اسرائیل کی غیر مشروط حمایت کے بعد، دنیا بھر کے کلمہ گوؤں کے لیے کوئی عذر باقی نہیں بچتا کہ وہ آج کی اس 'عالمی جنگ' میں پیچھے بیٹھ سکیں! (سوائے اس کے کہ جو عذر خود اللہ کی شریعت نے مقبول ٹھہرائے ہیں)

ہم امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کو، ہر مرد اور ہر عورت کو نفیرِ عام دیتے ہیں کہ وہ جہاد کی پکار پر لبیک کہے۔ اسرائیل و امریکہ کے خلاف جنگ صرف اسرائیل و امریکہ میں نہیں لڑی جائے گی، پوری دنیا میدان ہے اور آج کی اس دنیا میں کوئی اسرائیلی، کوئی امریکی، کوئی یورپی و غیر یورپی صہیونی مامون نہیں، پس ان حربی کفار کے سفارت خانوں کی کوئی حرمت نہیں، ان کے شہریوں کی کوئی حرمت نہیں، انہیں دنیا بھر میں جہاں پائیں جہنم کا ایندھن بنائیں! جو بارود و بائیولوجیکل ہتھیار پائے تو ان کو استعمال کرے، جو کلاشن کوف و چاقو سے ان کفار پر حملہ کر سکے تو کرے، جو ہتھوڑوں اور زنجیروں سے ان کے سر پھاڑ سکے وہ پھاڑے، جو یہ نہ کر سکے تو تحریر و بیان اس کا ہتھیار ہیں اور یہ بھی نہ ہو تو دعا کرنا بھی اس وقت واجبِ شرعی ہے۔

جب اپنے دل کے ٹکڑے اور گوشۂ جگر کو سینے سے چمٹائیں، ان کے گال و پیشانی چومیں، ان کے لیے میوے اور مٹھائیاں لائیں، ہاتھوں سے نوالے بنا کر کھلائیں، تو اس رشتے کو یاد رکھیے جو محمد رسول اللہ (علیہ صلاۃ اللہ وسلام) نے ہمیں ساحلِ نیل سے خاکِ کاشغر تک کے بچوں سے عطا کیا ہے۔ یاد رکھیے! غزّہ میں بستے لاکھوں بچوں کے ذہن میں، مشرق و مغرب کے ممالک میں بستے، راقم و قاری جیسے لوگوں کے متعلق ایک ہی خیال ہے، وہ سوچ

رہے ہیں 'کتنا ٹھنڈا ہے اپنوں کا خون'، ہم پر ہیروشیما یا اس سے بھی زیادہ بارودی مواد برسا، یہ دیکھتے رہے، لیکن، ان کا ارادہ عزم میں اور نعرہ عمل میں نہیں بدل رہا؟!

ہم مجلۂ ہٰذا کے اس خاص شمارے کو، امتِ مسلمہ کے لیے بطورِ نفیرِ عام، مجاہدینِ فلسطین [خصوصاً مجاہدینِ 'کتائب القسام' اور مجاہدینِ 'سرایا القدس' وغیرہ (نصرهم الله)] سے اظہارِ یکجہتی اور جہادِ فلسطین میں ابتدائی و حقیر سے حصے کے طور پر 'طوفان الاَقصیٰ' کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول و مقبول فرمائیں!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك.

اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

بد گمانی اور اس کا علاج

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

غرض کوئی بات ہو اپنے نفس پر عمل نہ کیجیے، جو چیزیں کھٹکتی ہوں چاہے کہیں سن بھی لیا کہ بھائی اس معاملے میں کچھ گنجائش ہے، سنی سنائی بات پر عمل نہ کیجیے۔ اگر شیخ عالم ہے تو اس کو خط لکھیے کہ میرا ایک عمل ہے، میں ایسا کرتا ہوں، اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے عالی ہے؟ اور اگر شیخ بہت بڑا عالم و مفتی نہیں ہے تو اہل فتاویٰ سے رجوع کیجیے لیکن اپنی طبیعت سے مسئلے مت بنائیے ورنہ سمجھ لیجیے کہ اگر کوئی ایک مسئلہ میں بھی شریعت کے خلاف چلے گا تو اس کا سلوک طے نہیں ہو سکتا، نہ اس کے وظیفوں میں اثر آ سکتا ہے۔ خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو، فرمایا کہ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے اور وظیفے خوب پڑھ رہے ہیں تو وظیفوں میں اثر کیسے آئے؟ وظیفوں سے رحمت کا ٹرک آ گیا اور گناہ اور نافرمانی سے خدا کے غضب کا ٹرک سامنے کھڑا ہو گیا اور سائیڈ نہیں دے رہا ہے۔ آپ بتلائیے کہ سلوک طے ہو گا اس کا؟ اللہ تعالیٰ ولی اسی کو بناتا ہے جو صاحبِ تقویٰ ہوتا ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ شیطان جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص فلاں جگہ سے دین سیکھتا ہے تو اس کے دل میں اس دینی مربّی سے کوئی نہ کوئی بد گمانی ڈال دیتا ہے، پھر وہ آنا جانا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے، بد گمانی ڈال کر دینی مرکزوں سے اور دین کے خادموں سے دور کر دیتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کسی دینی خادم سے آپ کو مناسبت نہیں ہے اس کے پاس مت جائیے، کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر شیخ کو اپنا شیخ تسلیم کر لیں، اگر غلطی سے اصلاح کا تعلق بھی کر لیا تو آپ شیخ بدل لیجیے، کسی دوسرے شیخ کے پاس جائیے لیکن بلا دلیل بد گمانی نہ کیجیے، اس کی غیبت بھی نہ کیجیے۔

بد گمانی پر اب میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ الٰہ آباد میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے ایک مرید جن کا یہاں کراچی میں جنرل اسٹور بھی ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک بہت بڑے افسر کو مولانا کی خدمت میں لے گیا کہ یہ مولانا سے متاثر ہو جائے گا، ان سے استفادہ کرنے لگے گا، گناہ چھوڑ دے گا، اللہ والا بن جائے گا۔ عشاء کے بعد وہاں گئے۔ اس وقت مولانا بادام اور پستہ کھا رہے تھے، دعا وغیرہ کے بعد واپس ہوئے تو راستے میں انہوں نے بڑی امیدوں کے ساتھ پوچھا کہ جناب مولانا کی زیارت سے آپ پر کچھ اثر ہوا، کچھ اللہ کی محبت میں اضافہ ہوا، آپ مولانا سے کچھ متاثر ہوئے؟ تو کہنے لگے جو تاثر پہلے تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ کہنے لگے کیوں؟ کہا کہ اللہ والے تو وہ ہیں جو سوکھی روٹی پانی میں ڈال کر کھاتے ہیں، یہ بادام و پستہ اڑا کر اللہ والے کیسے ہو گئے۔ بتائیے حد ہے اس جہالت کی! انہیں جہالتوں سے شیطان راستہ مار تا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر کرنے والا دودھ نہیں پیے گا، سر میں تیل نہیں لگائے گا اور اگر دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی تو خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہو گی کہ تم نے ہماری دی ہوئی مشین استعمال کی مگر اس میں تیل کیوں نہیں ڈالا؟ جسم اللہ کی امانت ہے، اگر یہ جسم خدا کی امانت نہ ہوتا اور ہم خود اپنی جان کے مالک ہوتے تو خود کشی جائز ہو جاتی۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ ہم ان کے ہیں، امانت دار ہیں، اپنے جسم کے ہم مالک نہیں ہیں۔ اس لیے اپنی جان کو ہلاک نہیں کر سکتے، اسی لیے خود کشی حرام ہے۔

تو میرے دوست نے ہنس کر کہا کہ پستہ بادام کھانے سے وہ بد گمان ہو گئے اور کہا کہ ہم نے تو یہی سنا تھا کہ اللہ والے سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ہیں۔ ہاں کھاتے تھے کسی زمانے میں جبکہ ہر سال خون نکلوانا پڑتا تھا۔ آج سے سات آٹھ سو برس پہلے ایک زمانہ ایسا تھا کہ انسان کے جسم میں اتنا خون ہوتا تھا کہ اگر وہ سال میں خون نہ نکلواتے تو سر میں درد رہنے لگتا تھا اور رگیں تڑپنے لگتی تھیں۔ اب زمانہ آ گیا خون چڑھوانے کا، کمزوری کا۔ ''میڈ اِن ڈالڈا'' ہو گیا انسان۔ اب اصلی گھی ملتا ہے؟ ارے گھی کیا ملے گا اب تو اصلی ہوائیں نہیں ملتیں۔ ڈیزل بھری ہوائیں ہیں کراچی کی۔ اس زمانے میں اگر ہم اچھی غذا نہ کھائیں گے تو دین کی خدمت کیسے کریں گے؟ حکیم الامت اپنے زمانے میں آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے پانچ روپے کا خالی ناشتہ کیا کرتے تھے۔ اس زمانے کا پانچ آج کا پچاس ہے یا نہیں، اور کیا کرتے تھے ناشتہ؟ موتی کا خمیرا، بادام مغزیات اور ایسی تمام قیمتی چیزوں کا ہوتا تھا وہ ناشتہ۔ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ پندرہ سو کتابوں کے مصنف حضرت حکیم الامت جب تصنیف فرماتے تھے تو بادام پیس کر اس کی ٹکیہ سر پر رکھتے تھے، چار چار گھنٹے تک کتاب لکھ رہے ہیں اور دماغ بادام کا تیل چوس رہا ہے ورنہ اتنا بڑا کام ہوتا؟ اگر جان نہ ہو تو کہاں سے جان دے کوئی۔ بھئی قربانی کے بکرے کو بھی تو موٹا تازہ ہونا چاہیے نا! اپنے کو اگر ہم موٹا تازہ نہ کریں تو ہماری قربانی مریل ڈنگر کی قربانی ہو گی۔ اس لیے اگر اچھا کھائیے تو اللہ کے لیے کھائیے۔ مرغی کا سوپ پیجیے، انگور کھائیے لیکن خدا کی راہ میں اپنی طاقت کو فدا کیجیے۔ اپنی طاقت کو بیلوں کی طرح مسٹنڈے ہو کر غیرُ اللہ کی محبت میں اور اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنا ناشکری ہے۔ اپنی طاقت اور پہلوانی کو اللہ کی راہ میں فدا کیجیے۔

پہلوانی پر یاد آیا کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے قصے سناتے تھے کہ جب ان کی یاد آتی ہے تو دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے ؎

اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پَر ہاتھ میں

ایک دفعہ کچھ قصے پہلوانوں کے بیان کیے اور یہ واقعہ سنایا کہ حضرت جنید بغدادی بھی پہلوان تھے۔ اس وقت وہ اللہ والے نہیں تھے، صرف پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے، شاہی پہلوان تھے۔

کُشتی جیت لی اور شاہ کے خزانے سے پاگئے لاکھ روپے۔ جب کھا پی گئے اور پیسہ ختم ہوا تو پھر کہیں کُشتی لڑلی۔ ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سید صاحب آئے اور کہا کہ میں جنید بغدادی سے کُشتی لڑوں گا۔ سب ہنسنے لگے کہ بھائی آپ تو بڑے میاں ہیں اور کمزور بھی ہیں۔ انہوں نے کہا دیکھنا میں ایسا داؤ ماروں گا کہ جنید بغدادی بھی یاد کریں گے، حالانکہ اتنے کمزور تھے کہ چلنے میں کانپ رہے تھے۔ بادشاہ نے منظور کرلیا۔ جب اکھاڑے میں جنید بغدادی اترے تو وہ بڑے میاں بھی اترے کانپتے ہوئے لیکن کان میں کہا کہ دیکھو میں سید ہوں، میری اولاد کو فاقے ہو رہے ہیں، اگر تم آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی محبت میں، نبی کی محبت میں اپنی آبرو کو ہار جاؤ تو یہ انعام مجھے مل جائے گا، تمہاری آبرو تو جائے گی لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش ہو جائیں گے۔ بس اتنا سنتے ہی جنید بغدادی نے یہ سودا سستا سمجھا۔

محبت کی بازی وہ بازی ہے دانشؔ
کہ خود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس انہوں نے زور دکھانے کی کچھ ایکٹنگ کی جس کو نورا کشتی کہتے ہیں اور گر گئے دھڑ سے۔ جب وہ گر گئے تو بڑے میاں چڑھ گئے اور مکے مار رہے ہیں مگر وہ اللہ کی محبت میں برداشت کر رہے تھے، بڑے میاں سارا انعام لے گئے۔ اسی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ اے جنید! تو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے، میں تیری عزت کا سارے عالَم میں ڈنکا پٹوادوں گا، آج سے تیرا نام اولیاء اللہ میں شمار کرلیا گیا ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا دوستو! کہ بدگمانی بہت بڑی خطرناک بیماری ہے، اس سے بچیے۔ بدگمانی سے شیطان دینی خادموں سے محروم کر دیتا ہے۔ اس کی اب میں اور وضاحت کرتا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی کی ٹونٹی میں کسی نے پاخانہ لگا دیا اور اس کے بعد گلاس میں پانی لے کر پینے لگا تو کہتا ہے کہ اوہو! بڑی بدبو ہے آج تو پانی میں۔ کے ڈی اے (KDA) نے دھوکا دے دیا۔ ارے کے ڈی اے نے دھوکا نہیں دیا، آپ نے جو ٹونٹی میں پاخانہ لگایا ہے یہ اس کی بدبو ہے، پانی تو صاف آرہا ہے۔ اسی طرح اپنی بدگمانی کی وجہ سے انسان کو دین کے خادم حقیر اور برے نظر آتے ہیں۔ برائی ان میں نہیں ہے بلکہ خود اس میں ہے جو بدگمانی کر رہا ہے۔ اس بدگمانی سے حق اس کو باطل نظر آرہا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جب اللہ کا فضل نہیں ہوتا تو اچھی چیز بری نظر آنے لگتی ہے۔ دیکھیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں سورج چلتا ہوا نظر آتا ہے اور ابوجہل کہتا تھا کہ میں نے ایسی بری شکل دنیا میں نہیں دیکھی، نعوذ باللہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا تو ان کی بصیرتِ صحیحہ کی وجہ سے ان کی بصارت بھی صحیح فیصلہ کر رہی تھی اور ابوجہل اس فضل الٰہی سے محروم تھا، اس کی اندھی بصیرت کی وجہ سے اس کی بصارت بھی غلط فیصلہ کر رہی تھی۔

اب دوسری وضاحت سنیے! ایک عورت اپنے بچے کا استنجا کرا رہی تھی، عورتیں چھوٹے بچے کا پاخانہ ہاتھ سے دھوتی ہیں، اتنے میں معلوم ہوا کہ چاند نظر آگیا، وہ بھی جلدی سے چاند دیکھنے لگی اور عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی انگلی کو ناک پر رکھ لیتی ہیں۔ تو دوسری عورت سے اس نے کہا کہ بہن اس دفعہ تو عید کا چاند بہت ہی سڑا ہوا نکلا ہے، سخت بدبو ہے۔ اس نے کہا کہ بے وقوف چاند میں بدبو نہیں ہے، تیری انگلی میں بدبو ہے جس پر بچے کا پاخانہ لگا رہ گیا ہے، تو اپنی انگلی کو دھولے۔ ان قصوں کو قصے نہ سمجھیے، یہ عبرت کی داستانیں ہیں۔ ان سے سبق لیجیے ورنہ اہلُ اللہ کا چراغ کوئی نہیں بجھا سکتا۔ میں پھر ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ جس چراغ کو روشن کرنا چاہتا ہے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا، ایسے ایسے بدگمانی کرنے والے مرگئے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو چمکانے کا فیصلہ کرلیا، اس کو کوئی نہ بجھا سکا۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
بر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو اللہ روشن کرتا ہے، جو اس کو پھونک مار کر بجھانا چاہتا ہے خود اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے۔ اللہ اپنے خاص بندوں کا چراغ ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے ساری دنیا کی وہ پروا نہیں کرتے۔ بس اولیاء اللہ کو اور ان کے خادموں کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں اللہ ہم سے ناراض نہیں ہے۔ اس غم کے ہوتے ہوئے ساری دنیا کے غموں سے وہ آزاد ہوتے ہیں۔

اب آپ کو ایک واقعہ اور سناتا ہوں۔ ایک حبشی، موٹے موٹے ہونٹ، لمبے لمبے دانت والا افریقہ کے جنگل میں جارہا تھا۔ راستے میں کسی کا آئینہ گر گیا تھا، اس میں اس کو اپنی شکل نظر آئی۔ دیکھا کہ کالے رنگ کا ایک آدمی بڑے بڑے دانت، موٹے موٹے ہونٹ سامنے ہے آئینہ کے اندر۔ تب بڑی زور سے ڈانٹتا ہے آئینہ کو کہ کمبخت یہ تیرے کالے کالے موٹے موٹے ہونٹ اور ایسی خراب شکل ہے جبھی تجھے کوئی جنگل میں پھینک گیا ہے۔ اگر تو حسین ہوتا تو تجھے الماری میں سجا کر رکھتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حبشی کو آئینہ میں اپنی شکل نظر آئی لیکن وہ آئینہ کو برا سمجھ رہا تھا۔ اسی طرح جو لوگ دین کے خادموں کے متعلق بلا دلیلِ شرعی محض اپنے خیالات سے بدگمانی کرتے ہیں وہ اصل میں ان کے باطن کی شکل ہوتی ہے جو ان کو اللہ والوں میں نظر آتی ہے۔ اس لیے اس بیماری سے خاص طور پر پناہ مانگیے، بزرگانِ دین اور علمائے ربّانیین سے بدگمان نہ ہوں، پھر دیکھیے کتنا ملتا ہے۔ جس کو جتنا ہی زیادہ حسن ظن ہوتا ہے بزرگانِ دین سے، اس کو اتنا ہی زیادہ فیض ہوتا ہے۔ یہ بات شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ضیاء القلوب میں لکھی ہے کہ جس کو اپنے دینی مربّیوں سے جتنا زیادہ نیک گمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو اپنا فضل، رحمت اور فیض عطا کرتے ہیں، اور حسن ظن تو ہر مومن سے ہونا چاہیے لیکن جو دین کے خادم ہیں ان سے اگر حسن ظن نہیں ہوگا تو ایسے شخص کا تو راستہ مارا گیا، اسے کچھ نہیں ملے گا۔

اب اس کی ایک اور مثال عرض کرتا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چند باتوں کا علم ہو جانے سے بعض لوگوں کو شیخ المشائخ بننے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ دین کے بڑے بڑے خادموں کی بھی اصلاح شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کو سوچنا چاہیے کہ انسان ہر ایک کو تو شیخ نہیں بناتا، جس سے اس کی مناسبت ہوتی ہے، اس کا روحانی گروپ ملتا ہے اس کو اپنا بڑا بناتا ہے۔ لہٰذا ہر آدمی دوسرے کا شیخ بننے کی کوشش نہ کرے۔ اس پر ایک قصہ سناتا ہوں بہت مزے دار۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک چوہا جا رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک اونٹ بھی جا رہا تھا جس کے گلے کی رسی زمین پر لٹک رہی تھی، اس کی رسی چوہے نے اپنے دانت سے دبا لی اور اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ اونٹ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چوہے نے سمجھا کہ اتنا بڑا مرید آج میرا شکار ہو گیا، میرا جسم تو چھوٹا سا اور اونٹ اتنا بڑا، بس اس نے فخر سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اب میری شخصیت چمک جائے گی۔ اونٹ جیسا دیو ہیکل، دیو قامت بھی آج میرا غلام بنا ہوا ہے۔ اونٹ بے چارہ اپنی قوت سے نزول کر کے آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چل رہا تھا کہ ذرا چوہے صاحب کو دیکھتا ہوں کہ کب تک یہ ہماری مرشدی اور پیری کرتے ہیں۔ جب آگے ایک دریا پڑا تو اب چوہا وہیں رک گیا۔ اونٹ نے کہا کہ شیخ صاحب! جب آپ نے خشکی میں میری رہنمائی فرمائی ہے تو پانی میں بھی آپ میرے پیر رہیے، آپ رک کیوں گئے، ذرا آگے چلیے۔ چوہے نے کہا کہ حضور! پانی میں تو میری ہمت نہیں ہوتی۔ اونٹ نے کہا کہ اچھی کوئی بات نہیں ابھی میں چلتا ہوں، اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو اس کے گھٹنے تک پانی تھا، اس نے کہا کہ اے میرے پیارے مرشد! گھبراہٹ، ارے مرید کے گھٹنے تک ہی تو پانی ہے۔ چوہے نے کہا ارے جہاں تک تیرے گھٹنے کا پانی ہے وہ تو میرے سر سے کئی فٹ اونچا ہو جائے گا، میرے لیے تو وہ ایسا ڈباؤ ہے کہ اس میں میری کئی پشتیں ڈوب جائیں گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو چھوٹے اور نااہل اپنے اکابر کے مصلح اور رہبر بننا چاہتے ہیں ان کا حال اسی چوہے کی مانند ہے جو اونٹ کی رہبری کر رہا تھا۔ لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس حماقت میں نہ پڑو۔

ایک ذرّہ نے پہاڑ سے کہا کہ اے پہاڑ! میں ذرا تجھ کو آزماؤں گا، اپنی ترازو میں تجھ کو تولوں گا۔ پہاڑ نے کہا کہ اے ذرّے! جب تو مجھے اپنی ترازو پر رکھے گا تو تیری ترازو ہی پھٹ جائے گی، تو مجھے وزن نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اپنے مربّیوں کو جن کی صحبتوں میں باادب بیٹھتے ہو جانچو مت۔ حسن ظن سے فائدہ اٹھائیے، اگر ان سے فائدہ اٹھانا ہے تو حسن ظن سے اٹھا سکتے ہو، اور مناسبت نہیں ہے تو نہ اپنا وقت ضائع کرو اور نہ اس کا ضائع کرو۔ مان لو کسی شخص کو، کسی صاحب نسبت اللہ والے سے مناسبت نہیں ہے، اس کو وہاں اللہ کی محبت میں اضافہ نہیں ہوتا اور دل میں برے خیالات آتے ہیں کہ یہ شخص تو کچھ بھی نہیں، بالکل چکر باز معلوم ہوتا ہے، تو ایسے شخص کا وہاں جانا اپنی زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ بھئی جب خون کا گروپ نہ مل رہا ہو تو اس کا خون چڑھانا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اس مربّی کو چھوڑ کر اس شخص سے تعلق کرو جس سے تمہارے خون کا گروپ مل رہا ہو یعنی جس سے مناسبت ہو۔ البتہ گستاخی اور بدگمانی کسی سے نہ کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے راستے کی بنیاد سر سے پیر تک ادب پر ہے۔

حکیم الامت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اپنے شیخ کی کوئی بات سمجھ نہ آرہی ہو، اس کی اصلاحات، اس کی گرفت، اس کا احتساب سمجھ میں نہ آرہا ہو تو سمجھنا چاہیے کہ شیخ جس مقام سے بول رہا ہے اس مقام تک میری رسائی نہیں ہے، ہم اس مقام تک نہیں پہنچے جس مقام سے شیخ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ سبق ہے جو کہ اکسیر ہے۔ اس پر عمل کرے تو آدمی کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

اس پر اب ایک قصہ سناتا ہوں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھائی مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں ایسا زبردست وعظ بیان کیا کہ سارا مجمع جھوم گیا۔ ایسا وعظ تھا کہ جیسے حکیم الامت بول رہے ہوں۔ لوگوں نے حضرت کو بتایا کہ حضرت آج تو آپ کے بھانجے نے کمال کر دیا۔ مولانا سعید احمد نے ایسا بیان کیا جیسے آپ کا بیان ہوتا ہے۔ حضرت سمجھ گئے کہ اتنی تعریفیں سن کر نفس تو پھول گیا ہو گا۔ سوچا کہ ابھی دیکھتا ہوں کہ شکل پر آخر کیا اثر ہے کیونکہ جب نشہ آتا ہے کبر کا، بڑائی کا، تو چال میں، آنکھوں میں اور چہرے پر اس کے اثرات آجاتے ہیں جیسے بخار آجائے تو بخار تو جسم کے اندر ہوتا ہے لیکن چہرہ بھی لال ہو جاتا ہے، جب غصہ آتا ہے تو آنکھیں لال ہو جاتی ہیں، آنکھوں کی سرخی بتاتی ہے کہ خیریت نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن مولانا سے چلنے میں تھوڑی سے غلطی ہو گئی، مجمع سے گزرتے ہوئے کسی کے پیر لگ گیا۔ بس حضرت نے اتنا ڈانٹا کہ نالائق بے وقوف ایذا رسانی کرتے ہو، ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ تمہارا پیر کیوں لگا اس سے؟ اور نہ جانے کیا کیا فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے پوچھا کہ حضرت غلطی تو ذرا سی تھی اور انہوں نے جان بوجھ کر بھی نہیں کی، چلنے میں ذرا سا پاؤں لگ گیا بغیر ارادہ کے، مگر آپ نے اتنا کیوں ڈانٹا، یہ تو اتنی بڑی غلطی نہیں تھی۔ فرمایا کہ غلطی واقعی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن مجھے ایک پچھلے مادّہ کا آپریشن کرنا تھا جو وعظ کے بعد ان کے دل میں کبر و عجب کا پھوڑا پیدا ہو گیا تھا، مجھے اس پر نشتر لگانا تھا۔ اس چھوٹی سی غلطی کو تو میں نے بہانا بنایا ہے۔ اس لیے اللہ والے بعض اوقات چھوٹی سی غلطی پر زیادہ ڈانٹ دیتے ہیں اور کبھی بڑی سے بڑی غلطی پر مسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ لہٰذا بدگمانی نہ کیجیے کہ صاحب چھوٹی سے غلطی پر اتنا خفا ہو گئے اور بڑی غلطی پر خیال بھی نہیں کیا۔ بس یہی سوچیے کہ شیخ جس مقام سے تربیت کر رہا ہے اس مقام تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ورنہ اگر استاد نے کہا کہ پڑھو الف اور ب، اور شاگرد کہتا ہے الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے؟ تو بتائیے کہ یہ پڑھ سکے گا! استاد کہے گا کہ بس تشریف لے جائیے، آپ کی قسمت میں سبزی منڈی لکھی ہوئی ہے، آپ گو بھی بیچیے، اگر علم تمہاری قسمت میں ہوتا تو تم تقلید کرتے۔ اس لیے شروع میں تقلید کی جاتی ہے بعد میں سارے مسائل خود حل ہو جائیں گے۔ جب نورانی قاعدہ پڑھ لے گا اور قرآن ختم ہو جائے گا تو خود پڑھنے لگے گا لیکن کوئی شروع ہی میں محقق بنے کہ الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے اور

ب کے نیچے ایک نقطہ کیوں ہے اور ت کے اوپر دو نقطے کیوں ہیں۔ تو آپ بتلائیے کہ پڑھ سکے گا یہ شخص؟ بنیادی طور پر تعلیم کا بین الاقوامی قاعدہ ہے کہ شروع میں صرف تقلید کی جاتی ہے اپنے معلم اور استاد کی۔ دنیا میں جتنے عقل مند ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صاحب بچے کو حق حاصل ہے پوچھنے کا، جرح و قدح کا، تحقیق و اجتہاد کا۔ اسی طرح اللہ والوں کے سامنے اپنے کو اسی بچے کی مانند سمجھیے جو کچھ نہیں جانتا۔ جو شخص بزرگانِ دین کے مقابلے میں اپنی کوئی رائے رکھتا ہے، ان پر اعتراض کرتا ہے، بدگمانی کرتا ہے، اللہ کے راستے میں اسے کچھ نہیں مل سکتا۔ ان حماقتوں کا سبب اکثر جہالت ہوتی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے، جہالت کا کوئی علاج نہیں اور حماقت کا بھی کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک احمق سے بھاگے جا رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضور آپ تو نبی ہیں، آپ نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں تو وہ بینا ہو جاتا ہے، کوڑھی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس کا کوڑھ اچھا ہو جاتا ہے پھر اس احمق سے کیوں بھاگ رہے ہیں، اس کے سر پر بھی ہاتھ پھیر دیجیے۔ تو کیا جواب دیا؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوڑھی کو اللہ کے حکم سے اچھا کر سکتا ہوں، میرے ہاتھوں میں اللہ نے معجزہ رکھا ہے، نابینا کو بینا کر سکتا ہوں لیکن حماقت اور بے وقوفی چونکہ قہرِ خداوندی ہے اس لیے اللہ کے قہر کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

لہٰذا دوستو! خدائے تعالیٰ سے ہم سب کو دین کا فہم مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ یہ سمجھ ایسی چیز ہے کہ اگر یہ بگڑ جائے تو بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کو برا معلوم ہو گا، لہٰذا جب سارے معالجوں اور حکیموں سے دشمنی ہو جائے گی تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے گا، یہ قلتِ فہم اور حماقت قہرِ خداوندی ہے جس کا علاج حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے پاس بھی نہیں، اسی کی وجہ سے پھر کبر آتا ہے۔ جس کو بڑائی کا مرض ہو تو سمجھ لو احمق ہے۔ میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کبر ہمیشہ بے وقوفوں کو ہوا کرتا ہے ورنہ بتائیے کہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یہ ابھی سے اپنے کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ فیصلہ تو مالک کے ہاتھ میں ہوتا ہے بندے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیوں صاحبو! غلام کو کیا حق ہے کہ اپنی قیمت خود لگا لے؟ بندے کی قیمت تو مالک لگائے گا قیامت کے دن۔ لہٰذا بندہ وہ ہے جو اپنی شان کچھ نہ سمجھے اور عام مومنین کو اور خصوصاً کسی خادمِ دین کو حقیر نہ سمجھے۔ ہاں یہ ضرور اختیار ہے کہ اگر آپ کو کسی سے مناسبت نہ ہو اس کی مجلس میں ہرگز نہ جائیے، نہ اپنا وقت ضائع کیجیے نہ اس کا وقت ضائع کیجیے، جہاں مناسبت ہو وہاں جائیے، اب اس سے زیادہ کیا سہولت ہو سکتی ہے۔

ہاں جس سے دین کا ایک حرف سیکھا ہو ہمیشہ اس کا ادب کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے ایک حرف علم سکھا دیا میں اس کا غلام ہوں۔ اور دین سیکھنے کے بعد پھر اس سے بدگمانی کرنا اور اس کی اصلاح کے لیے نسخے تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے چوہا اونٹ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے تو ہم کو اپنے بڑوں سے حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔ وہ دینی مربّی خود نہیں کہے گا کہ میں بڑا ہوں لیکن ان واقعات سے سبق لینا چاہیے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے نیک گمان سے سب کچھ سمجھیں۔ ایک بار مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، پھر فرمایا کہ خدا کی قسم! میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک بے وقوف نے کہا کہ میاں جب یہ کچھ بھی نہیں ہیں تو ہمیں کیا ملے گا ان سے۔ حالانکہ یہی ان کے بہت کچھ ہونے کی دلیل تھی۔

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اچھا بس اب دعا کیجیے کہ اے خدا! ہمیں اپنے بڑوں کا ادب نصیب فرما، جن سے ہم دین سیکھتے ہیں ان کا ہمیں ادب نصیب فرما۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب

اے خدا! ہم سب کو ادب کی توفیق نصیب فرما۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

اے خدا! ہم کو بے ادبی کی وجہ سے اپنے فضل سے محروم نہ فرما یعنی ہم کو بے ادبی سے محفوظ فرما اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما۔

اے خدا! ہمیں اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹانے کی توفیق نصیب فرما۔ ہماری دنیا و آخرت بنا دیجیے، تقویٰ کی حیات نصیب فرما دیجیے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

☆☆☆☆☆

موت ومابعد الموت

ایک لمحہ آئے گا کہ جب ہر زندہ چیز کا وجود ختم ہو جائے گا، حیات کی ہر قسم موقوف ہو جائے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٖ﴾ (سورۃ الرحمان: ۲۶)

''جو کوئی بھی اس (زمین) پر ہے فنا ہونے والا ہے''۔

سطحِ زمین پر موجود ہر وجود مر جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيۡحَةٗ وَٰحِدَةٗ تَأۡخُذُهُمۡ وَهُمۡ يَخِصِّمُونَ﴾ (سورۃ یس: ۴۹)

''یہ لوگ نہیں انتظار کر رہے مگر ایک چنگھاڑ کا' وہ انہیں آ پکڑے گی اور یہ (اسی طرح) جھگڑ رہے ہوں گے''۔

قیامت اچانک آئے گی

یہ اس قدر اچانک ہو گا کہ ابھی لوگ کسی مباحثے اور مناظرے میں مشغول ہی ہوں گے کہ سب کچھ تھم جائے گا۔ اپنے گھر والوں کو کوئی نصیحت کرنے کا کوئی وقت ملے گا اور نہ ہی کسی نامکمل کام کو مکمل کرنے کا۔ جب وہ وقت آ جائے گا، جب قیامت واقع ہو جائے گی تو سب کچھ بند ہو جائے گا؛ زندگی کی ہر قسم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا يَسۡتَطِيعُونَ تَوۡصِيَةٗ وَلَآ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِمۡ يَرۡجِعُونَ﴾ (سورۃ یس: ۵۰)

''پھر نہ تو وہ کوئی وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔ وہ تو بس ایک زور دار چنگھاڑ تھی' تو جبھی وہ سب بجھ کر رہ گئے''۔

جب قیامت آ جائے گی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ یہ اتنا اچانک آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أَحَدُكُمْ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا (بخاری)

''(قیامت اس قدر جلد آ جائے گی کہ) دو آدمیوں نے کپڑا کھولا ہو گا لیکن وہ خرید و فروخت نہیں کر سکیں گے اور نہ اسے لپیٹ ہی سکیں گے جبکہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آ رہا ہو گا اور وہ اسے پی نہیں سکے گا، اور قیامت اس حال میں آ جائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کر رہا ہو گا اور اس سے پانی نہیں پی سکے گا۔ اور قیامت آ جائے گی جبکہ ایک آدمی اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور وہ اس کو کھا نہیں سکے گا''۔

قیامت کیسے آئے گی؟

قیامت صور میں پھونک مارنے سے آئے گی۔ صور کا ذکر قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے۔ صور ایک سینگ ہے، بگل، اور اسے اللہ رب العزت کے مقرب فرشتے اسرافیل علیہ السلام نے تھام رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرافیل علیہ السلام کو دیکھا اور آپ نے فرمایا:

''صور پھونکنے والا فرشتہ اس وقت سے تیار عرش کی طرف دیکھ رہا ہے جب سے اسے صور دیا گیا ہے اور وہ آنکھ بھی نہیں جھپک رہا کہ کہیں اسی اثنا میں اسے حکم نہ دے دیا جائے''۔ (مستدرک حاکم)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ فرما لیا کہ فرشتے کی بڑے چمک دار ستاروں کی مانند روشن نگاہیں اللہ رب العزت کے عرش کی جانب جمی ہیں، اللہ رب العزت کے حکم کے انتظار میں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے دنیا کی ہر شے کی رغبت و چاہت بالکل ہی ختم ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ أَنْعَمُ وَقَدْ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَحَنَى جَبْهَتَهُ وَأَصْغَى سَمْعَهُ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْمَرَ أَنْ يَنْفُخَ فَيَنْفُخَ قَالَ الْمُسْلِمُونَ فَكَيْفَ نَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُولُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ رَبِّنَا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا (جامع ترمذی)

''میں کس طرح آرام کروں جب کہ صور پھونکنے والے نے صور کو منہ لگایا ہے۔ وہ اپنی پیشانی جھکائے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ پھونکے۔ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں (اس وقت)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

نے فرمایا کہو (یعنی ہمیں اللہ کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے، ہم اپنے رب اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں)''۔

یعنی کیفیت یہ ہے کہ صاحب الصور صور منہ میں لیے تیار کھڑے ہیں، نگاہیں عرش کی طرف اور کان حکم کی طرف متوجہ تو اس وقت کس طرح دنیا کی کسی چیز میں دلچسپی لی جا سکتی ہے جبکہ مجھے خوف ہے کہ کسی بھی وقت صور میں پھونک مار دی جائے گی۔

کس دن صور میں پھونک ماری جائے گی؟

جمعے کے دن۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ (مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے جمعے کا ہے؛ اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا تھا اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں انھیں اس سے نکالا گیا (خلافت ارضی سونپی گئی) اور قیامت بھی جمعے کے دن ہی برپا ہو گی''۔

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام دن میرے سامنے پیش کیے گئے، میں نے دیکھا کہ جمعے کا دن ایک سفید آئینے کی مانند ہے، بہت ہی روشن اور شفاف؛ مگر پھر میں نے دیکھا کہ اس کے درمیان ایک گہرا دھبہ ہے، میں نے پوچھا کہ یہ دھبہ کیسا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قیامت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُهْبِطَ وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ وَفِيهِ مَاتَ وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُسِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينَ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنْ السَّاعَةِ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ (ابو داؤد)

''سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے، جمعے کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا کیے گئے، اسی میں ان کو زمین پر اتارا گیا، اسی میں ان کی توبہ قبول کی گئی، اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت قائم ہو گی۔ جمعہ کے دن صبح ہوتے ہی تمام جانور قیامت کے ڈر سے کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے، سوائے جنوں اور انسانوں کے۔''

صرف ہم انسان ہی ہیں جو غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ حیوانات کو بھی فکر ہے، وہ بھی آگاہ ہیں کہ قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے اور جمعے کے دن وہ پریشان ہوتے ہیں جبکہ ہم انسان جمعے کے دن بھی اپنے معمولات اسی طرح بے فکری سے نمٹاتے رہتے ہیں، گویا قیامت کی گھڑی نے کبھی آنا ہی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (سورۃ الزمر: ۶۸)

'' اور (قیامت کے روز) صور میں پھونک ماری جاوے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک جاوے گی تو دفعتاً سب کے سب کھڑے ہو جاویں گے اور (چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔''

مستثنیٰ کون؟

یہ آیت بتاتی ہے کہ صور کی آواز سے تمام کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جائے گی ماسوا جسے اللہ چاہے۔ یعنی اس میں استثنا موجود ہے۔ کوئی مخلوق ایسی ہے جو صور کی آواز سے اپنے ہوش نہیں کھوئے گی۔ وہ کون سی مخلوق ہے؟ بعض علما فرماتے ہیں کہ وہ جنت میں حور العین ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت کے غلمان ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ حاملین عرش ملائکہ ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ شہدا ہوں گے، بعض کچھ کہتے ہیں اور بعض کچھ اور...... مگر امام قرطبیؒ اس بحث کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک رائے کے حق میں بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا یہ سب ممکنات میں سے ہیں۔

نیز یہ کہ ہمیں اتنا علم دے دیا گیا ہے جتنا ہمیں درکار ہے؛ ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ مستثنیٰ مخلوق جو بھی ہو، وہ بہر حال ہم نہیں ہیں لہٰذا اس کی تفصیل میں جانے اور بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جتنے علم کی ہمیں ضرورت ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے اور جس کی تفصیل ہمیں نہیں بتائی گئی اس کی ہمیں ضرورت ہی نہیں تھی اسی لیے نہیں بتایا گیا۔ یہ اسلام کا بہت اہم اصول ہے۔ ہمیں عملی سوچ رکھنی چاہیے اور اتنا علم ہمیں ضرور حاصل کرنا چاہیے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمارا مددگار ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ایک بدو مسجد میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ یہ شخص ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹ کر سوال پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنی گفتگو جاری رکھی۔ وہ شخص مصر رہا اور دوبارہ پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ اس نے تیسری مرتبہ پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ اس وقت تک صحابہ کرامؓ نے بے چین ہو کر اس شخص کو خاموش کرانے کی کوشش شروع کر دی تھی کیونکہ وہ یہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے جواب نہیں دے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کا سوال مناسب نہیں معلوم ہوا۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیان مکمل فرما لیا تو دریافت کیا کہ وہ سوالی کہاں ہے جو

قیامت سے متعلق سوال کر رہا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوال کا جواب ایک اور سوال کے ذریعے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ تم قیامت کا وقت کیوں جاننا چاہتے ہو؟ تمہیں تو وہ جاننا چاہیے جو تمہارے کام آئے یعنی یہ کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اکثر ہم لوگ ایسے علوم کے حصول میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں جن کے ذریعے نہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے نہ کمی اور جو ہمارے اعمال صالحہ کو بڑھانے یا گھٹانے میں معاون نہیں بنتا، اور یہ وہ علم ہے جو نافع نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی ہے:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ

”اے اللہ! ہم تجھ سے علم نافع کا سوال کرتے ہیں اور غیر نافع علم سے تیری پناہ چاہتے ہیں“۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ ......فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ وَأُقِيمَتْ الصَّلَاةُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ السَّاعَةِ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ عَمَلٍ لَا صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (مسند احمد)

”حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ...... ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کب قائم ہو گی؟ اس وقت اقامت ہو چکی تھی اس لیے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھانے لگے، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں یہاں ہوں؛ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے کوئی بہت زیادہ اعمال؛ نماز، روزہ تو مہیا نہیں کر رکھے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے“۔

صور کتنی مرتبہ پھونکا جائے گا؟

بعض علما کہتے ہیں کہ دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور القرطبی اور ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دو مرتبہ چنگھاڑ کی آواز آئے گی۔ پہلی آواز کے ساتھ ہر زندہ چیز مر جائے گی، جسے الساعۃ کہا جاتا ہے؛ اور پھر دوسری چنگھاڑ کے ساتھ سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور یہ البعث کہلاتی ہے۔ بعض دیگر علما کہتے ہیں کہ صور میں تین مرتبہ پھونک ماری جائے گی۔ اس میں پہلی الفزع ہے، یعنی خوف کا پھونکا جانا جو مخلوق کے دلوں میں خوف پیدا کر دے گی۔ دوسری پھونک الساعۃ ہے جس سے ہر زندہ چیز موت سے ہمکنار ہو جائے گی۔ اور تیسری البعث ہے جس سے تمام مخلوق دوبارہ زندہ ہو جائے گی؛ اور یہ رائے ابن کثیر، ابن تیمیہ، قاضی ابو بکر العربی اور بعض دیگر علما کی ہے۔

البعث والنشور

اللہ رب العزت نے اسے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○﴾ (سورۃ یس: ۵۱ تا ۵۳)

”اور (پھر دوبارہ) پھونکا جائے گا صور تو یکایک یہ اپنی قبروں میں سے نکل کر اپنے رب کے حضور (پیش ہونے کے لیے) چل پڑیں گے۔ (اور گھبرا کر) کہیں گے ہائے ہماری بد بختی! کس نے اٹھا کھڑا کیا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے؟ ارے! یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ فرمایا تھا رسولوں نے۔ نہیں ہو گی یہ مگر ایک چنگھاڑ کہ یک لخت وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔“

دیکھیے! وہ کہیں گے کہ کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ جب انسان سو رہا ہوتا ہے تو بدترین حالت یہ ہے کہ وہ حیران پریشان اٹھے۔ سویا ہوا انسان ہمیشہ آہستہ آہستہ اور سکون سے جاگنا چاہتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جب آپ کسی کو پریشان کر کے نیند سے جگائیں تو وہ ہڑبڑا کر اٹھتا ہے اور اس کو اپنے گرد و پیش کی خبر ہونے میں اور اپنے ماحول میں واپس آنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ اب تصور کریں کہ قبروں میں طویل نیند سے جب لوگ بیدار ہوں گے اور ان اچانک کھل جانے والی قبروں سے باہر نکلیں گے تو انہیں کیا دکھائی دے گا؛ وہ پہاڑوں کو پھٹتے، سمندروں کو بھڑکتے، چاند ستاروں اور سیاروں کو اپنے مدار کو چھوڑ کر ادھر ادھر گرتے دیکھیں گے، سورج کو عین اپنے سر کے اوپر پائیں گے، ان کے قدموں تلے زمین لرز رہی ہو گی اور ان کے سروں پر دکھائی دینے والا آسمان چرچرا کر کھلتا جا رہا ہو گا اور ان کے ارد گرد لوگ ایسے بھاگتے جا رہے ہوں گے گویا وہ نشے میں مدہوش ہوں؛ مگر اللہ سبحانہ و تعالی فرماتے ہیں کہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کے عذاب کی شدت انہیں ہوش و حواس سے بے گانہ کر دے گی؛ وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰي وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ تصور کریں کہ اس وقت ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ کہیں گے، يٰوَيْلَنَا، ہائے ہماری بد بختی! اللہ رب العزت اس آیت میں لوگوں کی کیفیت سے آگاہ فرماتے ہیں؛ مگر اس آیت سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ آپ میرے ساتھ مابعد کا تصور کریں۔

ذرا تصور کریں کہ ایک بچہ ہے جو قبر سے نکل کر آ رہا ہے۔ یہ بچہ ایک سال کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ اسے دفن کر دیا گیا تھا اور اب یوم البعث وہ اپنی قبر سے نکل کر آ رہا ہے۔ وہ محض ایک سال کا ہے۔ یہ بچہ اپنی قبر سے بھاگتا ہوا نکلے گا اور اقوام دنیا کو اپنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا دیکھے گا؛ ہر ایک پسینے سے شرابور ہو گا اور کسی کا پسینہ اس کے گھٹنے تک، کسی کا اس کی کمر تک، کسی کا اس کے سینے تک، کسی کا اس کے کندھے تک ہو گا اور بعض ایسے بھی ہوں گے جو اپنے پسینے میں

غرق ہوں گے، سورج سوا نیزے پہ ہو گا، زمین ان کے قدموں تلے لرز رہی ہو گی، پہاڑ دھول بن کر اڑے جا رہے ہوں گے، سمندر آگ پکڑ رہے ہوں گے، آسمان چرچرا کر وا ہو رہا ہو گا، چاند ستارے گر گر جا رہے ہوں گے...... آپ کا کیا خیال ہے کہ اس ایک سال کے بچے کی یہ سب دیکھ کر کیا کیفیت ہو گی؟ اس بچے کے ساتھ کیا ہو گا؟ اللہ وسبحانہ وتعالیٰ ہمیں قرآن میں اس کا جواب بتاتے ہیں:

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ (سورۃ المزمل: ۱۷)

"سو تم اس دن (کی مصیبت) سے کیسے بچو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا،"

اس بچے کے بالوں کا رنگ بدل جائے گا...... اس کے بال سفید ہو جائیں گے، کیوں؟ قیامت کے دن کی دہشت کی وجہ سے جس کا مشاہدہ وہ کرے گا۔ اس بچے نے کوئی گناہ نہیں کیا ہو گا۔ وہ اس حالت میں دنیا سے گیا ہو گا کہ اس کا اعمال نامہ بالکل صاف ہو گا، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہو گا، تب بھی اس کے بال سفید ہو جائیں گے...... تب ہمارے ساتھ کیا ہو گا جو دن رات گناہوں پر اصرار کیے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور نادم نہیں ہوتے۔ وہ یوم العظیم ہو گا، یوم القیامۃ!

بعث بعد الموت (دوبارہ اٹھایا جانا) کیسے ہو گا؟

جب سب کچھ تباہ ہو جائے گا اور زندگی کی کوئی قسم باقی نہیں رہے گی تو اللہ رب العزت آسمان سے بارش نازل فرمائیں گے اور ہم اپنے بیجوں سے اگیں گے۔ ہمارے بیج کیا ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف میں ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارے جسم کا ہر حصہ گل سڑ جائے گا اور تحلیل ہو جائے گا سوائے ہماری ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے میں ایک چھوٹے سے جزو کے۔ یہ حصہ اپنی حالت پر باقی رہے گا اور ہم اسی بیج سے دوبارہ اگیں گے۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمان سے ایک سیال مادہ برسائیں گے، وہ پانی نہیں ہو گا بلکہ کوئی اور چیز ہو گی اور ہم اس ننھے سے بیج سے دوبارہ اگ جائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف کی ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ ...... ثُمَّ يُنْزِلُ اللَّهُ مِنْ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ لَيْسَ مِنْ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری)

"دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہو گا؛ [پوچھا گیا کیا چالیس سال مراد ہیں یا چالیس ماہ یا چالیس دن؟ آپ نے جواب نہیں مرحمت فرمایا۔ لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ دو صور کے مابین کتنا وقت ہو گا]۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے۔ انسان کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، سب گل سڑ جائے گا، سوائے ریڑھ کی ہڈی کے اور اسی سے قیامت کے دن تمام مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی"۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ نباتات کا اگنا اور انسانوں کا اگنا ایک سا عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں اللہ رب العزت دوبارہ اٹھائے جانے کا تذکرہ فرماتے ہیں وہاں اس عمل کو پودوں کے اگنے کے عمل سے مربوط کرتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝﴾ (سورۃ فاطر: ۹)

"اور اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ اٹھا لیتی ہیں بادلوں کو' پھر ہم ہانک دیتے ہیں اس (بادل) کو ایک مُردہ زمین کی طرف پھر ہم اس سے اس زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اس کے مردہ ہو جانے کے بعد} "اسی طرح سے ہو گا (تمہارا) اٹھایا جانا بھی۔"

لہٰذا اللہ رب العزت ہمیں متوجہ کرتے ہیں کہ کس طرح ایک مردہ زمین پر اللہ رب العزت بارش برساتے ہیں جس سے وہ لہلہا اٹھتی ہے...... وہ مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے...... اور اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح تمہارا (دوبارہ) اٹھایا جانا بھی ہو گا، بعینہ اسی طرح تم بھی دوبارہ اپنے بیجوں سے اگائے جاؤ گے۔

سب سے پہلے کس کو قبر سے اٹھایا جائے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں ہے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلی ہستی ہوں گے جنہیں ان کی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ (مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن (تمام) اولاد آدم کا سردار ہوں گا، پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر کھلے گی"۔

ایک اور صحیح حدیث میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کے نزاع کا واقعہ مذکور ہے۔ یہودی نے کہا کہ میں اس رب کی قسم کھاتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ اس پر مسلمان نے اسے مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنے لگا۔ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سارا قصہ سن کر) فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دو کیونکہ میں قبر سے نکلنے والا پہلا شخص ہوں گا مگر میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت کا عرش تھامے ہوئے پاؤں گا۔ لہٰذا میں نہیں جانتا کہ وہ الساعۃ (پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے) سے بے ہوش ہوئے تھے یا نہیں۔ اس حدیث کا کیا معنی ہے کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو؟ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہت سی

احادیث میں یہ فرمایا کہ وہ کل انسانیت کے سردار ہیں، مذکورہ بالا حدیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، نیز ہمارا ایمان ہے کہ انبیا علیہم السلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں چاہتے کہ ہم کسی کافر سے جھگڑے کے وقت ان کی اس فضیلت کا اظہار کریں کیونکہ اس طرح ہم محض اس کافر کو تکلیف دینے کی خاطر اللہ کے انبیا کا درجہ گھٹانے کا باعث بنیں گے۔ کیونکہ اللہ کے تمام انبیا سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منسوب ہے نہ کہ یہودی اور نصرانی۔ موسیٰ علیہ السلام امت اسلام سے منسوب ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہودیوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس روز اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ہمارا حق ان سے زیادہ ہے، لہٰذا ہمیں اس دن کا روزہ رکھنا چاہیے۔ لہٰذا ہمیں کسی یہودی یا عیسائی سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نبی سے بہتر ہیں؛ نہیں! اس طرح ہم اللہ کے نبیوں کا درجہ گھٹا کر بیان کرنے کا باعث بن جاتے ہیں؛ ہمیں اللہ کے تمام انبیا کا احترام اسی طرح کرنا ہے جیسا کہ ان کا حق ہے اور کفار کے ساتھ اس قسم کے نزاع میں نہیں پڑنا، اگرچہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔

الحشر: اللہ رب العزت سب کو اکٹھا فرمائیں گے

خواہ کوئی انسان خلائے بسیط میں مرا ہو یا کسی سمندر کی تہہ میں کھو گیا ہو یا کسی زندان، تہہ خانے یا تنگ و تاریک کسی کوٹھڑی میں پڑا ہو...... اللہ رب العزت سب کو یکجا فرمائیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿...اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۴۸)

”...جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تم سب کو جمع کر کے لے آئے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“۔

تم کسی چٹان کے وسط میں ہو یا سمندر کی تہہ میں یا دور کہیں خلائے بسیط میں...... اللہ رب العزت تم سب کو اکٹھا فرمالے گا کیونکہ کل کائنات اللہ کی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ (سورۃ الکھف:۴۷)

”اور جس دن ہم چلائیں گے پہاڑوں کو اور تم دیکھو گے زمین کو صاف چٹیل اور ہم سب کو جمع کر لیں گے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے“۔

اللہ رب العزت تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے؛ حتیٰ کہ جانوروں کو بھی۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ﴾ (سورۃ التکویر:۵)

”اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے“۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یوم حشر کو اللہ رب العزت تمام مخلوق کو اکٹھا فرمائیں گے؛ وحشی جانوروں، پرندوں حتیٰ کہ حشرات الارض کو بھی، اور اللہ رب العزت اس روز عدل فرمائیں گے کہ اللہ رب العزت کی صفت العدل ہے۔ اور اسی عدل کی وجہ سے اللہ رب العزت سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں والی بکری کا بدلہ دلوائیں گے۔ دنیا میں سینگوں والی بکریاں بھی ہوتی ہیں اور بغیر سینگوں والی بھی، لہٰذا سینگوں والی بکریاں اپنے سینگوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بغیر سینگ والی بکری کو مارتی ہیں؛ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت بغیر سینگ والی بکری کو اس کا بدلہ دلوائیں گے اور جب تمام تنازعات حل ہو جائیں گے تو اللہ رب العزت ان تمام درندوں اور جانوروں سے فرمائیں گے کہ مٹی ہو جاؤ اور وہ مٹی ہو جائیں گے؛ اور یہ وہ موقع ہے کہ جب کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا، کافر کہے گا کہ کاش میں کبھی زمین کی پشت پر نہ چلا ہوتا، کاش میں کبھی زندہ ہی نہ رہا ہوتا، کاش میں کبھی پیدا ہی نہ ہوتا، کاش میں مٹی ہو جاتا۔ یہ کافر جو دنیا کے معاملات میں اس قدر ہوشیار تھا، جو مال جمع کرنے میں اس قدر چوکس تھا، جو دنیا سے لطف اندوز ہونے کا ہر فن جانتا تھا...... وہ کافر کہے گا کہ کاش میں نے کبھی زندگی گزاری ہی نہ ہوتی، کاش میں کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہوتا اور کاش میں مٹی ہو جاتا۔ الحشر لوگوں کا دوبارہ اکٹھا کیا جانا ہے جس کے بارے میں ہم نے کچھ بات کی۔

لوگ کس حال میں دوبارہ اٹھائے اور اکٹھے کیے جائیں گے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَیْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ﴾ (بخاری)

”تم لوگ حشر میں ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بن ختنہ اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے (سورۃ انبیاء کی) اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) ((جیسا کہ ہم نے پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ، ہم ایسے ہی لوٹائیں گے۔ یہ ہماری طرف سے ایک وعدہ ہے جس کو ہم پورا کر کے رہیں گے))“۔

پس اللہ رب العزت انسانوں کو بعینہ اسی حالت میں لوٹا دیں گے جس میں وہ تخلیق کیے گئے تھے۔ جب ہم پیدا ہوئے تھے تو ہم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون تھے، اللہ رب العزت ہمیں دوبارہ ہماری فطری حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا کہ

انسان برہنہ اٹھائے جائیں گے تو انہیں خیال آیا کہ مرد اور عورتیں تو یکجا ہوں گے! لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ! الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ؟ فَقَالَ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذَاكِ (بخاری)

"اللہ کے رسول! کیا مرد، عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنگین ہو گا، اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا"۔

لوگ اس وقت دوسری فکروں میں غلطاں ہوں گے، انہیں اس کی پرواہی نہیں ہو گی کہ لوگ برہنہ ہیں؛ بلکہ انہیں تو شاید اس کا ادراک بھی نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاملہ اس سے زیادہ سنگین ہو گا۔ اس وقت لوگ ایک دوسرے کو نہیں گھورتے ہوں گے۔ جب سب لوگ برہنہ اٹھائے جائیں گے تو پھر اللہ رب العزت انہیں لباس پہنائیں گے۔

سب سے پہلے کسے لباس پہنایا جائے گا؟

وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ (بخاری)

"سب سے اول حضرت ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم خلیل اللہ ہوں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے لباس پہنایا جائے گا اور وہ جنت کا لباس ایسا ہو گا کہ اس کے مثل کسی کا لباس نہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس بہترین ہو گا مگر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اور یہ وہ رحمت اور انوکھا اعزاز ہے جو اللہ رب العزت نے اس شخص کو عطا کیا جسے اللہ رب العزت نے تنہا ایک امت کے مثل قرار دیا۔

ارض محشر

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (سورۃ ابراھیم: ۴۸)

"اس دن کو یاد رکھو جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب اللہ واحد وقہار کے حضور پیش ہوں گے"۔

زمین بدل دی جائے گی، یہ موجودہ حالت میں نہیں رہے گی۔ بعض تبدیلیاں جو زمین میں واقع ہوں گی وہ یہ ہیں کہ اسے پھیلا دیا جائے گا۔ یہ کرہ کی صورت میں نہیں رہے گی۔ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ؛ مدت کا معنی چپٹا کرنا اور پھیلانا ہے۔ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی تو فزکس کے اصول کے تحت اس کی کشش ثقل ختم ہو جائے گی وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ اور وہ اپنے اندر موجود تمام چیزوں کو چھوڑ دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ (مسلم)

"لوگوں کا حشر قیامت کے دن سفید، چٹیل زمین پر ہو گا جو سفید گیہوں کی روٹی کی طرح ہو گی"۔

عفراء ماند یا پھیکے کو کہتے ہیں۔ یعنی زمین اس روز چمکتی ہوئی سفید نہیں ہو گی بلکہ پھیکے سفید رنگ کی ہو گی۔ اور نقی، نفیس اور صاف ستھری خالص ریت کو کہتے ہیں یعنی زمین کی مٹی بہت صاف اور نفیس ہو گی۔ اور ایک اور حدیث کے مطابق زمین پھیلا کر ہموار کر دی جائے گی؛ آپ تصور کریں کہ جب زمین پھیلا دی جائے گی تو وہ کس قدر وسیع ہو جائے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے باوجود ابن آدم کے پاس کوئی جگہ نہیں ہو گی بجز اس جگہ کے جہاں وہ کھڑا ہو گا۔ بے شک زمین پھیلا دی جائے گی، مگر جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام مخلوق کو...... انسانوں، جنات، جانوروں، پرندوں اور حشرات الارض سب کو اکٹھا فرمائیں گے تو وہ اس قدر پر ہجوم ہو گی کہ انسان کے پاس دو قدم رکھنے کے سوا کوئی جگہ نہ ہو گی۔ لوگ اس روز اس ازدحام میں دبے جاتے ہوں گے۔

یوم قیامت کی بعض تفصیلات

قیامت کا دن؛ گو کہ وہ ایک دن ہی ہو گا مگر بہت پر ہیبت دہشت ناک دن ہو گا۔ یہاں ہم اس دن کی دہشت اور خوف کی کچھ علامات بیان کریں گے۔ وہ علامات کے جن کے ذریعے ہمیں اس دن کی کٹھنائیوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اللہ رب العزت نے یوم قیامت کو ایک عظیم دن، ثقیل دن اور مشکل دن کہہ کر بیان کیا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (سورۃ المطففین: ۴،۵)

"کیا ذرا بھی خیال نہیں کرتے یہ لوگ کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک عظیم دن (کی پیشی) کے لیے؛ وہ دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے حضور"۔

اور اللہ رب العزت نے اسے یوم ثقیل یعنی بوجھل، بھاری دن کہہ کر بیان فرمایا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ (سورۃ الدھر: ۲۷)

”یہ لوگ تو (دنیا کی) فوری چیزوں سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آگے جو بھاری دن آنے والا، اسے نظر انداز کیے ہوئے ہیں۔“

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ﴾
(سورۃ یونس:۲۸)

”اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر ہم شرک کرنے والوں کو حکم دیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم ان کے درمیان تفریق کریں گے اور ان کے شریک کہیں گے، تم ہم کو تو نہیں پوجتے تھے“۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○
(سورۃ سبا:۴۰)

”اور (وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب اللہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے پوچھے گا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے رہے ہیں؟۔“

قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ (سورۃ سبا:۴۱)

”وہ عرض کریں گے پاک ہے تو ہمارا تعلق تو صرف تجھ سے ہے، نہ کہ ان سے اصل یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کو پوجا کرتے تھے ان میں سے اکثر اعتقاد بھی انہیں پر رکھتے تھے۔“

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ○(المائدہ:۱۱۶)

”اور (وہ وقت بھی قابل یاد رکھنے کے ہے) جب اللہ فرمائے گا، ف ۳۵۱۔ کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم (علیہ السلام) کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ ”خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنالو“؟ (عیسیٰ (علیہ السلام)) عرض کریں گے، پاک ہے، ف ۳۵۳۔ تو میرے لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ میں ایسی بات کہہ دیتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً تجھے اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے، بیشک تو ہی تو ہے پوشیدہ چیزوں کا خوب جاننے والا۔“

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○(سورۃ المائدۃ:۱۱۷)

”میں نے تو ان سے کچھ بھی نہیں کہا تھا بجز اس کے کہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یعنی یہ کہ میرے اور اپنے پروردگار اللہ کی پرستش کرو۔ میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا پھر جب تو نے مجھے (دنیا سے) اٹھا لیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے اور تو تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○
(سورۃ المائدۃ:۱۱۸)

”تو اگر انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو بھی تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○(سورۃ المائدۃ:۱۱۹)

”اللہ فرمائے گا آج وہ دن ہے جب سچوں کے کام ان کا سچ آئے گا۔ ان کیلئے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیش کو رہیں گے اللہ ان سے خوش رہا اور وہ اللہ سے خوش رہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔“

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ ○(سورۃ ابراھیم:۲۱)

”اور اللہ کے سامنے سب (ہی) پیش ہوں گے۔ پھر کمزور لوگ ان سے کہیں گے جنہوں نے بڑائی کی تھی کہ ہم تو تمہارے تابع تھے۔ سو کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب کا کچھ جزء ہی ہٹا سکتے ہو؟ تو وہ کہیں گے اگر اللہ نے ہم ہی کو راہ (بچنے کی) بتائی ہوتی تو ہم تمہیں بھی راہ بتا دیتے (اور اب تو) ہم دونوں کے لیے برابر ہے خواہ ہم چیخیں چلائیں خواہ ہم صبر کریں، (بہر حال) ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔“

وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○(سورۃ النحل:۷۸)

”اور اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے سماعت اور بینائی اور دل پیدا کئے تاکہ تم شکر گزار بنو۔“

وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (العنکبوت:۱۳)

”اور یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے گناہوں کے ساتھ کچھ اور گناہ بھی۔ اور ان سے قیامت کے دن باز پرس ہو کر رہے گی جیسی جیسی باتیں یہ گڑھتے رہتے تھے“

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ (سورۃ سبا: ۳۱)

”اور کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن کو مانیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو اور آپ کاش وہ وقت دیکھیں جب یہ ظالم اپنے پروردگار کے روبرو کھڑے ہوں گے ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہو گا۔ ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے لوگوں سے کہہ رہے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے“

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ○ (سورۃ سبا: ۳۲)

”جو بڑے بنے ہوئے تھے ان سے کہیں گے جنہیں کمزور سمجھا گیا تھا کہ: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم خود مجرم تھے۔“

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی صحبه وسلم

☆☆☆☆☆

بقیہ: دروسِ سورۃ الانفال

یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اس کے بدلے کا آغاز ہے۔ اس کی جزا ہے جو دنیا میں ملنا شروع ہوئی اور اللہ فرماتے ہیں ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ یہ تو ابھی چکھو وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ اور کافروں کے لیے آخرت میں بھی آگ کا عذاب ہے۔ یہ تو صرف دنیا کا عذاب ہے جو بہت ہی ہلکا ہے آخرت کے عذاب کے مقابلے میں، تو یہ نہیں برداشت ہو رہا تم سے۔ توبہ کر لو! نہیں کرو گے تو پھر آخرت میں بھی کفر کرنے والوں کے لیے عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب ہو گا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان آیات کے مفہوم کو سمجھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

سبحانک اللهم و بحمدک نشهد ان لا اله الا انت نستغفرک و نتوب الیک و صلی الله علی النبی

☆☆☆☆☆

بقیہ: مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

بلکہ واجب یہ ہے کہ ہوائے نفس دین کے تابع ہو۔ اور خیر کے کاموں میں سے جن جن پر عمل کر سکتا ہو عمل کرے۔ اور جو نہ کر سکے اس کی بھی نیت کرے اور کوشش کرے۔ اپنی نیت سے ہی اسے پالے گا۔“

بعض مجاہد جوانوں میں جو مشکل ہم پاتے ہیں کہ وہ تمام پہلوؤں سے نظر انداز کرتے ہوئے فقط جہاد پر اکتفا کرتا ہے۔ چنانچہ بہت سے نوافل صرف اس لیے اس سے چھوٹ جاتی ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ تو اسلام کی چوٹی والی عبادت یعنی کہ جہاد کر رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ بیان: حرکت شباب المجاہدین

اے اللہ! ان کے نشانوں کو درست فرما، ان کے دلوں کو قوی فرما، انہیں اپنی خاص نصرت سے نواز، اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرما، کیونکہ آپ کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہے اور نہ ہمارا۔ اے قوی و عزیز!

ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار.

﴿وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

وصل اللهم وسلم وبارك على نبينا محمد و على آله وصحبه أجمعين. والله أكبر

﴿وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

ادارہ الکتائب — ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ

☆☆☆☆☆

بقیہ: آزادیٔ قدس کا آغاز ہو چکا ہے

غم ہمارے ہاتھوں میں ایک ہتھیار ہے، نہ کہ دشمن کے ہاتھ میں۔ ہم غم کھاتے ہیں اور پھر (اٹھ کر) لڑتے ہیں، اور وہ ہمیں قتل کرتے ہیں، پھر گھبرا جاتے ہیں۔

یہ بات جنگ کے سبھی ادوار میں درست ہے، اس (موجودہ) سے پہلے بھی، اس میں بھی اور اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ مسجدِ اقصیٰ کے صحن میں جا معانقہ کریں۔ جنگ لمبی ہو جائے یا مختصر، پورے فلسطین کی آزادی ممکن ہے، اور بیشک پورے فلسطین کی آزادی کا آغاز ہو گیا ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ اکبر!

☆☆☆☆☆

سورۃ الانفال

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد الانبياء والمرسلين محمد و علىٰ آله و صحبه و ذريته اجمعين اما بعد

فقد قال الله سبحانه وتعالىٰ فى كتابه المجيد بعد أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمان الرحيم

﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۝ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕسَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ۝﴾(سورۃ الانفال: ۱۱تا۱۴)

صدق الله مولانا العظيم،رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ، يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

سورۃ الانفال ہم پڑھ رہے ہیں۔ کل جو ہم نے دو آیات پڑھیں ان کے اندر بدر کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو مسلمانوں کی نصرت فرمائی، ملائکہ نازل کر کے، اس کا ذکر تھا اور اس بات کا ذکر ہم نے پڑھا کہ فتح ونصرت اور مدد کرنا جنگوں میں، کفار کے مقابلے میں، یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی کافروں کے مقابلے میں مدد فرماتا ہے اور وہی ان پہ فتح دیتا ہے۔ اسی پس منظر میں بات آگے بڑھتی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بدر کے دن کے مزید بھی کچھ مدد و نصرت کے مظاہر اور جس انداز سے مدد کی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرماتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ، کہ جب تم پر اونگھ چھارہی تھی، اَمَنَةً مِّنْهُ، اللہ کی طرف سے بطور سکون اور رحمت؛ تو یہ اگلی مدد ہے فرشتوں کے اترنے کے بعد جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدر کے دن مسلمانوں کی فرمائی اور جس طرح فرشتوں کا اترنا آج تک جاری ہے اسی طرح یہ نصرت بھی آج تک جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ کے موقعوں پہ سکینت کے لیے نیند طاری کر دیتے ہیں یا اونگھ طاری کر دیتے ہیں اور غالباً حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ اونگھ اگر نماز میں ہو تو شیطان کی طرف سے ہے اور اگر جنگ میں ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔ شیطان نماز میں غافل کرتا ہے اونگھ لا کے اور جنگ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سکینت عطا فرماتے ہیں، خوف دور فرماتے ہیں، اونگھ لا کے۔ تو روایات میں آتا ہے کہ جنگ کے معرکے سے جو پچھلی رات ہوتی ہے وہ انتہائی خوف کی رات ہوتی ہے۔ جنگ کی نسبت جنگ کا جو انتظار ہے، جو آخری لمحات ہیں وہ بے انتہا خوف کے اور نفس پر بے انتہا ثقیل ہوتے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ جنگ شروع ہو جائے تو جنگ کا ایک اپنا ٹیمپو ہوتا ہے جو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اور ایک دفعہ گولیاں برسنا شروع ہو جائیں یا تلواریں چلنا شروع ہو جائیں تو جو بھی جنگ میں اترا ہوا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے کہ گولی چلنے کی دیر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خوف کو آسان فرما دیتے ہیں۔ مشکل لمحات اس سے پہلے انتظار کے لمحات ہوتے ہیں اور اس وقت شیطان کے وسوسے بھی عروج پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ جنگ سے پہلے پہلے قدم اکھاڑ دے، واپس لے جائے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ دلوں کے اوپر بھرپور وار اور حملے اس موقع پر کرے اور انسان کو سوچنے پر مجبور کرے کہ پتہ نہیں کیا ہو گا؟ واپس ہو سکوں گا کہ نہیں؟ ہماری قوت کیسی ہے؟ دشمن کی قوت کیسی ہے؟...... تو اس خوف اور اس پریشانی کے موقع پہ، جو پچھلی رات تھی اس پہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کے اوپر سکینت طاری فرمادی اور لشکر نے اطمینان سے آرام کیا اور ایسی حالت تھی اگلے دن بھی کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر گر گر جاتی تھیں۔ اتنی اونگھ طاری تھی کہ تلواریں ہاتھوں سے گری جاتی تھیں۔ حالانکہ چلے ہیں اپنے سے تین گنا بڑے لشکر سے لڑائی کرنے کے لیے۔ تو ایسی حالت میں تو عموماً نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ دنوں تک نیند نہیں آتی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہ سکینت نازل فرمائی اور اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور دلوں کو اطمینان بخشا اور طمانیت عطا فرمائی۔

پھر اگلی مدد اللہ نے یہ فرمائی کہ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ آسمان سے تم پر پانی برسایا تاکہ تمہیں اس کے ذریعے پاک کر دے؛ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ اور شیطان کی چال یا شیطان کی ڈالی ہوئی گندگیاں اور وساوس تم سے دور کر دے۔ پس منظر اس بات کا یہ ہے کہ جو اونگھ طاری ہوئی، جو نیند طاری ہوئی پچھلی رات کو تو وہ اتنی زیادہ تھی کہ مفسرین لکھتے ہیں کہ بیشتر مسلمان صبح اٹھے تو حالت جنابت میں تھے۔ یعنی اتنی سکون کی نیند تھی جو پچھلی رات کو آئی؛ اور یہ بھی ایسا واقعہ نہیں ہے جو اس دور تک ہی محدود ہے۔ اس دور میں بھی ساتھی عین بمباریوں میں، جیٹ جہازوں کے نیچے...... افغانستان پر جب حملہ ہوا اور مورچوں میں جو ساتھی شدید ترین بمباری سہہ رہے تھے تو وہاں بھی ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح افغانستان کے اندر مختلف کارروائیوں میں یا یہاں قبائل کے علاقوں میں کارروائیوں کے اندر ایسے واقعات سننے کو ملتے ہیں کہ جو حیرت کا باعث ہیں کہ کیسی سکینت اور کیسی اطمینان کی نیند اللہ سبحانہ وتعالیٰ جنگ کے میدان میں نصیب فرماتے ہیں۔ تو صحابہؓ کی صبح اس حال میں ہوئی اور پانی کی قلت تھی۔ زمین پھسلنے والی تھی، قدم اس پر جمتے نہیں تھے۔ پانی وہاں موجود نہیں تھا اور شیطان کے وسوسے زوروں پہ تھے۔ شیطان نے دلوں میں یہ بات ڈالی اور بعض دلوں سے وہ بات زبانوں پر بھی آئی اور پھیلنا شروع ہو گئی کہ ہم کیسے مقابلہ کریں گے جبکہ ہم تو اس وقت

پاکیزگی کی حالت میں بھی نہیں ہیں۔ نمازوں کے لیے بھی ہمارے پاس وضو کے لیے کافی پانی موجود نہیں ہے کہ اپنے جسموں کو صاف کریں اور ہم کیسے مقابلہ کریں گے جبکہ جنگ کے اندر پینے کے پانی کی ضرورت پڑے گی تو ہم پیاس سے مارے جائیں گے۔ تو شیطان نے یہ ساری باتیں دلوں میں ڈالنا شروع کیں اور قدموں کو اکھاڑنا شروع کیا۔ اور پھر یہ بات بھی کہ تمہارے درمیان اللہ کے نبی ﷺ موجود ہیں؛ (نعوذ باللہ) اگر یہ واقعی سچے ہوتے تو پھر تمہارے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہو رہا ہوتا! تم تو ایک جنگ لڑنے چلے ہو، کیا پتہ موت آجائے، ایسی حالت میں آئے گی......!!! اللہ کے نبی ﷺ اور خود اللہ کی ذات پہ ایمان متزلزل کرنے کے لیے شیطان نے دلوں پہ حملے شروع کیے۔ تو اس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بارش نازل فرمائی؛ لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ اس لیے کہ تم اپنے جسموں کو پاک کرو اس سے۔ تو اتنی بارش ہوئی کہ پانی بہنے لگا اور مسلمانوں نے گڑھے بنا بنا کر اپنے اطراف پانی محفوظ کیا۔ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ اور اتنا پانی اترا کہ اس کی وجہ سے شیطان کے ڈالے ہوئے سارے وسوسے دُھل گئے اور جو حملے وہ دلوں پہ کر رہا تھا، اللہ نے ان کا توڑ فرما دیا۔ تو اللہ تعالیٰ جنگ میں مختلف مراحل سے گزار کے مجاہد کی تربیت کرتا ہے؛ پہلے ایک نصرت آرہی ہے، فرشتے آرہے ہیں، اونگھ آرہی ہے لیکن پھر اسی اونگھ سے اللہ تعالیٰ ایک آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں، اُسی آزمائش سے پھر اللہ بارش برسا کے نکالتے ہیں...... ہر طرح کے حالات پے در پے آتے ہیں یہاں تک کہ انسان حالات کی تبدیلی سے ناگھبرائے اور اپنے رب سے جڑ جائے اور اس جہاد کی عبادت کے ساتھ اتنا مضبوط رشتہ بنالے کہ شیطان کے حملے اس کی استقامت پہ، اس کی مضبوطی پہ اور اس کے ارادے پہ اثر انداز نہ ہو سکیں۔

تو بارش آئی اور اس بارش نے جسموں کو بھی پاکیزہ کیا اور دلوں کو بھی پاکیزہ کیا اور دلوں کے اندر جو وساوس جگہ پا رہے تھے ان کو دور کر دیا۔ بارش کا ویسے بھی ایک اپنا پاکیزہ اثر ہوتا ہے— جو رحمت کی بارش ہوتی ہے، دلوں کی گرمردنی کی کیفیت ہو تو صرف ارد گرد کا ماحول ہی نہیں جاگتا خود مزاج میں بھی شگفتگی اور تازگی آجاتی ہے بارش کے ساتھ اور یکایک بجھا ہوا دل بھی جاگ اٹھتا ہے۔

تو یہ بارش اتری وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ اور یہ بارش اللہ نے اس لیے بھی اتاری تاکہ تمہارے دلوں کو اللہ تعالیٰ جمادے یا ان کو مضبوط کر دے۔ علامہ سعدیؒ لکھتے ہیں کہ دلوں کا ثبات جسم کے ثبات کی بنیاد ہے۔ اگر دل مضبوط ہوں گے تو جسم بھی کھڑا رہے گا۔ اگر دل میں کمزوری آجائے گی تو جسم جتنا بھی مضبوط ہو وہ مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ آپ نے دیکھے ہیں امریکی فوجیوں کے ڈیل ڈول؛ ہمارے ایک عام ساتھی سے دو دو تین تین گنا بڑا جسم ہوتا ہے۔ لیکن جب میدان میں سامنا ہوتا ہے تو ایک پندرہ سولہ سالہ افغانی بچے کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو یہ دل کا فرق ہے۔ ایک کے دل میں ایمان ہے، ایک کے دل میں کفر ہے۔ اسی طرح ایمان اور ایمان میں بھی فرق ہے۔ حسب ایمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ ثبات دیتے ہیں۔ کیسے کمزور کمزور، یعنی جسم کے لحاظ سے بالکل نحیف ساتھی دل کی صفائی اور دل کے اللہ سے جڑے ہونے کی بنیاد پہ بعض اوقات جیلوں میں ایسی ایسی عجیب تعذیب سہہ لیتے ہیں کہ جو بڑے بڑے مضبوط ساتھی، بڑے بڑے سمجھ دار اور فہیم ساتھی، پرانے وتجربہ کار ساتھی نہیں سہہ پاتے۔ تو دل کی صفائی ہی وہ اصل جس کے اوپر باقی جسم کی طہارت اور مضبوطی کا انحصار ہے۔ اسی لیے آج کافر نے ہمارے دلوں پہ حملہ کیا ہے۔ امت کے دلوں کو گندا اور غلیظ کر دیا ہے۔ اس کی آنکھوں سے اتنی غلاظت اس کے اندر اتاری ہے، اس کے کانوں سے اتنی غلاظت اس کے سینے میں انڈیلی ہے کہ مسلمان نوجوان شہوتوں اور غلاظتوں میں ڈوب کر ختم ہو جائے اور وہ اس سے اعلیٰ کسی چیز کے بارے میں، اس سے پاکیزہ کسی فکر کے بارے میں نہ سوچ سکتا ہو، ماسوا کوئی غم اس کے سینے میں نہ بس سکتا ہو۔ ظاہری بات ہے کہ ایک ہی دل میں فحش تصویریں اور اسی دل میں رب کی محبت جمع ہونا مشکل بات ہے۔ ایک ہی دل میں آخرت کی تڑپ، اللہ سے ملاقات کا شوق اور اسی دل کے اندر وہ ساری غلاظتیں جو آج میڈیا پھیلا رہا ہے، جو نیٹ کے ذریعے پھیل رہی ہیں، ان دونوں چیزوں کا اکٹھا ہو جانا، وہ سارے شک کے بیج جو گمراہ سکالرز آ آ کر بیٹھ کے ٹی وی کے ذریعے پھیلا رہے ہیں...... وہ ساری چیزیں اکٹھی ایک دل میں نہیں جمع ہو سکتیں۔ تو اس نے دل پہ حملہ کیا ہے کہ امت کے دل کمزور ہو جائیں اور جب دل کمزور ہوتے ہیں مسلمانوں کے تو خود بخود قدم میدان سے اکھڑ جاتے ہیں۔ جنگ میں آنا تو بہت دور کی بات ہے، آنے سے پہلے ہی امت شکست تسلیم کر لیتی ہے۔ بہت بڑا ایک طبقہ میدان میں اترنے کو ہی محال خیال کرنے لگتا ہے، اس لیے کہ دل کی حفاظت کا اہتمام پہلے دن سے نہیں کیا۔ تو دل کی حفاظت پہ کھڑی ہے اس امت کی مضبوطی۔ اپنے دلوں کی حفاظت کریں گے ہم اور اپنے دلوں کو شیطان کے حملوں سے بچائیں گے، اس کی خاطر اپنی کانوں پہ، اپنی آنکھوں پہ اور اپنی زبانوں پہ پہرے بٹھائیں گے، اس کے اندر گندگی داخل نہیں ہونے دیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ بھی ایسے پاکیزہ دلوں پہ نصرت اتاریں گے۔ تو یہ وجہ ہے کہ اللہ نے بدر کے موقع پر اونگھ طاری کی، اللہ تعالیٰ نے بارش اتاری، اللہ نے فرشتے بھیجے تاکہ تمہارے دلوں کو اللہ مضبوط کر دیں۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ اور دل مضبوط ہوں گے تو اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ قدموں کو بھی جمائیں گے، قدم بھی مضبوط ہوں گے۔ تو ایک دل کی مضبوطی کی وجہ سے قدم مضبوط ہوئے اور ایک خود اس بارش کی وجہ سے کہ مسلمانوں کی طرف جو زمین تھی وہ پھسلنے والی زمین تھی لیکن بارش ہوئی تو وہ تھوڑی نرم ہوئی اور قدم جمنا شروع ہو گئے۔ اور دوسری طرف، کافروں کی طرف زمین ایسی تھی کہ پانی آنے کی وجہ سے وہ کیچڑ والی ہو گئی، اس کے اندر پاؤں پھنسنے لگے، نقل وحرکت میں ان کو مشکل ہونے لگی؛ تو دہری نصرت تھی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس موقع پہ (جنگ سے قبل) اور جنگ کے موقع پہ بھی آئی۔ ویسے خالص عسکری اعتبار سے بھی دیکھیں تو زمین اور بارش یہ سب انتہائی اہم فیکٹر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات پوری جنگوں کا فیصلہ اس بات پہ ہوا کہ ٹینکوں کی پیش رفت بارش سے دلدل اور کیچڑ والی زمین ہونے کی وجہ سے رک گئی۔ تو اس کے اندر خود جو عسکری سبق پوشیدہ ہیں وہ اپنی جگہ موجود ہیں اور اسی لیے ہر معرکے پہ

جانے سے پہلے، کارروائیوں کا موسم چننے سے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کون سا موسم ہے؟ حرکت کب کی جاسکتی ہے؟ وغیرہ۔ خود ہم جانتے ہیں کہ جب تشکیلات کا وقت آتا ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ بارش ہے کہ نہیں ہے، برف ہے کہ نہیں ہے...... اس لیے کہ اس اعتبار سے اپنا سامان بدلنا پڑتا ہے، اپنے آپ کو اس کے مطابق تیار کرنا پڑتا ہے، سواری بھی اسی اعتبار سے چننی پڑتی ہے۔ تو یہ ذیلی اسباق اس کے اندر ویسے پوشیدہ ہیں ساتھ ہی ساتھ۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ یعنی یاد کرو اس وقت کو جب تیرا رب فرشتوں کی طرف یہ وحی کررہا تھا اَنِّیْ مَعَكُمْ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دو لشکر ہیں آمنے سامنے پیارے بھائیو! ایک لشکر وہ کہ جس کو شیطان کہتا ہے اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ کہ میں تمہارا پڑوسی ہوں، تمہارا ساتھی ہوں اور ایک وہ لشکر ہے جس کو اللہ فرماتے ہیں اَنِّیْ مَعَكُمْ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو یہ اللہ کے اولیاء اور شیطان کے اولیاء کی جنگ ہے اور دونوں طرف نصرت کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی موجود ہے لیکن اللہ کی نصرت کا سہارا جس نے پکڑ لیا تو لَنِ انْفِصَامَ لَهَا وہ نہ ٹوٹنے والا سہارا ہے اور جس نے شیطان کا سہارا پکڑا تو سورۃ الانفال میں ہم آگے جا کر پڑھیں گے کہ جب فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے تو شیطان کہتا ہے اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ کہ میں تم سب سے بری ہوں، مجھے وہ نظر آرہا ہے جو تمہیں نظر نہیں آرہا؛ یعنی مجھے اللہ کے فرشتے اور نصرتیں اترتی ہوئی نظر آرہی ہیں، میں نہیں اس کا مقابلہ کر سکتا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو یہ فرق ہے کہ کس نے کس کا سہارا پکڑا؛ وقتی طور پہ اللہ کے سہارے سے منہ پھیرنے والے چاہے کتنے ہی مضبوط نظر آرہے ہوں اور اللہ کا سہارا جنہوں نے پکڑا ہو وہ کتنے ہی کمزور نظر آرہے ہوں لیکن جس نے جس پر اعتماد کیا فیصلہ بالآخر اسی کے اوپر ہونا ہے۔ بظاہر کمزور نظر آنے والوں نے اگر اللہ کا سہارا پکڑ لیا تو وہ بالآخر مضبوط ہیں۔ بظاہر مضبوط نظر آنے والوں نے بھی اگر شیطان کا سہارا پکڑا تو بالآخر ذلیل و خوار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس تم ایمان والوں کو مضبوط کرو، ان کو ثبات بخشو۔ مفسرین کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جرأت اور ہمت ڈالو، حوصلہ ان کے سینوں میں القا کرو۔ علامہ سعدیؒ کہتے ہیں کہ حوصلہ الہام کرو ان کے سینوں میں کہ اس کی وجہ سے ان کے قدم جمیں۔ تو پیارے بھائیو! وہ جو دلوں کی کیفیات ہیں کہ جنگ کے موقع پہ ایک کمزور سے بھائی کو بھی اللہ ثبات دیتے ہیں تو اس کے پیچھے یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا mechanism ہے جو کام کر رہا ہے۔ ایک پورا نظام ہے کہ اللہ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں اور فرشتے کمزور دل کو بھی، جب وہ اللہ کی یاد میں مشغول ہو، اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کے لیے نکلا ہو تو اس کمزور سے دل کو بھی اللہ تعالیٰ مضبوط کر دیتے ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جن حالات میں ایک مجاہد رہتا ہے، بالخصوص اگر آزمائش کے مراحل ہوں، وہ ایسے حالات ہیں کہ بشری طاقت سے باہر ہے ان غموم کو، ان ہموم کو، ان مشکلات اور آزمائشوں کو سہنا۔ اگر کوئی انسان دنیا کی زندگی گزار رہا ہو، اور اس کو ہر دوسرے دن اپنے کسی دوست، اپنے کسی رشتے دار، اپنے کسی کزن، اپنے کسی چاچا، اپنے کسی ماما کے مارے جانے کی، قتل ہونے کی، ایکسیڈنٹ کی، روزانہ کی بنیاد پہ خبریں مل رہی ہوں تو وہ کتنے دن اس کو سہے گا! بالآخر پاگل ہو جائے گا، لیکن جہاد کے اندر ایسے مراحل آتے ہیں کہ سالوں تک یومیہ ایسی خبریں آتی ہیں اور ہر خبر میں کوئی نہ کوئی دل کا ٹکڑا، کوئی نہ کوئی جاننے والا، ایسے لوگ جو آپ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں، ایسے لوگ جو آپ کو آپ کے سگے بھائیوں سے آپ کے سگے رشتے داروں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں، ان کی شہادت کی نا صرف خبریں آتی ہیں بلکہ ایسے حال میں آتی ہیں کہ بعض دفعہ جسم کا کوئی ٹکڑا تک نہیں ملتا جس کو آپ دفنا سکتے ہوں، جنازوں میں شریک ہونے تک کا موقع نہیں ملتا۔ تو یہ کیا چیز ہے جو ایک بشر کے دل کو یہ طاقت بخشتی ہے؟ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عطا کردہ سکینت ہے کہ جو اتنی بڑی بڑی آزمائشوں کو سہنے کے لیے ایک چھوٹے سے گوشت کے لوتھڑے کے اندر اتنی قوت بھر دیتی ہے کہ وہ ان ساری آزمائشوں کو سہنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ورنہ انسان انسان ہے مضبوط سے مضبوط نظر آنے والا انسان بھی بس اتنا ہی چھ فٹ کا، پانچ فٹ کا جسم رکھتا ہے اور یہی گوشت کا لوتھڑا اس کے جسم کے اندر بھی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ کون سا دل اللہ کے ساتھ مربوط ہے۔ کون سا دل اللہ کی طرف متوجہ ہے۔ تو جس کا نہیں متوجہ ہو گا اس کا حال یہ ہو گا کہ وہ میدان سے کوسوں دور بیٹھا ہو گا، اس کا اس جنگ سے، جس طرح عربی میں کہتے ہیں، لا ناقة له و لا جمل، اس کا دور پار کا بھی اس سے واسطہ نہیں ہو گا اس کے باوجود وہ وہاں بیٹھ کے کانپ رہا ہو گا کہ کہیں مجاہدین کے کسی کام کی وجہ سے امریکہ یوں نہ کر دے ہمارے ساتھ، اور مجاہدین کے کسی کام کی وجہ سے ہم پہ کوئی آفت نہ آجائے۔ جن کا حال قرآن کھینچتا ہے کہ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ہم ڈرتے ہیں اس بات سے کہ کہیں کوئی آفت ہمارے اوپر نہ آجائے اور جیسا کہ منافقین کی صفت قرآن بتاتا ہے کہ جہاں بھی کوئی اونچی آواز آجائے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے خلاف کوئی کام ہوا۔ اس حد تک کمزور دل، چوہے کا دل ہو جاتا ہے کہ جو اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کے اندر رعب ڈال دیتے ہیں، وہن ڈال دیتے ہیں، کمزوری ڈال دیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف وہ دل نظر آتے ہیں جن کے پیچھے ساری دنیا گھوم رہی ہے۔ وہ پانچ چھ فٹ کا بندہ ہو گا؛ اس کا نام کسی Most wanted list میں بھی لکھا ہو گا؛ اس کے سر پہ کروڑوں ڈالر بھی لگائے ہوں گے انہوں نے اور ساری دنیا کی ایجنسیاں اس کے پیچھے گھوم رہی ہوں گی؛ اس کے سر پہ چھ چھ ڈرون بھی گھوم رہے ہیں اور وہ اطمینان کی نیند سو رہا ہے۔ تو کیا فرق ہے دونوں کے اندر؟ آپ خود دیکھتے ہیں یہاں بازاروں میں گھومتے پھرتے مجاہدین کو۔ ان مجاہدین کو کہ جن کو پتا ہے کہ ساری خبریں ان ہی کے گرد گھومتی ہیں۔ صبح و شام وزیرستان، وزیرستان کی بات ہو رہی ہوتی ہے۔ تو جس کے اوپر خبر گھوم رہی ہے وہ آرام سے بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے رشتے دار بے چارے ٹینشن کھا رہے ہوتے ہیں، اس کے جاننے والوں کا خوف کے مارے حال خراب ہو رہا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا؛ لیکن جس پہ آنی ہے وہ مجاہد عجیب مخلوق ہوتی ہے، وہ اس سارے کو بالکل ایسا لے رہا ہوتا ہے کہ جیسے کچھ ہے ہی نہیں۔ اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ کی رحمت ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے اپنے

مجاہد بندوں پر کہ اللہ تعالیٰ اتنی مشکل عبادت ان کے لیے آسان کر دیتے ہیں اور ان کے دلوں کو اتنا مضبوط کر دیتے ہیں کہ عقلِ انسانی سمجھنے سے قاصر ہے اس پورے فلسفے کو کہ یہ کیسے ہو رہا ہے سب کچھ۔ کافروں کا فوجی چھ مہینے کے لیے میدان میں آتا ہے۔ Maximum (زیادہ سے زیادہ) جو extension (توسیع) ان کو ملتی ہے وہ ایک سال کے لیے ہوتی ہے۔ تو اس ایک سال کے اندر اندر حسبِ فوج ہے؛ امریکی فوج کی تو غالب اکثریت واپس جانے تک پاگل ہو چکی ہوتی ہے اور یہ وہ اکثریت ہے جو کسی نہ کسی رپورٹ میں آگئی، جو کسی نہ کسی کلینک میں چلی گئی اپنا علاج کرانے۔ باقی جس کے اوپر ذہنی ڈینٹ لگے لیکن کہیں گیا نہیں علاج کرانے اس نے بس ویسے شراب زیادہ پینا شروع کر دی، نشے میں اضافہ کر دیا، وہ تعداد اس کے علاوہ ہے جو کسی حساب میں نہیں آتی۔ تو وہ چھ آٹھ ماہ کی باری نہیں سہہ سکتے۔ بہترین گاڑیوں میں نکلتے ہیں، ان کو ہر قسم کی protection (حفاظت) حاصل ہوتی ہے۔ ان کے اوپر ہیلی کاپٹر ہوتے ہیں، بکتر بند گاڑیاں ہوتی ہیں، جن پہ گولیاں ویسے ہی اثر نہیں کرتیں۔ کیمپوں میں ہوتے ہیں تو اتنے بڑے کیمپ ہیں، bunker (قرار گاہیں) بنے ہوئے ہیں کہ ان میں خوف کھانے کی کیا بات ہے؟ لیکن ان سے وہ نہیں سہا جاتا اور مجاہد بے چارہ بے سر و سامان اتنی بڑی قوت کے سامنے کھڑا ہوا ہوتا ہے، ایک کلاشن کندھے پہ لے کے گھوم رہا ہوتا ہے لیکن وہ ٹینشن سے خالی ہے۔ تو یہ رب کی رحمت ہے جہاد کرنے والوں کے لیے، اللہ کے دین کے راستے پہ چلنے والوں کے لیے کہ اللہ دلوں کو مضبوط کرتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان کو ثبات بخشو، ان کو مضبوط کر دو۔

اللہ کی نصرت بھی دیکھیں کہ ایک طرف مجاہد کو مضبوط کیا اور دوسری طرف سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ،اللہ فرماتے ہیں، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ تو دونوں طرف، دونوں کے دلوں کے اوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے اثرات ہو رہے ہیں۔ ایک کے دل پہ اللہ کے حکم سے سکینت اور ایک کے دل پہ اللہ کے حکم پر رعب اور یہی کُل جنگ ہے۔ آپ کسی عسکری تعریف کے مطابق بھی دیکھیں تو جنگ کا فیصلہ ہی اس بات پہ ہوتا ہے کہ نفسیاتی طور پہ کون زیادہ مضبوط کھڑا ہوا ہے۔ جو رعب میں آگیا، جس نے دوسرے پہ اپنا رعب طاری کر دیا، جنگ ختم ہو گئی اس کے بعد، چاہے اس کے پاس کتنی بھی طاقت کیوں نہ ہو۔ نوّے ہزار ہوتے ہیں اس کے بعد بھی ہتھیار ڈال دیتے ہیں؛ یہ کس چیز کا اثر ہے؟ یہ وہن ہے دلوں کے اندر، کمزوری ہے، بے مقصد چیز کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ بڑی بڑی فوجیں شکست کھا جاتی ہیں...... کروڑوں کی فوجیں......! روس کے پاس کیا کمی تھی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے بکھیر دیا اس کو خس و خاشاک کی طرح؛ جیسے اس کے پاس کوئی چیز ہی نہ ہو۔ تو یہ فرق ہے کہ ایک طرف اللہ نے ثبات دیا اور دوسری طرف کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، سَاُلْقِيْ میں خود، اللہ کی نصرت براہ راست آتی ہے، اللہ کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ دفاع کرتے ہیں ایمان والوں کا؛ تو اللہ خود فرماتے ہیں کہ میں؛ یہاں پہ فرشتے بھی نہیں آتے درمیان میں، اللہ فرماتے ہیں کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا عن قریب یا ڈال دیا ہے یا ڈالنے لگا ہوں؛ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ اور یہ رعب پیارے بھائیو! جنگ کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ اللہ کی جنود میں وہ سب سے بڑی جند ہے، اللہ کے لشکروں میں وہ سب سے بڑا لشکر ہے جس کے ذریعے اللہ کسی کی نصرت فرماتے ہیں کہ اس کا رعب دوسروں پہ ڈال دیں اور حدیث میں آتا ہے–ہم ان نبی ﷺ کے امتی ہیں–نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ کہ میری رعب کے ذریعے مدد کی گئی ایک مہینے کی مسافت تک۔ یعنی ایک مہینے کی مسافت پہ دشمن ہوتا تو اس کے دل پہ رسول اللہ ﷺ کا رعب پڑ جاتا تھا۔ پس جو بھی اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی جتنی بھی اتباع کرے گا، جو بھی اپنے اخلاق میں، اقوال میں، عقائد میں، افکار میں جتنا رسول اللہ ﷺ سے مشابہت اختیار کرے گا اتنا اللہ کے دشمنوں پر اس کا رعب ہو گا، اتنا انسان اس سے ہیبت کھائیں گے اور حدیث میں بھی یہی آتا ہے کہ جو اللہ سے خوف کھاتا ہے، سب لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں اور جو لوگوں سے خوف کھاتا ہے تو وہ سب چیزوں سے خوف کھانے لگتا ہے۔ تو یہ چیز ذہن میں رکھنے کی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے اتباع کا براہ راست نتیجہ یہ ہوتا ہے، اور اپنی آنکھوں سے انسان اس کے نتائج دیکھتا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے علمائے حق ہوں یا ایسی شخصیات ہوں کہ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو شریعت کے سانچے میں ڈھالا ہو، وہ ایک ایک آدمی کسی غار میں بھی چھپا بیٹھا ہوتا ہے تو کافر اس کے نام سے لرز رہے ہوتے ہیں۔ محض خود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو خاص نہیں رہا یہ معاملہ۔ حضرت ابو بکرؓ آئے، حضرت عمرؓ آئے، وہ مسلمان قائدین کہ جن کے ناموں سے وہ وہاں بیٹھ کے یورپ والے کانپا کرتے تھے، مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں؛ اور اسی امت میں صلاح الدین ایوبیؒ آئے، ابن تیمیہؒ آئے، عزؒ بن عبد السلام آئے۔ ایسے ایسے جرنیل اللہ نے اس امت کو دیے، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت خالدؓ بن ولید کہ جن کے نام سے کافر گھبرایا کرتے تھے؛ تو یہ رعب اس چیز سے وابستہ ہے کہ کون کتنا متابعِ شریعت ہے، کون کتنا شریعت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالتا ہے، اتنا ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کافروں پر اس کا رعب ڈالیں گے۔ بالعکس ہے؛ اگر انسان شریعت سے دور ہونا شروع ہو جائے اور دنیا کی خاطر، یا کافروں کی قربت کی خاطر یا یہ سمجھنے کی خاطر کہ شاید اس سے میں بلند ہوں گا، اپنے آپ کو کافروں کے رنگ میں رنگ ڈالے، شریعت سے دوری اختیار کرے، مغرب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگے، تو وہ جو چاہ رہا ہوتا ہے اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ اس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اس طرح بلند ہو رہا ہے، بالحقیقت اللہ کے ہاں وہ جتنا ذلیل ہو رہا ہوتا ہے سو ہو رہا ہوتا ہے، دنیا میں بھی ذلیل ہو رہا ہوتا ہے۔ کافر بھی اسے جوتے کی نوک پہ رکھتے ہیں۔ بڑے بڑے حکمران ہمارے نظر آتے ہیں–کہنے کو بڑے بڑے کہ جن کو دنیا بڑے بڑے کہتی ہے، جن کو میڈیا بڑا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان کی وقعت کافروں کے نزدیک اپنے کتے سے بھی زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ حکمران ان کو اتنی بھی حیثیت نہیں دیتے۔ ان سے کام لیا تو ٹشو کی طرح پھر پھینک دیا کسی کوڑے دان میں۔ پوچھا بھی نہیں کدھر

دفن ہوئے، کدھر مرے، جیتے تھے کہ مرتے تھے، کس حال میں تھے۔ اس کے برعکس حال ہے ایک مجاہد کا؛ وہ کسی پہاڑی میں ہو جہاں بھی ہو...... وہ ایک مثال ہی کافی ہے، عیداخان کے ہوٹل کی مثال۔ بش اس کے اوپر بیان جاری کرتا ہے کہ ہم نے اس عیداخان کو پکڑ لیا کہ جس کا ہوٹل تھا جہاں پر ساری القاعدہ آکر بیٹھتی تھی۔ بش کا پتہ نہیں کیا خیال ہوگا کہ عیداخان کا ہوٹل کیا فائیو سٹار ہوٹل ہوگا؟ کتنے منزلہ ہوگا؟ وہ ایک چائے کا کھوکھا تھا شکئی کے علاقے میں اور وہاں جو چند مجاہد آتے وہ بیٹھا کرتے تھے۔ تو امریکہ کے صدر نے خاص طور پر عیداخان کے اس ہوٹل کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیداخان رحمہ اللہ کو، جو بعد میں شہید ہوئے، بلند کرنا تھا۔ وہ معروف ترین انصار میں سے تھے مجاہدین کے، بعد میں اپنے علاقے میں ڈرون حملے میں شہید ہوئے اپنے گھر کی تقریباً تمام خواتین و بچوں سمیت۔ تو اللہ نے بلند کرنا تھا ان کا ذکر۔ اللہ نے شکئی کے ایک دیہات میں ایک چائے کا کھوکھا چلانے والے کا نام پوری دنیا میں مشہور کر دیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے پست کرنا ہو اور جس کا خوف اللہ نے دلوں سے نکالنا ہو تو ان کا حال وہ ہوتا ہے کہ کبھی نواز شریف یہاں سے اٹھا کر پھینک دیا گیا ملک سے باہر تو دس سال وہ واپس نہیں پھٹک سکتا۔ وہ پرویز جو کبھی یہاں کا سربراہ بنا پھرتا تھا وہ چار دفعہ اعلان کرتا ہے کہ میں ملک واپس آؤں گا، میں یوں کروں گا لیکن وہ قدم نہیں رکھ پاتا۔ ذلیل، حقیر ہو کے رہ گیا آخر (اور اسی ذلت میں مرا)۔ ایوب خان اپنے دور میں کیا ہوا کرتا تھا، پھر ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مرا۔ سکندر مرزا یہاں کیا ہوا کرتا تھا؟ باہر کس حالت میں مرا۔ تو ایسے لوگ کہ جن کو زمین بھی نہیں ملی کہ کوئی ان کو دفن کرے، کوئی ان کا جنازہ پڑھے، کوئی ان کے حق میں دعائے مغفرت یا کلمہِ خیر کہنے والا دنیا میں ہو۔ تو یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے جو فرمایا کہ اللہ نے ہماری عزت اسلام میں رکھی ہے، اگر ہم نے اسلام کے سوا کسی چیز میں عزت تلاش کی تو ہم ذلیل ہو جائیں گے؛ پس یہی حق ہے۔

تو پیارے بھائیو! یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ پس وہ ایسے رعب کی حالت میں ہوں گے کہ تم ان کو پکڑ کے ان کی گردنوں پہ ضربیں لگاؤ، وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ اور تم ان کی پور پور پہ مارو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کے دو مخاطب ہوسکتے ہیں؛ ہوسکتا ہے کہ یہاں پہ خطاب فرشتوں سے ہو۔ تو فرشتوں کو کہا جارہا ہے کہ تم کافروں کی گردنوں پہ ضربیں لگاؤ اور تم کافروں کی پور پور پہ مارو۔ تو اگر فرشتوں سے خطاب ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بدر کے دن فرشتوں نے نا صرف مسلمانوں کے قدم جمائے اور ان کو سکینت بخشی بلکہ خود براہ راست جنگ میں حصہ لیا اور دیگر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم آگے بڑھتے تھے تو آسمان سے ایک کوڑا چلنے کی آواز آتی اور اس سے قبل کہ ہماری تلوار کافر کو لگتی، اس کی گردن اڑ کے جارہی ہوتی۔ اور ابھی ماضی قریب میں ہی میران شاہ کے اندر فوج کی لڑائی میں یہ واقعہ دیکھنے کو ملا بھی کہ ساتھی کہتا ہے کہ سب سے پہلے میں پہنچا اور میرے پہنچنے سے پہلے ہی گردنیں کٹی ہوئی پڑی تھیں فوجیوں کی۔ تو جو بھی اللہ کے دین سے ٹکرائے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔ یہ اللہ کی نصرت ہے کہ یہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کو ادا کرنے کے لیے، جس میں مدد کرنے کے لیے فرشتے بھی لشکروں کے لشکر خود اترتے ہیں اور جنگ میں براہ راست حصہ لیتے ہیں کافروں کے مقابلے میں۔ دوسری طرف اگر اس کا معانی یہ لیا جائے کہ یہ مسلمانوں کو حکم ہے تو پیارے بھائیو! یہ آیت پھر ایک پوری نفسیات کا علاج کرتی ہے کہ یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود، صرف اتنا اجمالی حکم نہیں دے رہے کہ کافروں کو قتل کرو بلکہ اس کا اسلوب بھی سکھا رہے ہیں کہ ان کی گردنوں پہ ضرب لگاؤ اور ان کی پور پور پہ مارو۔ تو یہ اس پوری ذہنیت کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جو اس نصاب اور نظام تعلیم نے بنائی، اس جدید دجالی معاشرے نے ہماری بنائی، میڈیا نے بنائی، جو بھی مختلف ذرائع ہیں جن کو استعمال کرتے ہوئے یہ ذہن بنایا گیا کہ جس وجہ سے مرغی کو ذبح کرنا تک مشکل ہوتا ہے ایک مسلمان کے لیے، جس کی وجہ سے خون دیکھنا مشکل ہوتا ہے ایک مسلمان کے لیے۔ اس پورے ذہن کو شریعت نے تبدیل کیا اور اس ذہن کو یہ قوت بخشی۔ اس کو رب خود تعلیم دے رہا ہے، یہ چھوٹی بات نہیں ہے، کسی عالم کی بات نہیں ہے صرف، حتیٰ کہ کسی صحابی کی بات بھی نہیں ہے، خود اللہ تعالیٰ تعلیم دے رہے ہیں کہ ان کی گردنوں پہ مارو۔ گردنیں مارنے پر جن کو اعتراض ہوتا ہے تو وہ جان لیں کہ یہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حکم ہے۔ اس پہ اصلاً اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مجاہدین حکمتاً یہ مناسب نہ سمجھیں کہ اس کی ویڈیو بنا بنا کے جاری کریں ایک ایسے دور میں جہاں لوگوں کو دین کی بنیادی باتیں بھی نہیں معلوم اور یہ چیز ان کو دین کے سمجھنے میں مدد دینے کے بجائے الٹا ان کو دور کرتی ہے اس سے، لیکن اصلاً کیا شرعاً اس حکم میں کوئی مسئلہ ہے؟ شرعاً تو کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے اس حکم میں۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ کافروں کی گردنوں پہ مارو؛ اور کیا جزا ہونی چاہیے اس کی کہ جو شخص اپنے رب کو نہیں مانتا اس کے دین کے خلاف جنگ کرنے نکلتا ہے، صرف ساکت ہو کے کسی کونے میں جا کر بھی نہیں بیٹھتا بلکہ بہانگ دہل دین کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نکلتا ہے...... اس کی جزا کیا ہونی چاہیے؟ وہ اللہ کی زمین پہ، اللہ کا کھا کے، پھر اللہ کے ساتھ ہی ایسی غداری کرے تو گردن نہیں اڑے گی تو اور کیا ہونا چاہیے اس کے ساتھ؟ یہ وہ کینسر ہے کہ جس کا آپریشن ہونا چاہیے۔ آپ بتائیے! یہود کے ساتھ کہ جنہوں نے ستر سال سے فلسطین، اللہ کے محبوب ترین انبیا کی سرزمین کو یرغمال بنایا ہوا ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج واسریٰ کی یادگار کو اپنے نجس قدموں سے غلیظ کرتے ہیں، جس کو انہوں نے نیچے سے کھوکھلا کر دیا ہے، جو غزّہ کی چھوٹی سی بستی کو گھیر کے، مار مار کے وہاں پہ چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کرتے ہیں...... تو ان کے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟ وہ ایک کینسر ہیں جن کے ساتھ یہی علاج ہونا چاہیے کہ ایسی عبرت کا نشان بنایا جائے کہ جس کے بعد کوئی اور ہمت نہ کر سکے یہ چیز دہرانے کی۔ پینسٹھ سال ہوگئے ہیں کشمیر کے اندر دن رات ظلم ہے جو مسلمانوں کے ساتھ وہاں کیا جارہا ہے، نہ عزتیں محفوظ ہیں، نہ جان ومال محفوظ ہیں۔ پرانے قصوں کی صرف بات نہیں ہے، صرف اس ایک سال میں کتنے

عصمت دری کے واقعات ہو چکے ہیں؟ توان لوگوں کے ساتھ کیا ہونا چاہیے سوائے اس کے کہ ان کی گردنیں کٹیں! تو جو ان کے ساتھ نرمی کی بات کرتا ہے، جو ان کے ساتھ پیار محبت کی بات کرتا ہے، جو ان کے ساتھ میل ملاپ کی بات کرتا ہے، وہ امریکہ کہ جس نے امت کے اوپر یہ بدبخت سارے مسلط کیے ہیں جن کی وجہ سے آج امت اپنے دین سے دور ہو گئی ہے، جن کی وجہ سے یہ ساری گندگیاں، غلاظتیں، فحاشیاں، بدعات اور شرکیات ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہیں تو اس امریکہ کا کیا علاج ہونا چاہیے؟ اس ذہن پہ حیرت اور تعجب ہے جو ذہن ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکا۔ یہ شرعی حقیقت کے ساتھ ساتھ ایک تکوینی حقیقت ہے کہ دنیا میں صرف پیار محبت کی باتوں سے اور ٹیبلوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے، ہاتھ کھڑے کرنے اور ووٹنگ کرنے سے کچھ بھی نہیں بدلتا ہے۔ نہ تاریخ انسانی میں آج تک کبھی اس طرح فیصلے ہوئے ہیں۔ وہ حق جو کمزور ہو، جس کی نصرت کرنے کے لیے تلوار نہ موجود ہو تو وہ حق کہیں بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ کسی عالم کی بات میں سن رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دو چیزیں نازل فرمائی ہیں اور دونوں آسمان سے نازل فرمائی ہیں؛ ایک قرآن نازل فرمایا ہے اور دوسرا حدید 'لوہا' نازل فرمایا ہے، اور یہ دو چیزیں ملتی ہیں...... حق ہو اور حق قوی ہو، حق کے پاس قوت ہو، حق کے پاس اپنے دفاع کے لیے اور اپنے آپ کو پھیلانے کے لیے قوت ہو، تب جا کے دنیا میں فلاح قائم ہوتی ہے اور فساد کا خاتمہ ہوتا ہے لیکن حق موجود ہو اور قوی نہ ہو، قوت موجود ہو اور حق نہ ہو، ہر دو صورت میں فساد ہو گا۔ لہٰذا مسلمان نوجوانوں کو اپنے ذہنوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے کہ یہ دین حق ہے، یہ اللہ کی زمین ہے، یہ رب کی مخلوق ہے اور یہاں اللہ کا نظام نافذ ہونا چاہیے۔ جو اسے برضا و رغبت قبول کرتا ہے اس کے لیے وہی سب کچھ ہے جو ہمارے لیے ہے اور ہمارے اوپر اس کے وہی سارے حقوق بنتے ہیں جو کسی اور مسلمان کے ہیں لیکن جو شخص اس راہ میں رکاوٹ ڈالے گا اور جو شخص اس کے خلاف برسرپیکار ہو گا تو وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ پھر اس کی پور پور پر ضربیں لگائی جائیں گی۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ سب اس لیے ہے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ تو یہ سمجھنے کی بات ہے کہ یہ جو ہماری نصرت ہوئی؛ ذٰلِكَ سے کیا مراد ہے کہ 'یہ' جو کچھ ہے یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ جو ہماری نصرت ہوئی یہ اس لیے ہوئی کہ ہم حق پہ تھے اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی تھی اور یہ جو وہ ذلیل ہوئے، اللہ نے ان کو عذاب دلوایا، اللہ نے ان کو سزا دلوائی، اللہ نے ان کے ٹکڑے کروائے، ان کی گردنیں کٹوائیں، ان پہ فرشتے مسلط کیے، کافروں کی پٹائی بھی اسی لیے ہوئی کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے۔ تو فیصلہ جس بنیاد پہ ہو رہا ہے وہ خالص ایک معنوی چیز ہے، وہ ایک مادی چیز نہیں ہے۔ مادے کی بنیاد پہ فیصلہ نہیں ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی گروہ کی نصرت کا فیصلہ کر رہے ہیں اور کسی کی شکست اور ذلت کا فیصلہ کر رہے ہیں تو وہ اس بنیاد پہ کہ کون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع اور اطاعت کرتا ہے اور کون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور ان کی مخاصمت کرتا ہے۔ تو اس کے اوپر پورے کا پورا یہ فیصلہ کھڑا ہے۔ جتنا ہم مسلمان شریعت سے دور ہوں گے، مسلمانی کے دعوے کے باوجود، اتنا اللہ کی نصرت کم ہو گی اور جتنا شریعت سے قریب ہوں گے اتنی ہی اللہ کی نصرت زیادہ ہو گی۔ جتنا ہمارا دشمن اللہ کے دین سے سرکشی میں آگے بڑھے گا، جتنا اس کا ظلم، اس کا فساد، اس کی گندگی آگے بڑھے گی اتنا زیادہ اس کی ہلاکت اور بربادی کا دن قریب آئے گا، اتنا زیادہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں ان کو عذاب دیں گے۔ پھر یہ عذاب کی بھی نوعیت دیکھ لیں؛ یہ عذاب کا ایک جزو ہے جو دنیا میں اللہ نے ان کے لیے لکھا، فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ پہ آیت ختم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ تو بظاہر کوئی عذاب تو نہیں نازل ہوا، آسمان سے پتھر نہیں برسے، کوئی زمین نہیں دھنسی لیکن بدر کے دن جو ان کے ستّر بڑے بڑے لوگ قتل ہو گئے، ان کی جڑ کٹی ایک دفعہ، ان کا زور ٹوٹا، مسلمانوں کے ہاتھوں، اللہ اس کو اپنا عذاب کہہ رہے ہیں۔ تو یہ کافروں کے لیے اللہ کا ایک نظام ہے اور بالخصوص امتِ محمد یہ ﷺ کے لیے یہ اللہ نے باقی امتوں سے کہیں بڑھ کے رکھا ہے کہ امتوں کو عذاب دینے کے لیے مسلمانوں کو ان پہ مسلط کرتے ہیں اور ان کے ذریعے سے ان کو عذاب دیا جاتا ہے قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ ان سے جنگ کرو اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا۔

تو پیارے بھائیو! ہم آلے ہیں۔ ہم اللہ کے ہاتھ میں اور اللہ کے نظام کے آلے ہیں جن کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کافروں کو عذاب دے رہا ہے۔ امریکہ کو اس کے ظلم کا، اس کے فساد کا اور اس کے کفر کا عذاب مل رہا ہے۔ پاکستانی فوج کو اس کے ظلم، فساد اور کفر کا عذاب مل رہا ہے اور اسی طرح جتنے لوگ بھی کفر کی صف میں کھڑے ہیں ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے رہا ہے۔ ہم خود کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے اپنے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اللہ کے بنائے ہوئے منصوبوں کے مطابق یہ ساری گاڑی چلتی ہے۔ لال مسجد کے بعد رخ مجاہدین کا پھر گیا پاکستانی فوج کی طرف تو یہ کسی کی منصوبہ بندی سے نہیں پھرا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں—نحسبہ کذالک اللہ بہتر جانتے ہیں اس امر کو، لیکن جو ہمیں سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ظلم کا پیمانہ ایسی جگہ تک پہنچ گیا تھا، اس فوج کے فساد کا پیمانہ ایسی جگہ تک پہنچ گیا تھا اور یہ جرم اللہ کے ہاں بھی اتنا ناقابل برداشت تھا کہ اللہ نے حالات ایسے بنائے کہ مجاہدین چاہتے یا نہ چاہتے ان کو جا کے ان سے ٹکرانا پڑا۔ پوری فضا ایسی بن گئی کہ جا کے ان سے ٹکرانا پڑا۔ اللہ کے ہاں صرف یہ ساٹھ سال نہیں بلکہ جب سے انگریز نے اس فوج کی بنیاد رکھی ہے تب سے اب تک اس نے جو فساد کیے، جتنی خلافتیں گروائیں، جتنی عزتیں لوٹیں، جتنے مسلمانوں کو شہید کیا......

(باقی صفحہ نمبر 19 پر)

مُجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البـــراء الإبّـي

وجہ نمبر: بائیـس (22) اور تئیس (23)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

بائیسویں وجہ: دوسروں کو طعنہ دینا

اللہ رب العزت نے حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں ذکر کیا کہ انہوں نے فرمایا تھا:

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

(سورۃ الاعراف: ۱۵۰)

”تو ایسا کام نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملایئے۔“

حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کی آزمائش میں سے آپ پر سب سے زیادہ شدید کیا چیز تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: دشمن کی جگ ہنسائی۔

حضرت مکحول بن واثلہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تظهر الشماتة لأخيك، فيرحمه الله عز وجل ويبتليك.

”اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر اپنی خوشی مت ظاہر کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بے جا خوشی سے ناراض ہو کر اللہ اس پر اپنی رحمت نازل کر دے اور تمہیں اس آفت و مصیبت میں مبتلا کر دے۔“

(بروایت ترمذی، اس میں ضعف ہے)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں کچھ ضعف ہے کہ:

”آزمائش باتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی اور کو کتیا کے دودھ پینے کی عار دلائے تو وہ خود ایسے کرتا ہے۔“

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”کہا جاتا تھا کہ، جو اپنے بھائی کو ایسے گناہ پر شرم دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہو تو اس پر اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اللہ اسے بھی اس گناہ میں مبتلا نہ کر دے۔“

یہی مفہوم سلف کے ایک گروہ سے مروی ہے۔

جب حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ پر قرضے چڑھ گئے اور اس کی وجہ سے وہ قید کر دیے گئے تو انہوں نے فرمایا:

”مجھے وہ گناہ پتہ ہے جس کی وجہ سے مجھ پر یہ مصیبت آ پڑی۔ میں نے چالیس سال پہلے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے طعنہ دیا تھا: اے قلاش۔“

مراد یہ ہے کہ آپ اوروں کو طعنہ دیں یا شرم دلائیں کہ وہ جہاد کے لیے نہیں نکلے۔ یا وہ راہِ راست اور جہاد سے روگرداں ہو گئے ہیں۔ کسی گناہ سے شرم دلانا مسلمان کو ایک قسم کا طعنہ دینا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ رب العزت آپ کے بھائی کو اس گناہ سے پاک کر دے، اسے اس کی خطا معاف کر دے اور اسے توبہ اور راہِ راست کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن آپ کو یہ نہیں معلوم کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اسی طرح کے گناہ میں مبتلا کر دے جس میں آپ کا بھائی مبتلا تھا تو کیا اس کے بعد آپ اس گناہ سے پاک ہوں گے یا نہیں؟ کیا آپ توبہ کریں گے یا نہیں؟ آیا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے گا اور توبہ قبول کرلے گا یا نہیں؟

حضرت ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جو اپنی غلطیوں کو چھوڑ کر لوگوں کی غلطیوں کے پیچھے لگا رہے اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے، بدن تھک جاتا ہے اور اس کے لیے اپنی غلطیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ سب سے پست ہمت وہ شخص ہے جو لوگوں کو ان گناہوں کے طعنے دیتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ پست ہمت وہ ہے جو انہیں اس گناہ کا طعنہ دیتا ہے جو خود اس میں ہے۔“ ا۔ھ

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال زریں میں سے ہے:

”تمہارا تمہارے بھائی کو اس کے گناہ کا طعنہ دینا خود اس گناہ سے زیادہ بری بات اور بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ اس حرکت میں تکبر اور عبادت پر غرور کا معنی پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ خود اپنے آپ کا تزکیہ دیا جارہا ہے اور اس کی تعریف کی جارہی ہے۔ اپنے آپ کو گناہ سے پاک اور معصیت سے کنارہ کش کی صفت دی جارہی ہے۔“ اھ

امام ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”ممکن ہے کہ آپ کے بھائی کا اپنے آپ کو گناہ میں پانے کی وجہ سے جو دل ٹوٹے، اور اس کے نتیجے میں اس پر جو عاجزی اور مسکنت طاری ہو۔ کیونکہ اسے علم ہے کہ اس سے گناہ سرزد ہوا، اور اس کے نتیجے میں وہ جو تکبر اور عجب کے مرض سے پاک ہو جائے۔ اپنے رب کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو، خشوع و خضوع کے ساتھ، شکستہ دل۔ یہ حالت اس کے لیے تمہاری عبادت گزاری کے دبدبے، اس پر فخر کرنے اور اللہ اور اس کی مخلوق پر احسان جتلانے سے زیادہ فائدہ مند اور خیر ہو۔“ اھ

حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری کے حکیمانہ کلام کا ایک مقولہ ہے:

”کتنے ایسے گناہ جن کے سبب عاجزی اور خشوع پیدا ہوتا ہے وہ اس نیکی سے بہتر ہوتے ہیں جن کے سبب تکبر اور عجب پیدا ہو۔“

ابن عطاء اللہ کا یہ مقولہ امام ابن القیمؒ کی اس بات کے بالکل قریب ہے کہ:

”گناہ گار عاصی اللہ کی رحمت کے کتنے قریب ہوتا ہے۔ جبکہ مغرور اور متکبر اللہ کے غضب کے کتنے قریب ہوتا ہے! وہ گناہ جس کے بدولت تم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے ذلیل ہو اللہ تعالیٰ کو اس اطاعت گزاری سے زیادہ پسندیدہ ہے جو تم اللہ تعالیٰ پر جتاؤ۔ تم اگر رات سوتے گزارے اور صبح ندامت ہو اس سے بہتر ہے کہ رات عبادت میں گزارو اور صبح عجب میں مبتلا ہو۔ کیونکہ متکبر کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں پیش نہیں ہوتا۔ اگر تم اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے ہنسو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ناز نخرے کرتے ہوئے رو۔ گناہ گاروں کی آہیں اللہ رب العزت کو ناز اور نخرے سے تسبیح کرنے والوں کی سرسراہٹ سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“ اھ

شاعر نے کہا:

(اگر زمانہ کئی لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالے تو اوروں کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ پس ہمیں طعنہ دینے والوں کو کہو ہوش پکڑو۔ طعنہ دینے والوں کے ساتھ وہی ہوگا جو ہمارے ساتھ ہوا۔)

تئیسویں وجہ: دین کے کسی ایک پہلو پر منحصر ہونا

مثلاً کہ اپنا پورا اہتمام صرف جہاد کو دے۔ باقی ہر چیز کو اپنی سوچ سے خارج کر دے۔ یا مثلاً صرف نوافل پر زور دے اور باقی چیزوں کو چھوڑ دے۔ یا صرف فلاحی کاموں اور معاشرتی آداب کو توجہ دے باقیوں سے تغافل برتے۔ ایسے اور ان جیسے دوسرے افراد پر ایسی حالت آتی ہے جس میں ان جذبہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ یہ ایک واضح بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین تو پوری زندگی کو احاطہ میں لینے کے لیے آیا۔ اب اگر کوئی اس دین میں سے کسی ایک حصے پر منحصر ہو تو ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں سے ایک حصہ گزار رہا ہے نہ کہ پوری زندگی گزار رہا ہے۔ اور پھر جب اس حصے میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پوچھتا ہے کہ: اب کیا کروں؟ اور اسے کوئی جواب نہیں ملتا ما سوائے جذبہ کی کمی، پست ہمتی اور کاہلی کے۔

اسی لیے دعوت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے منہج کو پورا کا پورا اپنانے کا کہا جاتا ہے نہ کہ بعض حصے کو اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ اور اسی لیے اسلامی شریعت متنوع آئی ہے تا کہ شریعت پر عمل کرنے والا اکتاہٹ کا شکار نہ ہو۔ اگر ایک ہی طرح کے اعمال ہوتے تو جی بھر جاتا اور پھر ہمت پست ہو جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اعمال قسما قسم کے ہیں۔ نماز، روزہ، صدقہ، ذکر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ وغیرہ۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (سورۃ البقرہ: ۲۰۸)

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یعنی کہ دین کے تمام پہلوؤں پر عمل کریں۔ ان میں سے کچھ نہ چھوڑیں۔ ایسے نہ ہو جس نے اپنے ہوائے نفس کو اپنا خدا بنالیا ہو۔ اگر دین کا عمل اس کے مرضی کے موافق ہو تو کر لے اور اگر مرضی کے خلاف ہو تو چھوڑ دے۔

(باقی صفحہ نمبر 19 پر)

طوفان الأقصى

شہر مقدس کی نصرت کے لیے!

ابو عبیدہ، ترجمانِ عسکری، کتائب القسام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمين حمد الصابرين المجاهدين

تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے، صبر کرنے والے مجاہدین کی حمد وثناء

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ○ (سورۃ المجادلۃ:۲۱)

”اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ وہ اور اس کے رسول ضرور غالب ہوں گے، بے شک اللہ ہی قوی اور غالب ہے۔“

والصلاة والسلام على نبينا المجاهد الشهيد الذي بشرنا بأجر المرابطين والمجاهدين والشهداء على سواحل الشام، وبعد.

اور درود وسلام ہو ہمارے مجاہد شہید نبی پر جنہوں نے ہمیں شام کے ساحلوں پر رباط وجہاد کرنے والوں اور شہید ہونے والوں کے اجر کی بشارت دی۔

اے اسلامی اور عرب امت! اے ہر جگہ بسنے والے احرارِ عالم! معرکۂ طوفان الاقصیٰ کے قلب سے ہم آپ کو سلام کہتے ہیں، جو غزہ کی حدود سے شروع ہوا لیکن اب ہر اس چپۂ زمین تک پھیل رہا ہے جہاں کہیں بھی حریت پسند عرب اور غیر عرب مسلمان مجاہد آباد ہے۔ وہ جو دیکھ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے اسراء اشرارِ عالم کے ہاتھوں پامال ہو رہی ہے، اور جو ہمارے مردوں کی جنگ بھی دیکھ رہا ہے جس میں وہ ان لوگوں کے سر کچل رہے ہیں جو ہماری عوام کو قتل کر رہے ہیں اور ہماری مبارک مسجدِ اقصیٰ کی حرمت پامال کر رہے ہیں۔ وہ مسجدِ اقصیٰ جو ہماری مقدس ترین جگہ ہے، جائے اسرائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہمارے شہداء کی منزل اور ہماری امت کی مرکزی علامت ہے۔

پوری دنیا سرکش صہیونیوں کے جرائم دیکھ رہی ہے جو بچوں، عورتوں اور شہریوں کو قتل کر رہے ہیں اور پُر امن شہریوں کے گھروں پر بمباری کر رہے ہیں۔ ایسے وحشت ناک جرائم ہیں جو تاریخ نے اس سے قبل نہ دیکھے ہوں گے۔ اور یہ سب امریکہ کی چھتری تلے ہو رہا ہے۔ یہ لوگ انسانیت کے دشمن ہیں۔ ایک ایسے زمانے میں، جو آزاد ذرائع ابلاغ کا زمانہ ہے، یہ لوگ زمینیں اور نسلیں تباہ کر رہے ہیں اور قتلِ عام کرنے میں اپنی نازی فطرت کو کام میں لا رہے ہیں۔ سب کچھ عروج وزوال سے عبارت 'دنیا' دیکھ رہی ہے، مگر اس کی حکومتیں خاموش کھڑی ہیں۔ الٹا بعض حکومتیں اس غاصب نظام کے ساتھ کھڑی ہیں، اس کے ساتھ تعاون، حمایت اور ہمدردی کر رہی ہیں۔

ہم اس ظلم کے مقابلے میں اور معرکہ 'طوفان الاقصیٰ' کو جاری رکھتے ہوئے درج ذیل بعض باتوں کی تاکید کرتے ہیں:

اول: ہم اس دشمن سے کہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے کرتوتوں کا حساب نہایت بھیانک اور المناک ملے گا اور تم ضرور مسجدِ اقصیٰ اور ہماری عوام کے خلاف کیے گئے اپنے جرائم کی قیمت ادا کرو گے۔ ہر مرتبہ کی طرح ہماری مزاحمت ان جرائم کو کبھی نہ بھولے گی، اور نہ ہماری عوام بھولے گی اور نہ ہی ہماری امت کی مجاہد قوتیں اور نہ ان کی مزاحمت بھولے گی۔ امریکی حکومت کی طرف سے اس نظام کی 'گندی اور پیچ' مدد اس کے کچھ کام نہ آئے گی، اور اس کا انجام بالآخر ندامت اور خسارے کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ بلکہ دنیا کی کوئی قوت بھی ہماری مزاحمت ختم نہ کر سکے گی اور نہ ہی ہمیں اپنے مقدسات کے دفاع سے روک سکے گی اور نہ ہی ہماری عوام سے صہیونی قبضے سے آزادی کی ان کی جدوجہد چھین سکے گی۔ بلکہ اسرائیلی نظام کے ساتھ یہ 'احمقانہ' مدد وتعاون ہماری امت میں غضب کی آگ کو مزید بھڑکا دے گا، جو امریکی واسرائیلی یلغار کو ایک ساتھ بھسم کر دے گا۔

دوم: ہم دنیا بھر میں بسنے والے اپنی امت کے تمام لوگوں سے کہتے ہیں، خواہ وہ عراق میں ہوں، یا اردن میں، لبنان میں ہوں یا شام میں، یا مصر، یمن، خلیج عرب میں ہوں، یا تیونس، الجزائر، لیبیا، مراکش، موریتانیہ وسوڈان میں ہوں، یا ترکی، ایران، پاکستان یا افغانستان میں ہوں...... ہر خطے میں بسنے والے مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی عزت وکرامت اور اپنی مسجدِ اقصیٰ کا دفاع کریں اور مسلم وعرب امت کے ترجیحی مسئلے یعنی مسئلۂ فلسطین کا دفاع کریں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ فلسطین کی حدود کی طرف لپکیں اور وہاں جمع ہوں، اور متحد ہو کر اپنا سب کچھ صہیونی منصوبے کو ناکام بنانے میں صرف کر دیں، جو اپنے تمام تر قتلِ عام اور ظالم وجابر طاقتوں کے تعاون کے باوجود مضمحل ہے۔ ہم ان (مسلمان بھائیوں) سے کہتے ہیں کہ آج دشمن اپنے پچھتر سالوں میں سے سب سے کمزور حالت میں ہے، لہٰذا امت کے پاس آج موقع ہے، جو کسی طور ضائع نہ ہونا چاہیے۔

سوم: ہم امت کے سب لوگوں اور دنیا بھر کے حریت پسندوں سے کہتے ہیں کہ وہ گھروں سے نکلیں اور صہیونی اور امریکی سفارت خانوں کا گھیراؤ کر لیں، ان کے سفیروں کو نکال باہر کریں اور ہر اسلامی اور عربی ملک میں ان کے سفارت خانوں کو بند کر دیں۔ یہ وہ کم سے کم فرض ہے جو اپنے 'قدس' کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے اسراء کی بابت امت پر عائد ہوتا

ہے، اور تاکہ 'استقامت کی زمین' غزہ میں ہوتے قتلِ عام کا آپ کی طرف سے تردید کا اعلان ہو جائے اور زندہ مسلم امت کے عوام کو ان کا مقام واپس حاصل ہو جائے۔

چہارم: ہم اپنی عوام اور مسلم امت کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ہماری مزاحمت بہترین حالت میں ہے اور میدان میں جاری معرکوں میں ابھی تک غالب ہے، اور جانتی ہے کہ کہاں اٹھنا ہے، کہاں گھیر اڈالنا ہے اور کہاں ضرب لگانی ہے۔ اور ہم اللہ کی مدد و نصرت سے اس غاصب دشمن کے مقابلے میں ایک طویل معرکے کے لیے تیار ہیں، جس قدر کہ ہمارے ہدف کے تقدس اور عظمت کا تقاضا ہے۔ یہ ہدف قدس اور اقصیٰ کا دفاع اور پامالی سے اس کی حفاظت ہے۔ اور اقصیٰ، اپنے لوگوں اور ہر جگہ اپنی مسلم عوام کے حق میں اس غاصب دشمن کے جرائم کا بدلہ چکانا ہے۔

يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○
(سورۃ آل عمران: ۲۰۰)

”اے ایمان والو! صبر کرو اور استقامت سے کھڑے رہو، اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم کامیاب ٹھہرو۔“

یہ جہاد ہے، جو یا فتح و کامرانی ہے، یا شہادت ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆☆☆☆☆

بقیہ: اے علمائے امت! کہیں قافلہ چھوٹ نہ جائے

ہمیں ڈر یہ ہے کہ سالوں کی محنت پر پانی نہ پھر جائے، کیونکہ عراق میں چار ہزار سے زائد صرف مہاجرین کا خون بہا ہے، رہے انصار، ان کی تعداد تو ان سے کئی گنا زیادہ ہے۔

معزز علمائے اسلام!

ہم آپ کو اس امانت کو سنبھالنے کی دعوت دے رہے ہیں کیونکہ ہم تو دوراہے پر ہیں، لہٰذا ہمیں مایوس نہ کریں، اللہ کا واسطہ ہے ہمیں ناامید نہ کریں کیونکہ ہمیں آپ کی اشد ضرورت ہے۔

اگر آپ نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا، ہماری رہنمائی نہ کی، جس کے نتیجے میں ہم راہِ حق سے ہٹ گئے تب ہمیں ملامت نہ کیجیے گا۔

مصلحین امت!

آیئے کہ امید کا دامن نہ چھوڑیں، اور آس لگائیں کہ ایک دن جامعہ ازہر کے شیخ مجاہدین کی تعریف و توصیف بیان کریں گے اور ان کے حق میں فتوے جاری کریں گے اور حجازِ مقدس کے مفتی اعظم ہاون سے دشمنوں پر بمباری کریں گے اور شام کے شیخ الاسلام جنگی اہداف کی نشاندہی کریں گے۔

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ تب بھی امت کا حال آج کی طرح مظلومانہ ہو گا!

بے شک قیادت کے لائق وہی ہے جسے معاملے کا درست اور پورا پورا علم ہو اور یہ صفت و خصوصیت اہلِ علم کی ہے، بہترین معاشرے کی علامت ہی یہ ہے کہ اس کی قیادت علماء کریں اور عوام ان کی قدر دانی کرے۔“

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو جہاد فی سبیل اللہ پر متحد و متفق ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور دشمنانِ دین پر غلبہ نصیب فرمائے۔

والحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

فلسطین اور ہمارا امتحان

امتحان ہمارا ہے، اللہ کے احکامات آج ہم سے مخاطب ہیں، ہم میں سے ہر فرد سے پوچھا جائے گا...... یہ امریکی طاقت، یہ اسرائیلی قبضہ، یہ ملحدین اور مشرکین کی صورت میں عالمی طاقتیں اور ہماری یہ ضعف در ضعف حالت، اس ساری صورت حال میں آزمائش کسی اور کی نہیں ہے، ہم مسلمانوں کی ہے! بیت المقدس ہی نہیں پورے فلسطین کو آزاد کرنا، تمام مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا اور اللہ کے دین کو غالب کرنا ایک دینی اور شرعی ذمہ داری ہے، اس کے لیے جہاد و قتال ہر اس شخص پر فرض ہے جو لا إلہ إلا اللہ پڑھتا ہے۔

(استاد اسامہ محمود)

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

مرکزی قیادت - جماعت قاعدۃ الجہاد

الحمد لله الذي أنجز وعده، ونصر عباده، وهزم الصهاينة وحده، والصلاة والسلام على إمام المقاتلين، وسيد المحاربين، وقائد الغر الميامين، سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد،

”تمام تعریف اللہ کے لیے، جس نے وعدہ پورا کیا، بندوں کی مدد کی، اور صہیونیوں کو اکیلے ہرا دیا، اور درود و سلام ہو مقاتلین کے امام، محاربین کے سردار، باعزت و بابرکت صحابہ کے قائد، ہمارے آقا محمد ﷺ پر اور ان کے آل و اصحاب پر۔“

فالله أكبر كبيرا، والحمد لله كثيرا، وسبحان الله بكرة وأصيلا.

ہم ان دنوں کے بارے میں کیا کہیں جو عصر حاضر میں اللہ کے دنوں میں سے عزت و شان کے دن ٹھہرے...... غزوۂ خیبر و غزوۂ بنی قریظہ جیسے دن! عزت، فتح، بہادری، جانبازی اور یقین و ایمان کے دن...... جن میں محمدی لشکرِ ایمان کے سامنے صہیونی صلیبی قلعے اور فصیلیں گر گئیں، کافروں کی صفیں اسلامی تلواروں کے سامنے بکھر گئیں، غاصب یہودیوں سے لڑنے میں صحابہ کی اولاد نے جان کی بازی لگا دی۔ ایسے شاندار بہادر بازوؤں کو اور باعزت اور خوددار نفوس کو، تعظیم و اعزاز کا سلام!

اس ایمانی عظمت اور ان مبارک فلسطینی معرکوں کے کمال کے بیان سے اصحابِ قلم و بیان کے قلم اور زبان عاجز ہیں، جس کا سبق ہمیں ’طوفان الاقصیٰ‘ میں مجاہدینِ فلسطین نے سکھایا ہے۔ یہ طوفان الاقصیٰ بلا شبہ امتِ مسلمہ کی تاریخِ حاضر میں معرکوں کا سرخیل ہے۔ یہ فیصلہ کن معرکہ اور ہلاکت خیز غزوہ ہر گمان سے بالا تر ٹھہرا...... حسنِ تدبیر میں، فدائی تنفیذ میں، بہادروں کی مہارت میں، مردانِ کار کی قوت میں۔ ہر اعتبار سے...... امنیاتی، عسکری، خفیہ معلوماتی اور تزویراتی۔ جب بندروں اور سؤروں کی اولاد نے ہمارے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو ہمیں مکمل یقین تھا کہ ابطالِ اسلام کی طرف سے برپا ہونے والا طوفان ان صہیونی صلیبیوں کو گیارہ ستمبر کی ہولناکیاں بھلا دے گا۔ ان معرکوں کے سامنے ماضی اور مستقبل کے معرکے ایک کھیل کی مانند نظر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام حمد و ثناء ہے جس نے عزت، بہادری اور خودداری کی سرزمینِ غزہ میں ہمارے سروں کے تاج، ہمارے بھائیوں اور بزرگوں کو نصرت و توفیق سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس زبردست کامیابی اور فتحِ عظیم سے ایمان کو تازہ کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ غزہ کے محبوب غازیوں کو ثابت قدم اور بابرکت رکھے، اور پورے فلسطین میں ہمارے مجاہد بھائیوں کو ہر خیر اور فتح و تمکین کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین سے یہ باشجاعت اور مردانہ وار کارروائی قبول کرے، جس میں بہادری کی نظیر ہمارے نزدیک حالیہ دور کے معارکِ اسلام میں سے کسی میں نہیں نظر آتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے شہداء کو قبول فرمائے، زخمیوں کو شفا عطا کرے، ان کے ہاتھوں قیدیوں کو رہا کرے، مسجد اقصیٰ کو آزاد کرے۔ اللہ تعالیٰ عزت والے غزہ کے اہالیان کی جانیں محفوظ رکھے، اور آتش و آہن کی بمباری کو ان کے لیے سرد و سلامتی بنا دے، آمین!

بھائی چارگی کا ناگزیر فریضہ ہے کہ ہم فلسطین کے ان شہسواروں کے بلند جنگی جذبے کی تعریف کریں۔ جنگی چالوں میں اعلیٰ صلاحیت، صبر و مصابرت کی انتہا، قوتِ برداشت اور اللہ پر توکل، سب قابلِ تحسین ہے۔ انہوں نے تمام دنیا کے سامنے اسرائیل اور مغرب کی نام نہاد قوت، عرب ممالک کی کاسہ لیسی، ’احمق‘ ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کا پول کھول دیا۔ ہم ان سب کو بیک زبان کہتے ہیں: قاعدۃ الجہاد میں آپ کے بھائی اور دنیا بھر میں مخلص مجاہدین، آپ کے ساتھ ایک ہی صف اور ایک ہی مورچے میں کھڑے ہیں۔ ہم آپ کو بھی اپنی جد و جہد کو متحد کرنے اور عوام میں اپنے جوانوں کے ساتھ اتحاد و یگانگت کو مضبوط کرنے کی نصیحت کرتے ہیں، تاکہ دشمن آپ میں سے ہر ایک گروہ کو علیحدہ کر کے نہ نمٹ لے۔ ہم آپ کے ساتھ اپنے عہد و پیمان پر قائم ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر کو گواہ بناتے ہیں کہ ہم جان کی آخری سانس تک آپ کو رسوا نہ کریں گے، یہاں تک کہ یا ہم فتح سے ہمکنار ہوں یا وہ (شہادت) چکھ لیں جو حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے چکھی:

(اشعار کا نثری ترجمہ)

تمہارا خون فتح و نصرت کا راستہ ہے
حیاتِ ابدی پر کھلنے والا دروازہ ہے
تمہارا خون عزم و ہمت کا طوفان ہے
دشمن پر بھڑکتی آگ ہے
جس سے دل آج خوف سے آزاد ہو گئے
اور کل اقصیٰ دشمن سے آزاد ہو گی

اے امت مسلمہ!

یہ واقعہ تمام دنیا والوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت و براہین میں سے ایک ہے، جس میں سب نے امریکہ اور اس کے لے پالک اسرائیل جیسی دنیا کی عظیم طاقتوں کی خستہ حالی کا مشاہدہ خود کر لیا۔ عالمِ اسلام میں گزشتہ چند سالوں کے دوران صلیبیوں کی شکست در شکست کے نتیجے میں ہم

آج اپنی آنکھوں سے اور براہ راست نشریات کے ذریعے اسرائیل اور اس کے حلیفوں کی عسکری، انٹیلی جنس، اقتصادی اور تمام میدانوں میں تزویراتی ناکامی کی ضخامت دیکھ رہے ہیں۔ مبارک معرکۂ طوفان الاقصیٰ کے بعد پوری دنیا ایسے اثرات رونما ہوتے دیکھے گی جو صہیونی معاشرتی ساخت کو تہ و بالا کر دیں گے، اور جن سے اسرائیل اور اس کے حلیفوں کے لیے تمام میدانوں میں سانحے پیدا ہوں گے۔ عالمی جہادی تسلسل میں عظیم تغیر اور جنگ کے اصولوں میں بنیادی تبدیلیوں کو سامنے رکھتے ہوئے، ایک ایسی حالت جو صدی بھر میں کبھی کبھار رونما ہوتی ہے...... ہم امتِ مسلمہ کی تمام اقوام کو اس معرکے میں ہر جگہ کود پڑنے کی تاکید کرتے ہیں۔ یہ سرزمین فلسطین کی آزادی کی سمت اہم ترین اسلامی اقدام ہو گا۔ ہم تمام مسلمانوں کو پوری استطاعت کے ساتھ جہاد کرنے پر ابھارتے ہیں اور ہم انہیں اس 'اسلامی طوفان' کے ساتھ بھرپور انداز میں متحرک ہونے اور اس کے مقابل مغرب اور یہود کے خلاف متحرک ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اور ان کی ہر چیز کا بائیکاٹ کرنے کا کہتے ہیں۔ ہم اپنی امتِ مسلمہ کو فلسطین میں اپنے بھائیوں اور دلیروں کی مادی اور اخلاقی مدد دینے کی طرف بلاتے ہیں۔ ہم امتِ مسلمہ کو تحریض دیتے ہیں کہ وہ ہر صلیبی، صہیونی، اسرائیلی ہدف کو ایک کھلی جنگ میں نشانہ بنائیں، اور اہلیانِ فلسطین کے ساتھ مل کر دشمن کے ردِ عمل کا مقابلہ کرنے میں شریک ہو جائیں۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ (سورۃ التوبہ: ۴۱)

"تم سبک بار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ، اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو۔"

غزہ کو تنہا چھوڑ دینے کے نتائج پورے عالمِ اسلام پر انتہائی بھیانک ہوں گے۔ لہٰذا ہم خصوصاً فلسطین کے پڑوسی ممالک میں مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ارضِ اسراء کے جہادی قائدین کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے سرحدوں اور بندشوں کو توڑ کر فلسطینی عوام کے ساتھ جا ملیں۔ پس جزیرہ نما سیناء کے باعزت اور شجاع قبائل کو چاہیے کہ غزہ کی سرحد پر جا کر فلسطینیوں کا محاصرہ توڑ ڈالیں اور ان کی افراد، مال، خوراک اور اسلحہ میں ہر قسم کی کمی پوری کریں۔ اسی طرح اردن کے عوام اور غیرت مند قبائل کو چاہیے کہ وہ فلسطین میں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں اور اقصیٰ کی آزادی کے لیے سرزمینِ جہاد کی طرف دوڑیں۔ اسی طرح رباط کی سرزمین شام کے عوام کو چاہیے کہ گولان کے محاذ پر اسرائیلیوں کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیں۔ لبنان میں اسلحہ اٹھانے کے قابل ہر شخص کو کہیں گے کہ وہ صہیونیوں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ جتنے محاذ کھلیں گے، اتنی جلد ہی بابرکت اقصیٰ کی فتح اور آزادی کا دن قریب ہو گا۔

جہاں طوفانِ اقصیٰ نے غزہ کے غلاف میں اسرائیلی فوج کو غرق کر دیا، وہاں ماضی اور مستقبل میں ہونے والے تسلیم اور خیانت کے تمام معاہدوں کو بھی غرق کر دیا۔ خصوصاً جن کی خوشخبری، صہیونی ابن صہیونی، عبدِ اسرائیل، ابنِ سلمان نے دی تھی۔ فرزندانِ اسلام کو چاہیے کہ مجاہدین سے ان کا جذبہ لیں، ان کے شعلوں کی روشنی اور شراروں سے فیضیاب ہو کر ایسے شعلے بھڑکائیں جس سے عرب امارات کے شہر دبئی اور ابو ظہبی، مراکش کے شہر مراکش اور رباط، سعودیہ کے جدہ اور ریاض اور بحرین کے منامہ کی سڑکوں پر صہیونی جل اٹھیں۔ ہم عالمِ اسلام کی تمام افواج سے منسوب لوگوں کی ہر شجاعانہ کاروائی کی تعریف کرتے ہیں، جیسے کہ مصرِ محروسہ میں شہرِ اسکندریہ کے نوجوان نے کی۔ ان کھوکھلی افواج کے افراد سے یہ بھی کہیں گے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹیں اور توبہ کریں اور ایسی کارروائیاں انجام دے کر اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔

اے فرزندانِ اسلام! دیکھو کفارِ عالم صہیونی دشمن کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہیں۔ اسے اسلحہ، افراد، مال اور معلومات فراہم کر کے مدد پہنچا رہے ہیں۔ تو ایک امت کے بیٹوں، ایک قبلہ کا رخ کرنے والوں، ایک کتاب اور ایک رسول کے ماننے والوں کو چاہیے کہ وہ بھی عالمی کفر کے مقابلے میں ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔ آئیے! ہم سب ارضِ اسراء و معراج کے جہادی قائدین کی دعوت پر لبیک کہیں کہ جہاد جیسے فلسطین کے اندر ہو رہا ہے ویسے فلسطین کے باہر بھی ہو۔ آئیے کہ ان کی پکار سنیں، پیغام سمجھیں اور قہار و جبار ذات پر توکل کریں۔ دیکھیے! فلسطین کے مجاہدین نے پوری امت کو اپنے مبارک جہاد میں شرکت کا بلاوا دیا ہے۔ اب کوئی اس دلیل کی بنا پر عذر نہیں پیش کر سکتا کہ جنگ صرف فلسطین کے اندر ہے۔ غاصب یہودیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف جہاد کو ہر زمین، سمندر اور آسمان تک پھیل جانا چاہیے۔

ہم اس موقع پر موریطانیہ کے فاضل عالمِ دین شیخ محمد الحسن ولد الددو حفظہ اللہ کے فتویٰ کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جسے الاقصیٰ چینل نے نشر کیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ طوفان الاقصیٰ معرکے کے ہوتے ہوئے امت کو تشکیل دینے والے تمام طبقات پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا...... اللہ انہیں توفیق سے سرشار کرے:

"امت کو چاہیے کہ جو بس میں ہے اسے مسجد اقصیٰ کی آزادی کے لیے جھونک دے، (مسجد اقصیٰ کے اندر) مرابطین اور مرابطات کی نصرت کی خاطر، غزہ میں ہمارے مسلم عوام پر ظالمانہ اور جابرانہ محاصرے کو توڑنے کی خاطر اور ہر جگہ مظلوموں کی نصرت کی خاطر۔ یہ پوری امت پر لازمی فرض ہے۔ اور طوفان الاقصیٰ کے نام سے ہونے والی اس مقدس جنگ کے محض اعلان سے ہی امت کے جوانوں بلکہ پوری امت کے سامنے دروازہ کھل گیا ہے، اور ہر کوئی جان گیا ہے کہ دروازہ اب کھلا ہے۔ آج کے بعد کسی کو کوئی عذر حاصل نہیں۔ امت پر لازم ہے کہ جو اس کی

استطاعت میں ہو وہ پیش کر دے، اور اپنے ایمان، دین اور مقدسات کی خاطر عزیز ترین اور نفیس ترین ہر چیز قربان کر دے۔ اپنی جانیں، اپنے اموال اور اپنے اولاد......!اس مقصد کے لیے حتی الوسع جد وجہد کرے اور تمام دستیاب ذرائع بروئے کار لائے۔ یہ واجب ان کے حکمرانوں پر بھی عائد ہوتا ہے اور عوام پر بھی ہے، ان کے مالداروں پر اور فقیروں پر بھی، اس کے مردوں اور خواتین پر بھی، ان کے عرب و عجم پر بھی، یہ سب پر فرض ہے۔ اس کی فرضیت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جو انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ اس کی فرضیت ضروریات دین میں سے ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ ضروریات دین کا منکر اُس کفر اکبر کا مرتکب ہوتا ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔‘‘

تمام محاذوں پر اے ابطالِ اسلام! یہ وقت معرکۂ طوفان الاقصیٰ کی طرف پیش قدمی کرنے اور اس میں کود جانے کا ہے۔ اٹھیے! اسرائیل کے ہر اس معاون ومددگار کو نشانہ بنائیے جو اس کی مدد اور نصرت کے لیے حرکت کرے اور فلسطین میں ہمارے بھائیوں پر داغے جانے والے میزائلوں اور ذخائر سے اسرائیل کو لیس کرے۔ اسلامی خطے میں امریکی فوجی اڈوں، ہوائی اڈوں اور سفارت خانوں کی زمین ہلا کر رکھ دیجیے۔ کیونکہ ان کے گوداموں سے کروڑوں ڈالر کے ذخائر نکلیں گے، جنہیں امریکہ فلسطین میں ہمارے پیاروں کے سینوں میں پیوست ہونے کے لیے اسرائیل بھیجے گا۔ دیارِ اسلام کے سمندروں میں تکبر وغرور سے داخل ہونے والے صلیبی بیڑوں کو بھی ہدف بنائیے۔ جزیرۂ عرب، مشرقی افریقہ، مغربِ اسلامی، برصغیر، شام اور تمام محاذوں کے مجاہدینِ امت جلد از جلد حرکت کریں اور پوری کوشش کریں کہ یہ امریکی مدد (اسرائیل تک) پہنچنے نہ پائے۔ یہ وہ دن ہے جس میں آپ پر اپنے بھائیوں کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہونا فرض ہے۔ اہلِ اسلام میں ہم سے برا کوئی نہ ہو گا، اگر ہماری جانب سے ہی اہلِ اسلام کو نقصان پہنچا۔

اور آخر میں امتِ مسلمہ کو یاد دلاتے ہیں کہ امت کے دشمن کاغذ کے شیر ہیں۔ دیکھیے! نیٹو کا صلیبی اتحاد، کفر کے قبرستان، افغانستان سے ذلیل ہو کر بھاگ نکلا، اور آج وہ مغربِ اسلامی سے رسوا ہو کر پسپا ہو رہا ہے، مشرقی افریقہ میں جیشِ عسرہ کے دلیروں کے ہاتھوں ضربیں کھا رہا ہے، جزیرۂ عرب، سرزمین شام اور دیگر محاذوں میں جہاد جاری ہے۔ پھر آج ہم نے براہِ راست نشریات میں دیکھا کیسے صہیونی دشمن کا افسانوی طلسم ٹوٹا اور حقیقت سامنے نظر آنے لگی، جس نے یہ دعویٰ کر رکھا تھا کہ وہ غزہ میں محصور مجاہدین کے ہاتھوں کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ پس کوششوں اور محاذوں میں وحدت لانے کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو اقصیٰ کی آزادی کے لیے کوشش کرنی ہو گی۔ اس کی آزادی سے ہی پوری امت باذن اللہ ظلم وجبر سے آزاد ہو گی۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (سورۃ یوسف: ۲۱)

’’اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

یا اللہ! فلسطین بھر میں اپنے مرابط و مجاہد بندوں کی نصرت فرما۔ اے اللہ! غزہ میں ہمارے بھائیوں کو ثابت قدم رکھ، ان کے نشانے تیر بہ ہدف ہوں، ان کی آراء درست وراست ہوں۔ اے اللہ! اپنے غیبی خزانوں سے ان کی مدد فرما۔ اے اللہ! ان پر نصرت، سکینت اور ثابت قدمی کے ملائکہ نازل فرما۔ اپنی تائید سے ان کی تائید فرما۔ اپنی حفاظت سے انہیں محفوظ فرما۔ اپنی رحمت میں انہیں پناہ دے۔ ان پر لطف کر۔ یا لطیف! یا رحیم!

اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، احزاب کو ہرانے والے! غاصب و ظالم یہود و نصاریٰ کو شکست دے، جنہوں نے اہل اسلام کو سخت ترین اذیتیں دیں۔ اے اللہ! انہیں ہلا کر رکھ دے اور مسلمانوں کو قدرت دے کہ وہ انہیں قتل کریں، انہیں قید کریں اور شدید ترین سزائیں دیں۔ واللہ اکبر!

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ المنافقون: ۸)

’’اور عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی اور مومنوں کی۔‘‘

یہ جہاد ہے جس میں یا فتح نصیب ہو گی یا شہادت!

والحمد للہ رب العالمین!

ربیع الاول ۱۴۴۵ھ / اکتوبر ۲۰۲۳ء

☆☆☆☆☆



غزہ میں گرائے جانے والے بموں میں استعمال ہونے والے پرزے امریکی کمپنیوں کے بنائے ہوئے ہیں، تصویرِ ہٰذا میں غزہ پر گرائے جانے والے ایک میزائل کے ٹکڑے پر امریکی کمپنی ’ووڈ ورڈ‘ کا نام دیکھا جا سکتا ہے۔

طوفان الاقصیٰ کی مبارک کارروائی کے بارے میں بیان

قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده، نصر عبده، وأعز جنده، وهزم الأحزاب وحده.
تمام تعریفیں اللہ وحدہ کے لیے ہیں، جس نے اپنے بندے کی نصرت کی، اپنے سپاہیوں کو عزت بخشی، اور احزاب کو اکیلے شکست دی۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے فرمایا:

وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۃ الروم: ۴-۵)

”اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔ (یعنی) خدا کی مدد سے۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے۔“

اور درود و سلام ہو نبی رحمت و ملحمہ پر، اور آپ ﷺ کے آل و اصحاب پر۔ اما بعد،

ہم غزہ کی سرحدوں پر اور تمام مقبوضہ اراضی میں کامیاب فتوحات پر امتِ مسلمہ کو عموماً اور فلسطین میں اپنے مرابط بھائیوں کو خصوصاً مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ فتوحات ہیں جو کتائب شہید عز الدین قسام اور ان کے معاون جہادی گروہوں نے طوفان الاقصیٰ کے نام سے حاصل کیں، اور ان کا ساتھ ایسے غیور اور خود دار عوام نے دیا جو اپنے دین، مقدسات اور امت پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ ہمارے محبوب و محترم بھائیو! آپ کو یہ کامیابیاں مبارک ہوں، بلکہ ہمیں اور پوری امت کو مبارک ہوں، کیونکہ آپ کی فتح امت کی فتح ہے۔

ہمارے عزیز بھائیو! آپ کے ان کارناموں اور جہاد پر اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے۔ جس وقت امتِ مسلمہ بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ میں ناپاک یہود کی حرکتوں کو انتہائی درد و کرب سے دیکھ رہی تھی، جنھوں نے پاک مسجد پر دھاوے بولے اور اس کی بے حرمتی کی، اور قیدی بھائیوں اور بہنوں پر مسلسل زیادتیاں کرتے رہے، اس وقت آپ کی اس مبارک کارروائی نے ہمارے سینے ٹھنڈے کر دیے اور دلوں کو خوشی سے بھر دیا۔ آپ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو حقیقی ثابت کیا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ: ۱۴-۱۵)

”ان سے جنگ کرو تاکہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے، انہیں رسوا کرے، ان کے خلاف تمہاری مدد کرے، اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے، اور ان کے دل کی کڑھن دور کر دے۔ اور جس کی چاہے توبہ قبول کر لے۔ اور اللہ کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔“

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آپ کو۔ آپ نے اس جرأت مندانہ کارروائی سے ہمارے دلوں کو ڈھنڈا کیا اور کڑھن دور کی۔ دشمن کی غفلت میں اچانک ایسے حملے کیے جس سے ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ شیر کے ڈر سے بھاگے جنگلی گدھوں کی طرح تتر بتر ہو گئے۔ پوری دنیا کے سامنے ان کا پول کھل گیا۔ دشمن کی فوج اور انٹیلی جنس کے دیو سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے پھونکی گئی روح نکل گئی۔ دشمن ریت سے بنی دیوار کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ اے مجاہدو! آپ نے سفر کا آغاز کر دیا تو اب بڑھتے چلو۔ خبردار واپس نہ پلٹنا، ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور دشمن تم پر، تمہاری قوم اور امت پر مسلط ہو جائے گا۔ اللہ کا نام لے کر ثابت قدم ہو جاؤ۔ اور جان لو جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ (سورۃ محمد: ۷)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔“

اے امتِ مسلمہ! مشرق میں ہو یا مغرب میں، دیکھو تمہارے مجاہد بیٹوں نے ہمت باندھ لی ہے۔ خود مشکلات جھیلیں تاکہ تم پر پڑی ذلت کا نشان مٹا دیں۔ اور تم پر سے دشمن کے غلبے کو زائل کریں۔ پس تم ان کے لیے بہترین مددگار بن جاؤ، اور تن، من، دھن سے ان کی نصرت کرو۔ خبردار انہیں اکیلے نہ چھوڑنا، ورنہ یہ رسوائی تم پر لوٹے گی۔

مصر، شام، لبنان اور اردن میں ہمارے غیور بھائیو! آپ لوگ زخموں سے چور فلسطین کے نزدیک تر ہیں۔ اس لیے آپ پر عائد ذمہ داری بڑھ کر ہے، اور فرض کی ادائیگی لازمی ہے۔ اپنے بھائیوں کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئیے، ان کی مدد کے لیے حتی الوسع سامان تیار رکھیے۔ اغیار کے چاپلوس حکمران، درباری علماء اور پیسوں کے مفتی آپ کی ہمت توڑنے نہ پائیں، انہیں اپنے راستے سے ہٹا دیجیے۔ اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت نہ کیجیے۔ مسلمان کو

رسوا کرنا گناہ ہے اور اس گناہ کا اثر آخرت سے پہلے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

مَا مِنْ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا عِنْدَ مَوْطِنٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنْ امْرِئٍ يَنْصُرُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْطِنٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ. رواه أحمد.

”جو شخص کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ تنہا چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہو اور عزت لوٹی جا رہی ہو تو اللہ اسے اس مقام پر تنہا چھوڑ دے گا جہاں وہ اللہ کی مدد چاہتا ہو گا۔ اور جو شخص کسی ایسی جگہ پر کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے جہاں اس کی بے حرمتی کی جا رہی ہو اور اس کی عزت لوٹی جا رہی ہو تو اللہ اس مقام پر اس کی مدد کرے گا جہاں وہ اللہ کی مدد چاہتا ہو گا۔“

پس اٹھیے اور ان کی مدد کیجیے۔ افراد، اموال، خوراک اور ہر قسم کی ان کی ضرورتیں پوری کیجیے۔ اخلاقی، مادی اور عملی طریقے سے ساتھ دیجیے۔ اور اللہ کی توفیق سے آپ یہ کر بھی سکتے ہیں، بلکہ یہ آپ لوگوں کا شیوہ ہے۔ ہم آپ کے بارے میں ایسا ہی گمان کرتے ہیں اور اللہ بہترین جاننے والا ہے۔

اور فلسطین میں ہمارے بھائیو! اللہ آپ کا مددگار ہو۔ ہم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ پر سکینت اور طمانیت نازل کرے، زمین و آسمان کے لشکروں سے آپ مدد فرمائے، آپ کو صبر سے بہرہ ور کرے، ثابت قدم رکھے اور کافر قوم پر نصرت عطا فرمائے، آمین۔

غزہ، مغربی کنارے اور بیت المقدس میں، فلسطین کے اندر اور باہر، اے فلسطینی اسلامی جماعتو! آپ کے لیے ہمارا پیغام اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ○ (سورۃ آل عمران: ۱۰۲-۱۰۳)

”مومنو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا، اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

اپنے دین سے جڑے رہیے، اپنے رب کی رسی کو تھامے رکھیے، اللہ کو ناراض کرنے والے تمام اعمال سے بچیے، اور توبہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف مکمل رجوع کیجیے۔ اپنے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان تفرقہ اور اختلاف پیدا کرنے والی ہر چیز کو دور پھینکیے۔ اپنے مسلمان بھائیوں سے مل کر ان سے دشمنی برتنے والوں کے خلاف ایک ہو جائیے، جیسے آپ کے مسلمان بھائی آپ سے دشمنی مول لینے والے کے خلاف ہیں۔

اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، بادل چلانے والے، جلد حساب لینے والے، احزاب کو شکست دینے والے! غاصب یہودیوں کو ان کے صلیبی اور مرتد مددگاروں اور حامیوں سمیت شکست سے دوچار کر دے۔ اے اللہ! ان کے قدموں تلے زمین ہلا دے۔ اے اللہ! ہمیں ان پر غلبہ عطا کر۔ یا قوی! یا عزیز! اے اللہ! فلسطین اور روئے زمین پر ہر جگہ اپنے مسلمانوں بندوں کی نصرت کر، ان کی مدد کر۔ یا قوی! یا متین! اے اللہ! ہمیں اور ہمارے تمام مجاہد بھائیوں کو توفیق عطا فرما کہ ہم اپنے مقدسات کو تمام دشمنوں کے ناپاک وجود سے پاک کر دیں اور ہر غاصب قبضہ آور سے اپنے ممالک کو آزاد کر دیں، ہر ایسے شخص سے آزاد کر دیں جو ہمارے دینِ مبین، ہمارے نبی اکرم ﷺ اور ہمارے قرآن مجید کا دشمن ہے۔ یاذوالجلال والاکرام!

والحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ بمطابق ۹ اکتوبر ۲۰۲۳ء

☆☆☆☆☆

معرکۂ طوفان الاقصیٰ پر اظہارِ مسرت ومبارک باد

حرکت شباب المجاہدین، صومالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کا فرمان ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

(سورۃ الاعراف:۱۶۷)

”اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک کوئی نہ کوئی ایسا شخص مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بری بری تکلیفیں پہنچائے گا۔“

اور اللہ کی رحمت وسلامتی ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر جنہوں نے حدیث شریف میں فرمایا:

لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

”میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔“

امابعد،

تکبیر کے نعروں اور مبارکباد کی صداؤں کی گونج میں معرکہ طوفان الاقصیٰ کی سرفروشی کی داستانیں ہم تک پہنچیں، اللہ کے غضب کے مستحق یہود اور ان کے صلیبی بھائیوں پر ذلت اور غم جمع ہونے کا اور ان پر مسلمانوں کی فتح کا پُر شوکت وہیبت منظر ایسا تھا کہ ہمارے لیے محبوب فلسطین کے مجاہد بھائیوں کو مبارکباد دینے میں تاخیر کسی طرح بھی روا نہیں تھی، سو ہم بشارتوں کے حامل اس معرکے کو برپا کرنے پر انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ارضِ مقدس کے تمام مرابط وجری، جنگ آزما ابطال کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، اور ہم ان سب سے کہتے ہیں کہ اللہ آپ کو پوری امتِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے، آپ کے جہاد اور غیرت مندانہ اقدام کو قبول کرے، آپ نے اہلِ اسلام کے دلوں کو ٹھنڈا کیا، مجرم صہیونی سالہا سال سے جو ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اس کا بدلہ لیے جانے پر دنیا بھر کے مسلمان خوش ہیں۔

معرکۂ طوفان الاقصیٰ پر عالمی ردِّ عمل کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ، امریکا اور ہر وہ ملک جہاں صلیب کی پرستش اور بتوں کی پوجا کی جاتی ہے وہاں صلیبی اکٹھے ہو کر ظالم یہود کی مدد کر رہے ہیں اور یک آواز ہو کر طوفان الاقصیٰ جیسی عظیم سرفروشانہ کارروائی کو جرم، دہشت گردی اور انتہا پسندی قرار دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کا ہمیشہ یہی معاملہ رہا ہے، حملہ آور کو روکنے کی ہر کوشش کو دہشت گردی اور قابض کے خلاف ہر جہاد اور مزاحمت کو انتہا پسندی کی فہرست میں ڈال دیتے ہیں۔ قابض یہود کے ساتھ کافر ممالک کا یہ اظہارِ یکجہتی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے۔ ان کے غم ہماری خوشی کا باعث ہیں اور ہماری خوشیاں ان کے غموں کا سبب ہیں۔ مغربی کفار اور ان کے اسرائیل نامی لے پالک کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا کہ انہیں ایسی کاری ضرب لگ سکتی ہے۔ مغربی کفار نے گذشتہ پچھتر سال سے فلسطین کی مسلم سرزمین پر یہ ناجائز ریاست قائم کی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ مسلسل اور لامحدود تعاون کرتے رہے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود طوفان الاقصیٰ نے ان کی کمزوری، لاچاری اور بے مائیگی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے اور ان پر اللہ جل جلالہ کا یہ قول صادق آتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ العنکبوت:۴۱)

”جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رکھوالے بنا رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے کوئی گھر بنا لیا ہو، اور کھلی بات ہے کہ گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے۔“

قابض وخبیث صہیونی وجود بین الاقوامی چھتری تلے پوری ڈھٹائی، تکبر اور سرکشی کے ساتھ اہلِ فلسطین پر ظلم کا بازار گرم کیے ہوئے ہے اور کافر عالمی برادری بے شرمی کے ساتھ اس کا دفاع کر رہی ہے اور اسے پورا اختیار اور بین الاقوامی قانونی جواز دے رہی ہے۔ اس کے بالمقابل مسلمان فلسطینی عوام کے حقوق کو مکمل پامال کر کے ان کو غلام بنایا جا رہا ہے، ان پر ظلم ہو رہا ہے، ان کی زمینوں کو ہتھیایا جا رہا ہے، ان کی تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے اور ان کے وجود کو مٹایا جا رہا ہے۔ کفار کی یہ ساری امداد اپنے حجم، رسائی اور وسعت کے باوجود آج ان کے کچھ کام نہیں آئی، فلسطین کے باحمیت فرزندوں نے اپنے سرفروشانہ کارناموں سے اس کے بودے پن کو آشکار کر دیا ہے اور ہمیں یہ ارشادِ باری یاد دلا دیا ہے:

ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ڬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ المائدہ:۲۳)

”تم ان پر چڑھائی کر کے (شہر کے) دروازے میں گھس جاؤ، جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اور اپنا بھروسہ صرف اللہ پر رکھو اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو۔“

مجرم یہود کے ساتھ یہ جنگ صرف فلسطین کے اسلامی گروہوں کی جنگ نہیں، بلکہ یہ تو پوری امت کی جنگ ہے۔ پس سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ یہود اور ان کے حلیف کفار و منافقین کے خلاف مجاہدین کو مضبوط کرنے کے لیے جو کچھ ان سے بن پڑے، جمع کریں اور مجاہدین تک پہنچائیں، کیونکہ جہادی محاذوں کی قوت سے ہی یہ امت قوی ہو گی اور عالمی اتحاد و قابضین کے خلاف جہاد کو مضبوط کرنے سے ہی اسے عزت ملے گی۔

سوائے امتِ مسلمہ! مال و افراد کے ساتھ ان کی مدد کریں، ان کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، فلسطین، شام اور جہاں تک آپ کی رسائی و استطاعت ہو، مجاہدین کی امداد کے محاذ پر آپ کا رباط مستقل رہنا چاہیے، تاکہ ہماری امت کو قابضوں اور ظالموں سے نجات ملے اور وہ کافر مغرب کے تسلط سے آزاد ہو کر اپنے رب کی شریعت کی روشنی میں اپنا اختیار اپنے ہاتھ میں لے، پس اسے نہ کسی ذلت کا خوف ہو اور نہ کسی مکر و ظلم کا۔

مشرقی افریقہ میں آپ کے مجاہد بھائی زخمی فلسطین کی اس جنگ کی مبارکباد پیش کرنے کے ساتھ ساتھ پورے عزم و تاکید کے ساتھ آپ کے سامنے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ جان و مال قربان کرنے کے کسی موقع پر ہم آپ کی نصرت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے، اگر ہمیں آپ تک پہنچنے کا کوئی راستہ ملتا تو ہم آپ کی نصرت میں ہرگز تاخیر نہ کرتے۔ آپ فلسطین میں لڑ رہے ہیں اور ہم مشرقی افریقہ میں لڑ رہے ہیں لیکن ہماری آنکھیں القدس کو ہی تک رہی ہیں، اور ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارا اور آپ کا دشمن ایک ہے اور اس نے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب ہر سمت مسلمانوں کے خلاف ظلم و وحشت بپا کرنے پر گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ مستقل جنگ لڑ رہے ہیں اور امت کا دفاع کر رہے ہیں۔ اللہ واحد کے حکم سے تکبیر و تہلیل بلند کرتے ہوئے اقصیٰ کے صحن میں ہماری آپ سے ملاقات ہو گی (ان شاء اللہ)۔

اور آخر میں ہم سب مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اس دنیا میں ان کی عزت و سربلندی کا یہی راستہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں، اس کے لیے تیاری و اعداد کریں، کمزوری سے جان چھڑائیں اور اپنے دشمنوں سے لڑیں، ذلت، قبضہ اور غیروں کی بالا دستی کا انکار کرنے والی مسلمان امت کے طور اپنے فرائض ادا کریں۔ اے اللہ! امتِ مسلمہ کی بیداری، زمین میں اپنی شریعت کے نفاذ اور کفر و ردت کے تمام اتحادوں کی شکست سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔ (آمین)

اور ہم اپنے فلسطینی مسلمان بھائیوں کو یہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ ہر شرف و عزت کی ایک قیمت ادا کرنی ہوتی ہے اور ہر آزادی قربانی کا تقاضا کرتی ہے، اگر اخلاص اور اللہ سے اجر کی امید آپ کے شاملِ حال رہی تو اپنے دین اور آزادی کی خاطر اٹھائی جانے والی مشقتیں اللہ تعالیٰ کے یہاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ سو آپ اللہ سے مدد مانگیے اور صبر کا مظاہرہ کیجیے، بے شک نصرت تو محض ایک گھڑی کے صبر کی دوری پر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے شہداء کی شہادت قبول فرمائے، آپ کے زخمیوں کو جلد شفا بخشے، آپ کو صبر و سکینت سے نوازے اور آسمان و زمین کے لشکروں سے آپ کی مدد فرمائے۔ آمین!

یہ بات آپ کو ہر وقت مستحضر رہے کہ آپ فلسطین کا اوّلین دفاعی مورچہ ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○

(سورۃ آل عمران: ۱۳۹-۱۴۰)

”(مسلمانو!) تم کمزور نہ پڑو اور نہ غمگین رہو، اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہو گے۔ اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔“

ہم لڑ تو صومالیہ میں رہے ہیں لیکن ہماری نظریں بیت المقدس پر ہیں!

اے اللہ! کتاب اتارنے والے، بادل کو چلانے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے! ان کفار کو شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

اے اللہ! اس امت کے لیے ایسا خیر و بھلائی کا معاملہ طے فرما دے کہ آپ کے فرمانبرداروں کو عزت ملے اور آپ کے نافرمان ذلیل ہوں، نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ اے اللہ! ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہر جگہ مجاہدین کو ثابت قدم رکھ؛ شام میں، عراق میں، جزیرۂ عرب میں، مغربِ اسلامی میں، برِّصغیر میں، خراسان میں، دو ہجرتوں کی سرزمین حبشہ میں اور ان کے علاوہ بھی ہر جگہ اپنے مجاہد بندوں کو ثبات دے۔

(باقی صفحہ نمبر 19 پر)

طوفان الأقصى

انجام سامنے دیکھ کر یہود لرز اٹھے!

تنظیم قاعدة الجهاد ببلاد المغرب الاسلامي و جماعة نصرة الإسلام والمسلمين (مالی) کا مشترکہ بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں کہ جس نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا:

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ○

”اگر کبھی یہ (ہر بار بدعہدی کرنے والے یہودی) لوگ جنگ میں تمہارے ہاتھ لگ جائیں تو ان کو سامانِ عبرت بنا کر ان لوگوں کو بھی تتر بتر کر دو جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ یاد رکھیں۔“

اور صلوٰۃ وسلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر جو قتال کرنے والوں کے امام ہیں، جنہوں نے جنگی لباس زیبِ تن فرمانے کے بعد بغیر لڑائی کے اسے نہیں اتارا۔ جن کا ارشادِ پاک ہے:

لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون اليهود فيقتلهم المسلمون حتى يختبئ اليهودي من ورا الحجر والشجر فيقول الحجر أو الشجر يا مسلم يا عبد الله هذا يهودي خلفي فتعال فاقتله إلا الغرقد فإنه من شجر اليهود.

”قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ مسلمان یہود سے قتال کریں گے اور مسلمان انہیں قتل کریں گے، حتیٰ کہ کوئی یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر یا درخت کہے گا کہ اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی ہے، آؤ اور اسے قتل کرو، سوائے غرقد (کے درخت) کے، (وہ یہودی کا پتہ نہیں بتائے گا) کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔“

اور اللہ راضی ہو رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ سے، جن سے اہلِ ایمان محبت کرتے اور منافقین بغض رکھتے ہیں، جنہوں نے غزوہ بنی قریظہ میں یہود کو مسلمانوں کی تلوار کی گرمی چکھائی تھی۔

امابعد!

ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی زندگی میں یہ دن دکھایا کہ یہود کے چہرے بگڑ گئے ہیں اور فلسطین میں اللہ کے مجاہد بندوں کے ہاتھوں انہیں سخت سزا مل رہی ہے۔ مجاہدین ان یہودیوں کو یوں گرفتار کر رہے ہیں جیسے پرندے پکڑے جاتے ہیں اور پے در پے ان کے ریوڑ کے ریوڑ کو یوں جہنم واصل کر رہے ہیں کہ خود انہیں بھی اپنے مقتولین کی حتمی تعداد معلوم نہیں رہی۔ طوفانِ اقصیٰ کا مبارک سلسلۂ عملیات ان کے لیے واقعتاً طوفانِ بلاخیز ثابت ہوا۔ اسلام کی تاریخ میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد انہیں لگنے والی یہ دوسری بڑی ضرب ہے۔ یا اللہ! آپ ہی کی تعریف ہے، ایسی تعریف جو اس عظیم نعمت اور کرم کے شایانِ شان ہو۔

ہم فلسطین میں اپنے مجاہد بھائیوں کو بالعموم اور غزہ کے جند الاقصیٰ اور کتائب عزالدین القسام کے مجاہد بھائیوں کو بالخصوص اس عظیم واقعے کے حوالے سے اپنی محبت اور دوستی کا پیغام دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے کارنامے کی مبارکباد دیتے ہیں، اور آپ کو زور دیتے ہیں کہ جہاد و قتال کو جاری رکھیے، اسے دانتوں سے پکڑے رکھیے۔ یہی وہ راستہ ہے جس میں حقوق ضائع نہیں ہوتے، اس کی ابتدا کامیابی اور انتہا فتح ہے، جو اس راہ پر چلتے ہوئے اگلے جہاں کوچ کر گیا تو اس کا ٹھکانہ جنت اور اس کی نہریں ہیں۔ یہودیوں پر حملے سخت کر دیں۔ اور جو لوگ یہود کی گردنوں سے ذلت کی تلوار کو دور کرنا چاہتے ہیں اور ان کے تحفظ کی خاطر آواز اٹھانے میں پیش پیش ہیں، ان کی باتوں پر کان نہ دھریں۔ جو کام آپ شروع کر چکے ہیں تنہا اللہ ہی سے مدد مانگتے ہوئے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، کہ اللہ اس کی نصرت کا ضامن ہے جو اس کی نصرت کرے۔

اے ہمارے بھائیو اور پیارو! یہ راستہ جس کے راہرو باعزت ہیں، اس راستے پر سفر جاری رکھنے کی طاقت وہمت آپ کے اندر موجود ہے، اور اس کی جو قیمت آج آپ چکا رہے ہیں یہ پوری امت کی طرف سے ہے۔ اللہ نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے کہ رباط کی سرزمین پر بیت المقدس کے پڑوس میں اہلِ ایمان کے سب سے شدید دشمن سے آپ بر سرِ جنگ ہیں، سو آپ اس عزت کی قدر کیجیے اور جہاد کے علاوہ ہر راستے کو چھوڑ دیجیے۔ بخدا! جہاد کے علاوہ دیگر راستوں سے آپ کبھی بھی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ جان رکھیں کہ پوری امت اپنے مجاہدین، علماء، داعیان اور صالحین سمیت آپ کے پیچھے کھڑی ہے، سب آپ کے لیے دعا گو ہیں اور اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ جلد رباط کی سرزمین فلسطین میں آپ کے ساتھ اکٹھے ہوں۔ اور ہم تنظیم القاعدہ کے ساتھی بالعموم اور مغربِ اسلامی شاخ کے ساتھی بالخصوص سخت کوشش میں ہیں کہ جلد انہیں وہ قدرت حاصل ہو جس سے وہ آپ تک پہنچ جائیں، تاکہ سیسہ پلائی دیوار بن کر مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کروائیں اور اللہ کے حکم سے فاتح بن کر تکبیر و تہلیل بلند کریں۔

ایمان کی کچھار مغربی کنارے میں بسنے والے اسلام کے شیروں کو ہم یہ پیغام دیتے ہیں کہ اے ہمارے اپنو اور ہمارے پیارو! فلسطین کا مسئلہ ہمارا، آپ کا اور ہر مسلمان کا مسئلہ ہے، اس مسئلے کی بابت اس فیصلہ کن مرحلے کے بارے میں آپ سے پوچھ ہوگی۔ سو دوڑو اپنے رب کی

مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، مغربی کنارے کو یہود کے قدموں تلے دہکتی آگ میں بدل دو۔ ہر گھر، محلے اور سڑک سے ان پر حملہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم سے بے خوف ہو کر غزہ میں آپ کے اور ہمارے بھائیوں کو تنہا کر کے قتل کرتے پھریں۔ غزہ کے بہادروں کے لشکر ہماری مقبوضہ زمینوں میں کافر یہودیوں کی روحیں قبض کرتے ہوئے جلد ہی آپ سے جاملیں گے۔ پس آپ بھی ان کی ملاقات کے لیے نکل پڑیں، یہود اور ان کے محافظین سے قتال کریں۔ یحییٰ عیاش کی سرزمین، مغربی کنارے میں جو بھی جہاد کے شعلے کو سکیورٹی تعاون کے نام پر بجھانا چاہے، اسے اپنے راستے سے اکھاڑ پھینکنے میں ذرا تردد نہ کریں۔ بخدا! یہ کھلی خیانت ہے، اب تاخیر کا وقت نہیں، اے شیرو! تم اپنی کچھار کے عین بیچ سے پوری دنیا کو اپنی دھاڑ سنادو۔

اے ہماری پیاری امتِ اسلام! ارضِ رباط میں تمہارے بیٹوں نے دہائیوں سے ہم پر چھائے ذلت کے گرد وغبار کو خود سے اور تم سے دور کر دیا ہے۔ اللہ نے ایک ایسے وقت انہیں سبقت کا شرف بخشا جب کہ بیت المقدس کی سرزمین پر بندر کی نسل یہود شیر بن چکے تھے، اسلامی ملکوں کی سیکولر فوجیں مسخ شدہ یہود کے راجواڑے کو تحفظ دے رہی تھیں اور امتِ اسلام کے غضب کا نشانہ بننے سے اسے بچائے ہوئے تھیں۔ سوا ے مسلمانو! اپنے دشمن کو پہچانو۔ اپنے فلسطینی بھائیوں کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ اور اس طوفان کی موجیں بن جاؤ جو بیت المقدس اور اس کے اطراف سے یہود اور ہماری قوم کے یہود نوازوں کی گندگی کو بہالے جائے گا، کیونکہ ان کا ٹھکانہ مکڑی کے جال سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ ہمارے اور بیت المقدس کی آزادی کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہے کہ ہم اپنی امت کو تقسیم کرنے والی سائیکس اور پیکو کی طے کردہ سرحدوں کو پامال کر کے ارضِ رباط کے مجاہدین سے جاملیں اور کچھ دیر بعد ہی فتح کے شکرانے کی نماز پڑھیں۔ گذشتہ دنوں غزوہ طوفان الاقصیٰ میں جو ہم نے دیکھا وہ اس بات کی بہترین دلیل اور ایسی زندہ وعادلانہ گواہی ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

اے ہماری پیاری امت! یہود کی بدبو کے بھبکوں کی کئی دہائیوں کے بعد ہماری مقبوضہ سرزمین پر نسیم جنت چل پڑی ہے۔ پس فلسطین میں ہمارے مجاہد بھائیوں کو تنہا نہ چھوڑیں۔ ان کی نصرت کے لیے ہر ایک کو اپنی سی کوشش کرنی چاہیے جو اللہ کو پسند ہو۔ ہمیں ان مجاہدین کو شر کے محور رافضی ایران کے جھوٹے وعدوں پر نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ روافض بعد میں اپنے منجمد اثاثوں کے بدلے ان کی فتوحات کا سودا کریں گے۔ یہ روافض انہیں تنہا چھوڑ چکے ہیں اور اگر ان کا ساتھ دیتے بھی تو انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا پاتے۔ کیونکہ بیت المقدس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا، اس لیے آپؓ پر لعنت بھیجنے اور آپؓ سے دشمنی کرنے والے خبیث کبھی بھی اسے آزاد نہیں کرواسکتے۔ روافض ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی اس شرف کو نہیں پاسکتے، سو آپ ان سے آگے بڑھ کر یہ شرف حاصل کریں۔ اپنے فلسطینی بھائیوں کی ضروریات پوری کریں اور ان کے ساتھ اتنی امداد کریں کہ انہیں روافض کی مدد کی ضرورت ہی نہ رہے۔

اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے! انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

جمعہ، ۲۸ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

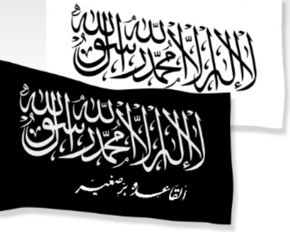
☆☆☆☆☆

بقیہ: فلسطین پکار رہا ہے

- دشمن کی کوشش ہے کہ اس پراپیگنڈہ کا استعمال کر کے کہ حماس کی حمایت شیعہ ممالک کر رہے ہیں، اس مسئلے کے حوالے سے مسلمانوں کی حمایت میں کمی لے کر آئے اور انہیں اختلافات کا شکار کر دے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس پراپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں اور یہ سمجھیں یہ کسی ایک مذہب یا مسلک کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری امت کا مسئلہ ہے، اگر کسی ایک مسلک یا مذہب نے اس مسئلے کی حمایت کی ہے تو دوسرے پر سے اس کی فرضیت ساقط نہیں ہو جاتی نہ ہی اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ سب مسلمانوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مسئلۂ فلسطین پوری امت کا مسئلہ ہے اور تمام مسلمانوں کو سب اختلافات سے بالاتر ہو کر اس میں اپنا ہر ممکن کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔
- آخر میں ہر ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ غزہ کے مسلمانوں اور مجاہدین کو اپنی دعاؤں میں مت بھولے، غزہ کے مسلمانوں اور مجاہدین کی نصرت کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کرے، اسرائیل کی شکست اور تباہی کے لیے نمازوں میں خصوصی طور پر قنوت نازلہ کا اہتمام کیا جائے۔ یہ وہ کم سے کم کام ہے جو کوئی مسلمان کر سکتا ہے، اس میں کوتاہی اور کنجوسی انتہا درجے کی بے حسی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ غزہ کے مجاہدین اور مسلمانوں کی مدد و نصرت فرمائے، ان کے قدموں کو جما دے، ان کے حوصلے بلند کر دے، جبکہ دشمن کے حوصلے پست کر دے، اسے خوف میں مبتلا کر دے اور اسے بدترین شکست سے دوچار کرتے ہوئے نیست ونابود فرمادے۔ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں اور مجاہدین کو اس مسئلے میں متحد کر دے اور انہیں توفیق دے کہ سب یک جان یک آواز اور متحد ہو کر غزہ کے مسلمانوں کی مدد کے لیے اور اسرائیل اور اس کے حواریوں کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے اپنا ہر ممکن کردار ادا کریں۔ آمین!

☆☆☆☆☆



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلقاعِدہ برِّصغیر

جماعت قاعدة الجهاد برّ صغير

P R_117_AQS

تاریخ: 22 ربیع الاول 1445ھ بمطابق 7 اکتوبر 2023ء

خیبر خیبر یا یهود ... جیش محمد سوف یعود!

(اے یہودیو! جنگِ خیبر کا انجام یاد کرو...... کہ جیشِ محمدؐ پھر سے تمہارے خلاف صف آرا ہے!)

ارضِ اسریٰ و معراج فلسطین میں مجاہدینِ اسلام کی جانب سے شروع کردہ جہادی کارروائیوں 'طوفان الأقصیٰ' کی بابت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

نہایت خوشی، انبساط، فرحت اور شادمانی کے ساتھ ہمیں بھی باقی امتِ مسلمہ کی طرح، اہلِ ایمان کے دلوں کو ٹھنڈا کرتی یہ خبریں ملی ہیں کہ اللہ جل جلالہ کے فضل و احسان اور نصرتِ خاصہ کے ساتھ امتِ مسلمہ کے ایمان و عقیدے، ماضی، حال و مستقبل اور تاریخ و جغرافیہ میں قلب کی حیثیت رکھنے والی ارضِ قدس کے مجاہدینِ 'قسّام' نے مسلمان عوام کی نصرت و اعانت کے ساتھ غاصب اسرائیل اور اس میں بسنے والے حربی کافر یہودیوں کے خلاف کارروائیوں کا شاندار سلسلہ 'طوفان الأقصیٰ' کے نام سے شروع کیا ہے۔ فضا میں پیرا گلائڈنگ (paragliding)، بری اور بحری راستوں سے مجاہدینِ اسلام نے غاصب اسرائیل کے خلاف تعارضی حملے شروع کیے۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق ڈھائی سو (۲۵۰) سے زیادہ یہودی جہنم واصل ہو چکے ہیں، جبکہ گیارہ سو (۱۱۰۰) سے زائد زخمی ہیں، درجنوں یہودی جن میں ایک اسرائیلی فوجی جرنیل 'نمرود علونی' بھی شامل ہے [ابتدائی معلومات کے مطابق چھپن (۵۶) اسرائیلی فوجی] گرفتار کر لیے گئے ہیں، سیکڑوں کی تعداد میں ہتھیار و گولہ و بارود، پچاسیوں بکتر بند [(بشمول امریکی ہمویاں (Humvees)] و غیر بکتر بند فوجی گاڑیاں، بیسیوں توپ بردار امریکی ساختہ فوجی ٹینک مجاہدین کے ہاتھوں غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے ہیں۔ وللہ الحمد والمنۃ، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ! اللہ جل جلالہ کا ارشادِ پاک ہے:

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ○ (سورۃ التوبۃ: ۱۴)

"ان سے جنگ کرو اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دلوائے گا، انہیں رسوا کرے گا، ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا، اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزمین اسریٰ و معراج، ارضِ قبلۂ اول، ہزاروں انبیاء علیہم السلام کے وطن پر پچھلی کتنی ہی دہائیوں سے یہودی و صہیونی قابض ہیں۔ بے شک مجاہدینِ اسلام کی ان کارروائیوں نے اہلِ ایمان کے دلوں کو راحت و سکون بخشا، سینوں کو ٹھنڈا کیا اور اہلِ ایمان کی آنکھوں سے اللہ کی کبریائی و عظمت اور عنایت و نعمت کے سبب حمد و ثنا کے آنسو رواں ہو گئے۔ 'طوفان الأقصیٰ' نے ماضی میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگوں میں عرب ریاستوں کو ہونے والی شکست کے سبب ذلت و رسوائی کا داغ امت کے ماتھے سے مٹا دیا ہے۔ جامِ شہادت کے دیوانے، فدائینِ اسلام، ہزاروں مجاہدین اور ارضِ قدس کے مسلمان عوام نے غاصب اسرائیل کی آہنی باڑوں کو اللہ پر ایمان و توکل اور اپنے عزم و ہمت سے کاٹ ڈالا۔ قوتِ ایمان و جہاد سے لیس مجاہدین نے اللہ، اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یہودِ نامسعود پر (خصوصاً ان کے مرکز تل ابیب میں) تین ہزار سے زائد راکٹ برسائے، اللہ کی نصرتِ محض کے سبب امریکی تعاون سے چلنے والا اسرائیلی ایئر ڈیفنس سسٹم 'آئرن ڈوم (Iron Dome)' (آہنی گنبد) بری طرح سے ناکام رہا۔ آرٹیفیشل انٹیلی جنس کا دنیا کا جدید ترین سسٹم جو ہر قسم کے کمیونیکیشن کا پتہ لگانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دنیا کی شاطر ترین انٹیلی جنس ایجنسی 'موساد' مکمل طور پر اتنی بڑی کارروائی کا پتہ لگانے اور روکنے میں بری طرح ناکام رہے۔ مجاہدین اور ان کے

حامی و موئید مسلمان عوام نے غزہ کی پٹی کو پار کیا اور غزہ کے رقبے کا ڈیڑھ گنا سے زیادہ علاقہ جو غاصب اسرائیل کے زیرِ قبضہ تھا کو فتح کر لیا اور دمِ تحریر 'نام نہاد' اسرائیلی حدود کے اندر اسرائیل کے بائیس مقامات پر جنگ جاری ہے۔

طوفان الأقصیٰ کی کارروائیوں نے یہود کی بزدلی کو دنیا بھر کے سامنے آشکار کیا، جب دنیا کے جدید ترین اسلحے سے لیس یہودی فوجی اپنی فوجی چھاؤنیوں سے فرار ہو گئے اور ویڈیوز میں ہزاروں اسرائیلی جو نہتے مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے اور ان کے گھروں پر بد معاشی کے ساتھ قبضہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، سونے کے لباس اور ننگے پاؤں جان بچاتے بھاگتے نظر آئے۔ طوفان الأقصیٰ کی کارروائیاں ارضِ قدس کی بازیابی اور دنیا بھر میں اسرائیلی دماغ (Israeli lobbyists) سے نافذ امریکی ورلڈ آرڈر کے خلاف امتِ مسلمہ کے دیگر مجاہدین کی کارروائیوں میں سر پر رکھے تاج کی مانند ہیں۔

امتِ مسلمہ عموماً اور امت کے سبھی طبقات سے تعلق رکھنے والے مجاہد بیٹے خصوصاً شریعتِ مطہرہ کی روشنی، اخلاقی اور عقلی لحاظ سے کسی دو ریاستی حل یا ۱۹۶۷ء سے قبل کے 'فلسطین و اسرائیلی حدود' کو مسئلۂ فلسطین کا حل نہیں سمجھتے۔ بے شک فلپین تا سپین اور کاشغر تا وسطی افریقہ کا علاقہ خاص کر قبلۂ اول 'القدس الشریف' اہلِ اسلام کا علاقہ ہے اور اس میں کسی کافر کو جینے کا کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ جس کی اجازت شرعی قوانین کے تحت اسلام ہی نے دی ہے۔

مجاہدینِ اسلام کی یہ جہادی کارروائیاں، 'طوفان الأقصیٰ' دراصل ستر سال سے زائد جاری امریکی حمایت یافتہ اسرائیلی جارحیت کا، یہودیوں کو منہ توڑ جواب ہیں اور اس بات کا ایک واضح اعلان ہیں کہ یہ جنگ دفاعِ اسلام، اسلامی مقدسات اور عزت و شرف کے دفاع کی جنگ ہے اور اس جنگ کو شجاعت و بہادری سے لڑنے والی قوت کا نام بھی امتِ مسلمہ ہی ہے۔ یہ کارروائیاں ایک پیغام ہیں کہ امتِ مسلمہ کے لیے عالمِ کفر اور عالمِ کفر کے ہر نظام سے بازیابی و آزادی کا طریقہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ مسلمان تو اس بات کے مکلف ہیں کہ فضائے بدر پیدا کریں، پھر اللہ جل جلالہ اپنی نصرت سے قطار اندر قطار فرشتے اتاریں گے اور کم وسائل و محدود مادی قوت کے ساتھ اسرائیل جس کی پشت پر سارا عالمِ کفر امریکہ و یورپ کھڑا ہے، اس کو بھی ناکوں چنے چبوائے جا سکتے ہیں۔

اسرائیلی یہودیوں نے مجاہدینِ اسلام کے مقابلے میں میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کی اور دوسری طرف بزدلی و نامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غزہ کے نہتے و معصوم مسلمان شہریوں پر اندھا دھند بے دریغ فضائی بمباریوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، جس میں دو سو (۲۰۰) مسلمان شہید اور اٹھارہ سو (۱۸۰۰) سے زائد زخمی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسی جنگ کے دوران مجاہدینِ اسلام کے عدل و اخلاق ملاحظہ ہوں کہ انہوں نے ایک مفتوحہ علاقے میں ایک عام یہودی عورت اور اس کے بچوں کو پناہ دی، اس کو ستر ڈھانپنے کے لیے چادر دی اور کہا کہ 'انسانیت تو ہمارے ہی پاس ہے (کہ ہم مسلمان ہیں)'، اور جنگ میں معصومین کو کچھ نقصان عمداً نہ پہنچایا گیا۔ اللہ اکبر! یہ ہے اسلام اور اسلام کے پیروکاروں کا عدل و انصاف جو میدانِ جنگ میں بھی انہیں آداب و اخلاق سے محروم نہیں کرتا!

جہاں ایک طرف ان کارروائیوں پر ہمیں خوشی ہے تو دوسری طرف غزہ میں جاری بمباری پر ہمارے دل غم زدہ بھی ہیں۔ بے شک جنگ کے نتیجے میں اہلِ ایمان کا نقصان بھی ہوتا ہے لیکن ایسے ہی حالات پر اللہ جل جلالہ کا یہ فرمان موافق آتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَأْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَأْلَمُوْنَ كَمَا تَأْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا○(سورۃ النساء: ۱۰۴)

”اور تم ان لوگوں (یعنی کافر دشمن) کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ، اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی اسی طرح تکلیف پہنچی ہے جیسے تمہیں پہنچی ہے۔ اور تم اللہ سے اس بات کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔“

آخر میں ہم ان دماغوں کو مخاطب کرنا چاہیں گے جن سے ’سازشی نظریات (conspiracy theories)‘ پھوٹتے ہیں۔ کافروں اور ان کی ٹیکنالوجی اور ان کے منصوبوں سے مرعوب شکست خوردہ دماغوں کو اہلِ اسلام کا ہر ہر شجاعت و بہادری والا عمل سازش نظر آتا ہے، چاہے وہ مجاہدین کی نائن الیون کی جہادی کارروائیاں ہوں، افغانستان میں امریکہ کے مقابل عظیم الشان فتح ہو یا کتائب القسام کی طوفان الاقصیٰ کی جہادی ضربیں۔ ایسے شکست خوردہ دماغ یہ امر تسلیم ہی نہیں کر سکتے کہ اللہ پر توکل و بھروسہ کر کے جابر و مقتدر طواغیتِ زمانہ کو پچھاڑا جا سکتا ہے۔ ایسے دماغ ہر عزت و شرف پر مبنی جہادی کارروائیوں اور فتوحات کے بعد رونما ہونے والے واقعات کے سبب ان پہلے کے افعال کو بھی سازش گردانتے ہیں۔ بے شک ہر عمل کا ایک ردِّ عمل ہوتا ہے، ہم کفار پر آگے بڑھ کر وار کریں گے تو جواب وہ بھی دیں گے اور مادی قوت کی کثرت کے سبب امکاناً زیادہ شدید جواب آ سکتا ہے [مگر نتیجہ ہمیشہ اہلِ ایمان و تقویٰ ہی کے حق میں ہوتا ہے (وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ)]، لیکن ایسے دماغ اس جواب و ردِّ عمل پر تو نظر رکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ ان جہادی افعال سے پہلے امتِ مسلمہ کی حالت کیا تھی؟ کیا طوفان الاقصیٰ سے پہلے کبھی غزہ پر اسرائیل نے ’بلا اشتعال‘ بمباریاں کر کے ہزاروں مسلمانوں کو شہید نہیں کیا؟ کیا ایسی کارروائیوں سے پہلے مسجدِ اقصیٰ کی حرمت پامال نہیں کی جا رہی تھی؟ اگر ان باتوں کا جواب اثبات میں ہے تو ہم یہ سوچنے سے کیوں قاصر ہیں دشمنِ اسلام خاص کر امریکہ و یہودِ نامسعود کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے، فقط مظلومیت کی حالت میں نہ مرا جائے بلکہ دشمنوں پر ضرب لگا کر، اس کو نقصان سے دوچار کر کے، کمزور کر کے مرا جائے، خاص کر جب یہ اعمالِ جہاد اللہ جل جلالہ کے احکام پر عمل کا نتیجہ ہوں۔

دنیا بھر میں جاری جہادی کارروائیاں، خاص کر حالاً ارضِ قدس میں جاری جنگ مسلمانوں کی سرزمینوں سے یہود و اہلِ صلیب و صہیون کو بے دخل کرنے کا آغاز ہیں اور اس جہاد فی سبیل اللہ کا نتیجہ اہلِ کفر کی قوت و شوکت کا خاتمہ اور شریعتِ محمدی (علی صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) کا خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کی صورت میں قیام ہے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف جاری یہ جنگ ایک جنگ ہے اور اس جنگ میں اسلام و اہلِ اسلام کا دفاع کرتے مجاہدین کے سبھی لشکر ایک ہیں، ان کا مقصد ایک ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کے مقدسات اور زمینوں، مسلمانوں کی جانوں اور عزتوں کی حفاظت، بے شک وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ان سبھی مجاہدین کا پڑاؤ القدس کی سرزمین میں مسجدِ اقصیٰ ہو گا۔

اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ دنیا بھر میں مجاہدینِ اسلام کے نشانے درست بٹھائے، ان کی نصرت کرے، ان کے شہداء کی شہادتیں قبول کرے، زخمیوں کو شفایاب فرمائے، قیدیوں کو رہائی دلوائے۔ دنیا بھر میں ’خزاں‘ کے موسم میں جو جہادی ’بہار‘ کی ہوا چلی ہے اس کو انجامِ خیر عطا کرے۔ یہود اور ان کے حامی پٹھوؤں کی کمر توڑ دے، ان کا حوصلہ توڑ دے، ان کے بچوں کو یتیم کرے، ان کی عورتوں کو بیوہ کرے اور دنیا و آخرت میں یہود اور ان کے ساتھیوں کو ذلیل و رسوا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جنگ کے موقع پر فرمانِ مبارک ہے کہ:

« فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الجَنَّةَ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوفِ»

”جب تمہارا دشمن سے (میدانِ جنگ میں) آمنا سامنا ہو تو صبر و ثابت قدمی سے ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تو تلواروں کے سائے ہی میں ہے!“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

«اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ»

”اے قرآن کو نازل کرنے والے اللہ! اے بادلوں کو چلانے والے اللہ! دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے اللہ! ان دشمنوں کو شکست دے دے اور ہمیں ان پر فتح یاب فرما!“(متفق علیه)

یہود سے جنگِ خیبر سے قبل کے موقع پر رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ، اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا!(متفق علیه)

پس ہم امتِ مسلمہ کو یہود کے خلاف جنگ میں خوش خبری دیتے ہیں کہ ”اللہ اکبر! بے شک اللہ سب سے بڑا ہے اور آج یہود کا سب سے بڑا قلعہ خیبر ’اسرائیل‘ تباہ ہو گیا!“

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ على نبينا الأمين!

ادارہ السحاب، برِّصغیر
As-Sahab Media (The Subcontinent)

افغانستان سے تائید

شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم خالد حفظہ اللہ والی (گورنر) کابل کا کابل میں ’علماء شوریٰ‘ کے سامنے خطاب

مجاہدینِ فلسطین اور فلسطینی عوام سے کہنا چاہوں گا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۝

”یقین جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔“

اے مجاہدینِ فلسطین! آپ کا دشمن جڑ کٹا ہے۔ اسرائیل یہ ارادہ رکھتا ہے کہ دنیا کے نقشے سے فلسطین کو مٹا دے۔ لیکن ان شاء اللہ، عنقریب، اسرائیل دنیا کے نقشے سے محو ہو جائے گا۔ مجھے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ اس اسرائیل کا، اس مادہ پرستی کا خاتمہ فلسطین کے مجاہدینِ مستضعفین کے ہاتھوں ہو گا اور مسجدِ اقصیٰ اور بیت المقدس فتح ہو جائے گا۔

نہایت محترم مسلمانو!

فلسطین کا موضوع صرف مسلمانانِ فلسطین سے تعلق نہیں رکھتا۔ مسئلۂ فلسطین، امتِ مسلمہ کا مشترکہ موضوع ہے۔ یہ فتحِ اقصیٰ اور فتحِ بیت المقدس کا موضوع ہے۔ یہ پوری ملتِ اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ سب کی ذمہ داری ہے کہ فلسطین کے سربکف مجاہدین کی حمایت کریں!

مجھے یقین ہے کہ عنقریب مسجدِ اقصیٰ اور بیت المقدس، فلسطین کے مجاہدینِ مستضعفین کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گے!

امارتِ اسلامیہ افغانستان، مسلمانانِ فلسطین اور مجاہدینِ فلسطین کو یاد رکھے ہوئے ہے اور ان کی حمایت کرتی ہے!

شیخ الحدیث مولانا عبد السمیع غزنوی حفظہ اللہ کا بیان

مسئلۂ فلسطین کا تعلق صرف فلسطین کے لوگوں سے نہیں، بلکہ یہ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ارضِ مقدس، اسلام اور مومنوں کی سرزمین ہے۔ اس خطے میں نہ تو یہود کا کوئی حق ہے اور نہ ہی نصاریٰ کا۔

پس اے میرے بھائیو!

اس مسئلے کا حل آنسو بہانے اور رونے رلانے میں نہیں۔ جیسا کہ امیر غرناطہ عبد اللہ الصغیر کی والدہ امِ عبد اللہ الصغیر نے کہا تھا۔ جب غرناطہ سے نکلتے ہوئے عبد اللہ الصغیر نے ’قصر الحمراء‘ کی طرف دیکھا اور رو دیا۔ ایسے میں اس کی والدہ نے کہا کہ ’اے بیٹے جب تُو نے اس سرزمین پر مردوں کی طرح قتال نہیں کیا تو اب عورتوں کی طرح آنسو کیوں بہاتا ہے؟!‘۔

اے میرے بھائیو!

ان سبھی مشکلوں کا واحد حل، قتال فی سبیل اللہ، خون کا بہانا اور جہاد ہے نہ کہ آہ و بکا اور رونا رلانا اور نہ ہی ایسے مظاہرے اس کا حل ہیں جن کا کچھ نتیجہ نہیں۔

پس ہم پر لازمی ہے کہ ہم کھڑے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کریں۔

اس کے بعد میں مسلمان ممالک کے حکمرانوں سے کہنا چاہوں گا، جنہوں نے اسلامی ممالک کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ وہ حکمران جو مجاہدوں اور اسلام کے شیروں اور ان کے دشمن کے درمیان دیوار بنے کھڑے ہیں!

اے مسلمان ممالک کے حکمرانو!

اپنی اس روش کو ترک کر دو۔ تم نے اسلام کے شیروں کا راستہ روک رکھا ہے اور دشمن کے کتوں سے ڈرتے ہو۔

اے میرے مسلمان بھائیو!

میں آپ سے کہتا ہوں کہ ایک ہو جایئے۔ ایک صف کی مانند ہو جایئے جیسا کہ آپ خلفائے راشدین اور ان کے بعد کے خلفاء کے زمانے میں ایک صف ہوا کرتے تھے!

☆☆☆☆☆

طوفان الاقصیٰ آپریشن کی بابت پریس ریلیز

حركة المقاومة الإسلامية (حماس)

سات دہائیوں سے زیادہ عرصے سے دنیا اسرائیلی قبضے اور اس کی فسطائی حکومت کے فلسطینی عوام، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے خلاف ہولناک حملوں کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ دنیا دیکھ چکی ہے کہ کیسے اسرائیلی غاصبوں کی طرف سے فلسطینی سرزمین کو اپنی کالونی بنانے، فلسطینی علاقے کو یہودی علاقے میں تبدیل کرنے، آبادکاروں کی بستیاں قائم کرنے، مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقامات کی بے حرمتی کرنے، فلسطینیوں کو سفاکیت سے قتل کرنے، فلسطینی خواتین کی بے حرمتی کرنے اور اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی قیدیوں پر حملے کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ تمام جرائم بین الاقوامی خاموشی کے دوران رونما ہوئے، اور اسی وجہ سے غاصبوں نے اپنی دہشت گردی اور جارحیت کو مزید بڑھایا یہاں تک کہ اسرائیلی غاصبین کے جرائم حد سے زیادہ بڑھ گئے۔

اسرائیل کی برملا دراندازیوں میں درج ذیل شامل ہیں:

اولاً: اسرائیلی آبادکاروں کی طرف سے مسجد اقصیٰ کی مسلسل بے حرمتی اور فسطائی اسرائیلی حکومت کے وزراء کی شرکت کے ساتھ مقدس احاطے میں بار بار بزور قوت داخلہ۔ یہ دراندازیاں دیگر اقدامات کے ساتھ ہوئیں ہیں جیسے کہ فلسطینی عبادت گزاروں کے مقدس احاطے تک رسائی پر پابندی، بیت المقدس میں نئے حقائق مسلط کرنے کے لیے یہودی مقدس دنوں کا استحصال اور مسجد اقصیٰ کو جگہ اور وقت کے اعتبار سے تقسیم کرنے کی منصوبہ بندی۔

ثانیاً: اسرائیلی غاصبین نے فلسطینی اراضی کے منظم الحاق، مغربی کنارے میں آبادکاری کے منصوبوں اور نو آبادیاتی مقامات کی منظوری کے ذریعے سے اپنے استعماری آبادکاری کے منصوبوں کو جاری رکھا ہوا ہے، اس طرح سے عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو چیلنج کیا ہے جو بستیوں کی توسیع کو جرم قرار دیتی ہیں۔

ثالثاً: اسرائیلی جیلوں میں قید فلسطینی قیدیوں کے خلاف اسرائیل غاصبین کے جرائم میں اضافہ، جن پر اسرائیلی فورسز کی طرف سے، فسطائی اسرائیلی وزیر اتمار بن گویر کی طرف سے ان کے خلاف اکسائے جانے کے بعد، بار بار حملے ہوئے، انہیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں دبایا گیا۔ اسرائیلی غاصبین کے جابرانہ اقدامات نے قیدیوں کو ہولناک صورتحال، جبر، ظلم، تنہائی اور تشدد سے دوچار کیا۔

رابعاً: فلسطینی شہروں پر مسلسل جارحیت کے ذریعے مقبوضہ مغربی کنارے میں فلسطینی عوام کے خلاف اسرائیلی غاصبین کی وحشیانہ جنگ، روزانہ کی گرفتاریاں، نسل پرست پالیسیاں اور نسل کشی کے ساتھ ساتھ غزہ کی پٹی پر مسلط کیا گیا ۱۶ سال سے زیادہ عرصے سے جاری اسرائیلی محاصرہ اور اس کے غزہ کی بیس لاکھ عوام پر ہولناک اور تباہ کن نتائج۔

لہٰذا، ہم تصدیق کرتے ہیں کہ آپریشن طوفان الاقصیٰ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی قبضے کے جرائم کے ایک طویل ریکارڈ کے بعد اور فلسطینی عوام کے خلاف اسرائیلی غاصبین کی کھلی جنگ کے جواب کے طور پر شروع کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی قوانین اور معاہدوں کی رو سے، فلسطینی عوام کو مسلسل جاری اسرائیلی حملوں اور اسرائیلی غاصبین کے جرائم پر عالمی خاموشی کے دوران اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔

ہم عالمی برادری سے فلسطینی عوام کے تئیں اپنی انسانی اور سیاسی ذمہ داری کو نبھانے کے اپنے مطالبے کا بھی اعادہ کرتے ہیں۔ انہیں اس وقت تک فلسطینی عوام کی آزادی اور حقِ خود ارادیت کے لیے تحریکِ آزادی کی حمایت کرنی چاہیے جب تک اسرائیلی قبضے کا خاتمہ نہ ہو جائے اور ایک آزاد فلسطینی ریاست قائم نہ ہو جائے کہ جس کا دارالحکومت بیت المقدس ہو۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اور پھر ایک حجت تمام ہوئی

ایک طرف ظلم و زیادتی، مکر و فریب ہے تو دوسری طرف جذبۂ ایمانی اور ہمت و حوصلہ!

فلسطینی مجاہدین کا یہودیوں پر حملہ پوری امت کے لیے حجت ہے، ہمت ہے، حوصلہ ہے، ایمانی غیرت ہے، الحمدللہ!......امتِ مسلمہ کو اب ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہو گا۔ اب چاہے جو ہو، دین و ایمان کا سودا نہیں کیا جائے گا۔ برِّصغیر میں بسنے والے غیور مسلمانوں کو بھی اب سر پر کفن باندھ کر مشرکین و سرکش حکمرانوں کا خاتمہ کرنا ہو گا، جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں، جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی ہے۔ مسلمانوں کو اُسی زبان میں بات کرنی ہو گی جو زبان اللہ کے دشمن سمجھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

طوفان الاقصیٰ

طوفان الاقصیٰ کی تائید اور حمایت میں علمائے امت کا فتویٰ

[۷ اکتوبر کو جب معرکہ طوفان الاقصیٰ شروع ہوا تو اسی دن بہت سے علماء جمع ہوئے اور انھوں نے اس کی تائید میں اور مسلمانوں پر اس کی بابت عائد ہونے والے فرض کے حوالے سے فتویٰ مرتب کیا۔ پھر اس فتویٰ پر دیگر علماء اور تنظیموں کی تائیدات حاصل کی گئیں۔ یہ فتویٰ اس لیے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ اس مغلوبیت کے دور میں، جب علمائے کرام بھی جبر و اکراہ کی وجہ سے خاموش ہونے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ فتویٰ جرات و بہادری کی اعلیٰ مثال ہے اور اس میں صہیونیوں کے خلاف جہاد کا شرعی حکم اور تمام مسلمانوں پر اس کی فرضیت صاف صاف بیان کی گئی ہے۔ یہاں ذیل میں ہم اس فتویٰ کا اردو ترجمہ نشر کر رہے ہیں، تاکہ اردو دان مسلمان بھی اس فتویٰ کی روشنی میں خود پر عائد فرض جان سکیں۔ (ادارہ)]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ناصر المجاهدين، ومذل الصهاينة المعتدين، والصلاة والسلام الأتمان الأكملان على إمام المجاهدين وعلى صحابته الفاتحين وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد.

بیشک علمائے امت پر واجب ہے کہ جب عظیم نوازل، بڑے واقعات اور فیصلہ کن جنگیں پیش آئیں تو وہ حق بات کے بیان کے لیے حاضر ہوں، اور اللہ کی خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۳۹)

”وہ لوگ اللہ کے پیغامات آگے پہنچاتے ہیں، اور وہ اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور حساب لینے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔“

آج ’فلسطین‘ کی مبارک زمین اور ’غزہ‘ کا باعزت خطہ ’طوفان الاقصیٰ‘ کے معرکے کی صورت میں بہادری اور قربانی کی سب سے بڑی جنگ اور رسول اللہ ﷺ کی جائے اسراء کا دفاع کر رہے ہیں۔ اس عظیم واقعے اور فیصلہ کن معرکے کے سنگ بہ سنگ امتِ مسلمہ کے علماء شریعتِ اسلامیہ کا حکم بتانے کے لیے واضح اور صریح فتویٰ جاری کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ:

اول: معرکہ ’طوفان الاقصیٰ‘ میں مجاہدین فی سبیل اللہ جو کام انجام دے رہے ہیں، وہ اس زمانے میں تمام دینی اعمال میں سے عظیم ترین عمل ہے۔ وہ ظلم کو دفع کرنے اور اپنے دین، اپنے مقدسات اور اپنی عزت کے دفاع میں مقبول جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (سورۃ الانفال: ۵۷)

”پس اگر کبھی یہ لوگ جنگ میں تمہارے سامنے ہو جائیں تو ان کو ایسی سزا دو کہ ان کے پیچھے والے بھی دیکھ کر بھاگ جائیں، تاکہ وہ عبرت پکڑیں۔“

دوم: یہ معرکہ شروع ہوتے ہی، جس کا اعلان ان ماہرین نے کیا ہے جو جنگ کے میدان کے لوگ ہیں، اور جنہوں نے پوری امت کو اس معرکے میں شریک ہونے اور اس مرحلے کے بعد اگلے مرحلے میں صہیونی دشمن کے خلاف براہِ راست جہاد کھڑا کرنے کی اشد ضرورت بیان کی ہے، ہم علماء یہ واضح کرتے ہیں کہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اس نفیرِ عام کے جواب میں برائے جہاد نکل کھڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ التوبۃ: ۴۱)

”تم خواہ ہلکے ہو یا بوجھل (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہو، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ، فَانْفِرُوا.

”اور جب تم سے جہاد کے لیے نفیر کی جائے تو جہاد کے لیے نکل کھڑے ہو۔“

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی جان، مال، زبان اور اپنے موقف سے اس نفیر پر لبیک کہنے کے لیے دروازہ اور راستہ ڈھونڈے۔

اور اس شرعی واجب کی ادائیگی خطے، میدان اور افراد کے ہنر مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے۔ جو اس واجب کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو اس پر ڈر ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنے کے حکم میں داخل ٹھہرے، جو سات ’موبقات‘ (ہلاکت خیز اعمال) اور بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنۡ يُّوَلِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوۡ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدۡ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاۡوٰىهُ جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ○ (سورۃ الانفال:١٦)

”اور جو کوئی اس (جنگ کے) دن پیٹھ پھیرے گا، الا یہ کہ وہ جنگی چال کے لیے ایسا کرے یا اپنے لشکر کی طرف لوٹتا ہو، تو وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ

”سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں سے بچو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ’جنگ کے دن جنگ سے پیٹھ پھیرنا‘ ذکر کیا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

اور علماء یہ بات واضح کرتے ہیں، اس انداز میں نہ کوئی اشتباہ رہے اور نہ لفظوں کی ہیر پھیر، کہ مسلم ملکوں میں جہاں کہیں بھی صہیونی سپاہی یا شہری رہتا ہے تو وہ حلال الدم ہے...... فلسطین میں بھی اور اس کے علاوہ دوسرے مسلم ملکوں میں بھی۔ اور صہیونی دشمن کے ساتھ کیے گئے امن معاہدوں کی بنیاد پر مسلم ملکوں میں ان کے داخلے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ شریعت کی نظر میں یہ امان باطل ہے اور مسلم ملکوں سے کیے گئے معاہدوں کے تحت مسلم ملکوں میں داخل ہونے والے کا (مسلمانوں سے) کوئی عہد نہیں۔ اگر بالفرض ہم اس معاہدے کو صحیح تصور کر لیں، جیسا کہ بعض درباری علماء کا فتویٰ ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ صہیونی دشمن نے مبارک مسجدِ اقصیٰ کے خلاف جو ظلم کیا ہے، اور مسلمانوں کے معصوموں کو قتل، ان کی عورتوں کی عزتوں کو پامال اور ان کی زمین پر جو قبضہ کیا ہے، اس سے یہ امان اور عہد ٹوٹ چکا ہے۔ [1]

اور سب سے اہم ترین واجب ہر مسلمان پر یہ ہے کہ وہ اس فلسطینی مزاحمت کی مدد اللہ کے راستے میں اپنا مال دے کر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد بالمال کو جہاد بالنفس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَجٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ○ (سورۃ الحجرات:١٥)

”اہل ایمان تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنی مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔“

والله أعلم!

وصلى الله وبارك على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔

اس فتویٰ پر دستخط کرنے والے علمائے کرام:

١. الدكتور نواف تكروري، رئيس هيئة علماء فلسطين
٢. الدكتور عبدالله بن عبد المجيد الزنداني
٣. الأستاذ الدكتور صالح الرقب، رئيس جمعية أهل السنة والصحابة
٤. الإمام خليف إبراهيم سيك، السنغال
٥. الشيخ فاروق الظفيري، عضو الإتحاد العالمي لعلماء المسلمين، العراق
٦. الشيخ سامي الساعدي، أمين عام دار الافتاء الليبية
٧. محمد سعيد باه، السنغال
٨. الشيخ محمد أبو الخير شكري، امين عام رابطة علماء الشام
٩. سعيد بن ناصر الغامدي، الأمين العام لمنتدى العلماء
١٠. الأستاذ الدكتور فؤاد محمد بلمودن، عضو الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين، المغرب.
١١. الدكتور سلمان السعودي، أمين ملتقى دعاة فلسطين
١٢. الدكتور محمد خليل الرحمن ، الامين العام لجنة العلماء والمشايخ في بنغلاديش. ورئيس مجلس الفتوى بنغلاديش
١٣. الدكتور الشيخ إبراهيم الهيلالي، الاتحاد العالمي لعلماء المسلمين، المغرب.
١٤. الدكتور محماد رفيع، رئيس المركز العلمي للنظر المقاصدي، المغرب.
١٥. الشيخ اسماعيل محمد ، جامعة دارالعلوم بزاهدان ايران
١٦. الدكتور حسين عبدالعال، الأمين العام لهيئة أمة واحدة
١٧. سعيد اللافي، رابطة أئمة وخطباء ودعاة العراق
١٨. أحمد العمري، رئيس لجنة القدس في الإتحاد العالمي لعلماء المسلمين
١٩. الدكتورحسن سلمان، نائب رئيس مجلس الشورى لرابطة علماء إرتريا
٢٠. الأستاذ الدكتور أحمد يوسف أبو حلبية، رئيس لجنة القدس والأقصى بالمجلس التشريعي الفلسطيني

[1] اصلِ فتویٰ میں یہ پورا پیرا اگراف درج ہے، جیسا کہ دکتور نواف التکروری نے خود پڑھ کر یہ فتویٰ سنایا ہے۔ آپ کی یہ ویڈیو یوٹیوب پر موجود تھی، مگر بعد میں اسے پرائیویٹ کر دیا گیا۔ یہ فتویٰ اپنی اصلی حالت میں اب بھی انٹرنیٹ پر کئی جگہ موجود ہے۔ تاہم بعد میں شاید کسی دباؤ کی وجہ سے بعض تنظیموں کی طرف سے یہ عبارت تبدیل کر دی گئی اور درج ذیل عبارت داخل کی گئی: ”ہم تاکید کرتے ہیں کہ صہیونی دشمن کے ساتھ ہونے والے تطبیع (نارملائزیشن) کے عمل کی ہر شکل حرام ہے، اور غاصب دشمن کے ساتھ یہ تطبیع شرعاً باطل ہے اور اس پر کسی قسم کے بھی معاملات مرتب نہیں ہوتے“۔ یہ تفصیل اس لیے درج کر دی گئی کہ قارئین کے سامنے حقیقت واضح ہو۔ باقی دونوں عبارتوں کا ماحصل ایک ہی ہے، یعنی مسلم دنیا میں جہاں بھی صہیونی موجود ہوں تو ان کے لیے کوئی امان نہیں، وہ مباح الدم ہیں۔

٢١. الشيخ إسلام الغمري، الهيئة العالمية لأنصار النبي

٢٢. سعاد ياسين ، نائب رئيس اتحاد العلماء والمدارس الإسلامية في تركيا

٢٣. الدكتور محمود سعيد الشجراوي، نائب رئيس قسم القدس في هيئة علماء فلسطين

٢٤. الدكتور يحيى الطائي، عضو الامانة العامة و مساعد الامين العام لهيئة علماء المسلمين في العراق

اس فتویٰ پر دستخط کرنے والی اہلِ علم کی مختلف تنظیمیں:

١. هيئة علماء فلسطين
٢. جمعية المعالي للعلوم والتربية بالجزائر
٣. هيئة علماء المسلمين في العراق
٤. ملتقى علماء فلسطين
٥. ملتقى دعاة فلسطين
٦. جمعية النهضه اليمنيه
٧. جمعية أهل السنة والصحابة- غزة
٨. منتدى العلماء
٩. المنتدى الإسلامي الموريتاني
١٠. الهيئة العلمية لجماعة العدل والإحسان
١١. مركز دراسات الأقصى مدى في الجزائر.
١٢. ولقف الاخاء والتنمية التركي.
١٣. التجمع الإسلامي في السنغال.
١٤. رابطة علماء فلسطين
١٥. رابطة علماء و دعاة جنوب شرق آسيا
١٦. تجمع نحن فلسطين الإندونيسي
١٧. هيئة علماء المسلمين في لبنان
١٨. مؤسسة منبر الأقصى الدولية
١٩. هيئة أمة واحدة
٢٠. رابطة أئمة وخطباء ودعاة العراق
٢١. هيئة علماء اليمن
٢٢. وقف بيت الدعوة والدعاة لبنان
٢٣. مؤسسة القدس الدولية في فلسطين
٢٤. مركز تكوين العلماء بموريتانيا
٢٥. جمعية الاتحاد الإسلامي في لبنان
٢٦. اتحاد العلماء والمدارس الإسلامية في تركيا
٢٧. جماعة عباد الرحمان السنغال
٢٨. جمعية علماء خرسان، ایران

☆☆☆☆☆

بقیہ: طوفان الاقصیٰ اور مسلم ممالک

ایک مذہبی دانشور کہتے ہیں کہ مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال کا اثر پاکستان پر بھی پڑے گا۔ ایسا نہ ہو جہادی اس صورتحال سے فائدہ اٹھائیں، اس لیے بہتر ہے کہ مذہبی سیاسی جماعتوں کا اتحاد اسے کیش کرائے۔ جی ہاں! میں یہ لفّاظی نہیں کر رہا۔ فلسطین کے غم میں گھلے جانے والے ان دانشور صاحب نے ایسے ہی مشورہ دیا کہ اسے 'کیش کرایا جائے'۔ جیسے افغانستان پر حملے کے وقت کیش کرایا گیا۔ یہ کلمات ایک مذہبی دانشور کے منہ سے سن کر جیسے میری پاکستان سے امیدیں ٹوٹ ہی گئی ہوں کہ جب ہمارے خواص اس نہج پر ہیں تو ہم کس سے گلہ کریں؟ بجائے اس کے کہ ہم فلسطینیوں کی صحیح معنوں میں نصرت و مدد کے راستے تلاش کریں، ہم انہیں کیش کرانے کی فکر میں ہیں؟

دی انٹر سیپٹ کے واشنگٹن میں بیورو چیف ریان گرم کے مطابق پاکستان نے یوکرین کے لیے جس گولہ بارود کی سپلائی کا معاہدہ کیا ہے، یہ سب اب امریکہ اسرائیل بھیج رہا ہے تاکہ اسرائیل غزہ پر استعمال کر سکے۔ اگرچہ پاکستان یوکرین روس تنازع میں نیوٹرل رہنے کا دعویدار ہے لیکن اس سے متعلق دستاویزات منظر عام پر آچکی ہیں کہ پاکستان بڑی مقدار میں گولہ بارود امریکہ کو ایکسپورٹ کر رہا ہے جو یوکرین میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جب برمی فوج روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام کر رہی تھی، ان دنوں میں بھی پاکستانی فوج اسلحہ اور چین کے اشتراک سے تیار کیے گئے جہاز برما کو فروخت کرنے کی کوشش میں لگی رہی۔

اس پورے منظر نامے میں بھارت بھی کھل کر اسرائیل کی حمایت میں سامنے آیا ہے۔ بھارتی میڈیا پر بہت سے اینکر زیہی بیانیہ بیچتے نظر آئے کہ جس دہشت گردی کا سامنا اسرائیل کو ہے ویسی ہی دہشت گردی کے خطرے کا سامنا اسے انتہاپسند مسلمانوں سے ہے، چاہے وہ بھارت کے ہوں یا پاکستان کے۔ پچھلے کچھ عرصہ سے جس طرح سے پاکستان میں سابقہ کشمیری جہادی رہنماؤں کی ٹارگٹ کلنگ ہوئی ہے، ایسا لگتا ہے بھارت کسی بڑے ایڈونچر سے قبل ہوم ورک مکمل کر رہا ہے۔ ویسے بھی ہمارے آرمی چیف کی جانب سے بھارت سمیت دنیا کو پیغام تو دیا جا چکا ہے کہ ہمارے پاس تو ٹینکوں کے لیے ڈیزل ہی نہیں تو لڑیں گے کیسے؟

☆☆☆☆☆

طوفان الأقصى

وَيُذۡهِبۡ غَيۡظَ قُلُوبِهِمۡ

اور (اللہ) ان (مومنوں) کے دلوں سے **غصہ** دور کرے گا۔

(سورۃ التوبہ: ۱۵)







ایک تباہ شدہ ٹینک سے گرفتار ہونے والا اسرائیلی فوجی

فلسطینی مجاہدین کے حملے میں تباہ ہونے والا اسرائیلی ٹینک

طوفان الأقصى

ایک اسرائیلی فوجی کے جہنم واصل ہونے سے عین پہلے کا منظر



طوفان الأقصى

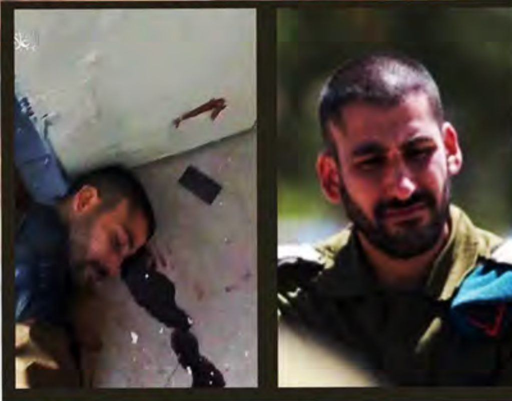








اسرائیلی فوجی جنرل نمرود علونی مجاہدین کی قید میں



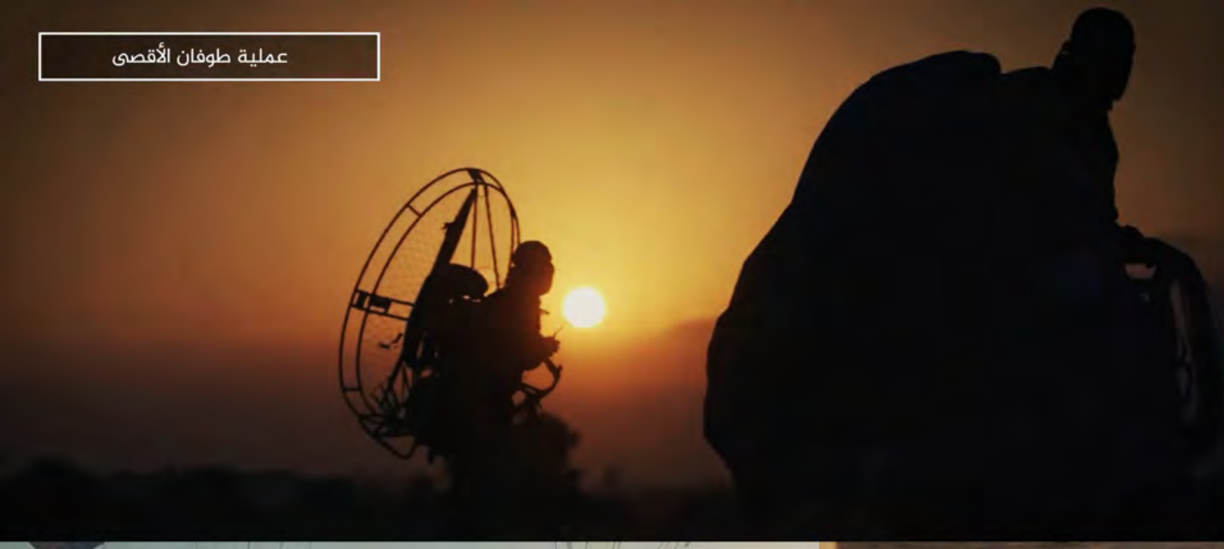








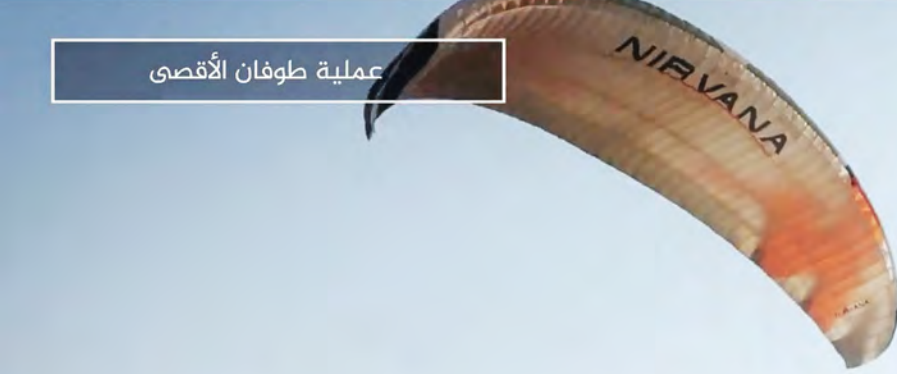














فلسطینی مجاہدین کا پیراگلائیڈنگ کرتے ہوئے اسرائیل پر حملہ

الإعلام العسكري

عملية طوفان الأقصى







اے علمائے امت! کہیں قافلہ چھوٹ نہ جائے

شیخ عاصم المغربی

امت مسلمہ پر اللہ کی رحمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر زمانے اور ہر جگہ ایسے اہل علم و فضل اور اہل شمشیر وسناں کو پیدا فرماتا ہے جو اس امت کی نظریاتی، علمی، عملی اور جغرافیائی سطح پر حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ میدان علم و فکر میں پیدا کی گئی تحریفات و تاویلاتِ باطلہ اور فکری کج روی کو اپنے علم سے ختم کرتے ہیں۔ رہی بات اہل شمشیر وسناں کی تو وہ اپنے پاکیزہ لہو سے چمنِ اسلام کی آبیاری کر کے اس امت کی حفاظت اور دفاع کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں۔ اقامت دینِ مبین کا یہ مبارک عمل انہی دو بنیادوں پر قائم ہے:

۱. مشعلِ علم و عرفان جو کہ کتاب وسنت ہے،

۲. جہاد و قتال فی سبیل اللہ۔

تاریخ اسلام میں جب اور جہاں ان دونوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہوا، ساتھ ہی ساتھ معاشرے میں علمی و فکری کجی پیدا ہوئی اور مسلمان بحیثیتِ امت اپنا مقصودِ اصلی بھلا بیٹھے اور راہ راست سے بھٹک گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے مختلف فرائض وواجبات خاص کر اپنی راہ میں جہاد کو مسلمانوں کے لیے اتحاد و استحکام کا ذریعہ بنایا ہے۔ خواہ یہ چاہے یا نہ چاہے اللہ نے شرعاً اس امت پر ایک امت بننا لازم کر دیا ہے اور تکوینی طور پر بھی یہی طے کر دیا ہے، اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ امت اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری، آپس میں اتحاد و اتفاق اور علمائے ربانی کی قیادت میں جہاد فی سبیل اللہ کا علم تھام کر اپنے دفاع کا فریضہ سر انجام دے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خیر اور بہترین امت کا خطاب ہی اس لیے دیا کہ اس کے فرائض منصبی میں یہ داخل ہے کہ نیکی کو پھیلائے اور برائی کی روک تھام کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم کام کو اپنے تمام دیگر امور پر ترجیح دے۔ یقیناً ہر سچے مسلمان کے لیے اس امت کی از سر نو بیداری، اس کے ایمان کی تازگی اور لوگوں کے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے کا نظارہ نہایت پر مسرت ہے۔

میرے مسلمان بھائیو!

ایسی جنگ و جہاد جس کی قیادت علمائے ربانی کے ہاتھ میں نہ ہو وہ بے ثمر و بے نتیجہ رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مسلمانوں پر جو خصوصی فضل فرمایا کہ انہیں شیخ عبد اللہ عزام اور شیخ عمر عبد الرحمن جیسی قد آور علمی شخصیات سے نوازا، جن کی پوری زندگیاں قافلۂ جہاد کو تیار کرنے، امت میں بیداری کی نئی روح پھونکنے، ہجرت و جہاد اور اس راہ میں آنے والے تمام مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے سہنے میں گزریں۔ یہاں تک کہ اپنی سب سے قیمتی متاعِ حیات بھی اس راہ میں قربان کر دی اور اپنے مبارک لہو کے آخری قطرے تک اپنی امت کو بیدار کرنے، متحد و متفق کرنے اور خالص اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے راہ جہاد میں مشغول رہے۔

جامعہ ازہر مصر کے فاضل اور استاد شیخ عبد اللہ عزام جب افغانستان میں ہجرت کی زندگی گزار رہے تھے، اس دوران انہوں نے ''الحقوا بالقافلة'' (قافلے سے جاملو) کے نام سے ایک فتویٰ شائع کیا، جس میں انہوں نے فلسطین، اندلس اور دیگر مقبوضہ علاقوں کی بازیابی کے لیے امت پر جہاد کے فرض عین ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ یہ فتویٰ دینے کی دیر تھی کہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب، غرض پوری دنیا سے امت مسلمہ نے اپنے جگر گوشے دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے سرزمین خراسان کو پیش کر دیے۔

آج بھی اس فتوے کی بازگشت گونج رہی ہے اور امت کے چنیدہ افراد اس پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ انبیاء کی دعوت کا اسلوب بھی یہی رہا ہے کہ سب سے پہلے ان کی دعوت قبول کرنے والے نوجوان اور غریب مسکین لوگ ہوتے ہیں، اس کے بعد آہستہ آہستہ قوم کے دیگر افراد اس دعوتِ حق کو قبول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک معتد بہ تعداد ان کے گرد جمع ہو جاتی ہے اور بالآخر حق غالب اور باطل مغلوب ہو جاتا ہے۔

آج الحمد للہ افغانستان، صومالیہ، مغرب، فلسطین، یمن، شام اور عراق وغیرہ میں قافلہ جہاد کی فتوحات کی برکت سے اہلِ علم و دعوت کی کئی جماعتیں اس (قافلہ عزیمت) سے آملی ہیں، جہاد کے فرضِ عین ہونے اور مسلمانوں کی نصرت کی بابت شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ کے موقف کی تائید کر رہے ہیں، یہاں تک کہ سرکاری علمی ادارے، دینی جامعات اور علماء کی تنظیمیں اپنے بیانات اور اعلامیوں میں جہادی ادبیات کی اُن اصطلاحات کو بروئے کار لا رہی ہیں، جن پر ایک زمانے میں انتہاپسندی، غلو اور دہشت گردی کے اتہامات لگائے جاتے تھے، اور یہ حق بیان کرنے والے گنے چنے لوگ تھے، لیکن الحمد للہ معرکہ طوفان الاقصیٰ کے بعد اب سینکڑوں علماء نے اپنے فتاویٰ، بیانات اور تقریروں میں انہی احکام کو دہرایا ہے۔ تیونس کے جامعۃ الزیتونہ، مراکش اور موریتانیا، پاکستان اور ہندوستان کے تمام سرکردہ علماء نے اسرائیل، امریکہ و دیگر ظالم و غاصب قوتوں کے خلاف جو امت مسلمہ کو دنیا کے مختلف خطوں

میں اپنے ظلم و ستم کا شکار بنائے ہوئے ہیں، جہاد کی فرضیت کے اعلان کو ہم قدر اور تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح جامعہ ازہر کے شیوخ کا یہ فتویٰ قابلِ قدر ہے جس میں انہوں نے مشرق و مغرب کے طواغیت کے خلاف برپا چالیس سالہ جہادی تحریک کی دعوت کا خلاصہ پیش کر دیا ہے:

”امت مسلمہ کو عالم کفر امریکہ اور دیگر مغربی ممالک سے اپنے تعلقات کے حوالے سے بنیادی نظر ثانی کرنی پڑے گی، اپنے دفاع اور ان سے مقابلے کے لیے ہمیں افغانستان اور صومالیہ کے مجاہدین کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔“

جامعہ ازہر نے اپنے حالیہ اعلامیوں میں کہا ہے کہ:

”ارض مقدس فلسطین پر قابض اسرائیلی شہری بحیثیت قابض یہاں رہ رہے ہیں۔ ان کی حیثیت عام کفار جیسی نہیں، تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسرائیلی ظلم و وحشت کے بالمقابل فلسطینی بھائیوں کے ساتھ مالی، جانی ہر طرح کا تعاون کریں۔ ان کے دست و بازو بنیں اور فلسطینی مسلمان جان لیں کہ اسرائیل اور تمام عالم کفر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، جن افکار و نظریات کی بنیاد پر وہ تم سے لڑ رہے ہیں، وہ مٹی کے گھروندے ثابت ہو چکے ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں، صومالیہ اور افغانستان میں مغرب نے جو ذلت اٹھائی ہے وہ کل ہی کی بات ہے۔

امت مسلمہ کے ہر فرد پر فرض ہے کہ وہ اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے فلسطینی مجاہدین کی پشت پناہی کریں اور اسرائیلی مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ اسرائیلی وہ ضمیر فروش اور بے حس قوم ہے جس نے انسانی اقدار، اخلاقیات اور تمام انبیاء کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔“

اب تمام مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ فلسطین اور دیگر خطوں میں بر سرِ پیکار مجاہدین سے جاملنا، ان کی مدد کرنا، پشت پناہی کرنا اللہ کی منشاء و مشیت ہے۔

اسی طرح مجاہدین کے فرائض منصبی میں سے ہے کہ وہ امت کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت جہاد دیں، نمازوں میں ان کے دعائیں کریں، اپنے اخلاق کو سنواریں، وہ اخلاق اپنائیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ پس جو بھی قافلہ دعوت و عزیمت سے ایک بالشت برابر قریب ہو گا ہم ایک ہاتھ برابر اس کے قریب ہوں گے، جو ہاتھ برابر قربت اختیار کرے گا ہم اس کے ساتھ دو ہاتھ برابر قریب ہوں گے۔ جو ہمارے پاس چلتے ہوئے آئے گا ہم دوڑتے ہوئے اسے قبول کریں گے۔

اللہ تعالیٰ خصوصی رحم فرمائے مجاہدین کے خادم اور عراقی مجاہدین کے وزیر جنگ شیخ ابو حمزہ المہاجر پر جنہوں نے کئی سال پہلے ہی علمائے امت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”اے ہمارے بزرگو! اے فاضلان علم و حکمت! یہ بات مجھ سے اچھی طرح سن لیں کہ مجاہدین یقیناً کامیاب ہوں گے۔ شاید عنقریب ہی ایسا ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ میں سے اکثر کی زندگی میں ایسا ہو گا، اس وقت بھی ہم آپ حضرات کو اپنے ساتھ لیں گے، آپ کو چھوڑیں گے نہیں کیونکہ آپ ہی وارثین انبیاء ہیں۔ امت کا فخر اور دین کی سربلندی کا سبب ہیں۔ ہم آپ سے اور آپ ہم سے ہیں، اگر آپ ہمیں چھوڑنا بھی چاہیں گے تب بھی ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ اگر آپ ہم سے دور ہونا چاہیں گے، ہم آپ کے کپڑوں سے چمٹ جائیں گے، کیونکہ آپ ہی نور ہدایت کا منبع ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ آپ میں سے کوئی فرد کسی شبہ یا نفسانی خواہش کی بنیاد پر راہ حق سے برگشتہ ہو جائے تب بھی اس کے حوالے سے ہم اپنی زبانیں بند رکھیں گے، اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں گے، جب تک کہ وہ اپنے قول و فعل سے دوسروں کو فتنے میں نہ ڈالے۔

قابل احترام علمائے کرام!

ہم نہ خوارج ہیں، نہ ہی اہلِ بدعت، ہم تو وہ ہیں جنہوں نے دیکھا کہ پیاری امت ذلت و بربادی کے سیلاب میں بہتی جارہی ہے، ہم نے آگے بڑھ کر اپنی ہڈیوں اور سروں سے اس سیلابِ ظلم و طغیان کے آگے بندھ باندھا تاکہ امت کا دین، دنیا اور عزت و آبرو محفوظ رہے۔

پھر ہم اسلام کے ثمر آور درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے لہو سے اسی کی آبیاری کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پھلا پھولا، اس کا تنا مضبوط اور شاخیں پھیل گئیں، اس کے بعد وہ پھل دینے کے قابل ہو گیا اور زمین میں اس کی جڑیں مستحکم ہو گئیں۔ تب ہم نے آپ سے کہا: آئیں، اس کے پھل توڑیں اور خوب اطمینان سے کھائیں اور اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کریں، مبادا آس پاس اڑنے والے مردار خور پرندے اس کا پھل اچک نہ لیں۔

(باقی صفحہ نمبر 29 پر)

بیداریٔ امت اور جہادِ اُمت کا فیصلہ کُن موڑ

استاد اسامہ محمود

بسم الله الرحمن الرحيم والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على إمام المجاهدين نبينا وحبيبنا وصفي ربنا محمد وآله وصحبه أجمعين ومن تبعه بإحسان إلى يوم الدين.

قال الله تعالى بعد أعوذ بالله من الشيطن الرجيم: ﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ○وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ○وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ○قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ ○النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ○إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ○وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ○وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ○ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ...إلى الآخر﴾ (سورة البروج)

وقال جل وعلى: ﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ○وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○﴾ (سورة التوبة: ۱۳-۱۵)

أما بعد!

برصغیر اور پوری دنیا میں بستے میرے اہلِ ایمان بھائیو اور بہنو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، اللہ کا فضل و احسان ہے، اس کا انتہائی کرم ہے کہ مسجد اقصیٰ کی بازیابی کا جہاد، جو بالاصل پوری امت کو اس کی عزت لوٹانے اور اس کو آزادی دلانے کا جہاد ہے، آج ایک انتہائی اہم مرحلے میں داخل ہوا چاہتا ہے اور دنیا میں نمودار ہونے والے واقعات وحالات سب بتا رہے ہیں کہ امت مسلمہ کی تاریخ میں یہ مرحلہ اس کے لیے ایک بالکل نئے دور کا آغاز ان شاء اللہ ثابت ہو گا۔ اس مرحلے کی حالیہ نشانی، قلب وروح کو فرحت و سرور دینے والا عظیم واقعہ 'طوفانِ اقصیٰ' ہے۔ وہ مبارک اور بے مثال طوفان کہ جو 'غزہ' کے مجاہدینِ عظام اور پیکرِ صبر وثبات عوام کے، ذلت کی زندگی پر عزت اور دنیا کی عارضی متاع پر آخرت کی دائمی نعمتوں کو ترجیح دینے کے باعث ممکن ہوا، بلاشبہ اس نے امت سے ذلت و رسوائی کے وہ داغ دھو ڈالے جو خائنینِ امت کی قبیح خیانتوں اور غداریوں کے باعث امت کے اجلے دامن پر لگے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کو دیکھ کر ہر صاحبِ ایمان کو دل کے اندر تک اسلام و اہلِ اسلام کی عزت وعظمت کا ایک نیا احساس ہوا اور الحمد للہ نظر آ رہا ہے کہ طوفانِ اقصیٰ اور اس کے بعد کے واقعات کے باعث آج پوری امت میں جہاد اور استشہاد کے جذبے نے زور پکڑ لیا ہے۔ بچے، بوڑھے اور جوان، بلکہ خواتین تک بھی، سب میدانِ جہاد میں اترنے کے راستے ڈھونڈ رہے ہیں اور فرطِ تشکر سے ہماری آنکھیں بھیگی ہیں کہ ہر طرف اقصیٰ کی خاطر جینے اور اہلِ اقصیٰ ہی کی خاطر مرنے اور شہید ہونے کی قسمیں اٹھائی جا رہی ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ یہ جذبات کبھی ٹھنڈے نہ ہوں، یہ عظیم مقاصد وعزائم کبھی پست نہ ہوں، یہ موقع اور یہ جنگ ہم سب کی زندگیوں میں ایک ایسی بامعنی تبدیلی کا ذریعہ بن جائے کہ جس کا محور، مرکز اور بنیاد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی محبت و بندگی ہو، ہماری زندگیوں میں وہ تبدیلی وانقلاب یہ لائے کہ جس کا راستہ جہاد فی سبیل اللہ اور جس کی منزل اقصیٰ پہنچ کر فتح یاب ہونا یا دوسری صورت میں جہادِ اقصیٰ میں ہی قربان ہو کر جامِ شہادت پینا ہو...... اللہ ہی سے دعا ہے اور وہ ذات ہی دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والی ہے کہ اللہ! امتِ مسلمہ کے سب مجاہدین / اہلِ ایمان کو یہ توفیق دے کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ مجاہدینِ قدس کے ہم رکاب بن جائیں، سسکتی ماؤں، بہنوں اور ارضِ قدس میں قتل ہوتے ہمارے معصوم بچوں کے انتقام کی خاطر وہ صہیونی صلیبی اس منحوس اور ابلیسی اتحاد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ان ظالموں پر عذابِ الٰہی کا کوڑا بن کر برسیں اور یوں امتِ مسلمہ شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک اُن عظیم جہادی لشکروں کا منظر پیش کرے کہ جن کے دیکھنے کے لیے تاریخ کو ایک صدی سے زائد عرصے کا انتظار کرنا پڑا[1]، وہ عظیم لشکر یہاں بن جائیں کہ جن کے اٹھنے اور آگے بڑھنے کے لیے دنیا بھر کے مظلومین چشم بہ راہ، یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ! ہمیں اس زمین سے نکال کہ یہاں کے باسی بہت ظالم ہیں اور یا اللہ! اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار اور نصرت کرنے والا بھیج......!

پس آج اگر ان مظلومین کی پکار پر لبیک کہا گیا، جو فرض ہم پر عائد ہے اس کے ادا کرنے میں اگر لیت ولعل سے کام نہیں لیا گیا، مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کے لیے ناگزیر اور مطلوب ایک جہادی تحریک اگر اٹھ کھڑی ہوئی، نوجوانانِ امت خراسان و برصغیر سے جزیرۂ عرب، ارضِ شام و افریقہ تک اس جہادی لشکر میں اگر شامل ہوئے اور لشکرِ ابلیس پر ضربیں لگانے کے لیے پورے عالم کو میدانِ جہاد اگر بنا لیا گیا...... اور اللہ کے اذن سے یہی کچھ اب ہو گا، اس لیے کہ اس کے علاوہ اقصیٰ کی آزادی کا کوئی اور راستہ نہیں۔ تو پھر فتح و نصرت ان شاء اللہ زیادہ دور نہیں، اللہ

---

[1] ۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کا جب سقوط ہوا تو امتِ مرحومہ غلامی در غلامی کی ایسی لپیٹ میں آ گئی کہ پھر امت میں کلمۃ اللہ سربلند نہیں رہا، امتِ اسلام کی ذلت وغلامی جبکہ امتِ کفر کے عروج وتسلط کی یہ چادر ابھی سو سال نہیں پورا کر سکی ہے کہ امتِ مسلمہ کے جہاد وثبات کے باعث الحمد للہ پھٹتی نظر آ رہی ہے، اور حالیہ مرحلہ یہ واضح کر رہا ہے کہ محمد ﷺ کی امت بفضل اللہ اپنا وہ فرض پہچان چکی ہے جس کو جب یہ ادا کرے گی تو دنیا کا نقشہ تبدیل ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

کے اذن سے پھر یہی وہ لشکر ہوں گے جن کے بالآخر کامیاب ہو جانے کی بشارت نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال پہلے دے چکے ہیں اور جو ایک فتح کے بعد دوسری اور ایک پڑاؤ کے بعد دوسرے پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کریں گے، پرچمِ جہاد ایک ہاتھ کے کٹنے کے بعد دوسرا تھامے گا، شہادتیں اس سفر میں رکاوٹ نہیں بنیں گی، بلکہ اس کا خون امت کی عزت و عظمت کے اس سفر میں ایندھن بن کر عزیمتوں اور عظمتوں کے اس قافلے کو آگے سے آگے دھکیلے گا اور بالآخر وہ وقت پہنچ ہی جائے گا جب اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا عدل و انصاف قائم ہو جائے گا اور ظلم و کفر پر کھڑے دجالی نظام کے لیے دنیا بھر میں کہیں کوئی جائے پناہ نہیں مل پائے گی۔

محترم اہلِ ایمان بھائیو اور بہنو!

حالیہ واقعات کا انتہائی دردناک سانحہ اور وہ اہم پہلو جو مسلمانانِ عالم کے سامنے دوست و دشمن کی تمیز کراتا ہے، خونخوار بھیڑیوں پر سے ان کی بھیڑوں والی کھال اتار پھینکتا ہے، اور اہلِ ایمان کے جذبۂ جہاد و انتقام کو گرماتا اور انہیں انسانیت کے دشمنوں کے خلاف ٹکرانے کے لیے تیار کرتا ہے، وہ سانحہ عزت و عظمت کی علامت 'غزہ' میں، وہ 'قیامتِ صغریٰ' ہے جو ہمارے بچوں، ماؤں بہنوں اور بھائیوں پر خوفناک بمباریوں کی صورت میں مسلسل ٹوٹ رہی ہے اور جس کا ایک ایک منظر، ایک ایک لمحہ اور وہاں سے اٹھتی ایک ایک پکار...... ہر صاحبِ دل کے دل کو بہت اندر تک زخمی کر رہی ہے۔ ملاحظہ کیجیے، کہ یہ جنگ اور جس انداز سے یہ لڑی جا رہی ہے، اہم اس لیے بھی ہے کہ اس کا پیغام آج پہلے سے زیادہ واضح، زیادہ مضبوط اور زیادہ دوٹوک ہے، مسلمان تو مسلمان، کافر بھی اگر تعصب کی عینکیں اتار پھینکے گا تو بڑی آسانی سے اُسے ظالم و مظلوم اور اہلِ اسلام کے دوست و دشمن واضح نظر آئیں گے اور یوں آج پوری کی پوری دنیا پر واضح ہو رہا ہے کہ کیا عدل ہے اور کیا ظلم ہے؟ کیا انسانوں کے حقوق ہیں اور کیا حقوقِ انسان کے نام پر انسانوں ہی کے حقوق کی تباہی ہے؟...... کون ظلم اور ظالم کے ساتھ کھڑا اس کا براہ راست اور بالواسطہ دفاع کر رہا ہے اور کون حق اور انصاف کا علمبردار بن کر ظلم و عدوان کے مقابل تنہا اپنی جان و اولاد کی قربانی دے رہا ہے؟

میرے عزیز مسلمان اور بالخصوص جذبۂ ایمان سے سرشار نوجوان بھائیو!

جب مطلع اس قدر صاف ہو گیا ہے، انسان اور انسانوں، بلکہ مسیحاؤں کے بھیس میں چھپے خونخوار بھیڑیوں میں تمیز آسان ہو گئی ہے اور رحمان و شیطان کے بندے بھی پہلے سے جب زیادہ آج واضح ہیں تو پھر جس شخص کے دل میں بھی خوفِ خدا ہو، جو مومن بھی یہ یقین رکھتا ہو کہ اس نے اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور جو مسلمان بھی یہ حقیقت جانتا ہو کہ جس صورتِ حال سے آج امتِ مظلومہ گزر رہی ہے، اس میں جہاد بمعنی قتال ہر عاقل، بالغ اور صحت مند مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے، ایسا فرض کہ ایمان کے بعد اہم ترین فرض پھر یہی جہاد ہوا کرتا ہے، تو اس کے سامنے یہ بھی پھر واضح ہو جائے گا کہ عالمِ اسلام کے قلب سے اٹھتی یہ پکار، یہ دردناک منظر اور غزہ سے آتی یہ بھیانک خبریں، در حقیقت اسی کے ہی ایمان و اسلام کی آزمائش لے رہی ہیں، امتحان میرا ہے کہ میں آنکھوں پر نفس کے پُر فریب پردے پڑے رہنے دیتا ہوں، دنیا کی پرستش کرتا ہوں، اس کی محبت اور اس کے ھَم و غم کا قیدی بن کر اس حقیر و عارضی دنیا کو ہی اپنا مقصدِ حیات بنا رکھتا ہوں، یا اسے اس سے اعلیٰ تر، بلکہ اعلیٰ ترین مقصد پر قربان کر کے اللہ کے ساتھ اس کی دائمی جنتوں کا سودا کرتا ہوں۔ یہ امتحان ہے اور یہ امتحان و اختبار اللہ رب العزت نے ہر بندۂ مومن کا لینا ہے، یہ اللہ کی سنت ہے، جنت کا راستہ آزمائش کے اس پلِ صراط سے گزرے بغیر نہیں بنا ہے، اسی سے گزریں گے اور اس میں نیچے اور پستی کی طرف گرنے کی جگہ اوپر عظمتوں کا انتخاب ہو گا تو کامیابی ملے گی۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ﴾[1]

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ﴾[2]

اور اللہ فرماتا ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾[3]

جب ایسا ہے تو پھر اس حقیقت کے سمجھنے اور تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے کہ یہ حالات و واقعات، یہ ظالم و مظلوم کی کشمکش، یہ معرکۂ خیر و شر اور اس میں ظالم کا تکبر، اس کا ظلم، اس ظلم میں اس کی بے شرمی و بے حیائی، بلکہ اس کی درندگی و شیطانیت، جبکہ دوسری

---

[1] "کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے (اے مسلمانو!) کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو دیکھا (پرکھا اور ظاہر کیا) ہی نہیں، جنہوں نے اس کی راہ میں جہاد کیا، اور جو (راہِ حق میں ثابت قدم رہنے والے اور) صابر ہیں۔" (سورۃ آل عمران: ۱۴۲)

[2] "اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم ظاہر کر دیں انہیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے ہیں اور ہم پوری تحقیق کر لیں تمہارے حالات کی۔" (سورۃ محمد: ۳۱)

[3] "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں، اور انہیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھ بول اٹھے کہ 'اللہ کی مدد کب آئے گی؟' یاد رکھو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔" (سورۃ البقرہ: ۲۱۴)

طرف مظلوموں کی بے بسی و مجبوری اور ان کی آہ وبکا، ان کی مدد و نصرت کی یہ مسلسل پکاریں، یہ سب بے معنیٰ نہیں، یہ میری ہی کامیابی یا ناکامی اور میرے ہی ثواب یا عقاب کے پرچے ہیں، یہ امتحان ہیں اور اس سب کے ذریعہ میری ہی جنت یا میرے ہی (اللہ کی لاکھ لاکھ پناہ!) کسی دوسرے انجام کا فیصلہ ہونا ہے۔ پھر موبائل اور ٹی وی کے اسکرینوں پر ملتی یہ خبریں، محض خبریں نہیں سمجھی جائیں گی، یہ پیغامات اور اوامر محسوس ہوں گے، یہ سارے پھر یہ احساس پیدا کریں گے کہ یہ سب مجھے ہی مخاطب ہیں، یہ میری ہی بیداری، میرے ہی اٹھانے اور مجھے ہی کھڑا کرنے کے لیے میرے دل و ذہن پر برستے ہتھوڑے ہیں، اور یہ مجھ سے ہی مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں دنیا اور اس کی محبت کا بھاری کمبل دور پھینک دوں اور اس کی جگہ اللہ کی رضا، اللہ کی عبادت اور اللہ کی خاطر تن من دھن قربان کرنا اپنا مقصدِ حیات بنالوں اور یہ مجھے ہی تیار کرنا چاہتے ہیں کہ میں عزمِ مصمم کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں، حق اور اہلِ حق کا ساتھ دوں، لشکرِ دجال ر حزب الشیطان کے روبرو، اللہ کے حزب، اللہ کے لشکر کا سپاہی بن جاؤں اور یوں دنیا و آخرت دونوں میں اپنا آپ اُن خوش نصیبوں میں لکھواؤں جن کا مقدر عزت و رفعت اور فوز و فلاح ہے، ذلت و رسوائی اور ناکامی و بربادی جن کا انجام نہیں۔

یہ امت بانجھ نہیں، یہ رسولِ مصطفیٰ ﷺ کی امت ہے، اس میں آج بھی ایسے جوان پیدا ہوتے ہیں جن کے سینوں میں ایمان والے دل دھڑکتے ہیں، ان کی آنکھوں کی بصارت دنیا کی رنگینیوں نے ابھی میلی نہیں کی ہے، یہ اصل و نقل اور عارضی و دائمی نعمتوں میں فرق کرتے ہیں، حق و باطل میں تمیز آج مشکل نہیں، اس لیے اللہ سے امید ہے کہ آج ان حالات میں، امت کے ایسے باشعور نوجوان اسی انداز سے سوچیں گے، اسی انداز میں اپنا محاسبہ کریں گے، اسی رُخ پر اٹھنے کے لیے راستہ ڈھونڈیں گے اور ایسا جب ہو گا تو امید واثق ہے کہ تاریخ اسلامی کا یہ موڑ اب پوری امت کی بیداری کا موڑ بنے گا اور یہ مرحلہ امتِ مسلمہ کے محافظ اور جانثار مجاہدین کے لیے پھر صحیح سمت بڑھنے اور ایک بامعنیٰ و بامقصد جہاد کرنے کا ایک فیصلہ کن موڑ ان شاء اللہ ثابت ہو گا۔

میرے اہلِ ایمان بھائیو اور بہنو!

فرد اور ملت دونوں کی زندگی میں مقصد اور ارادے کی اہمیت مسلّم ہے، مقصد پست اور گرا ہوا اگر ہو تو انجام ناکامی اور ذلت و رسوائی ہوا کرتا ہے۔ اور اگر مقصد اعلیٰ اور انتہائی اچھا ہو، مگر اس کے ساتھ سعی و جد وجہد اور قربانی و فدائیت نہ ہو، تو یہ مقصد بھی کسی کام کا نہیں ہوتا، بلکہ یہ بھی بے مقصدیت ہی کی دوسری صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب ایک صحابی حاضر ہو کر ایمان لانا چاہتے ہیں اور یہ شرط رکھتے ہیں کہ سارے اعمال کروں گا، مگر جہاد سے مجھے معاف سمجھیے، صدقہ نہیں دوں گا، یعنی قربانی و ایثار نہیں کروں گا...... تو آپ ﷺ بیعت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، اور انہیں کہتے ہیں، ”فَلَا جِهَادَ وَلَا صَدَقَةَ، فَبِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِذًا؟“ جہاد نہیں کروگے، صدقہ نہیں دوگے تو جنت کیسے جاؤگے؟......[1] یہی سبق اور یہی پیغام آج کے حالات میں ہمیں اور ہمارے نوجوانوں کو مخاطب ہے۔ یقین جانیے، مسلمانانِ فلسطین کا موضوع، طوفانِ اقصیٰ اور غزہ کے مسلمانوں کی یہ گرم خبریں سب محض 'جنرل نالج' میں اضافہ ہوں گی اور یہ اپنی محفلوں و مجالس میں گپ گرم کرنے کی بس باتیں ہی رہیں گی، ان سے دنیا و آخرت میں نہ ہمیں کوئی فائدہ ہو گا اور نہ ہی امتِ مظلومہ کے کسی کام آئیں گی، بلکہ اگر ہم نے ساتھ ہی یہ ارادہ اور عزم نہیں کیا کہ میں نے جہاد و استشہاد کا راستہ اپنانا ہے اور اپنی جان و مال، اہل و اولاد اور اپنے ہاتھ میں موجود سب کچھ اللہ کی رضا میں قربان کروں گا تو انہیں باتوں سے الٹا نقصان ہو گا، یاد رکھیے، یہ بحث و گفتگو کہ، دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ مسلمانوں کا دشمن کون ہے؟ اسرائیل کا وجود اور اس کی جان کس طوطے میں ہے؟ کس کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اس میں کس پر ترکیز رکھنا ہے، کس دشمن کے ساتھ دوسرے نمبر پر دیکھا جائے گا اور کس کا ضرر چونکہ زیادہ ہے، اس لیے اس کو دشمنی کی فہرست میں پہلے نمبر پر رکھنا ضروری ہے، یہ ساری باتیں اہم ہیں اور ضروری ہے کہ ان موضوعات پر خوب تحریر و تقریر ہوں، مگر یہ ساری باتیں ہمارے حق میں فضول اور عبث ہوں گی، یہ بیکار اور الٹا بوجھ اور نقصان کا باعث ہوں گی اگر ہم نے فرداً فرداً عمل و سعی کرنے، جہاد کرنے اور قربانی دینے کا عزم و ارادہ نہیں کیا۔ یہ ارادہ اور یہ عزم اگر صدقِ دل سے نہ ہو، اگر بزدلی و کنجوسی، اور دنیا کی محبت کا زنگ ہمارے قلوب و اذہان کو آلودہ کیے ہوئے ہو، تو پھر ہماری معلومات میں جتنا بھی اضافہ ہو گا، ارسطو اور سقراط کے فلسفے اور 'علوم' کا بوجھ جتنا بھی ہم سروں پر اٹھائے پھریں گے، ہم اپنی امت کی ذلت و رسوائی کم کرنے اور اس سے ظلم ہٹانے کا سبب نہیں بنیں گے، بلکہ ہمارا علم، ہماری تعداد، ہمارا ہتھیار اور ہماری ٹیکنالوجی سب کے سب امتِ مرحومہ کی غلامی اور رسوائی کا باعث بنیں گے اور یوں یہ نعمتیں ہمارے حق میں الٹا اللہ کے ہاں زحمتوں کا باعث ثابت ہوں گی۔ یہ بحیثیت امت ہمارا وہن ہی ہے جو آج غزہ میں ہماری ماؤں بہنوں پر فاسفورس بن کر برس رہا ہے، یہ وہن نہ ہوتا، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت اگر نہ ہوتی،[2] تو اللہ کی

[1] قَالَ ابْن الْخَصَاصِيَّةِ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَايِعَهُ، قَالَ: فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنْ أُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَأَنْ أُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ، وَأَنْ أَحُجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ، وَأَنْ أَصُومَ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَأَنْ أُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَّا اثْنَتَانِ، فَوَاللهِ مَا أُطِيقُهُمَا: الْجِهَادُ وَالصَّدَقَةُ، فَإِنَّهُمْ زَعَمُوا أَنَّهُ مَنْ وَلَّى الدُّبُرَ، فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ، فَأَخَافُ إِنْ حَضَرْتُ تِلْكَ جَشِعَتْ نَفْسِي، وَكَرِهَتِ الْمَوْتَ، وَالصَّدَقَةُ فَوَاللهِ مَا لِي إِلَّا غُنَيْمَةٌ وَعَشْرُ ذَوْدٍ، هُنَّ رَسَلُ أَهْلِي وَحَمُولَتُهُمْ. قَالَ: فَقَبَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، ثُمَّ حَرَّكَ يَدَهُ، ثُمَّ قَالَ: " فَلَا جِهَادَ وَلَا صَدَقَةَ، فَبِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِذًا؟ " قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا أُبَايِعُكَ. قَالَ: فَبَايَعْتُهُ عَلَيْهِنَّ كُلِّهِنَّ (مسند الإمام أحمد بن حنبل)

[2] ”عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا»، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ

قسم، آج تاریخِ انسانی کی بزدل ترین اور غلیظ ترین قوم، بندروں و خنزیر کی اولاد اس قدر شیر نہ ہوتی کہ وہ ہماری مجاہدماؤں بہنوں اور شیروں سے بھی زیادہ بہادر مجاہدین کا محاصرہ کرتی، صرف چند دنوں کے اندر دس ہزار سے زیادہ بم ان پر برساتی، ان کے گھر، مدارس اور ہسپتال ملبے میں تبدیل کرتی اور ان پر غذا، دوا اور بجلی و پانی جیسی زندگی کی ضروریات بند کرتی۔

پس ضروری ہے، کہ اہالیانِ غزہ نے ہمیں جو سبق دیا، زندگی و موت کی جو تعریف ہمیں کرائی اور عزت و عظمت کی جو راہ ہمیں دکھلائی، وہ ہم دل و جان سے قبول کر لیں، اس پر قدم رکھیں اور یوں امتِ مسلمہ کی تاریخ کا یہ نازک ترین مرحلہ سمجھ جائیں، جس میں اب دو خیموں میں سے کسی ایک کا ساتھ دینا ہے اور جس میں امتِ جہاد نے اب دشمن کے بلوں، مورچوں اور ایوانوں کی طرف پیش قدمی کرنی ہے اور امت پر ڈھائے گئے ایک ایک ظلم کا ان سے حساب لینا ہے۔ ہم نے اس موقع کو ضائع نہیں کیا تو ہم قیمتی بنیں گے، ہماری زندگی اور ہماری صلاحیتیں قیمتی بنیں گی اور امت کی زندگی کے اس قیمتی مرحلے میں ہم اپنی قسمت و تقدیر خود اپنے ہی ہاتھوں کھوٹی کر کے اپنے آپ کو تباہ نہیں کریں گے۔

یہ چند باتیں تھیں، دل کا درد تھا، جو اس تحریر میں آپ کے سامنے میں نے رکھ دیا، کہ اصل سوال خود ہمارا ارادہ کرنے، اٹھنے، آگے بڑھنے اور جہاد و استشہاد کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے کا ہے، فرد و امت کی حرکت اور اس کی قسمت کی اچھائی برائی میں یہی اہم ترین سوال ہوا کرتا ہے اور یہی کامیابی کی اصل بنیاد و زینہ بن جاتا ہے۔ باقی طوفانِ اقصیٰ اور اس کے بعد غزہ پر مسلط یہ جنگ کیا کیا پیغامات اپنے اندر سموئی ہوئی ہے اور امتِ جہاد کے سامنے یہ واقعہ جہاد کا کیا رُخ سمجھا رہا ہے، وہ کون سا دشمن ہے کہ جس نے اس جنگ میں ایک دفعہ پھر واضح کر دکھایا کہ اقصیٰ کی آزادی کی منزل اس کے ساتھ جنگ اور اسے تباہ کیے بغیر کبھی نہیں ملے گی اور خود 'اپنے' حکام و افواج کا اس جنگ میں کیا کردار رہا، عالمی قوتوں کے اخلاق و اقدار کے پول اس جنگ نے کیسے کھول دیے؟ اور بطورِ امت وہ کیا طرزِ عمل ہے کہ جو اقصیٰ کو بازیاب کرنے اور امتِ مسلمہ کو آزاد کرنے کا یہ جہاد ہم سے اپنانے کا مطالبہ کرتا ہے؟ اللہ مجھے توفیق اور موقع دے کہ اگلی کسی تحریر و نشست میں ان موضوعات پر اپنی بات رکھ سکوں۔

ربِّ کریم سے دعا ہے کہ غزہ میں محصور ہماری ماؤں، بہنوں اور بھائیوں کی نصرت فرمائے اور ان کے دلوں پر صبر انڈیل دے، اللہ مجاہدینِ حماس اور دیگر ہمارے بھائیوں کے قدموں کو جمائے، ان کے ایمان میں اضافہ فرمائے، ہر قدم اور ہر معاملے میں ان کی رہنمائی کرے، ان کے دشمنوں پر ان کا خوف و رعب بٹھا دے اور ان کے ہاتھوں انہیں ذلیل و خوار کر دے۔

یا اللہ! مجاہدینِ امت کو توفیق دے، ان کے لیے راستے کھول دے کہ یہ مظلوم اہلِ غزہ کی مدد و نصرت کر سکیں اور صہیونی صلیبی لشکر پر ابابیل بن کر انہیں نیست و نابود کریں۔

یا اللہ! ہمارے دلوں سے وہن کی بیماری نکال! شہادت سے محبت، تیری محبت اور تیری جنتوں کی محبت ہر دوسری محبت سے زیادہ کر اور اللہ تجھ ہی سے مانگتے ہیں کہ ہمیں اپنے دین کی سربلندی اور امتِ محمد ﷺ کی نصرت میں استعمال کر، ہمارا خون اس راہ میں بہا، ہمارا خون قبول فرما، ہماری جانیں اس مقصد میں قبول فرما اور ہمیں روزِ محشر اپنے نبیؐ کے سامنے اس حال میں کھڑا کر کہ ہم ان کے سامنے شرمندہ نہ ہوں، آمین یارب العالمین!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم!

(۱۳ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ / ۲۸ اکتوبر ۲۰۲۳ء)

☆☆☆☆☆

بقیہ: میری امت کی یہ نوجواں لاج ہیں

حال ہی میں فلسطینی ابطال 'کتائب القسام' اور دیگر مجاہدین نے بہت منظم اور بھرپور منصوبہ بندی کے ساتھ یہودیوں پر مبارک حملے کیے جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ فلسطین اور امتِ مسلمہ کے لیے ایک نئی بہار کی آمد آمد ہے۔ 'طوفان الاقصیٰ' نامی مہم امتِ مسلمہ کے لیے خوشی و مسرت کی نوید ہے کہ امت کے یہ بیٹے خواہ وہ شرق میں ہوں یا غرب میں اپنی امت کا دفاع کرنا اچھی طرح جانتے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ یہی مٹھی بھر ابطالِ امت اور نوجوانانِ اسلام اس امت کی لاج ہیں، امید کی کرن اور سرمایۂ افتخار ہیں!

امت کے ان بیٹوں نے کفر کی چکی کے دو پاٹوں کو روکا جو مسلم امت کو پیسنے کے درپے تھی۔ اس دوران ان کے بازو جوڑوں سے اکھڑے بھی اور کچھ اس بے رحم چکی میں پیس دیے گئے، مگر آخر کار امت کے ان مٹھی بھر نوجوانوں نے اس ظلم و ستم کی چکی کو نہ صرف روکا بلکہ اس کا رخ بھی بدل ڈالا۔

اب صبح منور ہونے کو ہے، وہ دن دور نہیں جب انہی ابطالِ امت کی مسلسل قربانیوں اور ضربوں کے نتیجے میں یہ امت اپنی کھوئی ہوئی منزل 'خلافت' ایک بار پھر پالے گی۔ ان شاء اللہ!

☆☆☆☆☆

الْوَهْنَ»، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»" (سنن أبي داود)

فلسطین پکار رہا ہے!

نعمان حجازی

۱۴مئی ۱۹۴۸ء کو انبیاء کی سرزمین فلسطین پر اسرائیل نامی ایک ناسور پیدا ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پنی جڑیں پورے فلسطین میں پھیلا دیں۔ اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں کو نکال کر ایک بڑے خطے پر بزور قبضہ جمالیا۔ لاکھوں کی تعداد میں فلسطینی مسلمان بے دخل کر دیے گئے، جو آج بھی عرب ممالک میں مہاجر کیمپوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن غیور فلسطینی مسلمانوں نے اپنے خون سے ایک تاریخ رقم کی ہے۔ ہاتھوں میں پتھر پکڑے، ٹینکوں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں ڈٹے ہوئے! ان کی تاریخ صابرہ، شاتیلا اور جنین کیمپوں میں نسل کشی، قبلۂ اوّل مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے خلاف انتفاضہ اوّل اور دوم سے بھری پڑی ہے۔ ایک طرف ان کی جرأت اور عزیمت کی لازوال داستان ہے تو دوسری طرف ہاتھ پاؤں بندھے، نام نہاد مسلم حکمرانوں کے دو ریاستی حل کے معذرت خواہانہ مطالبے، جن کی امریکہ اور اسرائیل کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔

ایک ایسے وقت میں جب نا صرف بہت سے مسلم ممالک کی طرح سعودی عرب بھی اسرائیل کو تسلیم کرنے کی طرف بڑھ رہا تھا، جبکہ صہیونیوں کی طرف سے مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی اور دراندازیاں بڑھتی جارہی تھیں، فلسطینی مزاحمتی تحریک نے بہت زبردست منصوبہ بندی کے ساتھ اسرائیل پر ایک ساتھ کئی اطراف سے حملہ کیا، جس سے اسرائیل بلبلا اٹھا۔

بیت المقدس پر اسرائیل کے قبضے کی تاریخ

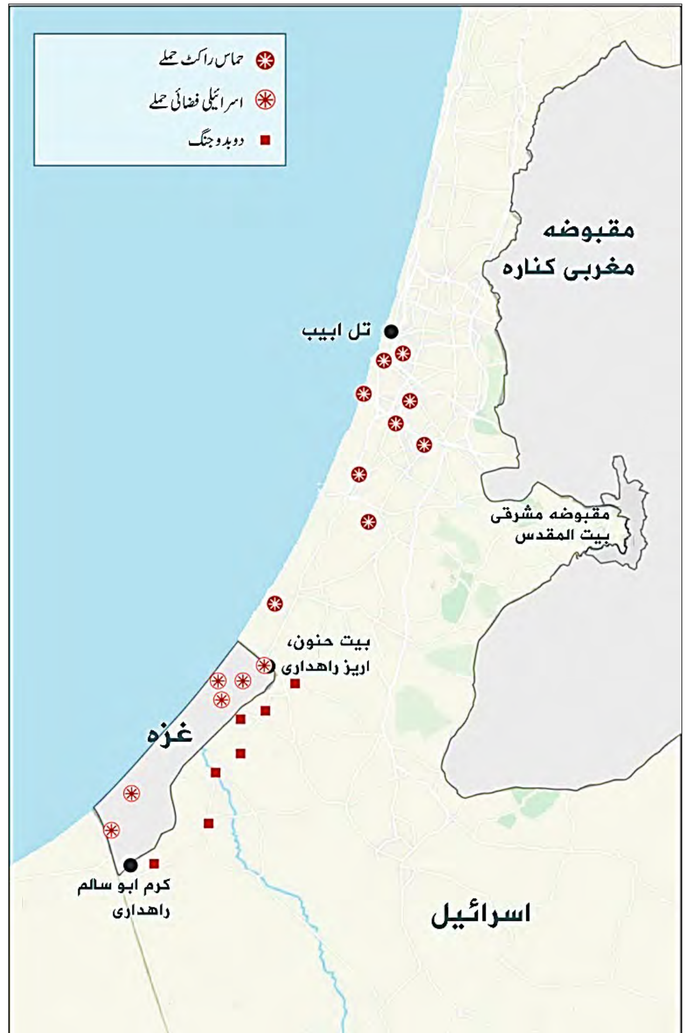
۱۹۴۸ء میں عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل فلسطین کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو گیا۔ جس میں بیت المقدس (یروشلم) بھی شامل تھا۔ اس وقت سے ہی فلسطین کے مسلمان مسجدِ اقصیٰ کی حرمت و سالمیت کی حفاظت کی کوشش کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق مسجدِ اقصیٰ کے اندرونی انتظامی معاملات اردن کے ”اسلامی وقف“ کے تحت جبکہ باہر کا انتظام اسرائیلی پولیس کے ماتحت ہے۔ یہ قانون Status Quo قانون کہلاتا ہے۔ اس کے مطابق مسلمانوں کو مسجدِ اقصیٰ میں نماز کے اوقات میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہو گی، جبکہ غیر مسلم زائرین کو مقررہ اوقات میں زیارت کی اجازت ہو گی، اور یہودیوں کے مذہبی عقائد کے مطابق انہیں مسجدِ اقصیٰ کے حدود میں داخلے کی اجازت اس لیے نہیں ہے کہ ان کے نزدیک یہ زمین 'مقدس ترین' ہے۔ اس لیے وہ مسجدِ اقصیٰ کی حدود کی مغربی دیوار جسے مسلمان 'دیوارِ براق' اور یہودی 'دیوارِ گریہ' کہتے ہیں، وہاں عبادت کرتے ہیں۔

پچھلے کچھ عرصے سے، اسرائیل میں انتہا پسند صہیونی حکمران مسجدِ اقصیٰ کے 'سٹیٹس کو' کو پس پشت ڈال کر مسجدِ اقصیٰ کے اندرونی معاملات میں اپنی اجارہ داری قائم کر رہے ہیں، اور یہودی آبادکاروں کو مسجدِ اقصیٰ میں داخلے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ۲۰۰۰ء میں ہونے والے انتفاضہ کی بنیاد ہی یہ وجہ بنی، جب اس وقت کا وزیر اعظم ایریل شارون ایک ہزار کی نفری کے ہمراہ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا، جس سے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ اس انتفاضہ میں تین ہزار فلسطینی شہید ہوئے اور ایک ہزار صہیونی مارے گئے۔ اس کے بعد سے مسلمانوں کو مسجدِ اقصیٰ میں داخلے سے روکا جانے لگا۔ کبھی عمر کی پابندی لگا کر کہ پچاس سال سے کم عمر داخل نہ ہو سکیں تو کبھی انہیں داخلے کے اجازت نامے جاری نہ کر کے۔ مغربی کنارے کے تیس لاکھ مسلمانوں کو مسجدِ اقصیٰ میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے اجازت نامہ آسانی سے جاری نہیں کیا جاتا۔ جن لوگوں کو اجازت نامہ جاری ہو بھی جائے انہیں بیت المقدس جانے میں چیک پوسٹوں پر رکاوٹوں اور صہیونی فوج کی طرف سے نارواسلوک کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

مئی ۲۰۱۷ء میں صہیونیوں نے بیت المقدس پر اپنے پچاس سالہ قبضے کا دن منایا، تو مسجدِ اقصیٰ کی زیرزمین سرنگ میں اجلاس کیا تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ ۵ مئی ۲۰۲۱ء میں صہیونی فوج نے مسجدِ اقصیٰ پر دھاوا بول دیا اور فائرنگ کر کے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کیا اور درجنوں کو گرفتار کیا، اس کے جواب میں حماس نے غزہ سے اسرائیل کے اندر راکٹ فائر کیے۔ یہ جھڑپیں گیارہ دن تک جاری رہیں۔ مسجدِ اقصیٰ صہیونیوں اور فلسطین بلکہ پوری امت کے مسلمانوں کے لیے 'فلیش پوائنٹ' ہے۔ چنانچہ مسجدِ اقصیٰ کی حرمت کے لیے ان کی نظریں نہیں چوکتیں، کہ دشمن فائدہ نہ اٹھالے۔ اسرائیل میں اس وقت ایسی چند انتہا پسند سخت گیر تنظیمیں کام کر رہی ہیں جن کا مقصد مسجدِ اقصیٰ کو شہید کر کے اس کی جگہ ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر ہے، جس کے لیے وہ آہستہ آہستہ پیش قدمی کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہودی آبادکار فوج کے حفاظتی حصار میں مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہو کر مذہبی رسومات کا انعقاد وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اشتعال دلایا جائے۔ جب فلسطین مزاحمتی تحریک جواباً راکٹ فائر کرتی ہے تو اسرائیل بڑے پیمانے پر مسلمانوں کو شہید کرتا ہے۔ اپریل ۲۰۲۳ء رمضان المبارک کے آخری عشرے میں صہیونی فوج نے اعتکاف میں بیٹھے لوگوں پر حملہ کر دیا، ان پر آنسو گیس پھینکی اور انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح یکم اکتوبر کو ہزاروں کی تعداد میں اسرائیلی آبادکار مسجدِ اقصیٰ کے احاطے میں گھس آئے اور اشتعال انگیز نعرے لگائے۔ اس دوران مسلمانوں کو مسجد کے احاطے میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ چار اکتوبر کو یہودیوں کے 'یوم سکوت' کا پانچواں دن منانے کے لیے سینکڑوں یہودی حفاظتی حصار میں مسجدِ اقصیٰ کے احاطے میں داخل ہوئے اور وہاں اپنی مذہبی رسومات ادا کر کے مسجد کے تقدس کو پامال کیا۔ جبکہ مسلمانوں کو زبردستی مسجد کے احاطے سے نکال دیا گیا۔ یہاں تک کہ بزرگ خواتین کو بھی دھکے دے کر

نکالا گیا۔ یہ واقعہ نا صرف صہیونیوں کے مسجدِ اقصیٰ سے متعلق ناپاک عزائم کی ایک جھلک تھی بلکہ اسی کے جواب میں سات اکتوبر کو آپریشن 'طوفان الاقصیٰ' شروع ہوا۔

طوفان الاقصیٰ



۷ اکتوبر کی صبح حماس نے اسرائیل کے خلاف اپنی نوعیت کا پہلا آپریشن کیا۔ جس کے تحت علی الصباح اسرائیل کی حدود میں پانچ ہزار راکٹوں سے بیک وقت حملہ کیا گیا جسے اس کا مشہور زمانہ فضائی دفاع کا نظام 'آئرن ڈوم' بھی نہ روک سکا۔ اور راکٹوں نے اسرائیل کی سرزمین پر تباہی مچا دی۔ اس کے ساتھ ہی تقریباً آٹھ سو سے ایک ہزار تک مجاہدین اسرائیل پر تین اطراف سے حملہ کر کے اس کی حدود میں داخل ہو گئے۔ اسرائیل نے غزہ کی پٹی کے ساتھ ساتھ حفاظتی باڑ لگا کر ایک بفر زون بنایا ہوا ہے جسے عبور کرنے کے لیے مجاہدین نے چھوٹے ڈرونز کی مدد سے ان کے کیمرے ناکارہ کیے اور حفاظتی باڑ کو بلڈوزر کے ذریعے توڑ کر اندر داخل ہو گئے، دوسری طرف سے دیسی ساختہ پیرا گلائیڈر کے ذریعے فضا سے اسرائیلی حدود میں داخل ہوئے۔ جبکہ سمندری راستے سے لانچ کے ذریعے اسرائیل پر حملہ کیا۔ یہ چال اس قدر کامیاب ثابت ہوئی کہ چھ گھنٹے تک کے لیے ان کے نظام کو ناکارہ بنا دیا، بائیس مقامات پر کنٹرول سنبھال لیا اور صہیونی فوجیوں سمیت بہت سے شہریوں کو بھی یرغمال بنا کر واپس غزہ لے آئے۔ اسرائیل کا دفاعی نظام اور انٹیلی جنس (جو دنیا کی طاقتور ترین انٹیلی جنس سمجھی جاتی ہے) ناکام ثابت ہوئی۔ اس حملے کی وجہ سے اسرائیل تڑپ اٹھا اور پاگل پن میں اس نے غزہ کی مکمل ناکہ بندی کر کے جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور معصوم شہریوں پر نہ ختم ہونے والی فضائی بمباری کا آغاز کر دیا۔ خود اسرائیل کے اعداد و شمار کے مطابق چھ دن میں چار ہزار ٹن وزنی چھ ہزار بم گرائے گئے۔ جو ایک اندازے کے مطابق افغانستان میں امریکہ کی طرف سے ایک سال میں گرائے گئے بموں کے برابر بنتے ہیں۔

غزہ کی پٹی

خطے میں فلسطینیوں کی دو بڑی آبادیاں ہیں۔ ایک مغربی کنارہ ہے جو یہودی آباد کاروں کے ساتھ ہی ہے اور آئے دن یہودی مزید زمین پر قابض ہو کر اپنی آبادکاریاں بڑھاتے جا رہے ہیں۔ وہاں فلسطینیوں کی آبادی تقریباً تیس لاکھ ہے۔ جبکہ دوسری طرف ایک پٹی کی شکل میں فلسطینیوں کی آبادی ہے جو غزہ کی پٹی یا 'قطاعِ غزہ' کہلاتی ہے۔ یہ تین سو تریسٹھ مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ بیس لاکھ سے زیادہ آبادی کا یہ علاقہ دنیا کا گنجان ترین علاقہ کہلاتا ہے۔ جس کے ایک طرف بحیرۂ روم ہے جبکہ باقی حصہ اسرائیل کے ساتھ لگتا ہے، جو کہ نہ صرف خاردار باڑ سے بند کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ملحقہ علاقے میں بفر زون بھی بنایا گیا ہے۔ جنوب میں غزہ کی رفح کے مقام پر مصر سے سرحد ملتی ہے۔ رفح بارڈر یورپی یونین کے مانیٹروں کی نگرانی میں کام کرتا ہے، لیکن جب سے بمباری شروع ہوئی ہے یہ بارڈر بند ہے۔ مصر بھی اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات اور معاہدوں کی بدولت اسرائیل کی اجازت کے بغیر رفح بارڈر نہیں کھول سکتا۔

اسرائیل نے اعلانِ جنگ کے ساتھ ہی غزہ کے مسلمانوں کو انسان نما جانور (Human animals) قرار دے کر غزہ کی بجلی، پانی، ایندھن اور غزائی ہر طرح کی رسد پر مکمل پابندی لگا دی۔

غزہ کی پٹی پانچ بڑے علاقوں پر مشتمل ہے۔ جن میں سب سے اوپر شمالی غزہ کا علاقہ ہے جس کی آبادی چار لاکھ تیس ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد غزہ شہر کا علاقہ ہے جس کی آبادی سات لاکھ اکتیس ہزار ہے اور یہ سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ ہے۔ اس کے ساتھ تیسرا علاقہ دیر البلح کہلاتا ہے، یہاں کی آبادی تین لاکھ دس ہزار ہے۔ اس کے ساتھ خان یونس کا علاقہ ہے جہاں چار لاکھ چھبیس ہزار افراد رہتے ہیں۔ آخر میں رفح کا علاقہ ہے جس کی آبادی دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار ہے اور یہ علاقہ مصر کی سرحد سے ملتا ہے۔



ایک اور نکبہ؟

اسرائیل کے شمالی حصے کو خالی کرنے کی وارننگ اور وہاں بمباری تیز کرنے سے وہاں کا انفراسٹرکچر تباہ ہوا اور ہزاروں لوگ ملبے تلے دب کر شہید ہو گئے۔ شہید ہونے والوں میں نصف تعداد معصوم بچوں کی ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جارہا ہے کہ اسرائیل وہاں کے لوگوں کو بے دخل کر کے وہاں قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ اس لیے وہاں کے لوگوں کو دوسرے نکبہ کا خطرہ ہے، اور اسی کے پیش نظر بہت سے لوگوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا اور بے خوف ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ''یہیں جیئیں گے اور موت آئی تو یہیں مریں گے لیکن اپنے گھر چھوڑ کر نہیں جائیں گے''۔

نکبہ کا مطلب ہے بہت بڑی تباہی (catastrophe)۔ ۱۹۴۸ء میں فلسطینی عربوں کی نصف سے زیادہ آبادی کو فلسطین سے زبردستی بے دخل کیا گیا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ لبنان، اردن، مصر اور شام میں پناہ گزین ہوئے۔ خود غزہ کے اندر بڑے مہاجر کیمپ موجود ہیں، اور اب تک انہی پناہ گزین کیمپوں میں ان کی تیسری نسل جوان ہو رہی ہے۔ ساری دنیا سے آنے والے یہود آبادکاروں نے ان کے گھروں اور املاک پر قبضہ کر لیا۔ فلسطینی اس دن کو 'النکبہ' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بظاہر اسرائیل کے اہداف میں یہ ایک اہم ہدف ہے کہ غزہ کی پٹی سے وہاں کے لوگوں کو بے دخل کر کے وہاں بھی بزور تسلط قائم کر لیا جائے تاکہ حماس اور اس جیسی دیگر 'گریٹر اسرائیل' کی راہ میں حائل رکاوٹیں ختم ہو جائیں۔ پھر باقی مغربی کنارے پر فلسطینی آبادی کی چھوٹی چھوٹی بستیاں رہ جائیں گی جن کو قابو کرنا مشکل نہ ہو گا۔

ناپاک اسرائیل کے جنگی جرائم

اب تک کے آنے والے اعداد و شمار کے مطابق تادمِ تحریر غزہ میں پانچ ہزار آٹھ سو لوگ شہید ہوئے جن میں دو ہزار تین سو ساٹھ بچے اور تیرہ سو خواتین شامل ہیں، جبکہ زخمیوں کی تعداد ساڑھے سولہ ہزار سے زیادہ ہے۔ مغربی کنارے پر چھیانوے لوگ شہید اور اٹھارہ سو سے زائد زخمی ہوئے۔ جبکہ اسرائیلی جیلوں میں قید فلسطینیوں کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی۔

شدید بمباری سے بچنے کے لیے زیادہ تر رہائشی اپنے گھر چھوڑ کر اسکولوں، ہسپتالوں اور اقوام متحدہ کے دیگر اداروں میں پناہ لیے ہوئے ہیں، لیکن طاقت کے نشے میں بدمست اسرائیل نے اقوام متحدہ کے اداروں، مساجد، چرچ، اسکولوں یہاں تک کہ ہسپتالوں تک کو نہیں بخشا۔ شمالی غزہ میں الاہلی العرب ہسپتال کو فضائی بمباری کا نشانہ بنایا جہاں بہت بڑی تعداد پناہ گزینوں کی بھی موجود تھی اور تقریباً پانچ سو مریض اور پناہ گزین شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ اب تک ۳۲ مساجد کو بھی شہید کیا جا چکا ہے۔

دنیا دیکھ رہی ہے، دنیا والے بھی احتجاج کی صورت میں یا سوشل میڈیا پر فلسطین کے حق میں آواز اٹھا رہے ہیں۔ معصوم بچوں اور خواتین کی لاشیں اور ان کی آہ وزاری دیکھ کر خود کفار بھی چلّا اٹھے ہیں کہ یہ بڑے پیمانے پر نسل کشی ہے۔ خود ہومن رائٹس واچ (HRW) چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اسرائیل بمباری میں سفید فاسفورس کا استعمال کر رہا ہے، جو بہت ہی تکلیف دہ کیمیائی ہتھیار ہے۔

اس وقت غزہ کے مسلمان پینے کے پانی کو ترس گئے ہیں۔ بجلی ہے نہ پیٹرول، غذائی اجناس کی قلت نے ایک قیامت خیز بحران (catastrophe) کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ہسپتالوں میں بنیادی طبی امداد ختم ہو چکی ہے، زخموں کو صاف کرنے کے لیے اینٹی سیپٹک کی جگہ سرکہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹروں نے اعلان کیا ہے کہ بے ہوش کرنے والی ادویات ختم ہونے کے سبب آپریشن بے ہوش کیے بغیر کیے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ہسپتالوں میں اعلان ہو رہا ہے کہ کسی کے پاس ایک لیٹر بھی پیٹرول ہے تو وہ لے آئے۔ غزہ کے پندرہ بڑے ہسپتالوں نے اسرائیل کی بمباری اور سہولیات کے فقدان کی وجہ سے کام کرنا بند کر دیا ہے۔

اسرائیل کے اہداف

اسرائیل نے جنگ شروع کرتے وقت تین اہداف کا اعلان کیا:

۱. حماس کا خاتمہ
۲. مغوی قیدیوں کی بازیابی
۳. غزہ میں اپنا تسلط قائم کر کے مکمل کنٹرول حاصل کرنا

حماس کا خاتمہ

اسرائیل نے جس طرح اس حملے کے متعلق کہا کہ یہ ہمارا ’نائن الیون‘ ہے، اسی طرح جس طرح امریکہ نے القاعدہ کو ختم کرنے کے لیے، پہلے افغانستان پھر عراق پر حملہ کر کے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا اور بے پناہ تباہی مچائی، اسی راستے پر اسرائیل کا ناپاک وجود بھی چل رہا ہے اور اس نے حماس کو پوری طرح ختم کرنے کا عزم کیا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنے اس ہدف کو حاصل کر پائے گا؟

بظاہر امریکہ اس کی پیٹھ تھپتھپا رہا ہے کہ آگے بڑھو، ہم تمہاری اس ’بقا‘ کی جنگ میں تمہارے ساتھ کھڑے ہیں۔ بائیڈن نے اپنے خطاب میں کہا: ”کوئی مغالطے میں نہ رہے، امریکہ اسرائیل کے ساتھ غیر متزلزل مؤقف کے ساتھ کھڑا ہے“۔ ساتھ ہی اس نے نا صرف اپنے بحری بیڑے اسرائیل کی طرف روانہ کر دیے بلکہ جدید ترین ہتھیاروں سے لیس بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک خصوصی طیاروں سے اسرائیل پہنچ گئے ہیں۔

اسرائیلی فوج زمینی آپریشن کی تیاریاں کر رہی ہے، جس کے متعلق اسرائیل کے وزیر دفاع نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا، ”عنقریب ہم غزہ کو اندر سے دیکھیں گے“۔ لیکن یہ سوال بھی اپنی جگہ برقرار ہے کہ آیا زمینی کاروائی کرنے کی اہلیت اسرائیلی فوج رکھتی ہے یا نہیں؟ ۲۰۰۶ء میں جب حماس نے غزہ کا اقتدار سنبھالا، اس وقت سے اب تک حماس نے اپنی سرگرمیوں کو مخفی رکھنے کے لیے پورے غزہ میں زیرِ زمین سرنگوں کا ایک جال بچھا رکھا ہے جس کے متعلق اسرائیل کو خدشہ ہے کہ یرغمالیوں کو انہیں سرنگوں میں رکھا ہوا ہے۔ اس شدید بمباری میں ان کے بموں اور میزائلوں کا ہدف رہائشی تعمیرات کی بنیاد ہوتا ہے، جس کا مقصد یہ بھی ہے کہ زیرِ زمین کوئی سرنگ ہے تو وہ بھی تباہ ہو جائے۔

اسرائیلی فوج پیش قدمی کرنے سے ڈر رہی ہے کیونکہ اس صورت میں حماس کو مقابلے کی برتری حاصل ہے۔ ماضی میں بھی ایسے زمینی آپریشن ہوئے ہیں جس کا زیادہ نقصان خود اسرائیل کو اٹھانا پڑا ہے۔ ۲۱ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو حماس نے غزہ میں خان یونس کے بارڈر پر اسرائیل کا ایک زمینی حملہ پسپا کیا جس میں ایک اسرائیلی فوجی ہلاک جبکہ تین زخمی ہوئے اور زخمی حالت میں فرار ہو گئے۔ اسرائیل نے بیان جاری کیا کہ ان فوجیوں کو بھیجنے کا مقصد یرغمالیوں کا پتہ لگانا تھا۔

تادمِ تحریر حملے کو اٹھارہ دن گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک اسرائیل زمینی کاروائی کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا۔

یرغمالیوں کی بازیابی

حماس کی اس کاروائی میں ایک اہم برتری اسرائیل کے اندر سے اغوا کر کے لائے گئے اسرائیلی فوجی اور شہری ہیں۔ اسرائیل نے جو اعداد و شمار جاری کیے ان میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان میں پہلے ۱۵۰ افراد کے یرغمال بننے کا اعلان کیا گیا، پھر یہ تعداد ۲۰۰ تک پہنچ گئی، اور تادمِ تحریر یہ تعداد ۲۲۲ تک پہنچ چکی ہے۔ اسرائیل کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ان کے لوگ اغوا کر لیے گئے، جن میں بڑے فوجی افسران بھی شامل ہیں اور عام شہری بھی۔

اس سلسلے میں تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ حماس نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر پہلے دو امریکی اسرائیلی شہری خواتین ماں بیٹی کو رہا کیا اور پھر دو عمر رسیدہ اسرائیلی خواتین کو رہا کر دیا۔ عمر رسیدہ خواتین میں سے ایک نے اپنی پریس کانفرنس میں حماس کے مجاہدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا اور ہمارے ساتھ بہت ہمدردی سے پیش آئے۔ ساتھ ہی جنگ بندی کے بدلے یرغمالی شہریوں کو رہا کرنے کے متعلق بات چیت جاری ہے۔

اسرائیل میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق، ۸۰ فیصد اسرائیلی شہریوں نے ۷ اکتوبر کو ہونے والے حملے کا ذمہ دار نیتن یاہو کو قرار دیا۔ اپنے شہریوں کا اتنی بڑی تعداد میں قتل اور اغوا، خود صہیونی حکومت کی بہت بڑی ناکامی ہے۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ آگے چل کر کیا صورتحال بنتی ہے لیکن حماس کے حملے نے اسرائیل کی ’انا‘ پر ضربِ کاری لگائی ہے۔ اور اب دنیا میں ہونے والی اس بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے جنگ جیتنا چاہ رہا ہے۔

غزہ میں اپنا تسلط قائم کر کے مکمل کنٹرول حاصل کرنا

یہ صہیونیوں کا دیرینہ خواب ہے کہ جس طرح اس نے فلسطین کے ایک بڑے اور اہم حصے پر قبضہ کر لیا اس طرح اپنا تسلط باقی بچے ہوئے فلسطین پر بھی قائم کر لے تاکہ ’گریٹر اسرائیل‘ کی سمت راہ ہموار ہو سکے۔ اگرچہ اس نے شمالی غزہ خالی کروانے کے لیے بار بار وارننگ جاری کی ہے اور لاکھوں کی تعداد میں افراد وہاں سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی تنگ گلیوں اور بہت زیادہ آبادی والے علاقے میں زمینی فوج کی پیش قدمی خود کو ایک مہلک دام میں پھنسانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ ان کا سامنا اس نوجوان نسل سے ہے جس نے آنکھ کھولتے ہی صہیونیوں کا ظلم دیکھا۔ جب ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے تو یہ بچے ہاتھوں میں پتھر اٹھائے صہیونیوں کو للکارتے تھے۔ اور اب الحمدللہ وہی بچے جوان ہو کر اس قابل ہو گئے ہیں کہ خود ساختہ راکٹوں اور اسلحے کے ذریعے ایک دفعہ پھر اتنی بڑی طاقت کو للکار رہے ہیں۔ صہیونی فوج کو بہت اچھی طرح اندازہ ہے کہ دوبدو لڑی جانے والی جنگ کیسی ہو گی۔

جس طرح امریکہ نے بہت بڑی تعداد میں افغانستان اور عراق پر بموں کی بارش کر کے یہ امید لگائی کہ شاید اسی سے انہیں فتح حاصل ہو جائے گی، یہی غلط فہمی اسرائیل کو بھی ہے۔ اس سلسلے میں بائیڈن کے حالیہ دورے میں اس کی طرف سے دی جانے والی تنبیہ بہت دلچسپ ہے:

> ”بائیڈن نے اپنے دورے میں اسرائیلی رہنماؤں پر زور دیا ہے کہ وہ نائن الیون کے بعد امریکی غلطیوں سے سبق سیکھیں اور ’غصے میں اندھا‘ ہونے سے بچیں۔“ [بی بی سی اردو]

غزہ اسرائیل جنگ کے حوالے سے امریکہ کے سفارتی دورے

اسرائیل اس جنگ میں کسی قسم کی جوابدہی سے مبرّا ہو کر ہر طرح کے جنگی جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ جہاں اس ظلم و جبر کو دیکھ کر پوری دنیا میں احتجاج اور جنگ بندی کے مطالبات ہر فورم پر اٹھ رہے ہیں تو دوسری طرف اسرائیل کے حملے کے ساتھ ہی امریکی وزیر خارجہ نے تمام متعلقہ عرب اور دیگر مسلمان ریاستوں، جہاں کسی قسم کی کارروائی کا خدشہ ہے، کے خصوصی دورے کیے۔ ان میں سعودی عرب، اردن، لبنان، مصر، قطر، ترکی اور متحدہ عرب امارات سرفہرست ہیں۔ اسرائیلی حملے کی مذمت تو تمام مسلم ممالک کے مقتدر حلقوں نے کی ہی ہے اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے انسانی المیے پر تشویش کا اظہار بھی کیا ہے لیکن ایران کی حکومت نے خواہ زبانی کلامی ہی صحیح اسرائیل کو جنگ بندی نہ کرنے کی صورت میں سخت کارروائی کی دھمکی بھی دی ہے۔

امریکہ کے ان سفارتی دوروں کے تین بڑے مقاصد ہیں:

۱. اس بات کو یقینی بنانا کہ خطے کے سیاسی و عسکری حالات عدم توازن کا شکار نہ ہوں۔ تمام ممالک حماس کے حملے کی مذمت کریں اور 'اسرائیل کو اس کے دفاع کا حق حاصل ہے' کے نعرے کے تحت خاموشی سے بیٹھ کر تماشہ دیکھیں تاکہ اسرائیل فلسطینیوں کی بے فکری سے نسل کشی کر سکے۔

۲. قطر، مصر، ترکی اور لبنان وغیرہ ایسے ممالک جن کے حماس کے ساتھ روابط ہیں وہ حماس پر زور ڈالیں کہ اسرائیلی یرغمالیوں کو فوری رہا کیا جائے۔ ہر طرف سے حماس پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ وہ غزہ کے اندرونی حالات دیکھ کر یرغمالیوں کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائے۔

۳. چونکہ اسرائیل علاقے کو فلسطینی وجود سے خالی کروانا چاہ رہا ہے، اس لیے عرب ممالک کو اس بات پر راضی کرنا کہ مصر اپنا رفح بارڈر فلسطینیوں کے لیے کھول دے اور صحرائے سینا کے علاقے میں ان فلسطینیوں کو پناہ دی جا سکے۔ لیکن نہ ہی مصر اور نہ ہی دیگر عرب ممالک یہ مطالبہ ماننے پر راضی ہیں۔ اور نہ ہی غزہ کی عوام اپنی زمین چھوڑ کر جانے پر رضامند ہیں۔ کیونکہ یہ بات عرب حکمران بھی جانتے ہیں کہ اگر ایک دفعہ غزہ کی عوام کو بے دخل کر دیا گیا تو دوبارہ ان کی واپسی ناممکن ہو گی اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔

اس تمام صورتحال میں مسلم ممالک اور اقوام متحدہ امریکہ اور اسرائیل سے انسانی بنیادوں پر فوری جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں، اس سے زیادہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں کیونکہ امریکہ اور اسرائیل کے خوف نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے ہیں۔

پراپیگنڈہ کی جنگ (Propaganda Warfare)

پراپیگنڈہ کسی بھی جنگ میں مخالف فریقوں کا ایک بہت اہم ہتھیار تصور کیا جاتا ہے۔ ۱۹۹۱ء کی خلیج جنگ (جس میں کویت کی فوجوں کو پیش قدمی کرتے ہوئے دکھایا گیا، بعد میں یہ راز کھلا کہ پوری فلم بندی ہالی وڈ کے اسٹوڈیوز میں کی گئی۔) سے لے کر عراق پر حملہ (جس میں WMD کا جھوٹا پراپیگنڈہ کیا گیا) اور افغانستان پر حملہ (عورتوں پر ظلم کی جھوٹی ویڈیوز اور دیگر پراپیگنڈہ)۔ ان تمام جنگوں میں اکثریتی عوامی تائید حاصل کرنے لیے جس طرح پراپیگنڈہ کا سہارا لیا گیا، اسی طرح اسرائیل نے بھی حماس کا 'ظلم و بربریت' دکھانے کے لیے جھوٹا پراپیگنڈہ کیا۔ پوری دنیا میں حماس کو وحشی، شیطانی اور خون کے پیاسے جیسے ناموں سے پکارا گیا۔ اسی سلسلے میں پراپیگنڈہ کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- سی این این نے حماس کے حملوں کی رپورٹنگ کرتے ہوئے کہا کہ حماس نے چالیس شیر خوار بچوں کے سر قلم کیے۔ اسی بات کو بعد میں اسرائیلی حکومت نے دہرایا۔ پھر پورا مغربی میڈیا ماتم پر اتر آیا کہ یہ کیسے وحشی ہیں۔ یہاں تک کہ جو بائیڈن بھی مگرمچھ کے آنسو رویا۔ لیکن بعد میں اس واقعہ کا کوئی ثبوت نہ ملا۔
- جس دن حماس نے حملہ کیا اس دن یوم کپور کی چھٹی تھی اور غزہ کے بارڈر اور اسرائیلی بیس کے درمیان خالی علاقے پر میوزک فیسٹیول ہو رہا تھا جس میں اسرائیلی مرد اور عورتیں ناچ گانے میں مصروف تھے۔ اسرائیل نے اپنے میڈیا کے ذریعے اس بات کا پراپیگنڈہ کیا کہ حماس کے مجاہدین نے وہاں چن چن کر ڈھائی سو افراد کو قتل کیا۔ لیکن بعد میں یہ حقیقت سامنے آئی کہ زیادہ تر لوگ اسرائیلی فوج اور حماس کی کراس فائرنگ کے نتیجے میں مرے۔
- مغربی میڈیا نے اس بات کا بھی خوب پراپیگنڈہ کیا کہ حماس کے لوگوں نے گھروں میں گھس کر خواتین کا ریپ کیا اور چن چن کر بچوں اور عورتوں کو جلا کر مار ڈالا۔ اس حوالے سے ایک اسرائیلی عورت کی ویڈیو منظرِ عام پر آئی جس میں اس نے کہا کہ ''وہ لوگ ہمارے گھر میں گھسے لیکن انہوں نے ہمیں کچھ نہیں کہا۔ بلکہ گھر میں کیلے رکھے تھے، انہوں نے کیلے بھی ہماری اجازت سے اٹھا کر کھائے''۔ ایک اور اسرائیلی میڈیا پر چلنے والی آڈیو میں خاتون نے کہا کہ ''حماس کے سپاہیوں نے ہمیں کچھ نہیں کہا لیکن جب اسرائیلی فوج آئی تو اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے ہمارے گھر کے افراد مرے''۔
- الاہلی العرب ہسپتال پر ہونے والی بمباری کے نتیجے میں تقریباً پانچ سو مریض اور پناہ گزین شہید ہوئے۔ اس بمباری پر بہت سے یہودی بھی چلّا اٹھے کہ یہ انتہائی غیر انسانی اور وحشیانہ حرکت ہے۔ اپنی ساکھ بچانے کے لیے اسرائیل نے یہ الزام ایک اور جہادی تنظیم فلسطینی اسلامی جہاد پر عائد کر دیا کہ انہوں نے راکٹ اسرائیل پر داغا تھا لیکن وہ خطا ہو کر ہسپتال پر جا لگا۔ نا صرف اسرائیل بلکہ امریکہ بھی اسی پراپیگنڈہ کی تشہیر کر رہا ہے۔ لیکن الجزیرہ چینل نے تحقیق کر کے اس بات کو ثابت کیا کہ حملہ اسرائیلی بمباری سے ہوا۔

اختتامیہ

حالیہ دنوں میں اسرائیل کی بمباری میں مزید اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے اموات اور زخمیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان اموات اور زخمیوں کے ساتھ ساتھ لاکھوں لوگوں کے بے گھر ہونے سے ایک انسانی المیہ پیدا ہو چکا ہے۔ اسرائیل بلاشبہ اس طرح کے حالات اسی لیے پیدا کر رہا ہے تاکہ حماس اور غزہ کے عوام گھٹنے ٹیک دیں۔ اسرائیل اس قدر ظلم سے چاہتا ہے کہ غزہ کی عوام تنگ آ کر غزہ سے نکل جائیں اور مصر میں پناہ حاصل کر لیں اور غزہ اسرائیل کے لیے خالی کر دیں، جبکہ اس بمباری کے نتیجے میں غزہ میں جو انسانی بحران پیدا ہو رہا ہے اس کی وجہ سے مجاہدین دباؤ میں آ جائیں اور وہ گھٹنے ٹیک دیں اور شکست تسلیم کر لیں۔

لیکن اسرائیل کی اس سفاکانہ بمباری کے نتیجے میں جہاں پوری دنیا کے لوگوں کے سامنے اسرائیل کا ظلم اور بربریت کھل کر سامنے آیا ہے اور وہ اس کے خلاف سراپا احتجاج ہیں وہیں پہلی بار سب کے سامنے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ امتِ مسلمہ کے تمام مسائل کی اصل جڑ امریکہ ہے، اگر امریکہ اسرائیل کی پشت پناہی نہ کر رہا ہوتا، اسے اسلحہ اور امداد فراہم نہ کر رہا ہوتا اور اس کے ہر ظلم کی اندھی حمایت نہ کر رہا ہوتا تو اسرائیل کبھی بھی اتنا ظلم نہ کر پاتا۔ اس طرح یہ بات سب پر واضح ہو رہی ہے کہ اصل مجرم امریکہ ہے اور اسے سبق سکھائے بغیر امتِ مسلمہ کے کسی مسئلے کا حل ممکن نہیں۔

کرنے کے کام

غزہ کے مجاہدین اور عوام

- اس وقت غزہ کے عوام کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں۔ اگرچہ یہ کہنا آسان ہے، اور جو کچھ ان پر اس وقت بیت رہی ہے اسے تصور میں ہی نہیں لایا جا سکتا لیکن اپنی سرزمین پر ڈٹے رہنے اور ثابت قدمی دکھانے کا جو متبادل ہے وہ اس سے کہیں زیادہ تباہ کن ہے۔ ابھی تو خطرہ جن آزمائشوں کا ہے وہ اللہ کے راستے میں درجات کی بلندی کا ہی باعث ہوں گی لیکن اپنی سرزمین چھوڑ کر کہیں اور ہجرت کرنا غزہ کی عوام کو ایک بار کی بجائے سو بار مارنے کے مترادف ہو گا۔ غزہ کے عوام پہلے النکبہ کے نتائج سے بخوبی واقف ہیں لیکن ابھی اگر اپنی سرزمین چھوڑی گئی تو دوسرا نکبہ پہلے سے بھی زیادہ بھیانک ہو گا۔
- اسی طرح غزہ کے مجاہدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں۔ جو مبارک قدم اٹھائے گئے ہیں انہیں واپس نہ لوٹائیں۔ کسی کے بھی دباؤ کا شکار نہ ہوں، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ اگر آج غزہ کے حالات کو دیکھ کر، ان شدید مظالم کو دیکھ کر اور دیگر ممالک کے دباؤ میں آ کر پسپائی اختیار کر لی تو پھر شاید دوبارہ اٹھنا ممکن ہو جائے۔

دیگر محاذوں کے مجاہدین

- اس وقت ساری دنیا پر واضح ہو چکا ہے کہ اصل دشمن امریکہ ہے۔ اسرائیل کے قدم روکنے کے لیے ضروری ہے کہ امریکہ کے قدم روکے جائیں۔ مجاہدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوری بنیادوں پر پوری دنیا کے محاذوں پر اسرائیل، امریکہ اور ان کے حواریوں کے مفادات پر حملے کریں، تاکہ پوری دنیا میں ہونے والے نقصانات کی وجہ سے یہ پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

مسلمان عوام

- وہ مسلمان جو اس مسئلے سے پوری طرح آگاہ ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ارد گرد اس کی زیادہ سے زیادہ آگاہی پیدا کریں۔ اگرچہ عرب دنیا کی عوام میں اس مسئلے کے حوالے سے ہمیشہ سے آگاہی موجود رہی ہے لیکن بدقسمتی سے عجمی مسلمانوں میں اس حوالے سے آگاہی بہت کم رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عجمی مسلمانوں میں بھی اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ آگاہی پیدا کی جائے اور اس حوالے سے اپنے فرض کا احساس دلایا جائے۔
- تمام دنیا میں موجود مسلمانوں کو یہ احساس کرنے کی ضرورت ہے کہ اسرائیل اور اس کے حواریوں کی مصنوعات کا استعمال اس وقت انہیں اس جنگ میں مدد پہنچانے اور مضبوط کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کا مکمل معاشی بائیکاٹ کیا جائے اور ان کی مصنوعات کو مکمل طور پر ترک کر دیا جائے۔
- ہماری نوجوان نسل جو اپنے وقت کا زیادہ تر حصہ سوشل میڈیا پر لغو چیزوں پر ضائع کرتی ہے وہ اپنے سوشل میڈیا کو مثبت طریقے سے استعمال کرے اور سوشل میڈیا پر اسرائیلی جرائم کے خلاف احتجاج اور فلسطین اور غزہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرے۔ غزہ میں ہونے والے مظالم کے جن حقائق کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے انہیں چھپنے نہ دے اور غزہ کے مجاہدین کے حوالے سے جو جھوٹی خبریں اور غلط معلومات پھیلائی جا رہی ہیں ان کا رد کرے اور حقائق کو پھیلائے۔
- مسلمان عوام فلسطین اور غزہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے ہونے والے مظاہروں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کریں اور یہ ثابت کریں کہ پوری امت اپنے اختلافات اور ذاتی مسائل کو بھلا کر اس وقت غزہ کے مسلمانوں کے ساتھ کھڑی ہے۔ ان مظاہروں کے ذریعے سے اپنے ملکوں کے حکمرانوں پر زور دیں کہ وہ اسرائیل اور اس کے حواریوں سے تعلقات ختم کریں اور ان کا حکومتی سطح پر مکمل بائیکاٹ کریں اور غزہ کے مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائیں۔ ناصرف یہ بلکہ ان مظاہروں کے ذریعے سے اسرائیل اور اس کے حواریوں کے سفارت خانوں اور تنصیبات پر چڑھ دوڑیں اور انہیں مجبور کر دیں کہ وہ ہمارے ملک چھوڑ کر فرار ہو جائیں۔

(باقی صفحہ نمبر 38 پر)

جو باقی کام ہے وہ قرض تم پر!

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله ونشهد أن محمدًا عبده و رسوله. ربّ اشرح لي صدري ويسّر لي أمري واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي، أما بعد!

یہ سطور شدتِ غم والم میں سپردِ قرطاس کر رہا ہوں، ان سطور میں خونِ جگر بھی شامل ہے اور آنکھوں کے اشک بھی۔ غم ہر ہر لحظے کے ساتھ سوا ہوا جا رہا ہے۔ غم ایسا ہے کہ کبھی کبھی سر کو زانوؤں کے بیچ دبا کر سوچتا ہوں کہ اگر یونہی سوچتا رہا اور اس غم والم کے حل کا کوئی طریقہ نہ سوچا، تو نجانے قلب وذہن کی حالت کیسی ہو جائے؟ پس، یہی سوچ کر یہ چند سطریں لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ خیال آیا کہ وقت کا تقاضا ہوش و حواس میں رہ کر کچھ راہِ عمل سوچنے لکھنے کا ہے، لیکن مجھ پر جذبات غالب ہیں۔ پھر سوچا کہ راہِ عمل جذباتی نہیں ہونی چاہیے، باقی جس میں جذبات نہ ہوں وہ تو بے حس ہوتا ہے اور اسی بے حسی کا ایک بڑا درجہ بے غیرتی ہوا کرتا ہے، اس کے سامنے اس کے پیارے کٹتے ہیں لیکن اٹھتا نہیں تو اس کی مثال تو عالَمِ حیوان میں بھی نہیں ملتی!

آج کے ان حالات میں کوئی نادان ہی ہو گا جسے میرے غم والم کا سبب معلوم نہ ہو۔ یہ غم والم میرا نہیں، ساری امت کا غم والم ہے۔ آج امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد، حتیٰ کے نونہالوں کا بھی یہ عالَم ہے، ابھی کل شب کی بات ہے کہ رات گئے دو کم سِن بچیوں کو فلسطین کے غم میں اپنے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا اور روتا دیکھا، سبھی جوان و نونہال اس شعر کی تجسیم بنے ہوئے ہیں:

خنجر چلے کسی پہ، تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

میں کسی بوڑھے و جوان، بچے و بڑے، مرد و عورت کو نہیں جانتا جس کا کلیجہ اسرائیل کی جارحیت پر چِرا نہ جاتا ہو۔ سوچتا رہا کرتا تھا کہ وہ کیسے عیسائی ہوں گے جو عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے، کمپیوٹر و ٹی وی کی سکرینوں پر فلسطین میں ہوتی جارحیت کو دیکھ کر جو چند عیسائی مجاہدینِ فلسطین کے حق میں بولے تو سوچا شاید ایسے ہی کچھ لوگ ہوں گے جو مشرف بہ اسلام ہوں گے۔ مقصود یہ تھا کہ سبھی اہلِ عقل آج فلسطین کے ساتھ، اسرائیل کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔

مجاہدینِ 'کتائب القسام' اور ان جیسے دیگر فلسطینی مجاہدین کی بہادری، جاں نثاری، شہادت فی سبیل اللہ سے محبت، جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا شوق اور فدائیت و جواں مردی کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کتابِ تاریخ میں ایسے فدائی معرکے کی داستان رقم کی ہے جس کی نظیر تاریخ میں کم کم ملتی ہے۔ ہزاروں فدائی مجاہد، ہوا و پانی کی لہروں کے دوش پر غاصب یہودیوں کی سرحدیں عبور کر کے ان کے آرام محلوں اور ایسے قلعوں میں داخل ہو گئے، جہاں ان دشمنوں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ان کو کوئی گزند پہنچے گی۔ گنبدِ آہنی (Iron Dome) کے تحت، مخلوق میں زندگی سے سب سے زیادہ محبت رکھنے والے یہودیوں کو عذابِ الٰہی 'طوفان الأقصیٰ' نے یوں دبوچا جیسے عاد و ثمود کو عذابِ الٰہی نے دبوچا تھا۔ گنبدِ آہنی کے تحت جینے والے، آرام سے سو رہے تھے، انہیں اپنے اسلحے اور قوت پر، اپنے گنبدِ آہنی پر بڑا بھروسہ تھا اور وہ زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ یہاں موت کا کیا کام، ہمارے پاس دنیا کی بہترین گنبدِ آہنی کی ٹیکنالوجی ہے 'مَنۡ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً'، بھلا ہم سے بھی زیادہ کوئی قوت والا ہے؟ عاد و ثمود کی مانند وہ بھی بھول گئے تھے 'هُوَ أَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً' وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں کہیں زیادہ ہے، بلکہ قوت تو اسی کے لیے ہے اور اس کا عذاب بہت ہی شدید ہے، فرمایا: 'أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعٗا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ'۔ پھر عذابِ الٰہی کو بھی بیان کر دیا کہ میرے مجاہد بندو! قتال میں نے تم پر فرض کر دیا ہے، پس ان سے لڑو، 'قَٰتِلُوهُمۡ'، اب کی باری اللہ ان کو عذاب تمہارے ہاتھوں دے گا، اور انہیں ذلیل و رسوا کرے گا، اور تمہاری ان کے مقابلے میں مدد کرے گا، 'يُعَذِّبۡهُمُ ٱللَّهُ بِأَيۡدِيكُمۡ وَيُخۡزِهِمۡ وَيَنصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ' اور ان کافروں کے ظلم و ستم کے سبب تمہارے دل جس آگ میں جل رہے تھے، وہ اللہ اس کڑھن کو بھی ختم کر دے گا، فرحت و شادمانی تمہارا مقدر ہو گی، 'وَيَشۡفِ صُدُورَ قَوۡمٖ مُّؤۡمِنِينَ'۔ بے شک ان احکامِ الٰہی کی روشنی میں ان مجاہدینِ سرفروش کی ستائش جس قدر کی جائے کم ہے۔ لیکن ان کی ستائش کا ایک پہلو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

ان مجاہدین نے اپنی قلتِ سامانی کے باوجود ایک حجت دنیا بھر کے اہلِ ایمان پر قائم کر دی ہے۔ انہوں نے زبانِ حال سے بھی کہا اور زبانِ قال سے بھی:

ہے تم سے قومِ مسلم اک گزارش
ہمارے خون سے لکھی نگارش
ادا کر آئے جو تھا فرض ہم پر
جو باقی کام ہے وہ قرض تم پر

دیکھو مسلمانو! بے سرو سامانی کے عالَم میں ہم ابابیلوں نے ابرہہ زماں پر برسانے کے لیے کنکر و پتھر جمع کیے۔ اب جب تیاری استطاعت بھر ہو گئی، تو ہم ابابیلوں کی مانند کائنات کی ذلیل و

خبیث ترین مخلوق پر حملہ آور ہو گئے۔ پیراشوٹوں سے لٹکتے اور اسرائیلیوں پر گرتے تم نے ہمیں دیکھا ہو گا۔ ہمیں ہمارے مالک اللہ نے، گنبدِ آہنی کے مقابل گنبدِ آہنی بنانے کا حکم نہیں دیا تھا، کہا تھا ان سے لڑنے کی تیاری میں قوت جمع کرو جس قدر تم میں استطاعت ہے 'وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ'۔ پس، ہم نے وہ تیاری کی۔ اس استطاعت بھر تیاری کا ثمر دیکھو کہ دنیا کی شاطر ترین انٹیلی جنس ایجنسیاں موساد و شاباک کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی، چند دنوں میں محدود وسائل کے ساتھ (دمِ تحریر) ڈیڑھ ہزار یہودیوں کا ان کے گنبدِ آہنی کے نیچے، ان کے آرام کدوں میں قتل کسی معجزے سے کم نہیں!

مجاہدینِ فلسطین کی مدح مطلوب، مسلمانانِ فلسطین کے غم میں صفِ ماتم بچھانا مطلوب، ان کے حق میں مظاہرے کرنا مطلوب، لیکن یہ سب اصلی مطلوب نہیں۔ اصلی مطلوب تو پچھلی دس دہائیوں سے، جب برطانوی صلیبی جرنیل ایلن بی بیت المقدس میں داخل ہوا تھا اس روز سے آج تک یہ تھا اور ہے کہ مثلِ صلاح الدین ایوبی صلیب و صہیون کے بیٹوں کو انہی کے خون میں نہلا کر ارضِ قدس کو آزاد کروایا جائے۔ اگر ہم نے بطورِ امت یہ کام کیا ہوتا، اس کام کی تیاری کی ہوتی تو دنیا کا نقشہ آج اس قدر بھیانک نہ ہوتا۔ دنیا کے نقشے پر اسرائیل کی نجس 'ریاست' موجود نہ ہوتی۔

بے شک امتِ مسلمہ پر سقوطِ اندلس کے بعد سے جہاد فرضِ عین ہے[1]۔ پس، اس جہاد کی فرضیت میں ہر ہر دن، بلکہ ہر ہر لحظے کے ساتھ 'فرضیت' کا درجہ بڑھ رہا ہے۔ اندلس کے سقوط کے بعد خلافتِ عثمانیہ کا بھی سقوط ہوا، اس سے پہلے اور اس کے بعد پوری امتِ مسلمہ کی تاریخ و جغرافیہ، حتیٰ کہ اہلِ اسلام کا دین بھی (اقامتِ دین و نفاذِ شریعت کے معنیٰ میں) استعمار کی نو آبادی میں بدل گیا۔ مراکش تا انڈونیشیا و فلپائن ہر خطے پر کہیں پر تگالی قابض ہوئے، کہیں، فرانسیسی، کہیں برطانوی، کہیں ڈچ، تو کہیں جرمن و اطالوی۔ ارضِ قدس پر صلیب و صہیون کے بیٹے قابض ہوئے اور پھر ایک انگریز جرنیل ارضِ شام میں صلاح الدین ایوبیؒ کی قبر پر ٹھوکر مار کر یہ کہتا سنائی دیا کہ 'صلاح الدین ہم پھر آ گئے'۔ ارضِ حرمین پر صلیبی و صہیونی گھیرا تنگ ہوا، مسجد الحرام سے چند کلومیٹر دور امریکی فوجوں نے اڈے بنائے۔ پھر یہودِ نامسعود مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) میں دندناتے نظر آئے۔ ارضِ حرم میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ 'حرم رسوا ہوا پیرِ حرم کی کم نگاہی سے' کی مانند خود کو حرمین شریفین کا متولی کہنے والوں نے ایک لادین فاحشہ کو بلایا اور اس نے کھلم کھلا ابھی اگست ۲۰۲۳ء کی آخری تاریخوں میں شرک کے قیام کی دعوت دی، اللہ کے بجائے دیویوں کی پُوجا کی دعوت، خدا کو چیلنج کرتے ہوئے، انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو بے وقعت قرار دیتی بکواس و ہذیان بکی۔ پھر آج اسرائیل کے خلاف اہلِ غزہ کا معرکہ اور اس کے بعد اہلِ غزہ پر اسرائیل کی شدید ترین بمباری، ایٹم بم بر سائے بغیر غزہ ہیروشیما و ناگاساکی کا منظر پیش کر رہا ہے۔

ہر واقعے کے ساتھ جہاد کے واجبِ شرعی ہونے میں، اس کی فرضیتِ عینیہ میں اضافہ ہو تا جا رہا ہے۔ پس آج امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد پر وہ مرد ہو یا عورت جہاد ماضی کی نسبت زیادہ شدت کے ساتھ فرضِ عین ہے۔ اس فرضِ عین کی ادائیگی کا مقصد صرف مقدسات کی حفاظت، ارضِ اسلامی کی بازیابی، مسلمانوں کی نصرت و اعانت اور دنیا میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند ہو جانا نہیں، بلکہ اس سب سے قبل اپنی گردنیں اللہ کے دربار میں آزاد کروانا ہے کہ اے مالک ہم سے جو بن پڑا، ہم نے کیا اور یہ کر کے ہم حاضر ہیں، اب ہمیں دوزخ کا ایندھن بننے سے بچا لے اور اپنی رحمت کی چادر سے ہمیں ڈھانپ لے۔

آج فلسطین (نام نہاد اسرائیل) میں جاری جنگ اور غزہ کی زمینی، فضائی اور بحری ناکہ بندی، اشیائے خورد و نوش کی غزہ میں داخلے پر پابندی، بجلی و پانی کی بندش ثم آتش و آہن، بارود و فاسفورس کی زہریلی بارش اور اس کے نتیجے میں ڈھائی ہزار اہلِ ایمان کی شہادتیں اور نو ہزار زخمی (ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ) کے سبب، آج دنیا بھر کے اہلِ اسلام (جن میں عوام المسلمین بھی شامل ہیں، علمائے مسلمین بھی اور مجاہدینِ اسلام بھی) پر ماضی سے زیادہ بھاری ذمہ داری پڑ چکی ہے۔ اور اگر مسلم ممالک کے حکمرانوں میں واقعی ایمان موجود ہے تو آج مسئلۂ فلسطین ان کے ایمان کے دعوے کی دلیل طلب کر رہا ہے، آج ایمان و نفاق کے خیموں کے جدا ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ بائیس سال قبل ایک یومِ تفریق نائن الیون کی صورت میں ایمان و کفر کے خیمے واضح کرنے کا سبب بنا تھا اور اہلِ اسلام ایک واضح جنگ میں اہلِ کفر کے سرغنہ امریکہ کے خلاف جنگ میں اترے تھے۔ بعینہٖ اسی طرح، آج کا یومِ تفریق 'طوفان الأقصیٰ' کا معرکہ ہے۔ یہ معرکہ ایمان و نفاق کے خیموں کی تقسیم کا سبب بنے گا (ان شاء اللہ)۔ آج کے اس معرکے کے سبب اندر کا ایمان ظاہر ہو گا یا اندر کا کفر۔

فلسفۂ 'ٹیررازم' کی قلعی کھلتی ہے

مسئلۂ فلسطین دنیا کے ان چند واضح مسائل یا ان چند واضح جنگوں میں سے ایک ہے جہاں کے جہاد کو سیکولر لوگ بھی جنگِ آزادی 'فریڈم فائٹ'، کے نام سے جانتے اور بیان کرتے ہیں۔ ساری دنیا (شرعی پیمانوں سے نہیں) لیکن فلسطین کے قضیے کو کم سے کم دو ریاستی حل 'ٹو سٹیٹ سولیوشن' کی صورت میں حل ہوتا دیکھنا چاہتی ہے۔ پھر دنیا کے اکثر لوگ فلسطین کی مقاومتی تحریکات کو برحق سمجھتے ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو فضیلۃ الشیخ عبد اللہ عزام شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین'، مطبوعہ مبشرات، اسلام آباد۔

لیکن اپنے شرعی واجب کی ادائیگی، شرعی، عقلی اور اخلاقی حق کے حصول کی خاطر مجاہدینِ فلسطین نے جب معرکۂ 'طوفان الاقصیٰ' کا آغاز کیا تو امریکہ اور ساری یورپی اقوام نے اس معرکے کو 'ٹیررازم' کا نام دیا۔ اس لیے کہ اس میں اسرائیلی عورتوں کو بھی پورے 'اسرائیل' میں نشانہ بنایا گیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جن عورتوں کو اس معرکے میں قتل یا گرفتار کیا گیا وہ سبھی اسرائیلی فوج میں ملازم ہیں یا رہ چکی ہیں۔ اسرائیل میں ہر مرد بتیس ماہ (ڈھائی سال) اور عورت چوبیس ماہ (دو سال) تک اسرائیلی سکیورٹی فورسز میں 'خدمات' ادا کرتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ فوجی و سویلین کی جدید تفریق کی قائل نہیں۔ شریعتِ مطہرہ کے یہاں ہر وہ شخص جو لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو 'حربی' کہلاتا ہے، مقاتل یا combatant، البتہ اس میں ایسے بوڑھے جو جنگ لڑنے کی صلاحیت ہی نہ رکھتے ہوں (بشمول مسلمانوں کے خلاف مشورے دینے کی صلاحیت کے)، ایسے راہب و عابد و پادری جن کا جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو اور عورتیں بچے وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن اسرائیلی فوج میں تو اسرائیل کی عام عورتیں بھی 'خدمات' فراہم کرتی ہیں۔ یہودیوں کے چھوٹے بچے حربی نہیں، لیکن یہ نقطہ یاد رہے کہ وہ سبھی جدید ہتھیاروں کی ٹریننگ سکولوں میں حاصل کرتے ہیں، انٹرنیٹ پر بکھری تصویریں اس کی گواہ ہیں۔ جس ملک میں چھوٹے چھوٹے بچے خودکار اسلحے کی ٹریننگ رکھتے ہوں وہاں کی عورتیں بھی بالیقین اسلحہ چلانا جانتی ہوں گی، اس کے باوجود مجاہدینِ اسلام نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ ان یہودی عورتوں کی عزت و ناموس کی بھی حفاظت کی۔ دسیوں ایسی ویڈیوز منظرِ عام پر آچکی ہیں جہاں مجاہدینِ اسلام کا ترحم ان عورتوں اور بچوں کے ساتھ لائقِ دید ہے جہاں وہ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دورانِ جنگ عورتوں اور بچوں کو مارنے سے منع کیا ہے بلکہ خود یہودی عورتوں کے بیانات و انٹرویوز آرہے ہیں جہاں وہ مجاہدین کے اچھے اخلاق و برتاؤ کی تعریف کر رہی ہیں۔ دوسری طرف اسرائیلی بوڑھوں کی ویڈیوز خبر رساں ادارے نشر کر رہے ہیں جہاں پچانوے سال سے بھی زیادہ بوڑھے اسرائیلی آج کی جنگ میں شریک ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جہاں پاؤ وہاں مارو۔ اسرائیل دنیا کی وہ نظریاتی و مذہبی ریاست ہے جس میں بسنے والا ایک ایک یہودی قابض و غاصب ہے۔ قابض و غاصب کے خلاف جنگِ حریت کی اجازت تو امریکی غلام ادارہ 'اقوامِ متحدہ' بھی دیتا ہے۔ مشرقی تیمور، جنوبی سوڈان اس کی مثالیں ہیں۔

مجاہدینِ فلسطین نے اپنی مظلوم مسلمان ملت کا بدلہ لیا، اور اپنے معصومین کی جان بچانے والی ادویہ تک پر پابندی لگانے والے اسرائیل پر جوابی حملہ کیا۔ اس حملے کو اسرائیل سمیت امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر یورپی ممالک نے 'دہشت گردی' قرار دیا۔ دہشت گردی کی تعریف و تعبیر میں ہم مسلمانوں کے یہاں اہلِ مغرب کی ہی محنتوں کے صلے میں اختلاف پیدا ہوا ہے، لیکن یورپ و امریکہ میں 'دہشت گردی' کی تعریف و تعبیر بہت واضح ہے۔ نائن الیون کے حملے دہشت گردی ہیں، ملا عمر، اسامہ بن لادن، ایمن الظواہری، احمد یاسین، عبد العزیز رنتیسی سب دہشت گرد ہیں اور ان کے افعال دہشت گردی۔

اسرائیل کے خلاف فلسطینی مزاحمت بھی دہشت گردی یا ٹیررازم ہے۔

آج کے معرکۂ 'طوفان الاقصیٰ' نے ٹیررازم کے فلسفے کی قلعی کھول دی ہے۔

امریکہ فساد کی جڑ ہے

طوفان الاقصیٰ کے معرکے کے بعد جس طرح امریکہ اپنے اتحادیوں (خصوصاً فرانس و برطانیہ) سمیت اسرائیل کی حفاظت کو لپکا اور دوڑا، یہ واضح کرتا ہے کہ اسرائیل خود اپنی حفاظت و دفاع سے قاصر ہے۔ گنبدِ آہنی بھی امریکہ ہی کا عطا کردہ ہے، فروری ۲۰۲۲ء تک امریکہ اسرائیل کو ایک سو پچاس کھرب ڈالر (150 Billion USD) کی امداد دے چکا ہے، ۱۹۹۹ء میں ایک یادداشت (memorandum) کے مطابق امریکہ ۲۰۰۹ء تک سالانہ بنیادوں پر دو اعشاریہ چھ سات کھرب ڈالر (2.67 Billion USD) صرف عسکری امداد کے طور پر اسرائیل کو دیتا تھا۔ ۲۰۰۹ء تا ۲۰۱۹ء کے لیے اس سالانہ امداد کو بڑھا کر تین کھرب ڈالر (3 Billion USD) کر دیا گیا اور پھر ۲۰۱۹ء میں سہ بارہ اس امداد کو سالانہ بنیادوں پر بڑھایا گیا اور اب امریکہ اسرائیل کو ہر سال تین اعشاریہ آٹھ کھرب ڈالر (3.8 Billion USD) عسکری امداد کے طور پر دیتا ہے۔ یعنی ۱۹۹۹ء سے ۲۰۲۳ء تک صرف عسکری مد میں امریکہ اسرائیل کو اکہتر اعشاریہ نو کھرب ڈالر (71.9 Billion USD) کی امداد دے چکا ہے۔[1]

امریکی صدر ٹرمپ بیت المقدس گیا اور بعد میں اس نے القدس (یروشلم) کو اسرائیل کا دار الحکومت قرار دیا، تسلیم کیا اور اسرائیل کے لیے امریکی سفارت خانہ یروشلم منتقل کرنے کا اعلان کیا۔

امریکی صدر جو بائیڈن کا وہ قول تو آج بہت معروف ہے جس میں اس نے کہا کہ 'اگر اسرائیل نہ ہوتا تو ہمیں خود ایک اسرائیل بنانا پڑتا'، (If there was no Israel we'd have to invent one.)۔[2]

یہ امریکہ ہی اسرائیل کا سب سے بڑا حامی ہے۔ سوچیے ایک ہزار فدائی مجاہدین کے 'اسرائیلی' حدود میں داخلے اور حملوں کے سبب امریکہ اپنا بحری بیڑا، برطانیہ اپنے دو بحری جنگی جہاز اور فضائی نگرانی کے سسٹم اسرائیل کے لیے وقف کر دیتا ہے، وہ برطانیہ جو اپنی تاریخ کے عمیق سیاسی و اقتصادی بحران کا سامنا کر رہا ہے اور وہ امریکہ جس کا حالیہ صدر امریکی تاریخ کی کمزور ترین سیاسی شخصیات میں شامل ہوتا ہے۔ امریکہ اپنے عوام کے ٹیکسوں سے ان کے لیے طبی

---

[1] US Foreign Aid to Israel (https://fas.org/sgp/crs/mideast/RL33222.pdf)

[2] The New Arab

سہولیات اور ملازمتیں پیدا نہیں کر رہا بلکہ غاصب اسرائیل کی حفاظت پر اپنے ٹیکس دہندگان کا پیسہ خرچ کر رہا ہے۔

اہلِ فلسطین کی مدد کیسے کی جائے؟

اہلِ فلسطین کی مدد دراصل اہلِ اسلام اور اسلام کی مدد ہے، قبلۂ اول کی نصرت اور آخرت کا توشہ ہے۔ بے شک اہلِ فلسطین کی مدد کئی طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہو سکتے ہیں:

سب سے بڑا جو دشمن اس سے سب سے پہلے جنگ!

اسرائیلی جارحیت کے خلاف براہِ راست مقاومت و مزاحمت یا قتال فی سبیل اللہ زمینی اعتبار سے ایک مشکل امر ہے کہ نام نہاد 'اسرائیل' کے ایک طرف سمندر اور تین طرف ان عرب ممالک کی سرحدیں واقع ہیں جہاں کے حکمران امریکی کٹھ پتلی اور بے دام کے غلام ہیں۔ اسرائیل کے خلاف اہلِ اسلام وہی کر سکتے ہیں جو 'طوفان الاقصیٰ' کی صورت میں 'کتائب القسام' کے مجاہدین نے کیا ہے۔ کتائب القسام کے مجاہدوں کی ہزار بار تحسین لیکن ہم جانتے ہیں کہ غاصب اسرائیل کے خاتمے کے لیے جن معرکوں کی ضرورت ہے ان میں 'طوفان الاقصیٰ' پہلا فیصلہ کن اور بڑا معرکہ ہے لیکن اس نوعیت کے معرکے اسرائیل (جس کی پشت پر طاغوتِ اکبر امریکہ کھڑا ہے) کو یقیناً کمزور کرتے ہیں لیکن پچھاڑ نہیں سکتے۔

- اس کے باوجود جو جو اہلِ ایمان اہلِ فلسطین کے ساتھ جانی و مالی مدد میں براہِ راست شریک ہونے کا طریق پائیں تو وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے ان کی نصرت و حمایت کریں۔
- مجاہدینِ اسلام جہاں جہاں برسرِ جہاد ہیں، مثلاً پاکستان، کشمیر و بنگلہ دیش، یمن، مالی، الجزائر، شام، صومالیہ وغیرہ تو وہ وہاں وہاں اپنی جہادی قوت میں اضافہ کریں اور اپنے جہاد میں مزید تیزی و قوت لائیں۔ اپنی اپنی سرزمینوں اور اپنے زیرِ قبضہ علاقوں کو جہادی مراکز میں تبدیل کیا جائے اور امریکہ و اسرائیل کے نیو ورلڈ آرڈر کے تحت کفریہ عالمی حکومت کو گرانے کے لیے مقامی جہاد عالمی جہاد کی نصرت میں سرگرمِ عمل ہو جائے۔
- آج عالَمِ اسلام کے حکمرانوں کی روش سبھی کے سامنے ہے۔ یہی حکمران اور ان کی افواج ہیں جو آج غیور و جسور مسلمانوں کو یہود پر حملہ آور ہونے سے روکے ہوئے ہیں، یہی نام نہاد حکمران ہیں جو یہود کے سب سے بڑے موئید و حامی امریکہ کے کہیں فرنٹ لائن اتحادی ہیں، کہیں اپنی سرزمینوں پر شاہ عبد العزیز ائیر بیس، شاہ فہد ائیر بیس، شاہ خالد ائیر بیس اور کہیں العدید ائیر بیس فراہم کرتے ہیں، پھر ان ائیر بیسوں میں پلنے والوں کا خرچہ مسلمانوں کی دولت 'خام تیل اور قدرتی گیس' سے پورا کرتے ہیں اور پھر انہی فوجوں کو اور کہیں انہی ائیر بیسوں سے طیارے اڑوا کر اخیارِ امت پر بم برسانے میں سہولت کاری کرتے ہیں۔ پس سارے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور مؤثر عوامی تحریکوں کے ذریعے اپنے ممالک کے حکمرانوں کو مجبور کریں کہ وہ امریکہ و اسرائیل کی حمایت سے باز آ جائیں۔
- آخری لیکن اہم ترین نقطہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے اسرائیل تک پہنچنا مشکل ہے، لیکن اسرائیل کے سب سے بڑے پشت پناہ امریکہ ثم برطانیہ و فرانس اور دیگر یورپی ممالک کے مفادات امریکہ و یورپ سمیت پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ پس دنیا کے جس بھی کونے میں جہاں کوئی اسرائیلی، امریکی، برطانوی و فرانسیسی یا دیگر اسرائیل کے حامی یورپی ملیں تو ان کو وہیں قتل کیا جائے۔ آج کی دنیا گلوبل ویلیج ہے جہاں سبھی کے مفادات پوری دنیا میں بکھرے ہوئے ہیں، بے شک یہود ایک مقدس زمین کا نظریہ و عقیدہ رکھتے ہیں اس لیے دریائے نیل و فرات کے درمیان رہنا چاہتے ہیں، لیکن اسرائیل کے حامیوں کا ایسا کوئی مقدس نظریہ و عقیدہ نہیں، وہ پوری دنیا میں موجود ہیں۔ اگر امریکہ، یورپ و آسٹریلیا سے یہودی جہاز بھر بھر کے اسرائیل کی فوجی حمایت کے لیے آ سکتے ہیں تو انہی مردو زن فوجیوں کو امریکہ، یورپ و آسٹریلیا میں کیوں نشانہ بنا کر جہنم واصل نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ امریکیوں پر ایک ایسی ضرب اور ایک ایسی جنگ مسلط کی جائے جو امریکیوں کو اسرائیل کی حمایت و حفاظت کا خیال بھلا دے۔

نبیؐ کے سپاہی بنو!...... دنیا بھر کی افواج میں موجود غیرت مند مسلمان فوجیوں اور افسروں کے نام

۴ جون ۲۰۲۳ء کو ایک مصری فوجی محمد صلاح ابراہیم نے اسرائیل مصر سرحد پر تین اسرائیلی فوجیوں کو قتل کیا اور پھر شہادت کا جام پی کر جناتِ عدن کو روانہ ہوا۔ پھر ۸ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو جب معرکۂ طوفان الاقصیٰ کو شروع ہوئے دوسرا دن تھا تو ایک مصری پولیس افسر نے مصر کے شہر اسکندریہ میں تین اسرائیلی یہودی مردوں کو اپنی ذاتی پستول سے نشانہ بنایا، دو یہودی موقع پر ہلاک ہو گئے، ایک زخمی حالت میں مدد کو پکارتا رہا جبکہ ان یہودیوں کے ساتھ آئی عورت کو اس مردِ مجاہد نے کچھ نہ کہا۔

یہ دو واقعات تو حال ہی میں پیش آئے، جبکہ امریکی فوج میں فلسطینی نژاد میجر نضال حسن نے پچاس کے قریب امریکی فوجیوں کو امریکی فوجی اڈے فورٹ ہوڈ، ٹیکساس میں محض اپنی گلاک پستول سے نشانہ بنایا جن میں تیرہ فوجی ہلاک ہوئے۔ سعودی جنگی ہوا باز محمد سعید شمرانی نے پینسا کولا کی امریکی نیول بیس میں تین امریکی فوجیوں کو قتل کیا اور پھر خود بھی شہادت کا جام پی کر جنت کو روانہ ہوئے۔ پاکستان میں پنجاب پولیس کے سپاہی غازی ممتاز حسین قادری نے

۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو پنجاب کے گورنر گستاخِ رسول سلمان تاثیر پر سرکار کی جانب سے الاٹ کردہ کلاشن کوف سے ستائیس گولیاں چلا کر اس گستاخِ رسول کو جہنم واصل کیا۔ سمندروں میں امریکی کمانڈ کے تحت سی ٹی ایف کی مہم میں شامل ذیشان رفیق اور اویس جاکھرانی نے بحرِ ہند میں امریکی بحری بیڑوں پر حملہ کرنے کی کوشش میں کئی امریکی غلام فوجیوں کو جہنم واصل کیا۔ یہ بھی چند واقعات صرف مثالیں ہیں ورنہ ایسی کئی دیگر مثالیں تاریخ میں مل سکتی ہیں۔

پس ان سبھی مسلمان فوجیوں کے دشمن پر حملہ کرنے میں بہترین نمونہ ہے، ان مسلمان فوجیوں اور افسروں کے نام کہ جن کے دلوں میں ایمان کی چنگاری جلتی ہے۔ اللہ جَلَّ جَلَالُهُ نے ان فوجیوں کو ہتھیار چلانے کی صلاحیت دی ہے، ہتھیار ان کے ہاتھوں میں ہیں یا چند میٹر دور اور دشمنانِ دین خاص کر امریکیوں اور یہودیوں تک آسان رسائی ان کو حاصل ہے۔

ایسے میں اسلام کے خلاف جاری عالم گیر جنگ میں اہلِ اسلام کا ساتھ دیں، امریکیوں اور یہودیوں کے لیے ان کی محفوظ فوجی بیرکوں میں بھی جینا حرام کر دیں، اسی میں دنیا کی عزت بھی ہے اور آخرت کی فوز و فلاح بھی!

اہلِ قلم و اصحابِ اعلام (میڈیا) کے نام

دردمند اہلِ قلم اور اصحابِ اعلام (میڈیا یا سوشل میڈیا پر اثر رکھنے والے حضرات و خواتین) سے زیادہ کون اعلامی و فکری جنگ کی اہمیت اور قلم کی طاقت سے واقف ہے۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ." (رواه أبو داود والدارمي والنسائي وأحمد)

"مشرکین (کفار) کے خلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں سے جہاد کرو!"

معاشی بائیکاٹ

جس قدر ممکن ہو سکے تو مسلمان اپنی بنائی ہوئی اشیاء کا استعمال کریں، چاہے وہ اشیائے خورد و نوش ہو، پہننے کے کپڑے ہوں، سہولیاتِ سفر ہوں یا کمیونیکیشن کے آلات (موبائل و کمپیوٹر)، اور اگر اپنی بنائی اشیاء موجود نہ ہوں تو امریکہ کے مقابلے میں کم مضر دشمن کی بنائی اشیاء استعمال کرنے کی کوشش کی جائے۔ بے شک اپنی خواہشات کو دشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے کنٹرول کرنا ہم میں سے ہر ایک کے بس میں ہے۔ ہم کوکا کولا کی جگہ مقامی برانڈ کا مشروب بھی پی سکتے ہیں۔ امریکی ایپل کی جگہ کم مضر جاپانی و کوریائی سیم سنگ استعمال کر سکتے ہیں۔ گوچی، ارمانی، لیوائز، پولو، ایڈیڈاس و نائیکی کی جگہ مقامی برانڈز اور مقامی درزیوں کے بنائے کپڑے پہن سکتے ہیں۔ میک ڈونلڈز جو آج اہلِ غزہ کے خلاف جاری اسرائیلی جنگ میں اسرائیلی یہودی فوجیوں کو مفت کھانا فراہم کر رہا ہے کی جگہ اپنے شہر کی کسی فاسٹ فوڈ کی دکان یا اپنے ملک کی مقامی فاسٹ فوڈ چین سے برگر و چپس کھا سکتے ہیں۔

اپنی اپنی ضرورت و استطاعت کے بقدر امریکی و یورپی و اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ نتیجتاً کفر کی معیشت کو کمزور کرے گا، البتہ جو مسلمان اس بائیکاٹ کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا جس کی ضروریات دشمن ہی کے برانڈز سے وابستہ ہوں تو ہم اہلِ ایمان کو اپنے اس مسلمان بھائی کے لیے عذر کا فائدہ ضرور دینا چاہیے۔

دعائیں

حدیث شریف میں وارد ہے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، 'الدعاء سلاح المؤمن'[1]۔ آج کے بے عملی کے زمانے میں ٹی وی سکرینوں کے سامنے آرام صوفوں اور آرام تکیوں سے ٹیک لگا کر ہم کبھی کبھی اپنی بے عملی کے سبب بس دعا ہی کو اصل قرار دیتے ہیں، یہ رویہ شرعاً و عقلاً درست نہیں۔ لیکن جو واقعتاً کوئی اور راہ نہ پاتا ہو تو گڑگڑا گڑگڑا کر اہلِ فلسطین سمت دنیا بھر کے مسلمانوں اور مظلوموں کے لیے دعائیں کرنا، قنوتِ نازلہ کا اہتمام کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور حقیقتاً بہت بڑا ہتھیار ہے۔ پس ان دعاؤں کا اپنی ذاتی و اجتماعی محفلوں میں انعقاد لازمی ہے۔ خود بھی دعائیں کیجیے، اپنے اہل و اولاد سے بھی کروائیے اور اپنی مساجد کو بھی ان دعاؤں سے آباد کیجیے، بے شک اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کوئی دعا رد نہیں فرماتے، کہا تمہارے رب نے کہ مجھ سے (دعا) مانگو، میں تمہیں عطا کروں گا 'وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ'۔ خاص کر تہجد اور جمعے کی خاص قبولیت کی گھڑیوں میں دعائیں ضرور مانگیے۔

«اللَّهُمَّ اهْدِنا فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِا فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.»[2]

«اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ.»[3]

علمائے کرام سے گزارش

مخلوق کی ترشید و ہدایت کارِ پیغمبری ہے۔ پیغمبروں کے وارث علمائے کرام ہیں، کما جاء في الحديث: إنّ العلماء ورثة الأنبياء[4]۔ یہی علمائے کرام امتِ مسلمہ کے حقیقی رہبر ہیں۔ آج

[1] المستدرک الحاکم

[2] سنن أبي داود، ونسائي وابن ماجة وغيرهم

[3] (متفق عليه)

[4] رواه أبو داود والترمذي

عالمِ کفر، خصوصاً یہود ِنامسعود کے خلاف امت کو منظم کر کے کھڑا کرنا، یہود اور ان کے حامیوں خاص کر امریکہ کی حقیقت امتِ مسلمہ کے سامنے بیان کرنا، اپنے فتاویٰ اور خطبات سے امت کو اس کے فرض کی طرف بلانا، ایک بہترین کاوش ہو سکتی ہے۔

'مسلمان' حکمرانوں کے نام

دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے حکمرانوں کی روش سب کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ ان کے جرائم اگر امریکہ و اسرائیل سے زیادہ نہیں تو ان سے کم بھی نہیں بلکہ کم از کم مساوی ہیں۔ پاکستان تا سعودی عرب و قطر و کویت، ترکی، عرب امارات و مصر و سوڈان سبھی کے حکمران امریکہ کے براہِ راست تابع اور دوست ہیں اور ان میں سے کئی آج اسرائیل کے ساتھ بھی براہِ راست بڑے گہرے اور شیریں تعلقات کے حامل ہیں۔ اگر ان میں کچھ حمیتِ اسلامی اور غیرتِ ایمانی بلکہ ایمان و اسلام کا رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے تو ان کے لیے ان احادیث میں بڑی عبرت ہے:

> جَاءَ عُبَادَةُ بْنُ الصامت من بني الحارث بن الْخَزْرَجِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي مَوَالِي مَنْ يَهُودِ كَثِيرٌ عَدَدُهُمْ، وَإِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ مِنْ وَلَايَةِ يَهُودٍ، وَأَتَوَلَّى الله ورسوله، فقال عبد الله بن أبي: إِنِّي رَجُلٌ أَخَافُ الدَّوَائِرَ لَا أَبْرَأُ مِنْ وِلَايَةِ مَوَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ «يَا أَبَا الْحُبَابِ، مَا بَخِلْتَ بِهِ مِنْ وَلَايَةِ يَهُودَ عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَهُوَ لَكَ دُونَهُ» قَالَ: قَدْ قَبِلْتُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ○ (تفسير ابن كثير)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: 'یا رسول اللہؐ بہت سے یہودیوں سے میری دوستی ہے مگر میں ان سب کی دوستیاں توڑتا ہوں، مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ کی دوستی کافی ہے'۔ اس پر عبد اللہ ابن ابی (یہ بھی خزرج سے تھا) نے کہا 'میں دور اندیش ہوں، دور کی سوچنے کا عادی ہوں، مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا، نجانے کس وقت کیا موقع پڑ جائے؟'۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'اے عبد اللہ! تُو عبادہ کے مقابلے میں بہت ہی گھاٹے میں رہا، اس پر یہ آیتیں اتریں: 'اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آ پڑے گا لیکن کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر دے اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھی'۔

اسی طرح تفسیر ابنِ کثیر اور تفسیرِ طبری میں وارد ہے کہ[1]:

> جب یہودیوں کے اس قبیلہ (بنو قینقاع) سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور بفضل رب یہ غالب آ گئے تو اب عبد اللہ بن ابی آپ سے کہنے لگا، اے محمدؐ میرے دوستوں کے معاملے میں مجھ پر احسان کیجیے، یہ لوگ خزرج کے ساتھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اس نے پھر کہا، آپ نے منہ موڑ لیا، یہ آپ کے دامن سے چپک گیا (دوسری روایت میں ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبانِ مبارک پکڑ لیا)، آپ نے غصہ سے فرمایا کہ چھوڑ دے، اس نے کہا نہیں! میں نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ ان کے بارے میں احسان کریں، ان کی بڑی پوری جماعت ہے اور آج تک یہ لوگ میرے طرفدار رہے اور ایک ہی دن میں یہ سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ مجھے تو آنے والی مصیبتوں کا کھٹکا ہے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'جاؤ وہ سب تیرے لیے ہیں'۔ ایک روایت میں ہے کہ "جب بنو قینقاع کے یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور اللہ نے انہیں نیچا دکھایا تو عبد اللہ بن ابی ان کی حمایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرنے لگا اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے باوجودیکہ یہ بھی ان کے حلیف تھے لیکن انہوں نے ان سے صاف برأت ظاہر کی"۔

اسی طرح سنن اَبی داود اور دیگر کتبِ تفسیر و حدیث کی روایات میں ہے (مفہوم عرض ہے) کہ جب عبد اللہ ابن ابی کا آخری وقت آیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لانے کو کہا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اصل عبارت تفسیرِ ابن کثیر (مترجم) کی ہے البتہ راقم نے یہاں قوسین میں تفسیرِ طبری کے بعض الفاظ کا اضافہ نقل کر دیا ہے۔

اس کے آخری وقت میں بھی اس سے فرمایا: «قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ» ’بے شک میں تجھے یہود سے دوستی رکھنے سے منع کیا کرتا تھا!‘۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہود سے دوستی و محبت ہی عبد اللہ ابن ابی منافق کے کفر پر مرنے کا سبب بنی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے استغفار کی اور اس کا جنازہ پڑھایا، لیکن آپؐ کی استغفار بھی اس کے کام نہ آئی، اس کو سُوئے خاتمہ نصیب ہوا اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمایا کہ آپؐ چاہے ان کے لیے ستّر مرتبہ بھی استغفار فرمائیں تب بھی اللہ اسے معاف نہ کرے گا، ’إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ‘۔

پس اگر آج مسلم ممالک کے ان حکمرانوں جن میں سرِ فہرست ابنِ سلمان، ابنِ زاید، سیسی، تمیم اور ان کے واسطے سے عاصم منیر[1] شامل ہیں، میں واقعی ایمان موجود ہے تو وہ یہود و نصاریٰ سے ترکِ موالات کی شرعی روش اپنائیں کہ یہود سے دوستی بڑے گھاٹے کا سودا ہے اور اس کا انجام سُوئے خاتمہ ہے۔

اب ڈیرے منزل ہی پہ ڈالے جائیں گے

یہودی نیتن یاہو نے نام نہاد ریاست ’اسرائیل‘ پر ہونے والے حملوں کے بعد کہا تھا کہ ہم مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدل دیں گے۔ لیکن اس یہودی فتنہ گر کو خبر ہو کہ مشرقِ وسطیٰ نہیں صفحۂ ہستی کا سارا ہی نقشہ بدلنے کا وقت آ گیا ہے۔ آج امت کی سربلندی کے خوابوں کی تعبیریں بتانے والا اقبالؒ موجود نہیں، لیکن اقبالؒ نے صد سال قبل جس منظر کی پیش گوئی کی تھی، ہم آج وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

بے شک وہ شیر ہوشیار ہو گیا ہے اور باذن اللہ اس شیر کی چنگھاڑ سے پوری ملتِ اسلامیہ بیدار ہو جائے گی! اہلِ اسلام کی فتح و ظفر کا زمانہ اور خلافۃ علی منہاج النبوۃ کے قیام کا وقت بہت قریب آ لگا ہے۔ کس نے سوچا تھا کہ مٹھی بھر مجاہدین غزہ کی پٹی سے نکلیں گے اور یہ چند مجاہدین، شاید ایک ہزار یا اس سے کچھ زیادہ یا کم دنیا کی سبھی سپر طاقتوں کو ’طوفان الاَقصیٰ‘ کی لپیٹ میں لا کر ناکوں چنے چبوا دیں گے۔ دنیا کے شرق و غرب سے آواز آ رہی ہے:

اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج اچھالے جائیں گے

اب ٹوٹ گریں گی زنجیریں، اب زندانوں کی خیر نہیں
جو دریا جھوم کے اٹھے ہیں، تنکوں سے نہ ٹالے جائیں گے

کٹتے بھی چلو، بڑھتے بھی چلو، بازو بھی بہت ہیں، سر بھی بہت
چلتے بھی چلو، کہ اب ڈیرے منزل ہی پہ ڈالے جائیں گے

اے قدس! تجھے تیری عظمت لوٹانے کے لیے تیرے پاسبان، کاشغر تا ساحلِ نیل لڑ رہے ہیں اور عنقریب تیرے یہ فدائی پاسبان تیرے شہر کی مسجد میں، جس مسجد میں بعد از خدا بزرگ و بر تر، حبیبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے سبھی انبیاء علیہم السلام کی امامت کی تھی، اسی مسجدِ اقصیٰ کے صحن میں جمع ہوں گے، ان شاء اللہ!

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

[قبل از ظہر، یکم ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ / ۱۶ اکتوبر ۲۰۲۳ء]

☆☆☆☆☆

---

[1] چند ہفتے قبل پاکستان فوج کے چیف عاصم منیر نے ابنِ سلمان سے عرب کے صحرا میں ایک خیمے میں ملاقات کی۔ کہتے ہیں کہ عرب جب کسی سے خاص ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو اس کو صحرا میں خیمے میں مدعو کرتے ہیں۔ عرب صحافی سامی حمدی کے بقول (راقم کے الفاظ میں) ’جس طرح اسرائیل سے تعلقات کی ’نارملائزیشن‘ کے دوران ابنِ زاید بحرین اور سوڈان کے حکمرانوں کو اسرائیل کی خدمت میں لے کر گیا، ابنِ سلمان پاکستان کے حکمرانوں (جو دراصل فوج ہی ہے) کو اسرائیل کے چرنوں میں لے کر جائے گا اور صحرا میں نصب خیمے میں ابنِ سلمان اور عاصم منیر کی یہی بات چیت ہوئی‘۔ وللہ الحمد! اللہ پاک مجاہدینِ فلسطین کو جزائے خیر سے دنیا و آخرت میں نوازے، ان کی حفاظت فرمائے اور انہیں فتح و ظفر سے ہم کنار کرے کہ انہوں نے ابنِ سلمان کی اسرائیل سے ’نارملائزیشن‘ کی سیاست کو بیخ سے ہی اکھاڑ پھینکا!

دشمن کے شدید ردِ عمل سے واقفیت کے باوجود مجاہدین نے دشمن پر حملے کا فیصلہ کیوں کیا؟

شیخ محمد بن محمد الاسطل (فلسطینی عالمِ دین)

میں ان لوگوں میں سے نہیں جو سوشل میڈیا پر چھڑنے والی ہر متنازع گفتگو کا جواب دینے کے لیے میدان میں اتر پڑتے ہیں، اس لیے کہ میں علمی مقام و منصب کا احترام ضروری سمجھتا ہوں اور میرا یہ ماننا ہے کہ غیر مفید یا محدود فائدے والی باتوں میں وقت ضائع کرنے سے بچنا چاہیے۔

ایک دو دن پہلے بعض احباب کی طرف سے مجھ سے دریافت کیا گیا کہ: "اس شخص کی رائے کے بارے میں آپ کا کیا جواب ہے جو یہ کہتا ہے کہ صہیونی دشمن کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں تاکہ اسے اتنے شدید ردِ عمل کا موقع نہ ملے"۔

خاموشی کے اپنے اصول کو کنارے رکھتے ہوئے، اپنے احساسات کو سرسری طور پر رکھوں گا۔ اس وقت جو صورتِ حال ہے اس میں تفصیل سے جواب دینے کے لیے ذہنی یکسوئی میسر نہیں ہے۔

میں اس ضمن میں ذیل کے صرف چار اسباب آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلی وجہ:

دشمن مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی، اسے یہودی شناخت دینے، اور ہیکل کی تعمیر کے اپنے ایجنڈے پر ماضی کے مقابلے میں بہت زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ اپنے اس ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے ماضی میں دو یا تین سالوں میں وہ جو اقدامات کرتا تھا اب وہ دو تین ہفتوں میں ہی وہ سب پورا کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اہلیانِ شہرِ القدس کو ذلیل و رسوا کرنے، ہراساں کرنے اور ان کے اہلِ علم و فضل کو جیلوں میں بھرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

صرف یہی نہیں، اس کی حرکتیں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب وہ مسجدِ اقصیٰ میں نماز سے لوگوں کو روک رہا ہے، اس کی رکاوٹوں کی وجہ سے لوگ نماز کے لیے مسجد تک نہیں پہنچ سکتے۔ مسجد کے اندر تقریباً ۵۰ علمی حلقے منعقد ہوتے تھے لیکن اب سالوں سے ان پر بھی پابندی عائد ہے۔

مجاہدین کے آپریشن سے چند دن پہلے تقریباً ۵ ہزار صہیونیوں نے مسجدِ اقصیٰ میں گھس کر اس کی بے حرمتی کی۔ کئی دنوں سے ان کی یہی حرکات جاری تھیں۔ مسجد کی بے حرمتی کے ایسے مظاہر گزشتہ بیس سالوں میں بھی سامنے نہیں آئے تھے۔ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی، اور اسے یہودی رنگ دینے کی بڑھتی ہوئی حرکتوں کے رد میں مجاہدین نے اپنے آپریشن کو انجام دیا۔ معرکے کے نام "طوفان الاقصیٰ" سے ہی اس کا مقصود ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری وجہ:

دشمن ہمیں گزشتہ پندرہ سالوں سے دھیرے دھیرے موت کی طرف دھکیلنے کے اپنے منصوبے پر کاربند ہے۔ ہمارے درمیان نوجوانوں کی ایک پوری نسل ایسی ہے جس نے اسی بحران کے درمیان آنکھ کھولی ہے۔ بیس، تیس سال کی عمر کو پہنچے ہوئے اکثر نوجوان زندگی کے ہر گوشے سے دور، روزگار سے محرومی کی زندگی جی رہے ہیں۔ وہ اپنی تعلیم پوری نہیں کر سکتے، شادی نہیں کر سکتے، گھر نہیں بنا سکتے اور انہیں کوئی روزگار بھی نہیں ملتا۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں طرح طرح کی سماجی مشکلات پھیل چکی ہیں، بے روزگاری ہے کہ بڑھتی ہی جا رہی ہے، شادیوں کا سلسلہ رکا سا ہوا ہے، یوں سمجھیں کہ سماجی اور معاشی مسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔

قریبی دنوں میں دسیوں ہزار کی تعداد میں نوجوانوں نے اس امید پر مغربی ممالک کی طرف ہجرت کی کوشش کی کہ انہیں زندگی گزارنے کے لیے روزگار کے کچھ مواقع میسر آئیں گے۔ وہ ایک مشکل سے نکل کر دوسری مشکل کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن بحری راستے میں ایسے دسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں نوجوان سمندر اور مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔

تیسری وجہ:

ہمارے جو افراد دشمن کی قید میں ہیں ان کے ساتھ اس کا رویہ وحشیانہ ہے، وہ ایسی شدید اذیتوں کا سامنا کر رہے ہیں کہ گویا ہر دن کئی کئی بار موت کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں۔ آپ تصور کریں کہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ڈیڑھ میٹر کے سیل میں ۱۳ سالوں سے قید ہیں، کچھ قیدیوں کو براز و گندگی سے لت پت سیل میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ درد و الم کا مارا، نفسیاتی اذیت سے دوچار قیدی دو تین دن تک لگ کر اس کی صفائی کرتا ہے کہ اس کے بعد اس میں رہ سکے، اس دوران اس کے کپڑے اتارے جاتے ہیں، اسے زد و کوب بھی کیا جاتا ہے۔ پھر جب سیل صاف ہو جاتا ہے تو اسے اسی طرح کے دوسرے گندے سیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے تاکہ اذیت کا وہی سلسلہ پھر شروع ہو۔

ماضی قریب میں قیدیوں کے ساتھ ہونے والا اذیت ناک سلوک برداشت کی حدوں سے بھی باہر جا چکا ہے۔ ان میں یہ احساس پیدا ہونے لگا ہے کہ امت انہیں بھول بیٹھی ہے، کسی کو ان کی مصیبت اور ان کے حالات کی فکر نہیں بلکہ کسی کو یہ بھی نہیں پتہ کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔

صہیونی حکومت کے اندر بن غفیر اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی قیادت میں انتہاپسند یہودیوں کی مضبوط گرفت کی وجہ سے قیدیوں کی زندگی کو اس طرح جہنم بنادیا گیا ہے کہ عملاً ان کے لیے یہ سب ناقابلِ برداشت ہو چکا ہے۔

گزشتہ مہینوں سے یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ ان قیدیوں کی رہائی اور اس جہنم سے ان کی آزادی کے لیے جدوجہد ضروری ہے۔ اس مصیبت میں ہماری قیدی بہنوں کی اذیت کا اضافہ بھی کر لیجیے۔ ہماری بہنوں کو رسوا کیا جارہا ہے، ان کے دین، ان کی عفت، اور ان کی حیا کو جس طرح تار تار کیا جارہا ہے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔

ایسے مرحلے میں مجاہدین نے آپریشن کیا تاکہ مظالم کے اس لامتناہی سلسلے پر بند باندھا جائے۔

چوتھی وجہ:

مزاحمتی حلقوں کی طرف سے یہ وضاحت آچکی ہے کہ انہیں موصول خفیہ معلومات کی روشنی میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ دشمن غزہ کو تباہ کرنے کے لیے اس کے خلاف ایک بھرپور حملے کی تیاری کررہا ہے۔ چنانچہ مزاحمتی قوت نے یہ طے کیا کہ دشمن کو اچانک حملے کا موقع نہیں دینا چاہیے، اچانک حملہ کرکے دشمن جو اہداف حاصل کرنا چاہتا ہے اسے روکنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اس کارروائی کا آغاز خود مزاحمتی قوت کی طرف سے اچانک ہو نہ کہ دشمن کی طرف سے۔

چنانچہ مجاہدین نے ایک ساتھ کئی مقاصد اور اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے بھرپور کارروائی کی۔ ہم ۲۰۱۴ء میں اسی قسم کا تجربہ دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت بھی مزاحمتی قوت کو جب یہ اندازہ ہو گیا کہ دشمن غزہ کو تباہ کرنے کے لیے حملے کی تیاری کررہا ہے تو انہوں نے جنگ کا رسمی اعلان کیے بغیر دو دنوں کے اندر دسیوں میزائل سے دشمن کو نشانہ بنایا تاکہ وہ اپنے منصوبے سے پہلے ہی جنگ میں داخل ہونے پر مجبور ہو اور اچانک حملہ کرکے دشمن اپنے جو مقاصد پورا کرنا چاہتا ہے (مثلاً اہم قائدین کو قتل کرنا یا سینکڑوں مجاہدین کو ان کی تربیتی مشقوں کے درمیان گرفتار کرنا وغیرہ)، انہیں پورا نہ کرسکے۔

میں نے جنگی جہازوں اور میزائلوں کی گھن گرج کے درمیان جلدی میں یہ چار اسباب بیان کیے ہیں۔ پھر یہ بھی عرض کروں کہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے لوگ اپنے احوال سے بہتر واقف ہیں، جو ان احوال سے واقف نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے صحیح صورتِ حال دریافت کرلے۔ یہی حکمت کا تقاضا ہے۔ اور جو وطن سے دور ہو اس پر ایسی کوئی پابندی نہیں کہ وہ ملکی معاملات میں فتویٰ نہیں دے سکتا، البتہ ضروری ہے کہ پہلے وہ حصولِ معلومات کے ممکنہ ذرائع کا استعمال کرلے کیونکہ فتویٰ کے لیے یہ ایک ضروری شرط ہے۔

میں بہت ہی گھٹن کے ساتھ یہ سطور قلم بند کررہا ہوں۔ جب معرکہ برپا ہو اس وقت ہمیں دستِ تعاون بڑھانا چاہیے نہ کہ تنقید اور محاسبہ کے تیر چلانے چاہیے۔ جو لوگ صہیونی بیانیہ پر تکیہ کرنے والے استبدادی حکمرانوں کے بیانیہ کو درست سمجھتے ہوں وہ ان وضاحتوں سے بھی مطمئن نہیں ہوسکتے بلکہ یہ لوگ ہر اس شخص کے رد کے لیے تیار رہیں گے جو انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ اسی کی بات درست مانی جائے۔ لہٰذا اس قسم کی بحثوں میں الجھنے کا کوئی بڑا فائدہ نہیں۔

ہم نے برسا برس سے ایسے تماش بین لوگوں کو دیکھا ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی فرمودات میں ہمیں پہلے ہی بتادیا گیا ہے۔ ہمیں نصوص میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محاذوں پر ڈٹنے والوں کو اللہ کے حکم سے نہ تو ان کے مخالفین نقصان پہنچا سکیں گے اور نہ ہی ان کو بے یار مددگار چھوڑ کر تماشہ دیکھنے والے۔

مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ کچھ لوگوں کو اس پر کوئی دکھ نہیں ہوتا کہ پوری کی پوری قوم ذلت، رسوائی، فقر، اور مظلومیت کے دلدل میں ہے، انہیں قید و بند کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے، مسجد اقصیٰ کی حرمت پامال ہو رہی ہے، ہمارے قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک ہو رہا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سب فطری اور معمول کی باتیں ہیں، ان سب کے ساتھ جینا سیکھ لینا چاہیے۔

مجھے نہیں معلوم کہ وہ باطل کہاں ہے جو تمہیں اس کی اجازت دے دے گا کہ تم اسے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرو اور پھر اس پر خاموش رہ کر تم سے محبت اور مہربانی کے ساتھ پیش آتا رہے۔

اللہ جل جلالہ سے بس یہی فریاد ہے کہ الٰہی ہم کمزور ہیں ہماری مدد فرما، ہم محتاج اور تیری عنایت کے طلبگار ہیں ہم پر کرم فرما، ہم عاجز ہیں ہمیں غلبہ و قوت عطا فرما، ہم رسوائی سے دوچار ہیں ہمیں عزت و اقتدار عطا فرما، کسی بھی افواہ پھیلانے والے اور ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والے کے احسان سے ہمیں بچا۔

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ یوسف: ۲۱)

”اور اللہ اپنے معاملے پر غالب آکر رہنے والا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اتوار، ۳۰ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۳ء

معرکۂ طوفان الاقصیٰ کا نواں دن

ترجمہ: اشتیاق عالم فلاحی

آزادئ قدس کا آغاز ہو چکا ہے!

ڈاکٹر تمیم البرغوثی

[فلسطینی الاصل ڈاکٹر تمیم البرغوثی معروف ادیب اور انقلابی شاعر ہیں۔ استبداد مخالفت اور انقلاب حمایت آپ کی ادبیات اور اشعار کا خاصہ ہے۔ یہاں 'طوفان الاقصیٰ' کی بابت آپ کی ایک تقریر کا اردو ترجمہ نشر کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)]

میری باتوں پر حیران نہ ہوں اور ذرا صبر سے کام لیں۔ بیشک پورے فلسطین کی آزادی کا آغاز ہو چکا ہے۔ ۲۰۲۱ء کی جنگ میں، میں نے کہا تھا کہ بیشک پورے فلسطین کی آزادی ممکن ہے، اور تاریخی فلسطین میں دو آبادیاتی گروہوں کے درمیان ایک جامع تصادم کی بدولت (ہماری) اسی نسل میں ممکن ہے۔ بیشک غزہ، مغربی کنارے، قدس اور دوسرے ان خطوں میں، جو ۱۹۴۸ء میں مقبوضہ ہو گئے تھے، وہاں کے مکینوں اور حملہ آوروں کے درمیان 'عام جنگ' اسرائیل کے نسل پرست نظام ریاست پر دباؤ ڈالنے کی ضامن ہے، یہاں تک کہ یہ سقوط کا شکار ہو جائے۔ اسرائیل اس کے بعد اسرائیل نہ رہے گا، اور یہ اس قابل نہ رہے گا کہ حکومت کر سکے، کیونکہ اس کے آدھے سے زیادہ لوگ اس کے حکام کی نافرمانی کر رہے ہوں گے۔

اور آج میں کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہے ہیں، وہ اس عام جنگ کا آغاز ہے۔ اگرچہ جنگوں میں تمام امکانات کھلے ہوتے ہیں، مگر اس جنگ میں راجح ترین امکان یہ ہے کہ اسرائیل جو (اس جنگ کی بدولت) غزہ میں مزاحمت کی حکومت بدلنا چاہتا ہے، جلد یا بدیر، یہ جنگ تل ابیب میں نظامِ حکومت کی تبدیلی پر منتج ہو گی۔ اسرائیل ایک ایسی ریاست ہے جو اصل میں عرب خطے میں اپنی عددی قلت کی وجہ سے ایک خوف کے احساس کے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اس کا بحران تاریخی فلسطین میں یہودی اسرائیلیوں کی تعداد کے مقابلے میں عربوں کی تعداد میں اضافے اور شمالی سرحد پر، بحیرۂ قزوین (Caspian Sea) سے بحیرۂ روم (Mediterranean Sea) تک، مزاحمتی تحریک کے قیام کے سبب مزید سنگین ہوا ہے۔

اور اب بھی اسرائیل کی لیڈروں میں ایسے لوگ ہیں جو اس خوف سے نکلنے کے لیے فلسطینیوں پر تباہی اور دربدری کی جنگ مسلط کرنے اور خطے میں فلسطینی مزاحمت کے اتحادیوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسرائیل کے سن رسیدہ اور تجربہ کار قائدین اس حل سے بچتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ حل ناکام ہوا تو اس کا مطلب پورے صہیونی منصوبے کا خاتمہ ہو گا۔ پھر جب مزاحمتی تحریک نے ۷ اکتوبر ۲۰۲۳ء کو بڑا حملہ کیا تو دشمن گھبرا گیا اور پھر اس نے ایسے وقت میں جنگ چھیڑی جس کا انتخاب اس کے مقابل نے کیا تھا، اور یوں اس نے ایک کے بعد ایک غلطی کرنا شروع کر دی۔ پس اگر ہم ایک دوسرے کو تنہا نہ چھوڑیں تو ہم اس دشمن کی کمر توڑنے پر قادر ہیں، اور اگر یہ دشمن ٹوٹ گیا تو اس کے بعد یہ دوبارہ نہ اٹھ سکے گا۔

لوگو! دشمن اس قدر تشدد کے ساتھ غزہ کو محض اس لیے نشانہ بنا رہا ہے کہ وہ سب سے مضبوط ہے۔ اس کے لوگ آج کے فلسطینیوں میں سب سے بہترین مسلح، تربیت یافتہ اور عسکری تجربے کے حامل ہیں۔ اسی بنیاد پر وہ مغربی کنارے، قدس اور داخلِ اسرائیل کے مسلمانوں کی حفاظت پر سب سے بڑھ کر قادر ہیں۔ پس دشمن اوّل مسلح لوگوں سے نمٹنا چاہتا ہے، تاکہ اس کے بعد وہ نہتوں اور نہتوں جیسوں کی طرف متوجہ ہو سکے۔ یوں وہ پورے فلسطین میں دونوں آبادیاتی گروہوں کے درمیان عام تصادم اور عام جنگ شروع کر رہا ہے، اس امید پر کہ (اس کے نتیجے میں) جدید نکبہ[1] (تباہی) پیدا ہو۔ اور دشمن ہرگز اس عام جنگ میں کامیاب نہ ہو گا، الّا یہ کہ عام جنگ نہ چھڑے، یا ہم میں سے بعض جنگ میں اپنے بھائیوں کو تنہا چھوڑ دیں، جس کا مطلب ہے کہ ہم نے دشمن کو کھلا چھوڑ دیا کہ وہ ہمیں یکے بعد دیگرے قتل کرے اور ہر ایک اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ میری نظر میں ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم سب مل کر ایک ہی وقت میں دشمن سے جنگ کریں، بجائے اس کے کہ ہمیں باری باری قتل کیا جائے۔ ایسا نہیں کہ میں لوگوں کو خطرے کی طرف بلا رہا ہوں جبکہ میں خود محفوظ بیٹھا ہوں، نہیں بلکہ میں تو حقیقت میں اس خطرے سے ڈرا رہا ہوں جو حفاظت وامان کی بھیس میں ہے۔

آج کی مزاحمت نجات کا بہترین طریقہ ہے۔ جو ڈر گیا اور اس نے آج جنگ کو ملتوی کر دیا، تو کل دشمن اسے وقت نہیں دے گا۔ پس اگر ہم نے ان کے خلاف مل کر مزاحمت کی تو بیشک ہم فتحیاب ہوں گے۔ انہوں نے اپنے طبعی خوف کی وجہ سے اپنی پوری فوج کو بشمول ریگولر فوج اور ریزرو فوج کے، بلا لیا ہے۔ فوج ان کے معاشرے اور اس کی افرادی قوت کا ایک بڑا حصہ ہے۔ اگر یہ جنگ کریں گے تو ان کی معیشت مفلوج ہو جائے گی، اور ان کے لیے سیاسی جنگ کی قیمت ہمارے لیے جنگ کی قیمت سے کہیں زیادہ ہو گی۔ ہماری عوام تکلیف میں مبتلا ہو بھی جائے تو بھی فدائیوں کی مدد سے پیچھے نہیں ہٹتی، جبکہ ان کے ووٹر اپنی حکومت کو چھوڑ دیں گے اگر وہ انھیں فوری اور سستی فتح نہ دلا سکی۔ دشمن نے اس جنگ کے لیے ایسے اہداف متعین کیے ہیں جن کے حصول میں فوری اور سستی فتح ناممکن ہے۔ وسیع پیمانے پر ہتھیاروں کی موجودگی

[1] 'نکبہ' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا عام مطلب تباہی ہے۔ معاصر تاریخ میں اس سے مراد ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کا دن ہے جب فلسطینی ایک بہت بڑی تباہی سے دوچار ہوئے۔ فلسطینیوں کی اکثریت سے ان کے گھر چھین لیے گئے اور انھیں زبردستی بے گھر اور علاقہ بدر کر دیا گیا، اور ان کی مسلم حکومت ختم کر کے اس دن اسرائیل کی ناپاک ریاست قائم کر دی گئی۔ (مترجم)

والے گنجان آباد شہر پر دوبارہ قبضہ کرنا جس میں کھونے کے لیے کوئی چیز نہ ہو، اسرائیل کو تو چھوڑیں، عالمی طاقتوں کے لیے آسان معاملہ نہیں ہے۔

باقاعدہ فوج اور فدائی دستوں کے درمیان جنگوں میں یہ بات معروف ہے کہ باقاعدہ فوج اگر اپنی جنگ کو انتہا تک نہ پہنچا سکے تو وہ ہار جاتی ہے، جبکہ فدائیوں کی فتح یہ ہوتی ہے کہ وہ باقاعدہ فوج کو جنگ ختم کرنے سے روک لیں۔ ہر ایک دن جس میں دشمن اپنے حق میں جنگ کا فیصلہ کرنے سے عاجز رہتا ہے، وہ اس کے لیے جنگ کی قیمت بڑھاتا ہے اور اسے شکست سے قریب لاتا ہے۔ پھر دشمن اس کی تلافی عام شہریوں کو نشانہ بنا کر کرتا ہے، لیکن انہیں نشانہ بنانے سے مزاحمت کرنے والوں کی عسکری صلاحیتیں کمزور نہیں ہوتیں، بلکہ اپنوں کا خون دیکھ کر ان کا غضب مزید بڑھتا ہے۔ سو اگر دشمن چاہے گا کہ عام شہریوں پر بمباری کر کے وہ شمالی اور مشرقی محاذ پر موجود ہمارے لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے سے ڈرائے، تو معاملہ اس کے برعکس ہو گا اور یہ بمباری ان لوگوں کی جنگ میں شمولیت کا امکان بڑھا دے گی، کیونکہ وہ لوگ سوچیں گے کہ اگر انہوں نے حالیہ مزاحمتی تحریک کو تنہا چھوڑا تو جو کچھ آج غزہ میں ہو رہا ہے، وہ کل ان کے یہاں ہو گا۔ سو دشمن نے لوگوں کو ڈرانے کا جو سبب اختیار کیا، وہ الٹا اس کے خلاف تحریض کا سبب بن گیا۔

اسی طرح آپ مغربی کنارے اور لبنان کو دیکھیں کہ وہاں مزاحمتی کارروائیاں بڑھ رہی ہیں۔ پھر جب ایک سے زیادہ محاذ بنیں گے تو دشمن مجبور ہو گا، وہ ایک محاذ کو مضبوط کرنا چاہے گا تو دوسرا کمزور پڑ جائے گا اور وہ کسی ایک محاذ پر بھی جنگ کو اپنی انتہا تک نہ پہنچا سکے گا۔ پھر جنگ صرف فضا سے بھی پوری نہیں کی جا سکتی، اگر دشمن زمین پر نہیں اترے گا تو یہ اپنے اعلان کردہ اہداف حاصل نہ کر سکے گا، اور اگر اترے گا تو زمین پر دونوں گروہوں کی جنگ کی وجہ سے اسے فضائی بمباری روکنی پڑے گی۔ پھر زمین اسے کھا جائے گی، یہاں تک کہ بوسیدہ عمارت ڈھال بن جائے گی اور کٹے درخت ڈھال بن جائیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ حدیث میں جو پتھروں اور درختوں کی جنگ کرنے کی بات آئی ہے، وہ بہت سے لوگوں کے خیال سے بھی زیادہ حقیقت پسندانہ ہے۔ زمین اپنے بسنے والوں کے ساتھ مل کر جنگ کرے گی، اور یہ بات ٹھیک ٹھیک ہمارے دشمن اور سمندر میں جمع ہوئے اس کے حلیفوں پر منطبق ہو گی۔ الجزائر میں، عراق میں، افغانستان میں، ویتنام میں، اور مزید جس قدر جنگیں آپ شمار کرنا چاہیں، ہر جنگ میں ایسا ہی ہوا ہے۔ (فرار کے لیے) 'بن گورین' ہوائی اڈے پر جمع ہونے والے لوگ 'سائگون' اور 'کابل' میں ہیلی کاپٹروں کی دموں سے چمٹنے والوں کے مشابہ ہوں گے۔

اے اہلِ غزہ! انسان آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے بھی شرماتا ہے۔ انسانوں میں سے عزت مند لوگ آپ ہی ہیں۔ آپ نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ جس پر کئی نسلوں تک ملٹری اکیڈمیوں میں تحقیق کی جائے گی۔ آپ نے دشمن کو ایسا الجھایا کہ وہ حواس ہی کھو بیٹھا اور لگا تباہی اور دربدری کی دھمکیاں دینے۔ اور دھمکیاں وہی دیتا ہے جو عاجز ہو، ورنہ قدرت والا کہاں دھمکی دیتا ہے۔

دشمن جب آپ سے محفوظ رہنے کے لیے علاقہ چھوڑنے کا کہتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہمارے ان لوگوں سے پوچھ لیجیے جو پچھتر سال پہلے بے گھر ہوئے، کیا وہ محفوظ ہو گئے؟ کیا وہ 'صبرا' اور 'شتیلا' کے کیمپوں میں محفوظ ہو گئے؟ کیا وہ 'تل الزعتر' میں محفوظ ہوئے؟ کیا وہ 'جنین' میں محفوظ رہے؟ کیا خود 'غزہ' پناہ گزین کیمپوں سے بھرا ہوا نہیں جن کے رہنے والوں پر آج بمباری ہو رہی ہے؟ یہ اُن کی اولادیں ہیں جو 'نکبہ' میں بے گھر ہوئے تھے۔

باقی فیصلہ آپ کا فیصلہ ہے، اور آپ جو بھی فیصلہ کریں، آپ یقیناً ہیرو ہیں۔ لیکن (جان رکھیں کہ) دشمن اپنی حفاظت چاہتا ہے، نہ کہ ہماری۔ وہ بے گھر ہونے کا مطالبہ کرتا ہے، اس لیے نہیں کہ وہ شہریوں کو نقصان پہنچ جانے سے خائف ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ خود شہریوں سے خائف ہے۔ بھلا کون ہو گا جو جنگ میں اپنے دشمن کا مشورہ قبول کرے؟

اے اہلِ غزہ! اے عظمت و عزت والو! آپ کے جنگجوؤں نے دشمن کے فوجیوں کو ہدف بنایا، جبکہ دشمن نے آپ کے بچوں کو ہدف بنایا۔ اور یہ درد ہر وہ شخص محسوس کر رہا ہے جس کا پیارا اس سے بچھڑ گیا۔ یہ درد ہمارے دل کو جس قدر بھی دُکھائے، لیکن ہمیں اس پر مجبور نہ کر دے کہ ہم اپنے پیاروں کے خون کی بابت اپنے دشمن کو معاف کر دیں۔ یہ خون تو ہمارے آباء اور ہماری اولادوں کے انتقام کی یاد ہے۔ اور ہم وہ قوم نہیں جو اپنا انتقام بھول جائیں۔ جی ہاں! یہ بہت زیادہ قیمت ہے، لیکن یہ کمتر کی نہیں، پورے فلسطین کی آزادی کی قیمت ہے۔ یہ یہاں یا وہاں سے حصار توڑنے کی قیمت نہیں، یہ کسی بندرگاہ یا ہوائی اڈے کی قیمت نہیں، اور نہ ہی کسی نامکمل آزادی کی قیمت ہے، جس میں القابات تو بڑے ہوں جبکہ خیر کم ہو، جو مضحکہ خیز ہو اور جس پر رویا جائے، جیسا کہ آپ ان (ممالک) کو دیکھ رہے ہیں جو آپ کے آس پاس ہیں۔ یہ سمندر سے دریا تک موجود پورے فلسطین کی قیمت ہے۔ یہ اپنی تعمیرات اور روایات سمیت 'تل ابیب' کے سقوط کی قیمت ہے، اور یہ 'القدس' کی آزادی کی قیمت ہے، اس کی تعمیرات اور روایات سمیت، چاہے جنگ کے اس ہلّے میں، یا بعد کے ہلّوں میں۔

اے مغربی کنارے کے ہمارے لوگو! گلیاں تمہاری گلیاں ہیں، ملک تمہارا ملک ہے، جبکہ بستیاں تم سے خالی ہیں۔ اے 'رام اللہ' اتھارٹی میں موجود سکیورٹی اداروں کے لوگو! اے ساٹھ ہزار مسلح لوگو! تمہارا اسلحہ خاموش ہے، جبکہ اپنے بستروں میں موجود بچوں پر بمباری کی جا رہی ہے۔ یہ تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ اس میں اپنی جگہ ڈھونڈو، اپنی ماؤں اور اپنے بچوں کی آنکھوں میں دیکھو۔ اپنے آپ سے پوچھو کہ کیا تم (اسرائیلی) اوامر کی تعمیل کرو گے؟ کیا تم غیر جانبدار کھڑے ہو گے، جبکہ تمہارے لوگوں کو ختم کیا جا رہا ہے؟ کیا تم اپنے لوگوں کے مقابلے میں اسرائیلی قبضے کی حفاظت کرو گے، یا اپنے لوگوں کی حفاظت اسرائیلی قبضے کے مقابلے میں کرو

گے اور اپنے اسلحے کو اس کا شرف لوٹاؤ گے؟ کیا تم تباہی اور دربدری کی اپنی باری کا انتظار کرو گے، یا جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے، اس کے ذریعے اپنے لوگوں کا دفاع کرو گے؟

اے افسرو! جان لو کہ جیسے جیسے جنگ اپنی شدت اختیار کرے گی، ہر وہ فلسطینی جو دشمن کی مدد کرے گا یا اسے بچائے گا، خود وہ دشمن ٹھہرے گا اور اس پر وہی احکام لاگو ہوں گے جو دشمن پر لاگو ہوتے ہیں۔ اے داخلِ اسرائیل ہمارے لوگو! اے فلسطین میں ہر جگہ موجود ہمارے لوگو! جس پر ۴۸ء میں قبضہ کر لیا گیا تھا...... ہم حکومت کے بغض کو بھی جانتے ہیں اور یہودی شدت پسندوں کے بغض کو بھی، اور تم اپنی حالت کو بہتر جانتے ہو۔ لیکن کیا انسان کے لیے یہ بہتر نہیں کہ وہ آج سڑکوں پر ان دشمنوں کا مقابلہ کر لے، بجائے اس کے کہ کل یہ دشمن تمہیں تمہارے گھروں میں ماریں؟ یہ تم سے غافل نہیں ہیں، نہ تم سے مطمئن ہیں اور نہ تم سے محبت کرتے ہیں، بلکہ یہ تمہیں ختم کریں گے۔ جو تمہارے لوگوں کو جانور کہتا ہے، جو غزہ میں بیس لاکھ انسانوں سے پانی اور خوراک کاٹتا ہے، جن میں نصف تعداد بچوں کی ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے کوئی امان نہیں، اور جب تک وہ امن سے ہے تو اس کے ساتھ ہمارا زندہ رہنا ممکن نہیں۔

اے قدس میں ہمارے لوگو! یہ جنگ مسجدِ اقصی کے نام پر ہے، اور اگر مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کے لیے کوئی نہیں رہا، تو دشمن کے اس کے بارے میں عزائم آپ خوب جانتے ہیں۔ یہ مسجد آپ کے ہاتھوں میں امانت ہے۔ اے شمال میں ہمارے لوگو، ہمارے حلیفو اور ہمارے محافظو! اور اے شام میں ہمارے لوگو! اور اے خطے میں ہماری مزاحمت کے حلیفو! ہم سب مل کر اس دشمن سے لڑیں، یہ اس سے بہتر ہے کہ ہم اس سے الگ الگ لڑیں۔ اور اگر یہ جنگ اب نہ ہو تو پھر کب ہو؟ اے مصر میں ہمارے لوگو! اے اول زمانے سے امت کے محافظو! یہ جنگ تمہاری سرحدوں پر لڑی جارہی ہے، تم دیکھ لو کہ اس جنگ میں تمہارا کیا کردار ہے اور تم کس کی طرف سے لڑ رہے ہو؟ دیکھو! اسرائیل ایک زمینی سڑک بنا رہا ہے جو نہرِ سوئز (کی افادیت) کو ختم کر دے گی اور ایتھوپیا کے ساتھ مل کر ایک ڈیم بنا رہا ہے جو دریائے نیل کو خشک کر دے گا۔ ان دونوں کے بعد مصر میں کیا باقی رہے گا؟

مزید یہ کہ مصری حکومت اسرائیل کے ساتھ امن کی حالت میں ہے، گویا اس کی حلیف ہے، اور زمینی حصار جنگ ہی کا ایک وطیرہ ہے۔ پس مصری حکومت کا غزہ پر محاصرہ سخت کرنا، ہمارے خلاف اسرائیل کی جنگ میں اس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہونا ہے۔ حالانکہ اسرائیل نسل کشی، اجتماعی ظلم اور لوگوں کے وحشیانہ قتل کے جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اسرائیل نے اہلِ غزہ پر پانی، بجلی، خوراک اور ادویات کاٹ دی ہیں، اور ان چیزوں کی فراہمی کا سوائے مصر کے کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ پس اگر مصر نے اس راستے کو مدد پہنچانے سے بند رکھا، تو پھر تم جانتے ہو کہ کوئی نہیں جو ہمارے بہتے خون کے انتقام میں اللہ کا مقابلہ کر سکے اور تاریخ کی بدنامی سے بچ سکے؟ اے مصری فوج! کیا دریائے نیل، نہرِ سوئز اور سیناء کے دفاع سے بڑھ کر کوئی کام ہے؟ اور جو کوئی شہریوں سے جنگی طیاروں کی بمباریوں میں ڈٹے رہنے کا مطالبہ کرتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے اسباب بھی ان تک پہنچائے، خاص طور پر جبکہ اس کے پاس اسباب ہوں بھی۔

پھر یہ بھی دیکھو کہ تمہارا دشمن کون ہے؟ وہ ایٹمی قوت ہے جس نے سیناء پر دو مرتبہ قبضہ کیا، جو تم سے اموال اور پانی کے تمہارے رزق پر تم سے لڑتا ہے، پھر بھی تم اس سے امن معاہدہ کرتے ہو، یا وہ فدائی ہیں جو اپنے لوگوں اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے لڑتے ہیں؟ ان کے ہتھیار تو اسرائیل اور سیناء کے درمیان حائل ہیں۔ ان کا خون تمہارا خون ہے اور ان کی قوت تمہاری قوت ہے، ان کی بھلائی تمہارے لیے ہے، اور ان کا ضرر تم پر نہیں۔

اے عرب ممالک کے حکام! اسرائیل ایک جدید نکبہ چاہتا ہے۔ تم اگر چاہو تو عالمِ ارواح سے مدد لے لو اور فلسطین کے ان حکام سے پوچھو جو اول نکبہ میں یہاں حاکم تھے اور فلسطین کی مغلوبیت میں شریک تھے کہ ان کی اور ان کے حاکم خاندانوں کی تقدیر کیا ہوئی؟

اے ہماری مسلمان امت! اللہ کی قسم، ہم اپنے دشمن اور آپ کے دشمن سے دفاع میں آپ کے لیے کافی ہو جائیں گے، لیکن آپ دشمن کی صف میں کھڑے اپنے حکام کے مقابلے میں ہماری مدد کریں۔ اور ہمارا مقصود اللہ ہی کی رضا ہے۔

عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم ایسی باتیں کہتے ہو، جبکہ تم خود تو محفوظ ہو۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ کیا تم مذاق کر رہے ہو؟ کب میرے جیسے اور تمہارے جیسے اپنے ملکوں میں محفوظ ہیں، جبکہ اسرائیل بھی موجود ہے اور ہمارے حکام بھی وہ حکام ہیں (جو اس کے حلیف ہیں)۔ حفاظت تو اسلحے کے سائے میں ہے۔ دیکھ لینا کہ اب کون ہے جو ہم سے اور تم سے اسے روکے؟

اسرائیل میں نسل پرست حکومتی نظام نکبہ کے پچھتر سال بعد ایک جدید نکبہ کی ضرورت دیکھ رہا ہے۔ یہ بات خود پہلے نکبہ کی ناکامی کی دلیل ہے، بلکہ پورے صہیونی منصوبے کی ناکامی کی دلیل ہے۔ اب کی یہ جنگ، چاہے ایک معرکہ ہو یا بہت سے معرکے ہوں، یہ اس صہیونی نظام کی آخری جنگ ہے۔ یا یہ ختم ہو گا یا ہم ختم ہوں گے۔ اور ہم ضرور فتحیاب ہوں گے، اگر ہم پورے تاریخی فلسطین میں اور پورے خطے میں ایک دوسرے سے پیچھے نہ ہٹے۔ اور اگر ہم میں سے کسی نے دوسرے کو تنہا چھوڑا اس لالچ میں کہ وہ بچ جائے، تو نجات اس لالچ کرنے والے سے دور بھاگے گی، جبکہ موت، موت کی طرف لپکنے والوں سے دور بھاگے گی۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی تھی تو میں نے یہ شعر کہا تھا: [نفسي الفداء لكل منتصر حزين] میری جان ہر غمزدہ فاتح کے لیے قربان ہو۔ جی! یقیناً ہم اپنے پیاروں کی جدائی پر غمگین ہیں، لیکن اگر ہم نے ان کا انتقام نہ لیا تو گویا ہم نے اپنے ان پیاروں کو خود دوسری مرتبہ قتل کیا۔

(باقی صفحہ نمبر 19 پر)

طوفان الاقصیٰ اور مسلم ممالک

حذیفہ خالد

فلسطینی مجاہدین کی مبارک کارروائی طوفان الاقصیٰ پر جہاں دنیا بھر کے دانشور، تجزیہ نگار اور صحافی لکھ اور بول رہے ہیں، وہیں ہمارے یہاں بھی اس پر تجزیے کیے جا رہے ہیں۔ ان میں ایسے مفکرین بھی موجود ہیں جو اس ساری صورتحال کو سازش قرار دے کر پیشگوئی فرما رہے ہیں کہ یہ کارروائی اسرائیل کو جواز فراہم کرے گی کہ وہ فلسطین سے مسلمانوں کا وجود ہی مٹا دے۔ ان سازشی نظریوں کے گرویدہ افراد سے جب پوچھا جائے کہ حماس تو صرف غزہ میں ہے، کیا ان علاقوں میں جہاں حماس نہیں ہے، وہاں فلسطینیوں کی جان، مال اور آبرو محفوظ ہے؟ کیا اسرائیل فلسطینیوں کی مزاحمت کے آغاز سے قبل کے دور میں مظالم نہیں ڈھاتا تھا؟

اگر دیکھا جائے تو فلسطینیوں کے پاس دو ہی آپشن تھے۔ ایک یہ کہ چپ چاپ ظلم سہیں اور قتل ہوں، دوسرا یہ کہ وہ اپنے دشمن کو بھی سبق سکھائیں۔ رہی بات یہ کہ کوئی کہے کہ فلسطین اور اسرائیل کا کوئی مقابلہ ہی نہیں اور یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا تھا تو فانی دنیا کے اسیر اس عشق کو کیا جانیں گے۔

حماس کے بانی رہنما شیخ احمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ سے جب ایک انٹرویو میں سوال کیا گیا کہ آپ نے بعض ایسے وسائلِ حرب کیوں اختیار کر رکھے ہیں جن کا نقصان دہ اور بے فائدہ ہونا سب کے سامنے ہے، جیسے فدائی کارروائیاں، مارٹر بموں اور القسام میزائلوں کا استعمال وغیرہ؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

> ”ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں: مزاحمت، یا شکست تسلیم کر لینا۔ یہ بات سب کے علم میں ہے کہ مزاحمت کی کوئی متعین شکل نہیں ہوتی۔ دشمن ہم پر حملہ آور ہے اور ہمیں قتل کیے جا رہا ہے۔ کیا اس نے بھی کبھی ہم سے پوچھا ہے کہ جناب ہم آپ کے خلاف کون سا ہتھیار استعمال کریں اور کون سا نہیں؟ بلکہ اس نے تو جنگ کے تمام دروازے ہمارے خلاف کھول رکھے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف جنگی طیارے، ٹینک، میزائل اور کیا کچھ نہیں جو استعمال کر رہا ہے۔ پھر ہم سے کیوں مطالبہ ہے کہ ہم لڑائی میں کسی ایک معین طریقے پر کاربند رہیں؟ ہمیں اختیار حاصل ہے کہ ہم اپنے وسائل اور صلاحیتوں کے مطابق لڑائی کا نقشہ خود ترتیب دیں۔ دشمن ہمارے کمزور حصوں پر ضرب لگا رہا ہے، ہم بھی اس کے کمزور پہلوؤں کو نشانہ بنائیں گے۔ ہمیں قتل اور خوف کی اذیت میں مبتلا کر کے وہ خود تل ابیب، حیفہ، لدّ، اور رملہ میں کیسے محفوظ زندگی گزار سکتا ہے؟ ہمارے لیے امن و سکون نہیں ہے تو اس کے لیے بھی کوئی جائے پناہ نہیں ہو سکتی۔“

کتائب القسام کے کمانڈر اِن چیف محمد الضیف نے ایک ریکارڈ شدہ تقریر میں کہا:

> ”ہم آپریشن طوفان الاقصیٰ کے آغاز کا اعلان اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ دشمن کے ٹھکانوں اور قلعوں کو نشانہ بنانے والے پہلے حملے میں پانچ ہزار سے زائد راکٹ اور گولہ بارود شامل تھا۔ دشمن نے مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی ہے، اور ہم نے اسے پہلے ہی خبردار کر دیا ہے اور اس بات پر زور دیا کہ کتائب القسام کی کمان نے قابض ریاست سے اس کے جرائم پر جواب طلبی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ قابض ریاست نے سینکڑوں شہریوں کا قتلِ عام کیا ہے اور آج اقصیٰ اور ہماری قوم اور بہادر جنگجوؤں کا غصہ پھٹ پڑا ہے۔ یہ آپ کا دن ہے کہ دشمن کو سمجھائیں کہ اس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔“

محمد الضیف نے ہر اس فلسطینی سے مطالبہ کیا جس کے پاس ہتھیار ہے، کہ وہ اسے غاصبانہ قبضے، اسرائیلی افواج اور آبادکاروں کے خلاف استعمال کریں اور عرب اور مسلم عوام پر زور دیا کہ وہ فلسطین کی آزادی میں حصہ لینے کے لیے مارچ کریں۔ انہوں نے کہا کہ ابھی فلسطین کی طرف مارچ شروع کریں۔ سرحدیں، حکومتیں یا کسی قسم کی پابندیاں آپ کو جہاد کے اعزاز اور مسجد اقصیٰ کی آزادی میں شرکت سے محروم نہ ہونے دیں۔

وہ اسرائیل جس کے سکیورٹی اور انٹیلی جنس کے نظام کو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا، جس نے سرحدوں پر سینسرز کے نظام کے لیے ایک ارب ڈالر کی رقم خرچ کی، وہ فلسطینی مجاہدین کے حملوں سے نہ ہی پیشگی مطلع ہو سکا اور نہ ہی روک سکا۔ اسرائیل میں مقیم صحافی ہریندر مشرا نے برطانوی نشریاتی ادارے کو بتایا:

> ”حملے کے کئی روز گزر جانے کے باوجود، سڑکوں اور گلیوں میں سناٹا چھایا ہوا ہے۔ لوگ گھروں سے باہر نہیں نکل رہے ہیں۔ دفاتر، اسکول اور بازار وغیرہ سب بند پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی تک لوگ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آخر اتنا بڑا حملہ کیسے ممکن ہوا۔ اسرائیل کو اپنی دو باتوں پر بہت ہی فخر ہے، ایک تو اپنی فوج اور دوسری اپنی انٹیلی جنس پر۔ ساتھ ساتھ

ایک اور چیز بھی ہے جس پر اسرائیل کو بہت فخر ہے اور وہ ہے اعلیٰ ٹیکنالوجی، جسے وہ ایکسپورٹ بھی کرتا ہے۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ حالیہ حملوں کی وجہ سے اسرائیلیوں کے اپنی فوج، انٹیلی جنس اور اپنی ٹیکنالوجی پر اعتماد کو دھچکا لگا ہے۔"

پھر اس حملے کے نتائج اتنے دور رس اور ہمہ جہت ثابت ہوئے ہیں کہ اس کا تعلق اب صرف اسرائیل کو لگنے والی چوٹ تک محدود نہیں رہا۔ شیخ عبد العزیز الطریفی فک اللہ اسرہ نے ایک جگہ دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اے اللہ! غزہ اور اس کے باشندوں کا ساتھ دے۔ وہاں کے مجاہدین کو لوگوں نے تنہا چھوڑ دیا، تو ان کی نصرت کر، ان کو مضبوط کر، ان کے قدم حق پر جمادے اور ان کو اس پر اکٹھا کر دے۔ اور جو ان کا محاصرہ کرے یا ایسا کرنے میں مدد دے اس کا پردہ چاک کر اور اس کا کام تمام کر۔"

یوں لگتا ہے جیسے آپ کی دعا قبول کر لی گئی ہو۔ صرف اسرائیل ہی نہیں بلکہ مسلم ممالک پر مسلط امریکہ کے کٹھ پتلی حکمران بھی اس صورتحال سے خوفزدہ ہیں کہ عوام میں ان کے خلاف نفرت و غصہ اس واقعہ سے بڑھا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ان کے چہروں سے نقاب کھینچ دیا گیا ہو۔ اردن میں امریکی صدر جو بائیڈن، اردن کے شاہ عبد اللہ دوم، مصری صدر عبد الفتاح السیسی اور فلسطینی صدر محمود عباس کے درمیان ہونے والی سربراہی ملاقات منسوخ کر دی گئی۔ امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے گزشتہ ہفتے کا بیشتر حصہ عرب رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتوں میں تناؤ کو کم کرنے کی کوششوں میں گزارا تھا، لیکن ہسپتال پر ہونے والے حملے کے بعد اب یہ کوششیں ہوا میں بلبلے کی مانند اڑ گئیں۔

سینکڑوں افراد نے اردن کی سکیورٹی فورس کی قائم کردہ رکاوٹوں کو عبور کیا اور نعرے لگاتے ہوئے اسرائیلی سفارت خانے کے باہر جمع ہو کر احتجاج کیا۔ مظاہرین کی سکیورٹی فورسز کے ساتھ جھڑپوں میں کئی افراد زخمی ہوئے۔ اردن کے اسرائیل کے ساتھ باقاعدہ تعلقات کا آغاز ۱۹۹۴ء کے امن معاہدے سے ہوا تھا جسے عوامی حلقوں میں پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ کچھ سیاسی جماعتوں نے تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ کیا ہے، شاہ عبد اللہ نے ان مطالبات کو مسترد کر دیا ہے۔ بعض تجزیہ کاروں کے نزدیک اسرائیل سے تعلقات کے خاتمے کا مطلب امریکہ سے تعلقات کی خرابی کے ساتھ اردن کو ملنے والی امریکی امداد کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

مصر، جس کا غزہ کے محاصرے اور اسرائیل کو تحفظ فراہم کرنے میں بنیادی کردار رہا ہے، ممکنہ عوامی غصے سے بچنے کے لیے اس کا صدر خود ہی احتجاج کا اعلان کرواتا ہے اور آخری خبریں آنے تک بارڈر کھولنے کا عندیہ دیا ہے۔ یہ سیکولر سابق فوجی جنرل عبد الفتاح السیسی وہی شخص ہے جس نے محمد مرسی کی اصلاحات اور اسلامی دفعات کے خلاف احتجاجی جلوس نکلوائے اور پھر ۳ جولائی ۲۰۱۳ء کو اس نے صدر ڈاکٹر محمد مرسی کی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ چھ برس میں قیدِ تنہائی کی اذیت سے دوچار محمد مرسی کو ان کے طبیبوں سے ملنے دیا گیا نہ ان کے وکلا سے اور نہ ہی ان کے گھر والوں کو ملاقات کرنے دی گئی۔ سوائے تین چار مرتبہ بہت مختصر وقت کے لیے۔ محمد مرسی شوگر، ہائی بلڈ پریشر اور جگر کی بیماریوں کا شکار تھے۔ بعض مواقع پر انہیں خوراک اور علاج کی سہولت سے بھی محروم رکھا جاتا رہا۔ ایسی ہی حالت میں ایک دن (۱۷ جون ۲۰۱۹ء کو) محمد مرسی کمرۂ عدالت میں گر گئے اور خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ جنرل سیسی نے محمد مرسی کا سرِ عام جنازہ بھی نہیں پڑھنے دیا تھا، لیکن مصر اور دوسرے مسلم ممالک میں ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ محمد مرسی کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے اقتدار سنبھالنے کے ساتھ غزہ کے ساتھ ملحقہ سرحد پر بارڈر کراسنگ فلسطینیوں کے لیے نرم کر دی تھی۔ محمد مرسی کی جیت پر فلسطین میں خوشیاں منائی گئی تھیں اور فلسطینیوں کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ ان کی زندگیوں میں قدرے بہتری آئے گی۔ لیکن اسرائیل یہ سب کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ اسے جنرل سیسی کی صورت میں اس کے مفادات کا تحفظ کرنے والا میسر آ گیا۔ آج، جب سیسی نے اس آگ کی تپش محسوس کر لی جو اسے جلانے کو بے تاب ہے تو یہ بہروپیہ عوام کو احتجاج کی کال دے کر ایک دہائی کا ظلم لوگوں کے ذہنوں سے حذف کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد یہ خبیث اپنے انجام کو پہنچے اور اہلِ ایمان کے سینے ٹھنڈے ہوں۔

پاکستان میں اس حوالے سے دیکھا جائے کہ فلسطین کے ایشو پر کتنا ردِّ عمل دیا گیا تو مذہبی سیاسی جماعتوں کی جانب سے ریلیاں اور جلسے تو منعقد کر لیے گئے لیکن جس طرح غم و غصہ عرب ریاستوں میں نظر آرہا ہے ویسا نظر نہیں آیا۔ میڈیا کا فوکس تو ہمیشہ سے سیاسی شخصیات کے مابین دھما چوکڑی ہی رہا ہے۔ ان کی ترجیحات کا تعین تو اس پر ہے کہ کون زیادہ بک رہا ہے، یہ وہی دکھاتے ہیں۔ یہ بھی خبریں موصول ہوئیں کہ بعض علاقوں میں کیبل آپریٹرز کی جانب سے الجزیرہ کی نشریات بند کر دی گئیں ہیں۔ اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ کن کے احکام پر چینلز بند کرائے جاتے ہیں یا آگے پیچھے کر دیے جاتے ہیں۔ ن لیگ کا سوشل میڈیا سیل عاصم منیر کی خوشامد میں ٹرینڈ چلا رہا ہے اور الیکشن مہم میں پنجاب کے گلی محلوں میں فاحشہ عورتوں کے مجرے دکھا کر لوگ جمع کیے جا رہے ہیں۔ اس شور شرابے میں چند لوگ سوشل میڈیا پر سوال داغ دیتے ہیں کہ دہشتگردی کے خلاف جو اسلامی ممالک کی افواج کا اتحاد بنا تھا، اس کی سپہ سالاری کا شرف تو سابقہ پاکستانی جرنیل راحیل شریف کو حاصل ہوا تھا، وہ عرصے سے لاپتہ ہیں، آخر کہاں ہیں؟

(باقی صفحہ نمبر 47 پر)

طوفان الاقصیٰ...... امت کا طوفان!

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

طوفان الاقصیٰ

ایک خبر موصول ہوتی ہے کہ چند نوجوانوں نے اسرائیل (مقبوضہ فلسطین) میں زمینی، فضائی اور بحری راستوں سے گھس کر قابض و ظالم یہودیوں پر حملہ کر کے طوفان برپا کر دیا ہے۔ ان کو ان کے کیمپوں میں گھس گھس کر مار رہے ہیں، ان کو پکڑ پکڑ کر قیدی بنا رہے ہیں، ان کو ان کے مظالم کی سزا دے رہے ہیں۔ ان کو یاد دلا رہے ہیں کہ ہماری مقدس اسلامی سرزمین پر قبضہ کر کے تم جو ڈانس پارٹیاں منا رہے ہو، تم غفلت میں ہو کہ ہم تمہیں آرام سے چھوڑ دیں گے۔ اس طوفان نے یہودیوں کو اس حقیقت کی ایک جھلک دکھلا دی جس کا انہوں نے سامنا کرنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان بد بخت و ظالم یہود کا صفایا ہو گا اور جس پودے یا پتھر کے پیچھے یہ چھپنے کی کوشش کریں گے تو وہ پتھر و پودے ان کی مخبری مسلمان مجاہدین کو دیں گے۔ یہ ہمارے محبوب ﷺ نے بیان کیا ہے جن کی ہر پیشگوئی سچی ہے، چاہے وہ خندق کی کھدائی کے بے سروسامانی والی حالت میں روم و فارس کے فتوحات کی پیشگوئی ہو یا ملحمۃ الکبریٰ و غزوۂ ہند میں فتح کی پیشن گوئی۔ جی ہاں! طوفان الاقصیٰ ان سچی بشارتوں کی ایک جھلک ہے۔

طوفان الاقصیٰ اور اس کے بعد امتِ مسلمہ کی اپنے فلسطینی بھائیوں سے ہمدردی، ہمکاری اور نصرت کرنے کے جذبات، اس بات کا اظہار ہے کہ امتِ مسلمہ بیت المقدس کی آزادی کو ایک اہم ترین فریضہ سمجھتی ہے، وہ اس مقصد کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے، وہ فلسطینیوں کی طرف سے امت کی اس جنگ میں ان کے ساتھ کھڑا ہونا چاہتی ہے۔ لیکن وہ مجبور ہیں کہ ممکن نہیں کہ امت کے شرق و غرب سے یہ غمخوار وہاں پہنچ سکیں۔

طوفان الاقصیٰ نے یہ حقیقت ایک بار پھر بتلادی کہ کفر ایک ملت ہے چاہے امریکہ و یورپ کی یہود کی پشت پناہی ہو یا مشرک ہندوؤں کی طرف سے یہود کی حمایت۔ دوسری طرف اسلام یعنی امتِ مسلمہ، دوسری ملت جو عوامی سطح پر اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ مر مٹنے کو تیار ہے، لیکن ان پر مسلط کفار کے غلاموں نے ان کو روک رکھا ہے۔

طوفان الاقصیٰ میں مجھے یہود کے مظالم کی وجہ سے ہر مسلمان کے دل کا اضطراب نظر آرہا ہے۔ طوفان الاقصیٰ میں مجھے پوری امت کا ایک مسئلہ پر اکٹھا ہونا نظر آرہا ہے۔ ایک مسئلہ پر جدوجہد کرنے کے جذبات، جدوجہد میں قربانی دینے کے جذبات نظر آرہے ہیں۔

طوفان الاقصیٰ امت کو قرآنی احکامات کی یاددہانی کروا رہی ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم ہوتا ہے تو اس کی نصرت فرض ہوتی ہے۔

طوفان الاقصیٰ نے ہمارے سامنے جو منظر لا کھڑا کیا ہے وہ باوجود مشکلات و قربانیوں کے ایک حسین منظر ہے، جس میں ایک مظلوم امت کا اپنی مظلومیت کو ختم کرنے کے لیے ظالم کے خلاف ڈٹنے اور اس کو پچھاڑنے کی جھلک ہے۔

اس سارے منظر میں مجھے کچھ لوگوں کی تلاش ہے کہ وہ بھی اگر اس منظر کا حصہ ہوتے تو یہ مبارک جدوجہد اور تیز ہو جاتی لیکن پتہ نہیں آخر وہ کیا وجوہات ہیں کہ ایمان کے دعویٰ کے بعد بھی ایمان کی کسی بھی پکار پر لبیک نہیں کہا جارہا؟

اِک تلاش

جب میں نے پوچھا کہ پاکستانی فوج فلسطین کی عملی حمایت کرتی ہے؟ تو انہوں نے بہت فخر سے جواب دیا کہ ہاں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ اتنے فلسطینی جوان یہاں تربیت کے لیے آتے ہیں اور افسر بن کر جاتے ہیں، وہ بھی مفت میں۔ میں بھی دل ہی دل میں خوش ہوا کہ کچھ تو پریکٹیکل ہے جناب۔ دل میں سوچتا رہا کہ اس وقت فلسطینیوں کو عسکری تربیت دینا، کتنی بڑی بات ہے۔ یہ فلسطینی فوجی، جو (PLO) فلسطین لبریشن آرگنائزیشن سے تعلق رکھتے ہیں، یہاں سے تربیت حاصل کرنے کے بعد یہودی ظالموں کا مقابلہ کریں گے، بیت المقدس کو آزاد کروائیں گے، چند منٹوں میں کڑیوں سے کڑیاں ملا کر اس منزل کو حاصل ہوتا ہوا دیکھ رہا تھا، جس کے حصول کی خواہش ہر مسلمان کی آرزو ہے۔ اسرائیل سے ہماری دشمنی، ہماری فوج کی دشمنی، ہماری حکومت کی دشمنی کتنی سخت ہے! سوچتا رہا...... پہلے ہمارے یہ فلسطینی بھائی اپنی سرزمین جا کر یہود کو روکیں گے، ان سے جنگ کریں گے۔ یہ ہمارے فلسطینی (Course Mates) ہم صنفی افسران فلسطین جا کر جب اختیار سنبھالیں گے تو یہاں سیکھی عسکریت کا استعمال کریں گے۔ پھر جب ان کو ہماری ضرورت ہو گی تو ہم اور یہ فلسطینی افسران تو پہلے سے ایک دوسرے سے واقف ہیں، تربیت ایک ساتھ کی ہے، جنگ بھی ایک ساتھ کریں گے۔ ان کو ہماری اکیڈمیوں میں انگریزی زبان سیکھنے کی بھی اچھی خاصی تربیت دی جاتی ہے، تو کمیونی کیشن گیپ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ خیالات کی آئیڈیل دنیا میں سب کچھ کتنا اچھا تھا، منزل کتنی قریب تھی کہ اچانک جذبات و احساسات کی اینٹوں سے تعمیر کی گئی یہ عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے جب ایک اسرائیلی میزائل اس عمارت سے ٹکراتا ہے۔

یہ منظر بالکل مختلف ہوتا ہے۔ یہاں فلسطینی رہائشی عمارتیں اسرائیلی میزائل بموں سے نشانہ بن کر گر رہی ہوتی ہیں۔ بلند و بالا رہائشی تعمیرات کا ملبہ ہر طرف بکھرا پڑا ہوتا ہے۔ ملبے کی نیچے سے بچوں، خواتین، مرد اور بزرگوں کی لاشوں کے یا تو ٹکڑے برآمد ہوتے ہیں یا زخمیوں کی

چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ پھر عوام اس بمباری کے درمیان ملبے سے لاشیں اور زخمی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زخمی نکال کر جب ہسپتال لے جایا جاتا ہے تو وہاں ایک بار پھر اسرائیلی بمباری ہوتی ہے جس کے بعد زخمی، ان کو لانے والے اور ان کی مرہم پٹی کرنے والے سب شہید ہو جاتے ہیں۔

میں اس منظر میں دیکھتا ہوں، تلاش کرتا ہوں ان مسلمانوں کو جس کی طرف بیت المقدس سب سے پہلے آواز لگاتا ہے کہ اے مسلح افواج میں جدید ہتھیاروں سے لیس اسلام کے دعوے دارو! کہاں ہو تم؟ میں تلاش کرتا ہوں...... لیکن اس پورے منظر نامے میں مجھے امت کی مسلمان کہلاتی افواج نظر نہیں آتیں۔ چلیں بطورِ ادارہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ کفار کے، یہود و نصاریٰ اور حتیٰ اب تو ٹینکوں میں تیل ختم ہونے کے بعد ہنود کے بھی غلام ہیں، لیکن وہ افراد جو اس فوج میں رہ کر بھی اپنے آپ کو مسلمان، بلکہ اچھے مسلمان سمجھتے ہیں وہ کیوں خاموش ہیں؟ دیکھا تو ہمارے ملک کی یہ اسلام کی دعویدار افواج امت کا منظر پیش کرنے والے طوفان سے بالکل غائب تو تھیں ہی، دشمن کی صفوں میں نظر آئیں۔ ہم نے افغانستان میں دیکھا تو اپنی فوج کو کفار کا فرنٹ لائن اتحادی پایا، ہم نے صومالیہ میں دیکھا تو ترکی کی فوج کو امریکی اتحادی پایا، ہم نے فلسطین میں دیکھا تو مصری فوج کو اسرائیل کا ہمنوا پایا۔ ہم نے سمندروں میں دیکھا تو اسرائیل کے ساتھ پاکستانی، سعودی اور مصری بحری افواج کے جہازوں کو دیکھا۔ ہم نے فضا میں دیکھا تو پاکستانی جیٹ طیاروں کو اسرائیلی فضائیہ کے ساتھ مشترکہ مشقیں کرتے پایا۔ طوفان الاقصیٰ کے اس منظر میں ہماری افواج ہمیں دوسری طرف نظر آئیں۔ ہماری افواج تو پھر بھی میدان سے دوری کا بہانہ کر سکتی ہیں، ہم نے تو ان PLO کے افسروں اور ان کے نیچے سپاہیوں کو بھی اس میدان میں غائب پایا۔ غائب کیا بلکہ بطور ادارہ تو یہ اس مزاحمت کے بھی خلاف ہیں جو فلسطینی مظلوم مسلمان ظالم کے خلاف کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں یہ پاکستانی اکیڈمیوں کی تربیت کا اثر تو نہیں؟

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید

جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

اقصیٰ کے اس طوفان میں جو اہم چیز نظر آئی وہ یہ کہ ہمارے ممالک کی افواج تو اصل میں یہود ہی کی حفاظت میں کھڑی ہیں۔ پوری امت سے مسلمان فلسطینیوں کی مدد کے لیے جانا چاہتے ہیں، لیکن ان کو روک کس نے رکھا ہے؟ ہمارے یہاں جو اسلامی مقاصد کے لیے جدوجہد کرے اس کو تو ہماری فوج و حکومت 'دہشت گرد' قرار دے دیتی ہے۔

فلسطین کی دفاع میں اسرائیل کی پشت پر کھڑے طاغوتِ اکبر پر حملہ کرنے والے شیخ اسامہ شہید ﷫ کو کیا اس ہی پاکستان نے دہشت گردوں کی لسٹ میں شامل نہیں کیا تھا؟ کیا امریکہ کے خلاف لڑنے والے ہزاروں مجاہدین کو پاکستانی فوج نے امریکہ کے حوالے نہیں کیا؟ کیا خالد شیخ محمد فک اللہ اسرہ پاکستان کے خلاف لڑ رہے تھے؟ کیا ورلڈ ٹریڈ سینٹر پاکستان میں گرائے گئے تھے؟ کیا پنٹاگون پاکستانی فوج کا ہیڈ کوارٹر تھا؟ یہ تو اس ظالم امریکہ پر حملہ تھا۔ پھر خالد شیخ محمد کو، دیگر عرب و عجم کے مجاہدین کو پاکستانی فوج نے پکڑ پکڑ کر اس امریکہ کے حوالے کیوں کیا، جو اسرائیل کا سب سے بڑا پشت پناہ ہے؟ یہ بات واضح ہے کہ اسرائیل و امریکہ کے خلاف لڑو گے تو پاکستانی فوج (دیگر اسلامی ممالک کی افواج کی طرح) تمہیں نہیں چھوڑے گی۔ گرفتار کرے گی اور امریکہ کے حوالے کرے گی۔

طوفان الاقصیٰ نے ایک بار پھر ثابت کر دکھایا کہ جدید ملکی ریاستوں کی افواج چاہے اسلامی ممالک ہو یا غیر اسلامی ممالک، سب اس راستے میں رکاوٹ ہیں جو راستہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کو اسرائیل کے ظلم سے نجات دلوا سکے اور بیت المقدس کو یہود کے نجس پنجوں سے آزاد کروا سکے۔

پس ان افواج میں کام کرنے والے اسلام کے دعوے دارو!

اقصیٰ کے اس طوفان نے آپ کو ایک بار پھر موقع دیا ہے کہ آپ دہشت گردی اور جہاد میں فرق کر سکیں۔ اقصیٰ کا یہ طوفان آپ کو دعوت دے رہا ہے کہ آپ اپنے اسلحے کا رخ حقیقی دہشت گردوں کے خلاف کر دیں جو ہسپتال میں زخمی بچوں تک کو اپنی سفاکیت کا نشانہ بنا رہے ہیں اور جن کی پشت پر وہ امریکہ کھڑا ہے جس کی آپ کی فوج اتحادی ہے۔ اقصیٰ کا طوفان ایک موقع ہے کہ اپنے داغ دھو لیے جائیں۔ پس یہ آپ پر فرض ہے کہ یہود کے اصل پشت پناہ، امریکیوں کو جہاں بھی پاؤ، ان کو مار ڈالو۔ ان پر حملے کرو، اپنے فلسطینی بھائیوں کا انتقام لو۔ بہت سے پاکستانی افسران آج بھی رائل ملٹری کالجز میں زیر تعلیم ہیں، تو انتظار کس بات کا؟ حملہ کریں یہود کے ان پشت پناہوں پر۔ اس طرح مشترکہ مشقوں کے دوران تو آپ اپنے جہازوں میں لیس بڑے اسلحے سے ان ظالموں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ تو کوئی ایمان والا ایسا ہے کہ اس ظلم کو دیکھنے کے بعد اپنا فرض نبھا سکے؟ ایمان کی اس پکار پر لبیک کہہ سکے؟ کیا شہید لیفٹیننٹ ذیشان رفیق ﷫ کی طرح کوئی اٹھ کر امریکی آئل ٹینکر کو اپنے جہاز کے میزائلوں سے مارنے کا عزم نہیں دہرا سکتا؟ کیا شہید سعید شمرائیؒ کی طرح ان ہی کے ٹریننگ سینٹرز میں ان کو نشانہ بنا کر انہیں یہ بات نہیں سمجھائی جا سکتی کہ "ہم بھی اس امت کا حصہ ہیں جنہیں تم ہر روز اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہو"۔

پس طوفان الاقصیٰ ایمان کی وہ پکار ہے جس پر پوری امت سے مخلص مسلمان لبیک کہہ رہے ہیں۔ پس اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہر فوجی پر فرض ہے کہ وہ بھی امت کی اس جنگ میں امت کا ساتھ دے۔ اگر امریکیوں کو مارنے کا موقع نہیں مل سکتا تو کم از کم اپنے ملکوں میں ان مجاہدین کی مخالفت سے تو باز آ جائیں جنھوں نے یہاں شریعت نافذ کر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے لشکر کشی کرنی ہے۔

☆☆☆☆☆

اگر یہ مظاہرے نہ ہوتے......؟

مہتاب جالندھری

پوری دنیا میں اس وقت اسرائیل کے خلاف اور غزہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے مظاہرے کیے جا رہے ہیں، جن میں لاکھوں لوگ شرکت کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں دسیوں ہزار لوگ سڑکوں پر نکل کر اسرائیل سے وحشیانہ بمباری بند کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں مسلمان فلسطین کی آزادی اور اسرائیلی قبضے کے خاتمے کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔

پوری دنیا میں ہونے والے یہ مظاہرے درج ذیل شہروں میں منعقد ہوئے:

الجزائر، عمان، بیروت، رباط، نابلوس، دوحہ، تہران، بغداد، دمشق، صنعاء، قاہرہ، استنبول، کراچی، اسلام آباد، لاہور، دہلی، ممبئی، لکھنؤ، پونے، حیدرآباد، کلکتہ، کارگل، ڈھاکہ، کولمبو، جکارتہ، کوالالمپور مالے،، دیار باکر، واشنگٹن، نیو یارک، لاس اینجلس، آکلینڈ، بوسٹن، ڈیلس، میکسکو، مسی سوگا، اڈیلاڈے، ایتھنز، بارسلونا، برلن، برابنڈ، برازیلیا، برسبین، کالگری، کیمبرج، کنبیرہ، کیپ ٹاؤن، کراکس، کوپن ہیگن، ڈیربرن، ڈبلن، ایڈن برگ، ایڈمنٹن، جنیوا، گلاسگو، لندن، مانا، مانچسٹر، ماراوی، مالبورن، میلان، مونٹریال، نیپلز، پیرس، پیٹس برگ، پورٹ لینڈ، ریو ڈی جنیورو، روم، سانتیاگو، ساؤ پالو، سیؤل، سراکرتا، سڈنی، ہاگ، تھرواننتھ پرم، ٹوکیو، ٹکسن، ٹورنٹو اور وانکوور۔

دنیا کے ہر کونے میں اور ایسے ایسے شہروں میں کہ جن کا نام بھی زیادہ تر مسلمانوں نے کبھی نہیں سنا ہو گا، ہونے والے یہ مظاہرے اس بات کا اظہار ہیں کہ امتِ مسلمہ کا دل ایک ساتھ دھڑکتا ہے۔ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے جس کے ایک حصے میں زخم لگتا ہے تو سارا جسم درد سے بلبلا اٹھتا ہے۔

اتنی بڑی تعداد میں لوگ مہنگائی کے خلاف یا اپنے ذاتی مطالبات منوانے کے لیے بھی کبھی نہیں نکلے جتنا غزہ میں ہونے والے ظلم کے خلاف نکلے ہیں۔ یہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ فلسطین پوری امتِ مسلمہ کا قضیہ ہے۔ ہم اپنے قبلۂ اوّل کو نہ بھولے ہیں نہ کبھی بھولیں گے۔

لیکن پھر ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ اس سب کا فائدہ کیا؟ کیا یہ مظاہرے اسرائیل کو اپنے عزائم سے پیچھے ہٹا سکتے ہیں؟ کیا ان مظاہروں کی وجہ سے اسرائیل اپنی فطری درندگی سے باز آ سکتا ہے؟ کیا ان مظاہروں کی وجہ سے امریکہ اسرائیل کی حمایت ترک کر سکتا ہے؟

سکیورٹی کونسل میں ایک قرارداد پیش ہوئی کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ میں کچھ وقت کا وقفہ کر دیا جائے تاکہ امداد پہنچائی جا سکے۔ پوری سکیورٹی کونسل کے تمام ارکان نے اس کی حمایت کی، امریکہ نے ویٹو کر دیا۔ قرارداد منسوخ۔ دیگر کفار ممالک نے بھی شاید حمایت اسی لیے کر دی ہو گی کہ امریکہ ویٹو کر ہی دے گا تو ہم کیوں برے بنیں۔

کیا ان مظاہروں کی وجہ سے ان کافروں کے کانوں پر جوں تک رینگی کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر صرف کچھ دیر کے لیے جنگ میں وقفہ ہی دے دیں کہ مظلوموں کو کچھ امداد ہی مل جائے؟

کیا ماضی میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے کہ امت کی سطح کا مسئلہ ہو اور ان مظاہروں سے حل ہو گیا ہو؟

کیا افغانستان سے امریکہ بیس سال بعد احتجاج اور مظاہروں کی وجہ سے نکلا؟ کیا عراق سے امریکہ اپنے ہی ملک میں لاکھوں لوگوں کی طرف سے کیے جانے والے احتجاج کی وجہ سے نکلا؟ کیا پوری دنیا میں لاکھوں لوگوں کے مظاہروں کی وجہ سے نبی ﷺ کے خاکے بنانا رک گئے؟ قرآن کو جلانا ختم ہو گیا؟ شعائر اسلامی کی توہین تھم گئی؟

کیا پچھلے ۷۵ سال سے ان مظاہروں نے اسرائیل کی جارحانہ اور غاصبانہ پیش قدمی کو ایک لمحے کے لیے بھی روکا؟

تو پھر ان مظاہروں سے فائدہ کیا؟

لیکن دوسری طرف امت اگر یہ مظاہرے بھی نہ کرے تو کیا کرے؟ ان کے پاس راستہ کیا ہے؟ ذرا تصور کریں غزہ میں وحشیانہ بمباری جاری ہے اور پوری دنیا میں جو احتجاج اور مظاہرے ہوئے ان میں سے کوئی بھی نہ ہوا ہوتا، سب لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوتے تو پھر ہم کیا سوچتے؟ دل کی حالت کیا ہوتی؟ کہ امت اتنی بے حس ہو چکی ہے کہ غزہ میں جانیں جا رہی ہیں اور باقی دنیا کے مسلمان سڑکوں پر نکل کر ان کے حق میں آواز تک نہیں اٹھا سکتے؟ کیسی مایوسی کی کیفیت ہوتی کہ امتِ مسلمہ کا یہ کیسا مردہ جسم ہے کہ جسم کا ایک حصہ کٹ رہا ہے اور باقی جسم کو محسوس تک نہیں ہو رہا؟

تو پھر یہ مظاہرے ایک طرح سے اس امتِ مسلمہ کی نبض بھی ہیں کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی اس امت میں زندگی کی رمق باقی ہے۔ یہ امت اپنی زندگی میں اتنی مست نہیں ہوئی کہ دنیا میں کہیں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہوں اور دیگر دنیا کے مسلمانوں کو پرواہ بھی نہ ہو۔ یہ اس بات کا اظہار ہیں کہ چاہے ہم اور کچھ نہ کر سکیں، چاہے ہم ظالم کا ہاتھ نہ روک سکیں، لیکن

ہم اپنے مظلوم مسلمان بہن بھائیوں کا درد ضرور محسوس کرتے ہیں، اس درد کی شدت سے چیخ ضرور سکتے ہیں۔ اپنے درد اپنی تڑپ کا اظہار ضرور کر سکتے ہیں۔

لیکن امت مسلمہ میں یہ مظاہروں کا رواج متعارف کیسے ہوا؟

تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پوری دنیا میں سب سے پہلا احتجاجی مظاہرہ سولھویں صدی عیسوی میں عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقے نے شمالی یورپ میں کیا۔ اس کے بعد سے استعماری دور کے اختتام سے کچھ پہلے تک یہ احتجاجی مظاہرے صرف مغربی دنیا تک ہی محدود تھے۔ اسلامی دنیا میں سب سے پہلے احتجاجی مظاہرے برطانوی راج کے تحت برصغیر میں شروع ہوئے۔ جب نسلوں کی غلامی نے برصغیر کے لوگوں کو نام نہاد ''عدم تشدد'' کی راہ دکھلائی۔ انگریز نے عشروں کی محنت سے مسلمانوں کی اکثریت کے جذبۂ جہاد کو دبا دیا اور ان کو یہ راستہ دکھایا کہ پُر امن طریقے سے بھی اپنے حقوق حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اپنے مطالبات منوائے جاسکتے ہیں۔ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد جیسے جیسے اسلامی دنیا قومی ریاستوں میں بٹتی گئی ویسے ویسے سب کو یہی نام نہاد پُر امن راستے دکھائے جانے لگے اور پوری امت سرابوں کا پیچھا کرنے میں لگ گئی۔ دشمن نے بڑی مکّاری سے امتِ مسلمہ کی طرف سے اپنے لیے مسلح جدوجہد کا خطرہ ٹال دیا اور امت کو یہ ڈھکوسلے دے کر خود اپنی من مانی کرنے لگا۔ دشمن نے چھوٹے چھوٹے لالی پاپ دے کر مسلمانوں کو یہ باور کروایا کہ یہی راستہ ہے جس سے تشدد کے بغیر، جانیں قربان کیے بغیر اپنے مطالبات منوائے جاسکتے ہیں اور اپنے حقوق حاصل کیے جاسکتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں مسلح جدوجہد کا نقصان ہی نقصان ہے۔ لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو جب سے ان مظاہروں نے رواج پکڑا ہے آج تک امت کی سطح کا کوئی ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں جو ان کی وجہ سے حل ہو گیا ہو۔

تو ایک بار پھر وہی سوال سامنے آتا ہے۔ اگر یہ مظاہرے نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ لیکن اب سوال تھوڑا مختلف ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر امتِ مسلمہ میں یہ مظاہرے متعارف نہ ہوئے ہوتے تو کیا ہوتا؟

آج سے کئی سال قبل ایک مذہبی سیاسی جماعت کی داخلی مجلس میں شرکت کا ایک اتفاقیہ موقع ملا۔ اس مجلس میں اس جماعت کے ایک رہنما نے اس سوال کا بہت واضح جواب دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مظاہرے نوجوانوں کے جذبوں کو لگام دیتے ہیں، ان کے جوش کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اگر یہ مظاہرے نہ ہوتے تو نوجوانوں کے ہاتھوں میں کلاشن کوف ہوتی......!

لیکن یہ بات جزوی طور پر درست ہو سکتی ہے مکمل طور پر نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر امت کو ان مظاہروں کی راہ نہ دکھلائی گئی ہوتی تو مسلح جدوجہد کرنے والوں کی تعداد آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی کیونکہ یہ مظاہرے پریشر ککر کی سیٹی کا کام کرتے ہیں، جس طرح پریشر ککر میں سیٹی شور مچا کر تناؤ کو کم کرتی ہے یہی کام مظاہرے بھی کرتے ہیں۔

لیکن استعماری دور کے بعد نام نہاد آزادیوں کے فریب میں آنے سے مسلم دنیا بہت بدل چکی ہے۔ اگر یہ مظاہرے نہ ہوتے تو جورڈِ عمل دیتے ان کا رڈِ عمل شدید ہوتا، جہادی میدانوں میں نوجوانوں کی تعداد آج سے کہیں زیادہ ہوتی، لیکن جو عوامی بیداری یہ مظاہرے پیدا کرتے ہیں کیا وہ ہو پاتی؟ جہادی میدانوں میں چاہے آج کی نسبت نوجوانوں کا تناسب زیادہ ہوتا لیکن اکثریت تو پھر بھی گھروں میں ہی بیٹھی ہوتی اس کا کیا؟

جس طرح ایک اسلامی حکومت اپنی عوام میں جہادی بیداری پیدا کر کے انہیں محاذوں پر بھیج سکتی ہے جیسا کہ ماضی میں خلافتِ اسلامیہ کے ادوار میں رہا یا جیسا کہ امارت اسلامیہ افغانستان نے غاصب امریکہ کے خلاف پوری افغان عوام کو جمع کیا، اس سطح کی عوامی بیداری خالص جہادی تحریک کے بس کی بات نہیں ہے۔

کیا خالص مسلح جہادی تحریک عرب بہار جیسی بیداری پیدا کر سکتی تھی؟

لیکن پھر اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چاہے وہ بیداری ہوئی لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ مسلح تحریک نہ ہونے کی وجہ سے اس بیداری کے ثمرات زیادہ تر ضائع ہو گئے۔

تو پھر اس کا مطلب ہے کہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے جتنی سمجھی جاتی ہے۔ نہ ہی مظاہروں کے حق میں نہ ہی اس کی مخالفت میں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر معاملے کی طرح اس معاملے میں بھی اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔

عدل کی بات شاید یہ ہے کہ عوامی سطح پر شعور اور بیداری پیدا کرنے اور بڑے پیمانے پر لوگوں کو متحرک کرنے کے لیے یہ مظاہرے کلیدی حیثیت کے حامل ہیں۔ جہاں ان مظاہروں کا ایک رخ یہ ہے کہ یہ نوجوانوں میں ابلتے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں تو اس کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ یہ بڑے پیمانے پر لوگوں میں جوش بڑھانے کے کام بھی آتے ہیں۔ جہاں یہ کہیں پریشر کم کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں وہیں انہیں کے ذریعے سے پریشر بڑھایا بھی جاتا ہے جیسے کہ عرب بہار میں ہوا۔

لیکن جہاں عرب بہار نے اتنی بڑی سطح پر بیداری پیدا کی وہیں اس کی ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ ان ثمرات کو سمیٹنے کے لیے مضبوط دعوت کے ساتھ مسلح جہادی تحریک موجود نہیں تھی۔ شام میں مسلح جہادی تحریک موجود تھی انہوں نے اس کے ثمرات کو خوب سمیٹا اور اگر داعش مجاہدین کی کمر میں خنجر نہ گھونپتی تو شاید حالات بہت مختلف ہوتے۔ اسی طرح عرب بہار سے پیدا ہونے والی بیداری نے یمن میں جہادی تحریک کو بے پناہ فائدہ پہنچایا۔

تو حاصل کلام یہ کہ پوری دنیا میں غزہ کے مسلمانوں کے حق میں اور اسرائیلی جارحیت کے خلاف ہونے والے مظاہرے بے فائدہ نہیں بلکہ قابلِ ستائش ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ

ان کے ثمرات کو رائیگاں جانے سے بچایا جائے۔ اس وقت امت کی درست رخ کی طرف رہنمائی کی جائے کہ عوام ان غاصبوں اور ان کے حورایوں کا مکمل بائیکاٹ کریں اور ان کی تنصیبات پر چڑھ دوڑیں۔ لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ مسئلۂ فلسطین اور آج غزہ کی تباہی کا اصل ذمہ دار امریکہ ہے جس کی مدد و پشت پناہی کے بغیر اسرائیل کچھ بھی نہیں کر سکتا اور پوری دنیا میں پھیلی جہادی تحریکیں امت کی سطح کے اس مسئلے کی خاطر متحد ہو جائیں اور اپنی تمام تر توانائیاں اس مسئلے کے اصل ذمہ دار امریکہ کو سبق سکھانے میں کھپائیں۔

یہ بات آج روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ فلسطین سمیت پوری امت کے تمام مسائل کا اصل مصدر، پوری دنیا میں اسلام دشمنوں کا اصل سرغنہ اور پوری اسلامی دنیا میں طاغوتی حکومتوں کا اصل آقا امریکہ ہے۔ پوری دنیا کی جہادی و انقلابی تحریکوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب تک سانپ کے اس سر کو کچلا نہیں جاتا پوری امت کے کسی بھی مسئلے کا حل ممکن نہیں۔ سانپ کے اس سر کو کچلنا ہی امت کے تمام مسائل کے حل کی کنجی ہے۔

یہی اس مسئلے کا بھی حل ہے، یہی ان مظاہروں میں مسلمانوں کے اندر نظر آنے والی تڑپ کا درست استعمال ہے اور یہی امت کی سطح پر نظر آنے والی اس بیداری کو رائیگاں جانے سے بچانے کا طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ غزہ اور تمام فلسطین کے مسلمانوں اور مجاہدین کی نصرت فرمائے، غاصب صہیونی ریاست اسرائیل اور اس کے پشت پناہ امریکہ کو نیست و نابود کرے اور اس مقصد میں ہمیں اور ہر مسلمان کو اپنی استطاعت کے مطابق حصہ ڈالنے کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

بقیہ: نئے سرے سے چھڑ چکی جہاں میں رزمِ خیر و شر

معرکے ہیں تیز تر

اللہ کے شیر مجاہدین کے ہاتھوں اسرائیل کی اس رسوا کن اور ذلت آمیز شکست نے اس کی جھوٹی ٹیکنالوجی اور ناقابل شکست ہونے کا بھرم توڑ دیا۔ اسرائیل اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ جن چیزوں پہ ناز کرتا ہے وہ ہے اس کا عسکری نظام، اس کی فوج اور انٹیلی جنس ایجنسیاں اور اس کی ٹیکنالوجی جس کو وہ دنیا میں ایکسپورٹ بھی کرتا ہے۔ اس کی فوج نے اتنے وسائل ہونے کے باوجود جس ذلت آمیز طریقے سے مجاہدین کے سامنے میدان میں مات کھائی، اس نے دنیا کے سامنے اس کی سطوت وعظمت کا جھوٹا پول کھول دیا۔ جبکہ اس کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کو تو علم ہی اس وقت ہوا جب مجاہدین ان کے سروں پہ آ پہنچے۔ جس آئرن ڈوم نامی جدید دفاعی سسٹم پہ اسرائیل کو ناز تھا، اللہ کے اذن سے یہ سسٹم بھی ناکام ہو گیا۔

مجاہدین نے حملہ کرنے کے فوراً بعد جو ابتدائی تصاویر نشر کیں، وہ کریم شالوکے میدان سے لی گئیں جو غزہ سے اسرائیل میں داخل ہونے کے لیے جنوبی علاقہ ہے۔ مجاہدین گولیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور صہیونی فوجی بے خبر پڑے تھے۔ مجاہدین کے دستے خاردار تاروں کو کاٹتے ہوئے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے اسرائیل میں داخل ہو رہے تھے۔

آج ایک مرتبہ پھر انبیاء کی سرزمین فلسطین لہو لہو ہے۔ غزہ کے ہسپتالوں، مساجد اور عوامی مقامات پر بے دریغ بم باری جاری ہے۔ غزہ میں ہر طرف آگ و خون کا کھیل جاری ہے، نہ ہسپتال محفوظ ہیں نہ عوامی مقامات۔ آسمان سے اسرائیلی طیارے آگ برسا رہے ہیں اور نتیجے میں مظلوم فلسطینی شہید ہو رہے ہیں۔ مگر ایک عزم ہے، ایمان کی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر اپنے سے کئی گنا بڑے جدید اسلحے سے لیس دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ یہ مسئلہ فلسطین یا فلسطینی عوام کا نہیں، بلکہ یہ مسئلہ قبلۂ اوّل مسجدِ اقصیٰ کی آزادی کا ہے۔ یہ مسئلہ نسل پرستانہ حریت پسندی یا زمین کا نہیں ہے، بلکہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا مسئلہ ہے۔ یہ دنیا اور آخرت کا مسئلہ ہے، یہ حق سے وفاداری کا مسئلہ ہے، یہ دجال کے متبعین سے لڑتے ہوئے امام مہدی رضی اللہ عنہ اور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شامل ہونے کا مسئلہ ہے۔

القدس لن تهود

اے یہودیو! جان لو...... شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے جس جدوجہد کی بنیاد رکھی ہے، یہ ہر کچھ عرصے بعد یمن سے لے کر مالی تک، صحرائے سینا سے لے کر تل ابیب تک، تمہارے اور تمہارے آلہ کاروں کے سکون میں خلل ڈالتی رہے گی۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ غازی جنھوں نے 'سہام الحق' آپریشن اور صومالیہ میں جاری گرم معرکوں کے بعد طوفان الاقصیٰ کے نام سے یہود کو وہ سبق دیا جس کے وہ مستحق ہیں۔ مدینہ سے لے کر احزاب کی گھاٹیوں تک، صحرائے سینا سے لے کر تل ابیب تک، ان شاء اللہ ہماری تمہارے ساتھ جنگ جاری رہے گی، یہاں تک ہم اپنی محبوب مسجدِ اقصیٰ کو دوبارہ بازیاب نہ کروالیں اور غرقد کے درخت کے پیچھے چھپے ہر یہودی کو تلاش کر کے اس کو اس کے انجام تک نہ پہنچادیں۔

والله غالب على أمره ولكن أكثر الناس لا يعلمون

☆☆☆☆☆

اقصیٰ اور میں

مولانا محمد مثنیٰ حسان

مجھے مت بتاؤ
کہ 'اقصیٰ' کی مسجد
ندا دے رہی ہے!
مدد کو بلاتی،
صدا دے رہی ہے!
مجھے مت بتاؤ

مجھے مت بتاؤ
کہ 'غزہ' کے لوگوں پہ
صہیونیوں نے
مظالم کی اک انتہا کر رکھی ہے
مسلماں پہ جور و جفا کر رکھی ہے
فضا ہے کہ شعلوں کو برسا رہی ہے
زمیں پر قیامت نما چھا رہی ہے
ہر اک سمت سے خوں کی بو آ رہی ہے
سسکتے، بلکتے، لہو میں تڑپتے...... ہیں معصوم چہرے،
ہیں ماؤں کی آہیں...... اور بچوں کے لاشے،
تباہ ہیں گھرانے...... سبھی کو رلانے

یہ سب کچھ بتاتا ہے
مغرب کی اکیسویں اس صدی کی مہذب سی دنیا
بہت ہی مہذب ہے، جبکہ مسلماں
نہایت ہی وحشی، نہایت بے قیمت......
انسان ہونے کے لائق نہیں ہے،
حیوان سے بھی وہ فائق نہیں ہے
وہ لائق ہے تو بس اس بات کا کہ
اسے مار ڈالو!
اسے ہی نہیں، اس کے پورے گھرانے کو ہی روند ڈالو!
نہ اس کی زمیں ہو، نہ ہو اس کا گھرانہ
نہ کوئی مقدس عبادت کا گھر ہو، نہ کوئی ٹھکانہ
اسے پھر سے 'نکبہ' پہ مجبور کر دو!
اسے پھر سے فاقوں میں محصور کر دو!
اسے ہر تعلق سے مہجور کر دو!
یہ مغرب کی منطق ہے...... انصاف و حق ہے
کہ اس سرزمیں پر
تقدس کا حق ہے، تو صہیونیوں کو......
'فلسطینیوں' کا فلسطین پر...... نہیں کوئی حق ہے
مجھے یہ بتاؤ!

مجھے مت بتاؤ
کہ یہ درحقیقت
تمدن و تہذیب کے اس جلو میں......
صلیبی و صہیونی یلغار ہے
جو ہر اِک مسلماں سے حاضر زمانے میں پیکار ہے
تمدن نہیں، سفاکیت ہے یہ!
نہیں عدل یہ، بربریت ہے یہ!
یہ تہذیب کے نام پر...... ببانگِ دہل
قیصریت ہے یہ، جارحیت ہے یہ!
مجھے مت بتاؤ

مجھے مت بتاؤ
کہ غزہ کا مسلم، مرا بھائی ہے
مری اس سے کچھ بھی شناسائی ہے
وہ مظلوم ہے، غمزدہ ہے،
جنازے وہ پیاروں کے سر پہ اٹھائے کھڑا ہے،
زمیں بوس اپنے گھروں سے نکل کر
وہ خیموں کی بستی میں آ کر بسا ہے،
نہ پانی، نہ کھانا،
نہ اپنے، نہ اپنوں کے اگلے دنوں کا
کوئی بھی تخیل، کوئی بھی فسانہ،
وہ اس حال میں مجھ سے اپنی مدد کے لیے کہہ رہا ہے
مجھے مت بتاؤ

مجھے مت بتاؤ
کہ اقصیٰ مری منتظر ہے
ابھی سے نہیں، اک صدی سے مری منتظر ہے
وہ قبلہ اول، وہ ثالث حرم ہے،
شفیع معظم، نبی مکرم، محمد (ﷺ) کی ہے وہ جائے اسراء،
وہ نبیوں کی وارث، وہ محترم ہے،
وہ مجھ سے مخاطب ہے اور کہہ رہی ہے کہ
آزادی اس کی...... بطورِ مسلماں، ہے فرض مجھ پر!
نجس صہیونی ہاتھوں سے اس کا چھڑانا، ہے قرض مجھ پر!

مجھے مت بتاؤ کہ
میں بھی اسی دین کا نام لیوا ہوں...... جس کے
نام لیواؤں نے
چودہ صدیوں قبل
اپنی میراث خود اپنے ہاتھوں میں لی تھی،
ہمیشہ پھر اس کی حفاظت ہی کی تھی
رچرڈ اور اس کے حواری صلیبی،
اٹھے اور جب حملہ آور ہوئے تو
ایوبی نے اٹھ کر...... علم حق کا لے کر
مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا کر
صلیبیوں کے لشکروں کے مقابل
جنگ کے میداں سجا کر
وراثت کو پھر واپس حاصل کیا تھا
مگر تم سے کہتا ہوں کہ اے میرے بھائی!
یہ ساری کہانی مجھے مت سناؤ
مجھے مت بتاؤ

مجھے مت بتاؤ کہ
عرصہ ہوا،
میں نے ’غیرت‘ کی چادر......
شانوں سے اپنے اتاری ہوئی ہے
زمانہ ہوا ہے کہ یہ جنگ
میں نے ہاری ہوئی ہے
’ضمیر‘ اپنا کب سے، میرا سو چکا ہے
میں تو اکیسویں اس صدی کا مسلماں ہوں......
دینِ اسلام بھی اب میرا ’نیا‘ ہے
نہ چہرہ پرانا، نہ پیرہن پرانا
نہ فکر و عمل کا ہی دامن پرانا
ہر اک چیز مغرب کی مجھ کو قبول......
خودی اپنی کب سے ہوئی ہے فضول......
میں کب کا غلامی کا عادی ہوا ہوں
حمیت سے کب کا میں عاری ہوا ہوں
یہ دنیا کے نقشے پہ کھینچی ’لکیروں‘ کے بندھن کو چھوڑو،
میں تو اپنے ہی گھر کی ’لکیروں‘ میں بس بند ہوا ہوں

مجھے مت بتاؤ
کہ ایسا نہ ہو
میرا سوتا ضمیر...... کسی چوٹ سے جاگ اٹھے!
مجھ کو غزہ کے مسلم کا غم، خود اپنا غم لگنے لگے!
میرے دل میں جو اسلام کی چودہ صدیوں پرانی جو چنگاری
ہے، وہ سلگنے لگے!
میں سمجھنے لگوں کہ مری ’اصلیت‘
وہ نہیں ہے جو آج مجھ پہ طاری ہوئی
میں تو غافل ہوں، ناداں ہوں اور نا سمجھ،
یہ غلامی کی چادر ہے بھاری ہوئی
میں یوں اپنی حقیقت سمجھنے لگوں
کہ میں
اس قوم سے ہوں کہ جو
ظلم کے سامنے ہر گز دبتی نہیں
اپنے ’دین‘ اور ’عقیدے‘ سے ٹلتی نہیں
اپنی ہر اک ’مقدس‘ زمیں کے دفاع سے کبھی
پیچھے ہٹتی نہیں
اپنا سب کچھ کٹاتی ہے، گھر بھر لٹاتی ہے، پَر
اپنی عزت پہ حرف آنے دیتی نہیں

مجھے اب بتاؤ کہ
میرا ’ضمیر‘
آج کی اس اذیت بھری چوٹ سے
’جاگ‘ اٹھنے کو ہے!
اس دفعہ کا ’زخم‘...... کتنا گہرا ’زخم‘ ہے!
آج کا میرا ’غم‘......
کیا یہ معمولی ’غم‘ ہے؟!
مجھے پھر بتاؤ کہ اب
حمیت کی، غیرت کی چنگاری سے...... جو مرے جی میں پھر
سے سلگنے لگی ہے،
مِرا تن بدن......
ایک ’آتش فشاں‘ بن کے پھٹنے کو ہے!
جس کی آتش میں صہیونی دشمن سبھی......راکھ ہو جائیں گے
اور ان کے حواری صلیبی سبھی...... خود سے کھو جائیں گے
آنسوؤں کے بہانے سے کیا فائدہ،
میری ’روح‘ اب اس عنصری قید سے
باہر آنے کو ہے!
وقتِ جنگ آ چکا، طبلِ جنگ بج چکا!
اپنے ’غزہ‘ کے بھائیوں کی امداد کو......
سر کٹانے کو میدان ہے سج چکا!
آؤ! مل کر......
آؤ! مل کر مسلماں، یہ جنگ سر کریں!
اپنی ’اقصیٰ‘ کو صہیونیوں کے نجس ہاتھ سے چھین کر
اس پہ ’اسلام‘ کا ’پرچمِ لا الٰہ‘ آج پھر سے بلند
آؤ مل کر کریں!
ہاں! مجھے یہ بتاؤ!

طوفان الأقصیٰ

اور پھر ایک حجت تمام ہوئی!

راشد دہلوی

یہ معرکہ حق و باطل کا ہے، ہر دور میں حق والے باطل نظام پر کاری ضربیں لگاتے ہیں، ہر بار امت پر اٹھتے ہاتھوں کو روکا جاتا ہے، ہر بار امت کے لیے حجت تمام کی جاتی ہے کہ جتنی تیاری کر سکتے ہو کر لو پھر اللہ پر توکل کرکے کافروں پر ٹوٹ پڑو۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کی مبارک کارروائیوں نے امریکہ کا بھرم توڑ دیا، امریکہ کی داداگیری کو چیلنج کرکے یہ پیغام دیا گیا کہ سرداری صرف اور صرف میرے اللہ کی چلے گی۔ دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی سے لیس، گھمنڈی امریکہ نے خواب میں بھی یہ نہیں سوچا ہو گا کہ امت کے چند ابطال سپر پاور حفاظتی دائرے کو توڑ کر، اس کے قلب پر حملہ کر دیں گے۔ امریکہ نے پوری دنیا میں ایسا رعب و دبدبہ بٹھار کھا تھا کہ بڑے بڑے چودھراہٹ کے دعویدار، امریکہ کے سامنے بولنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مسلم امت چونکہ زوال کا شکار ہو کر طاغوت کی غلامی میں جکڑی ہوئی تھی، اس لیے امت کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ چند فدائی جوان کفار کے سرغنہ پر یوں وار کریں گے۔

امریکہ کی طاقت سے متاثر لوگ اس حد تک امریکہ سے خوف زدہ تھے کہ وہ امریکہ کو کسی بھی صورت میں ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔

کوئی کہتا، امریکی فضائی نظام اتنا مضبوط ہے کہ بغیر اجازت طیارے کو سسٹم آٹومیٹک طریقے سے تباہ کر دیتا ہے۔ کوئی کہتا، ایک بٹن دبا کر امریکہ میں بیٹھ کر افغانستان کو تباہ کیا جا سکتا ہے۔ کوئی کہتا کہ جب طوفان چلے تو سر نیچے کر لینا چاہیے۔

لیکن سبحان اللہ! سلام ہو امت کی ایسی ماؤں پر، جنھوں نے امت کے ایسے ابطال کو جنم دیا جو صرف اور صرف اپنے رب سے متاثر تھے، جو صرف اور صرف اپنے رب کی طاقت کو مانتے تھے۔ جنھوں نے کفار کے غنڈوں کو ان کی زبان میں یہ سمجھایا کہ:

روند کر اہلِ ایمان کی بستیاں\
کیسی جنت بسانے کے خوابوں میں ہو\
یہ تو ممکن نہیں عیش سے تم رہو\
اور ملت ہماری عذابوں میں ہو

اسرائیل! جس کی حیثیت ایک قابض و ناجائز اسٹیٹ کی ہے، جو ہمارے نبیوں، مسلمانوں اور اسلام کا مجرم، سخت ترین دشمن ہے، جس نے امریکہ اور یورپ کی مدد سے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ عرب ملکوں کے بیچ میں بیٹھ کر بھی وہ جب چاہتا ہے مسلمانوں پر بمبار کرتا ہے، گھروں، ہسپتالوں اور بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے، مسجدوں کو شہید کرتا ہے اور امریکی غلام نام نہاد مسلم حکمرانوں کو چوں کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔

لیکن ان عالمی غنڈوں نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ تن تنہا امت کے ابطال ان کی نیندیں حرام کر دیں گے، ان کے ہوش اڑا دیں گے۔ مجاہدین نے اسرائیل کی سیکیورٹی اور دفاعی نظام کی دھجیاں اڑا دیں، اسرائیل کی سرحدی مضبوط ترین دیوار میں شگاف کر دیا، سرحدی باڑ کو (جو زیرِ زمین بھی تھی) ناکام بنا دیا۔ اسرائیل کی بکتر بند گاڑیوں کو ناکارہ کر کے تباہ کر دیا، پیراگلائیڈرز کے ذریعہ مجاہدین حیرت انگیز طریقے سے اسرائیل میں داخل ہوئے۔ سبحان اللہ!

مجاہدین نے یہودیوں کے ایریز کراسنگ، ایک نگرانی اور مواصلاتی مرکز پر حملہ کیا اور کئی اسرائیل فوجیوں کو یرغمال بنالیا۔ ظالم و قابض یہودی دم دبا کر بھاگتے دکھائی دیے۔ یہودیوں کو اپنی فوج، انٹیلی جنس اور ٹیکنالوجی پر بہت فخر تھا، لیکن مجاہدین نے کفار کی ناک کے نیچے اپنا منصوبہ تیار کیا، اپنی تیاری کی۔ موساد مکمل طور پر ناکام ہو گئی۔ فدائیوں نے اسرائیل کی ٹیکنالوجی اور آئیرن ڈوم کو اپنے میزائیلوں سے تباہ کر دیا۔ اسرائیل نے جدید ٹیکنالوجی والی چوکیاں بارڈر پر قائم کی تھیں، جسے اس نے (ایک ارب ڈالر) خرچ کر کے بنایا تھا۔ بارڈر پر کسی بھی حرکت کو دیکھنے کے لیے سینسرز بھی لگائے گئے تھے۔ لیکن میرے رب کے شیروں کے سامنے سب کے سب فیل ہو گئے۔

اللہ رب العزت غیرت مند ذات ہے، وہ غیرت مندوں کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حماس کے مجاہدین نے اپنے رب کی رحمت اور نصرت کے سہارے وہ کر دکھایا جس سے پوری امت کے دل ٹھنڈے ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء سے ظلم و زیادتی، ناجائز قبضوں کا ایک ایسا دور شروع ہے جس نے امت کے دلوں کو چھلنی کر رکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے امت کے ان ابطال کو جنھوں نے اپنی جماعت کو منظم کر کے، امنیت کو تھام کر، دشمن کے جبڑوں میں بیٹھ کر ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس سے پوری دنیا میں اسرائیل کی ٹیکنالوجی و طاقت خطرے میں پڑ گئی۔

ایک طرف دنیا اور دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی ہے تو دوسری طرف مظلوم امت!

ایک طرف امریکہ، اسرائیل اور اس کے حواری ہیں تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے ابابیل!

(باقی صفحہ نمبر 44 پر)

نئے سرے سے چھڑ چکی جہاں میں رزمِ خیر و شر

قاری معاذ بدر

سن ۶ ہجری کی بات ہے جب آسمان اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ مدینہ کے اندر نبی ﷺ کی سربراہی میں خندقیں کھودی جاچکی ہیں۔ انبیاء کے قاتل، وقت کے سب سے بڑے مجرمین یہودی اپنی گردنوں پہ غدر و خیانت کا بار اٹھائے ندامت سے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ ان کو بھی معلوم ہے، یہی نوشتۂ دیوار ہے، جو اسی قوم کے لیے لکھا گیا، کیونکہ مجرمین کی سزا یہی ہے، سات آسمانوں کے اوپر آسمانوں سے اترا ہوا فیصلہ بھی یہی ہے۔ اتنے میں آواز لگانے والا آواز لگا رہا ہے، لوگوں کو لے جایا جا رہا ہے اور قتل کیا جا رہا ہے۔ مجرموں میں سے ایک مجرم اپنے یہودی سردار کعب بن اسد سے دریافت کرتا ہے، آپ کا کیا اندازہ ہے ہمارے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو وہ جھلا کر کہتا ہے، کیا تم لوگ کسی بھی جگہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے؟ دیکھتے نہیں پکارنے والا رک نہیں رہا، جانے والا پلٹ نہیں رہا۔ کیا تم لوگوں کی عقلیں کسی جگہ کام نہیں کرتیں؟ یہ قتلِ عام ہے!

مسلمانوں نے ہجرت کے بعد اس قوم کی ہمسائیگی میں کون سا ایسا دکھ یا تکلیف ہے جو نہ دیکھی ہو۔ چکی کے پاٹ گرانا، کھانے میں زہر ملانا، طرح طرح کی شرارتیں کرنا، ان کی ہمسائیگی کے کڑوے پھل تھے جو وقتاً فوقتاً مسلمان چکھتے رہے۔ اب کی بار تو عین اسی وقت مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپا جب احزاب مسلمانوں پر چڑھ دوڑے تھے۔ ایک صحابیؓ کو آپ ﷺ نے جب بھیجا کہ جا کر دیکھو یہود کس حالت میں ہیں، تو اس صحابیؓ کے بقول، یہود اس وقت بدترین حالت میں تھے۔ جب مسلمانوں نے لشکروں کو آتے دیکھا تو جن کا ایمان اللہ پہ تھا وہ پکار اٹھے، یہی تو وہ ہے جس کا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا، پس اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھا۔ ہانڈیاں الٹ گئیں، خیمے اکھڑ گئے، اللہ نے اپنے بندوں کو عزت بخشی اور اکیلے ہی سارے لشکروں کو شکست دی۔ خندقیں کھود کر خائن یہودیوں کا بھی فیصلہ سنا دیا گیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی زبانی فیصلہ ہوا، تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، خواتین کو لونڈیاں اور مال واسباب کو غنیمت بنا لیا جائے۔ اب ان سنپولوں کا خاتمہ بھی ہو گیا جو ہر وقت ڈسنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان کا جرم ہی یہی تھا، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیانت کی تھی۔ مگر جس قوم کی سرشت میں دھوکہ دہی اور خیانت انڈیل دی گئی ہو، جو قوم انبیاء علیہم السلام کے قاتل ہونے پر فخر کرتی ہو، جو قوم اللہ سے اعلانیہ جنگ سود پر آمادہ ہو، سودی معیشت جس کا کاروبار ہو وہ قوم بھلا کیسے فلاح پا سکتی ہے؟

یہ تاریخ ہے صہیونی مجرمین اور ان کے آباء کی...... جن کے دامن پر وقت کے انبیاء کے ساتھ خیانتوں کے داغ ہوں اور جن کے دامن پر انبیاء علیہم السلام جو اسی قوم کی فوز و فلاح کے لیے تشریف لائے، کے خون کے دھبے ہوں۔

اقوامِ عالم کا امن برباد کر کے، دوسروں کو مختلف حیلے بہانوں سے لڑوا کر اور جنگ کی آگ کو سلگا کر خود چین سے رہنے میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ انہی اعمال کی وجہ سے یہ بندر و خنزیر بنا دیے گئے۔ جب یہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ نے بھی ان کے بارے میں اعلان فرما دیا:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ (سورۃ البقرۃ: ۶۱)

”اور ان پر ذلّت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی، اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے۔ اور یہ اس لیے ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔“

میری امت کی یہ نوجواں لاج ہیں

پہلی جنگِ عظیم میں خلافتِ عثمانیہ کی شکست کے بعد مختلف بہانوں سے خلافت کی بندر بانٹ کر کے، ایک عظیم الشان اسلامی تاریخ کی حامل امت کو مختلف وطنی پرچم تھما کر، اسی کی خاطر لہو گرمانے کا مشن سونپ دیا گیا اور ان تمام اقوام کی چوکیداری کرنے کے لیے لیگ آف نیشنز کا قیام بھی عمل میں لایا گیا، جو مختلف بہانوں سے مسلم اقوام پر ہونے والے ظلم و ستم کو نہایت عمدگی اور عیاری سے پوشیدہ رکھتی ہے۔ جبکہ عالمِ کفر کی سربراہی میں چلنے والے اس جدید عالمی شیطانی نظام کی پشتیبان اور برابر کی حصہ دار ہے۔ اسی دوران دنیا میں بکھرے یہودیوں کو فلسطین میں لا کر ایک صہیونی ریاست کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا اعلان ڈیوڈ بن گورین نے ۱۹۴۸ء میں کیا، اور اس کا نام ریاستِ اسرائیل رکھا گیا۔

یہ اعلان اسلامی شناخت رکھنے والے ملکوں کے منہ پہ ایک زوردار طمانچہ تھا۔ ایک ایسی امت جو اپنا ماضی بھول کر وطنیت کے بتوں میں اپنا مستقبل تلاش کر رہی تھی۔ وطنیت کے دعوے داروں نے اپنا بھرم باقی رکھنے اور عرب ہونے کا زعم برقرار رکھنے کے لیے اور ’قوموں کی بقا

وطنیت کے اندر پنہاں ہوتی ہے' کے نعرے کے زعم میں یہ عرب حکمران اسرائیل پر حملہ آور ہوئے۔ چند ہی دنوں کے اندر ان کی جواں مردی کا پول کھل گیا، یہاں تک کہ اسرائیل نے شرم الشیخ اور غزہ پر اپنا قبضہ کر لیا، بلکہ اس نے علاقۂ سینا کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا اور سوئز کی پوری مشرقی پٹی بھی اس کے قبضے میں آگئی، جس کی وجہ سے مصر بھی اس کی توپوں کی زد میں آگیا۔

عرب قوم پرستی پانی کا ایک بلبلہ ثابت ہوئی جو پھونک مارتے ہی ہوا کی نظر ہو گیا۔ اس کے بعد مظلوم فلسطینیوں پر ظلم کی ایک نہایت طویل اور سیاہ رات چھا گئی۔ مظلوم فلسطینیوں کی بستیوں کو بلڈوز اور باغات کو خاکستر کر کے ان کو پناہ گزین کیمپوں میں دھکیل دیا گیا، جہاں خوف، غربت، افلاس اور سردی ان مظلومین کا استقبال کر رہی تھی۔ اور دنیا بھر سے یہودیوں کو بلوا کر اس مقدس زمین پر ان کی آبادکاریاں کروائی گئیں۔ محبوب مسجدِ اقصیٰ کی بنیادیں کھود کر اس کو شہید کر کے اس پہ ہیکل سلیمانی بنانے کے صہیونی ارادے کی تکمیل ہونے لگی اور مسلمانوں کو دورانِ عبادت تنگ کرنا اور مختلف حیلے بہانوں سے عبادت سے روکنا صہیونیوں کا روز کا معمول بن گیا۔

ایک فلسطینی عورت جو پوسٹر اٹھا کر کہہ رہی تھی، "اے اسامہ! تیرا وعدہ کہاں ہے؟"...... اس پکار اور مظلوم فلسطینی عوام پر یہودی مظالم نے محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کو بے چین کر دیا۔ شیخ اسامہؒ جانتے تھے کہ اوسلو معاہدہ اور عرب امن معاہدے مسئلۂ فلسطین کی کبھی حقیقی ترجمانی نہیں کر سکتے۔ یہ معاہدات مقبوضہ فلسطین کی بندر بانٹ تو کر سکتے ہیں مگر حقیقی حل نہیں۔ یہ قابض اقوام کی طرف سے دیا ہوا وہ فارمولا ہے جو ہر کچھ عرصے بعد مظلوم کے حصے میں آیا ہوا بچا کچھا ٹکڑا بھی کھا جاتا ہے۔

انہی حالات کو دیکھ کر شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مشہورِ زمانہ قسم کھائی کہ:

> "اے میرے فلسطینی بھائیو! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً تمہارے بیٹوں کا خون ہمارے بیٹوں کا خون ہے اور تمہارا خون ہمارا خون ہے۔ پس خون کا بدلہ خون سے اور تباہی کا بدلہ تباہی سے لیا جائے گا۔ اور ہم اپنے ربِ عظیم کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے، یہاں تک کہ فتح کا دن آجائے یا ہم بھی وہی کچھ نہ چکھ لیں جو حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے چکھا تھا۔"

جنگ جاری رہے صف شکن غازیو!

اہلِ ایمان کی بستی غزہ، ایک تنگ ساحلی پٹی جو بحیرۂ روم اور اسرائیل کے درمیان واقع ہے۔ صرف ۴۱ کلومیٹر لمبے اور ۱۰ کلومیٹر چوڑے علاقے والا غزہ، جہاں کچھ اہل ایمان رہتے ہیں، جن کے وجود سے اسرائیلی ریاست کا جینا حرام ہو گیا ہے۔ اسرائیل کے بالکل وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے ظلم کی طویل داستانوں نے غزہ میں ایک عظیم انتفاضہ کی بنیاد رکھی ہے اور اس کے نتیجے میں ایک ایسی نسل وجود میں آچکی ہے جنہوں نے وطنیت اور قومیت کے بتوں کو پاش پاش کر کے یہ نعرہ لگایا:

الله غايتنا والرسول قدوتنا والقرآن دستورنا والجهاد سبيلنا والموت في سبيل الله

غزہ کے باسیوں نے جدید ترین اسلحے کے حامل اسرائیل کو یہ سوچنے پہ مجبور کر دیا ہے کہ غزہ شیروں کا ایک ایسا مسکن ہے جہاں گھسنا ان گیدڑوں کے بس کا کھیل نہیں۔

اسرائیل نے غزہ کی ساحلی پٹی کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی ہے جس کے نتیجے میں خوراک، ادویات اور پینے کے پانی جیسی بنیادی ضروریات کا بھی مکمل فقدان ہے۔ مگر مجاہدین نے اللہ کی نصرت سے اس کی ذات پہ بھروسہ کرتے ہوئے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے خلاف تیاری جاری رکھی۔ اسرائیلیوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مجاہدین اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا بن کر ان پہ یوں آ برسیں گے۔

ہفتہ، ۷ اکتوبر کی صبح مجاہدین کی جانب سے داغے گئے راکٹوں کی بوچھاڑ نے اسرائیلی ڈیفنس سسٹم آئرن ڈوم کی صلاحیتوں کو تہس نہس کرتے ہوئے اسرائیلی شہروں پر تباہی پھیلانا شروع کر دی۔ اس سے پہلے کہ تل ابیب میں سائرن گونجتے، ہر طرف دھواں ہی دھواں پھیل چکا تھا۔ اسرائیلی فوج حملے کی پہلی یلغار سے ابھی سنبھلی ہی نہ تھی کہ مجاہدین غزہ کی پٹی کے گرد کیمروں، گراؤنڈ موشن سینسرز اور ان جیسے کئی دیگر حفاظتی حصاروں کو توڑتے ہوئے اسرائیل کی سرحدی چوکیوں پہ جا ٹوٹے۔ مجاہدین کے کچھ دستے فضا سے اور کچھ دستوں نے سمندر سے اسرائیل پر اپنی یلغار کا آغاز کیا۔ جنگ کے پہلے دن مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد سینکڑوں میں جا پہنچی اور الحمد للہ کئی یہودیوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ مظلوم فلسطینی عوام پہ ہوتی بمباریاں دوربین سے دیکھ کر خوشیاں منانے والے صہیونیوں کو جنگ کی حقیقت اور تلخی اس دن سمجھ میں آئی۔ سالہا سال سے تلخیٔ ایام کا جو گھونٹ صرف مسلمان پی رہے تھے، اس کے قطرے جب یہودیوں کے حلق میں انڈیلے گئے تو یروشلم سے لے کر واشنگٹن تک، سبھی کے حلق کڑوے ہو گئے۔

(باقی صفحہ نمبر 84 پر)

میری امت کی یہ نوجواں لاج ہیں!

سیّد نصر اللہ شاہ

کسی معاشرے کا روحِ رواں، اثاثہ اور مستقبل وہاں کا نوجوان طبقہ ہوتا ہے۔ یقیناً امتِ مسلمہ کے نوجوان بھی اس امت کی امید کی کرن ہیں۔ مسلم نوجوانوں میں اگر اسلامی حمیت، دین سے والہانہ محبت اور اس پر مر مٹنے کا جذبہ ہو تو امت کو فلاح و کامرانی کی اصل منزل (خلافت) کے قیام سے ہم کنار کرنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی اور اگر امت کا نوجوان دین بیزار، اخلاقی قدروں سے نا آشنا، اپنی تاریخ سے بے خبر اور غیروں سے مرعوبیت کا شکار ہو تو پھر وہی ہو گا جس ذلت و رسوائی سے آج امتِ مسلمہ گزر رہی ہے۔ جہاں پوری دنیا میں بے چارہ ایک مسلمان ہی ہے جو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے اور جس کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، مگر کوئی پرسانِ حال نہیں!

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں ایسے امت کے نوجوان بھی رہے جنہوں نے جرأت و شجاعت کی اعلیٰ مثال قائم کی اور اپنے جسموں کو کٹوانا تو گوارا کیا مگر اسلام پر آنچ تک نہ آنے دی۔ عہدِ نبوی ﷺ پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایسے پرنور ستارے نظر آتے ہیں جن کی روشنی کی بدولت اسلام آج بھی زندہ ہے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کی ہیبت و جلال اور بہادری کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ اسلام کے دورِ اوّل میں جب کفّار کا ظلم و ستم عروج پر پہنچ گیا تو مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ملی، تمام مسلمان خفیہ طور پر ہجرت کرتے، مگر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے لگے تو اسلحہ سجائے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پھر سب کفارِ مکہ کو للکار کر کہا کہ جس نے اپنے بچے یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ کروانا ہو تو مجھے روک لے، میں مدینہ جا رہا ہوں۔ مگر کفار میں سے کسی سردار کی ہمت نہ ہو سکی کہ ان کو کچھ کہہ سکے!

حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت و بہادری کی گواہی اپنے اور غیر سب ہی دیتے ہیں۔ آپ نے کم سنی میں اسلام قبول کیا اور اپنی جوانی اسلام کے لیے کھپا دی اور کسی جابر و ظالم کے سامنے نہ جھکے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہ جن کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں“۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی جوانی اسلام اور آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے وقف کر دی۔

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جن کو کم عمری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شرکت سے روک دیا تو وہ رو رو کر آپ ﷺ سے اجازت لینے میں کامیاب ہو گئے۔

احد کے موقع پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پنجوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ قد جوانوں کے برابر معلوم ہو اور جب ان کو غزوہ میں شرکت کی اجازت مل گئی تو ان کے ہم عمر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فوراً عرض کیا، حضور ﷺ مجھے بھی منع نہ کیجیے کیونکہ میں رافع رضی اللہ عنہ سے قوی ہوں، چنانچہ مقابلہ ہوا تو واقعی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور مجبوراً ان دونوں نوجوانوں کو غزوہ میں شرکت کی اجازت دے دی گئی۔

جنگِ احد ہی کے موقع پر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آپ ﷺ کی ڈھال بن گئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلو کفار کے تیر و تلواروں کے سامنے کر دیا جب بعد میں دیکھا گیا تو جانباز طلحہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستّر زخم تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنہیں آپ ﷺ نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب دیا، آپ کی بہادری اور شجاعت سے کون آشنا نہ ہو گا کہ آپ جس معرکہ میں جاتے بھلے کفّار کی تعداد کئی گنا زیادہ ہی کیوں نہ ہوتی فتح آپ ہی کے حصہ میں آتی۔

اسی طرح بعد کے ادوار میں ابطالِ امت کی کثیر تعداد ہے جو تاریخ کے سنہرے اوراق میں قلم بند ہے۔ صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد فاتح، طارق بن زیاد، یوسف بن تاشفین، محمود غزنوی، ٹیپو سلطان، شہاب الدین غوری، محمد بن قاسم اور اس طرح کے امت کے ان گنت نوجوان گزرے جن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت، بہادری اور جانبازی نے اسلام کو ہر دور میں زندہ رکھا۔

آج پھر مسلم نوجوانوں پر ایک امتحان آ پڑا ہے کہ امتِ مسلمہ ایک بار پھر ذلت و پستی کے دور سے گزر رہی ہے، جہاں نہ تو مسلمانوں کا دین محفوظ ہے نہ انبیاء علیہم السلام کی سرزمین قبلہ اوّل بیت المقدس۔ جبکہ حرم شریف بھی دجالی لشکر کے نرغے میں ہے اور کفار حرم شریف سے ۴۵ کلومیٹر کی مسافت پر ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ اب تو سرزمین حرمین میں کہ جہاں پر کبھی وحی اترا کرتی تھی، سینما اور فحاشی کے اڈے قائم ہو چکے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ سب سعودی عیاش بادشاہوں کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ یہی نہیں آج ہم ایسے گئے گزرے دور میں جی رہے ہیں کہ جہاں کفّار ہمارے نبی ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنانے کا باقاعدہ عالمی مقابلہ منعقد کرتے ہیں۔ آج ہماری آسمانی کتاب قرآن مجید کو جلایا جاتا ہے، اس کے اوراق کو پھاڑا جاتا ہے اور گندے نالوں میں پھینکا جاتا ہے۔ یہ واقعات آئے روز پیش آتے ہیں مگر ہمارا مسلم نوجوان خوابِ غفلت میں پڑا اپنے اسٹیٹس کو بنانے کی فکر میں اور دجالی میڈیا میں غرق و غلطاں نظر آتا ہے۔

شبہات وشہوات کو پھیلانے والا یہ دجالی میڈیا امت کے اس نوجوان کو کمزور کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، اور امت کے اصل محسنین اور ابطال کو زیرو جبکہ اخلاق سے عاری گھٹیا سوچ کے حامل لہو و لعب اور ہوس کے پجاریوں کو ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے، اور انہیں فحاشی و عریانی کی بیماری میں مبتلا کر رہا ہے۔ اس کام میں وطن عزیز پر مسلط دین و ملت کا خائن اور منافق ٹولہ بھی شریک ہے، جنہوں نے اسلام کے نام پر لیے گئے اس ملک میں تعلیمی نصاب سے آیات قرآنی کا اخراج، شراب کے لائسنس اور ٹرانس جینڈر جیسے بلوں کو لاگو کیا۔

مگر اس کے باوجود جب جب مسلم نوجوان نے اپنا رشتہ قرآن سے جوڑا، اپنے آپ کو دین سے استوار کیا، دین پر غیرت کرتے ہوئے اس کے نفاذ کی جدوجہد کے سلسلے میں جب تلوار نیام سے نکالی تو باطل کی صفوں میں کہرام ہی مچا۔

حق و باطل کے اس معرکہ میں شجاعت و بہادری کی تاریخ رقم کرنے والے ابطالِ اسلام کی فہرست آج کے زمانے میں بھی طویل و عریض ہے جس کو تاریخ دان کبھی فراموش نہیں کر پائیں گے۔

آج سے ۳۵ سال قبل صحرا و کوہستان کی سرزمین 'افغانستان' جہاں پر جنگ و جدل، لوٹ مار، عصمت دری اور قتل و غارت گری عروج پر تھی، ایک مدرسے کا نوجوان طالب علم اٹھا اور اس کے ساتھ مٹھی بھر اللہ کے دین کے پروانے محض اللہ پر توکل کیے اس جبر و ظلم کے نظام کے خلاف معرکہ آرا ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ظالم و جابر طبقات کا صفایا کر دیا اور شریعت اسلامی کا نظام جاری کر دیا۔ یہ نوجوان طالب علم جو بارش کا پہلا قطرہ بنا، دنیا اس کو ملا عمر کے نام سے جانتی ہے۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت شریعت کا نظام اپنے ملک میں نافذ کر کے امن و امان قائم کیا جب پوری دنیا پر ظلم و جبر اور سرمایہ دارانہ جمہوری نظام مسلط تھا۔ مگر کفر کو ازل سے ہی عدل و انصاف پر مبنی رحمانی نظام برداشت نہیں، نتیجتاً دجالی لشکر امارت اسلامیہ کو ختم کرنے کے خواب لیے زمین و آسمان اور بحر و بر، ہر سمت سے آگ و خون کا طوفان لیے امڈ آئے۔ یہ ایسا وقت تھا جب دشمن تو دشمن اپنوں نے بھی دغا دی اور دجالی لشکر سے مرعوب ہو کر وطن عزیز کے بحر و بر اور فضائیں سب کچھ تسلیم کر دیا۔

مگر جن کا ایمان قوی اور اللہ پر توکل ہو بھلا وہ کب کفر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سے سرشار یہ امت کے ابطال جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے تھے، حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت کے یہ نوجوان کفر کے قلعوں سے بارود سے بھری گاڑیاں ٹکراتے اور کفار کے چیتھڑے اڑا دیتے۔ دن رات، ہر وقت ہر جگہ شیروں کی طرح جھپٹتے، کبھی گھات میں بیٹھ کر ٹینکوں کو فضاؤں میں اڑاتے۔ الغرض کفر و تکبر کی علامت امریکہ اس طرح ۲۰ سال گزرنے کے بعد ذلت و رسوائی سمیٹتا ہوا امارت اسلامیہ افغانستان سے دفع ہوا۔ (وللہ الحمد!)

امت کے شہزادے اور اسلام کے علمبردار طالبان پھر سے شریعت کی بہاریں لیے نمودار ہوئے۔ امت کے ان ابطال نے، بھلے وہ عربی ہوں یا عجمی اسلام کی خدمت سرانجام دینے میں کسی قسم کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور قربانیوں کی عظیم داستانیں رقم کیں۔ امت کے ابطال کا ذکر عرب شہزادے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کے بغیر بالکل ادھورا سا لگتا ہے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک امت کا تصور دوبارہ زندہ کیا۔ انبیاء کی سرزمین بیت المقدس کو یہود سے آزاد کروانا اور جزیرۃ العرب سے کفار کو نکالنے جیسے فرض کی طرف توجہ دلائی۔

فلسطین پچھلی کئی دہائیوں سے یہودیوں کے زیر تسلط ہے، یہودیوں نے وہاں ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ بدقسمتی سے دنیا بھر کے نام نہاد 'مسلم' حکمران بھی چپ سادھے بیٹھے ہیں۔ ایسے میں فلسطینی نوجوانوں نے جن قربانیوں اور گرم خون سے اس مسئلے کو تازہ رکھا ہوا ہے قابلِ ستائش ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 59 پر)



ہم اپنے فلسطینی بھائیوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ تمہارے بچوں کا خون ہمارے بچوں کا خون ہے اور تمہارا خون ہمارا خون ہے، پس خون کا بدلہ خون سے اور تباہی کا بدلہ تباہی سے لیا جائے گا۔ ہم رب العزت کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے، یہاں تک کہ یا تو ہمیں فتح حاصل ہو جائے یا پھر ہم اسی انجام کا مزہ چکھ لیں جو حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔

الشیخ اسامہ بن محمد بن لادن

اقصیٰ کی روحیں

محمد جمشید

طوفان الاقصیٰ آپریشن دیکھتے ہوئے بس دماغ میں ایک ہی بات آئی کہ کیسے اللہ کہ یہ مجاہد پرندوں کی طرح ابرہہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور اپنے پنجوں سے چھوٹے چھوٹے کنکر پھینکتے ہوئے وقت کے فرعون کو للکارا۔ ان مجاہدین کے جذبوں کو سلام کہ جنہوں نے آنے والے طوفان کا بھی نہ سوچا اور اس خطرناک دریا میں کود پڑے۔ امتِ مسلمہ کہ ان شاہینوں نے اپنے رب کی مدد سے وہ کر دکھایا جو شاید دنیا کہ کسی بھی مسلمان ملک میں کرنے کی جرأت نہ ہو۔ میرے الفاظ ان کے عمل کے سامنے بہت چھوٹے ہیں لیکن میں اپنے ان بھائیوں کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ان کو اپنے انبیاء، صدیقین، صالحین اور شہداء میں شامل فرما، آمین۔

اس آپریشن کے بعد سے جو ظلم اسرائیل اور اس کے حواریوں نے شروع کر رکھا ہے، اس کو دیکھنے کے بعد میرے سامنے وہ بچے، عورتیں اور بوڑھے آجاتے ہیں جن کے چہرے میں شاید ہی بھلا سکوں۔ میں ان کو دیکھ کر کتنی ہی دیر روتا رہا کہ یارب العالمین! یہ لوگ ہمیں آخرت کے دن نہ پکڑلیں۔ یہ میرا گریبان پکڑ کر نہ پوچھ لیں کہ تم کیوں نہیں آئے؟ ہم مر رہے تھے، کافر ہمارے اوپر بم برسا رہے تھے اور تم ڈرے نہیں کہ کل اللہ کو کیا جواب دوگے؟ میں ان معصوم بچوں کے ٹکڑوں کو دیکھ کر ڈر گیا کہ کل میرا بچہ بھی ہو سکتا ہے، میری ماں بھی ہو سکتی ہے، میرا باپ بھی ہو سکتا ہے، تو میں اس وقت کس سے امید رکھوں گا؟ کیا ہم سب اتنی آسانی سے آخرت میں چھوٹ جائیں گے؟

ابھی کل ہی ایک ویڈیو دیکھی کہ غزہ میں جہاں پینے کا پانی میسر نہیں ہے، ایک بچہ صحافی کے بیگ سے ایک پانی کی چھوٹی بوتل چرا کر بھاگ جاتا ہے، اس صحافی نے بچے کے اس عمل پر کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ اس نے کہا کہ میرے پاس پانی کی صرف یہ ایک ہی بوتل تھی اور اب مجھے کل تک پانی کا انتظار کرنا پڑے گا، کیونکہ یہاں پانی کی بہت قلت ہے۔ اس بچے کو شاید مجھ سے زیادہ ضرورت ہو، پتہ نہیں کون اس کا پیارا پیاس سے مر رہا ہو۔

ہمارا ضمیر کیسے یہ گوارہ کرتا ہے......! کیا ہم سب نے وہ ہی کلمہ پڑھا ہے جو فلسطینیوں نے پڑھا ہے؟ کیا ہم نے یہ نہیں پڑھا کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہوتا ہے کہ جب جسم کے کسی ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم درد سے کراہ اٹھتا ہے؟ تو پھر کیوں، میرے مسلمانو! کیوں؟ فلسطین سے ایک بہن کا آڈیو پیغام آتا ہے کہ طالبان ہماری مدد کریں۔ کیوں پاکستانیوں سے مدد نہیں مانگتی؟ آخر کیوں؟ کیونکہ اس بہن نے دیکھا کہ طالبان نے عملی کام کیا، صرف مظاہروں پر اکتفا نہیں کیا، لوگوں کو برا بھلا نہیں کہا...... بلکہ کچھ کرکے دکھایا۔ یہ عمل آپ بھی کر سکتے ہیں! کیا کبھی اتنے عرصے میں آپ نے سنا کہ فلسطینی مجاہدین اسرائیل پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں، یا کبھی انہوں نے کوئی بیان دیا؟ نہیں، بالکل نہیں! وہ تو اپنے رب پر یقین اور توکل کر کے یہ معرکہ چھیڑ چکے...... اور آپ اور ہم صرف مظاہرے کر رہے ہیں۔ نہیں، میرے مسلمان بھائیو! مظاہروں سے اگر یہ سب کچھ ہوتا تو شاید فلسطین کب کا آزاد ہو چکا ہوتا۔ ذرا سوچیے!

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

باتوں کی لفاظی تیرا فن ہے اے انساں
عمل کا وقت آیا تو مصلحت نے آ لیا

ایک خبر میری نظر سے گزری کہ اسرائیل نے جنگ کے ابتدائی چھ دنوں میں چھ ہزار بم غزہ کی ایک چھوٹی سی پٹی پر گرائے ہیں، جہاں بائیس لاکھ فلسطینی رہتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر اسرائیل کے زیرِ قبضہ فلسطینی علاقوں سے نکالے گئے مہاجرین ہیں اور ان میں تقریباً دس لاکھ بچے ہیں۔ ان پر اسرائیل نے ایک دن میں ایک ہزار بم گرائے ہیں، یعنی ہر چھیاسی سیکنڈ میں ایک بم! آخر کیوں؟

ایک بوڑھا آدمی کیمروں کے سامنے چیخ رہا تھا کہ کیا یہ بچے، یہ بولتے ہوئے اس نے لاشوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا؛ کیا یہ حماس ہیں؟ ہم انسان ہیں۔

مگر اسرائیل کا وزیر دفاع اس بات سے متفق نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم انسان نما جانوروں (Human Animals) سے لڑ رہے ہیں۔ یہ بات صرف اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ جب یہ سوال کیا جائے کہ اسرائیل فلسطینیوں کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ وہ انہیں سچ میں جانوروں کی طرح دیکھتا ہے، ورنہ تو وہ انہیں کئی دہائیوں تک آخر تنگ گلیوں کے پنجروں میں کیوں قید رکھتا؟ زیادہ تر لوگ غزہ کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں ہر سال بمباری ہوتی ہے، مگر سرمئی ملبے کے بم زدہ ڈھیر سے دنیا کا کیا تعلق؟

آج اگر ہم لاتعلق رہتے ہیں تو یاد رکھیے! یہ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ کل آپ کا وقت ہوگا اور اس وقت آپ ڈھونڈ رہے ہوں گے امتِ مسلمہ سے تعلق...... لیکن اس وقت آپ سے بھی سب لاتعلق ہوں گے۔ ہمیں ان یہودیوں نے اپنے اپنے ملکوں سے ایسی محبت سکھائی ہے کہ ہم اس دیوار سے دوسری طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتے، اور اگر دیکھ لیں تو پھر ہمیں یہ اپنی اپنی قوموں میں بانٹ دیتے ہیں۔ ہم اس جال میں ایسے پھنسے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کا درد ہمیں محسوس ہی نہیں ہوتا...... تو پھر ہم کہاں سے امت بن سکیں گے؟ آخر ہمیں امت بننے سے کون روک رہا ہے؟ ہمارا اپنا ضمیر......؟

میرے مسلمانو! یہ وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے۔ شاید ہمیں اور آپ کو پھر مہلت نہ ملے۔ ہم اپنی مساجد میں قرآن کے دروس سنتے ہیں اور پھر بھی بیٹھے رہتے ہیں۔ ایک پاکستانی عالم کی ویڈیو دیکھی، وہ فرمارہے تھے کہ مجھے تو سمجھ نہی آتی کہ ہماری ملی غیرت کدھر چلی گئی، دینی غیرت کہاں چلی گئی، ہم پتہ نہی زندہ ہیں بھی کہ نہیں۔ ہمارا زندہ رہنا جرم ہے اگر ہم ان کی مدد نہیں کر سکے! ایسی کوئی بے حس اور بے غیرت قوم بھی کبھی ہوئی ہو گی؟ ہم نے تاریخ میں بے غیرتی کی داستانیں سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ○

(سورۃ البقرۃ:۱۹۰-۱۹۱)

”اور ان لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو، یقین جانو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور انہیں اس جگہ سے نکال باہر کرو جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا تھا، اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین برائی ہے۔ اور تم ان سے مسجد حرام کے پاس اس وقت تک لڑائی نہ کرو جب تک وہ خود اس میں تم سے لڑائی شروع نہ کریں، ہاں اگر وہ تم سے اس میں لڑائی شروع کر دیں تو تم ان کو قتل کرو، ایسے کافروں کی سزا یہی ہے۔“

ساری دنیا ظلم کی داستانیں کھلی آنکھوں دیکھ رہی ہے۔ وہ ہماری ماؤں کو، بیٹیوں کو، بہنوں کو اپنے بموں سے شہید کر رہے ہیں، ننھے منے بچے قتل ہو رہے ہیں۔ کسی کو غیرت ہی نہیں آرہی......! مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ ہماری نمازیں، ہمارے سجدے کیسے قبول ہوں گے؟ ہم مجرم ہیں، جو آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں! کیا کریں، بے بسی کی انتہا ہے۔

میرا دل یہ کر رہا تھا کہ میں اٹھاون اسلامی ملکوں کو تو کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن اپنے ملک کے حکمرانوں کو تو کچھ کہہ سکتا ہوں، کہ اے حکمرانو اور فوج کے سپہ سالارو! ذمہ داری تو تمہاری ہے، نہیں کر سکتے ناں تو ہمیں ایک جہاز میں بھر کے وہاں بھیج دو، کم از کم ہم عزت کی موت مر ہی جائیں، کم از کم ہم جا کے ان کے ساتھ وہاں شہید ہو جائیں۔ قیامت کے دن ہم اللہ کو اور نبی ﷺ کو چہرہ دکھانے کے تو قابل ہوں گے۔

اللہ! ہم میں غیرت تھی، ہمارے اندر ملی اور دینی غیرت تھی۔ دعائیں ہو رہی ہیں، کوئی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! تو ان کی مدد کے لیے کوئی ابابیل بھیج دے، کوئی کچھ اور دعا کر رہا ہے۔ لیکن دعاؤں کے لیے بھی غیرت کی ضرورت ہے۔ آپ پہلے قدم اٹھائیں پھر اللہ سے دعا کریں۔ وہ بیچارے ساری ساری رات لڑتے ہیں دشمن کے سامنے، دعا تو ان کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ آزمائش ان کی نہیں ہے، وہ تو ان شاءاللہ جنتی ہیں، وہ تو ان شاءاللہ بخشے ہوئے ہیں۔ آزمائش یہ باقی ساری دنیا کی ہے! ہم ان کی وجہ سے مجرم بن رہے ہیں!

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، یہ قاری صاحب جب پڑھ رہے تھے تو مجھے یاد آرہا تھا کہ یا اللہ! ان بیچاروں کے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ یا اللہ! تو ابابیل بھیج دے اور تو، جس نے ابرہہ کے لشکروں کو تباہ اور برباد کر دیا تھا، اللہ! اِس دورِ جدید کے ابرہہ کو، جو مسجدِ اقصیٰ کو تباہ کرنے کے لیے آیا ہے اور دہشت گرد پھر بھی مسلمانوں کو کہا جارہا ہے۔ بدبخت پوری دنیا میں بدترین دہشت گردی کرتے ہیں اور پھر بات کرتے ہیں مسلمانوں کی دہشت گردی کی۔ میں سمجھتا ہوں پورے اٹھاون اسلامی ملکوں کو اعلانِ جنگ کر دینا چاہیے، لڑتے لڑتے مر جانا چاہیے، اس زندگی سے وہ موت بہتر ہے۔ ہمیں کیا ہوا ہے؟ کیسی زندگی، کیسا دین، کیا کلمہ پڑھا ہوا ہے؟ کیسی قرآن کی باتیں، کیا قرآن کے دروس......! ہم یہاں سکون سے بیٹھے ہیں، پنکھے چل رہے ہیں، موج میلہ ہے، پانی پینے کو مل رہا ہے، نماز آرام سے پڑھ رہے ہیں، سجدے آرام سے کر رہے ہیں......، اور وہاں ہماری بہنیں، بیٹیاں، بچے مر رہے ہیں، شہید ہو رہے ہیں! کہاں گئی غیرت ہماری؟ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ ہمارے آرام سے کیے ہوئے سجدے بھی کہیں جرم نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے!

☆☆☆☆☆

بقیہ: انجامِ بد کا خوف

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ۳۶۵ مربع کلو میٹر کے علاقے کے لوگ اتنی بڑی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں اور اپنے عقیدے سے چمٹے ہوئے ہیں اور جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ جہاد ہی کی برکت ہے کہ اتنے چھوٹے علاقے کے لوگ بھی وہ مزاحمت دکھا رہے ہیں جو کہ دنیا کی آدھی آبادی یعنی مسلمان بھی نہیں دکھا پا رہے۔

انجامِ بد سے خائف ہو کر اگر یہ مجاہدین گھر بیٹھنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تو آج ان کا حال بھی باقی بے حس مسلمان ممالک کی افواج کی طرح ہو جاتا جو کفار کے در کی چاکری کرنا تو جانتے ہیں لیکن اسلام اور امت کے دفاع کے لیے اپنی جگہ سے ہلنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان کے ہتھیار اور ایٹم بم زنگ آلود ہو کر ناکارہ تو ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

مبارک ہو طوفان الاقصی برپا کرنے والے مجاہدین کو کہ ان کے لیے رب کی طرف سے دو میں سے ایک وعدہ ہے، جو ان کے رب نے اپنے کلام مجید میں کیے ہیں کہ یا تو فتحیاب ہو کے غازی ٹھہریں گے، یا پھر شہید ہو کر رب کی جنتوں کے مستحق ٹھہریں گے، ان شاءاللہ۔

☆☆☆☆☆

طوفان الأقصیٰ

انجامِ بد کا خوف

حسین پشاوری

جس ذلت و خواری کا آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، امت پر یہ زبوں حالی راتوں رات مسلط نہیں ہوئی، اور اس کسمپرسی کی وجہ ظالم کافروں کی قوت بھی نہیں، بلکہ مسلمانوں کی اپنی کم ہمتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی کم ہمتی اور سستی ہی تھی کہ جس کی وجہ سے اوّل تو بہانے بنا بنا کر اقدامی جہاد میں کاہلی برتی گئی اور پھر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اقدامی جہاد پر سوال اٹھائے جانے لگے۔ جی ہاں! وہی جہاد جس کا بنیادی ہدف ہی کفار کا زور توڑنا ہے اور ان کے جنگ کرنے کی صلاحیت کو ختم کرنا ہے۔ اسی سستی اور ناعاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ تھا کہ کفار نے نا صرف طاقت حاصل کی بلکہ عالمی منظر نامے پر ایسے ابھرے کہ مسلمانوں کی جگہ انہوں نے دنیا کی باگ ڈور سنبھال لی اور شر و فساد اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا اور 'تیسری دنیا' کے وسائل لوٹ کر 'ترقی' کی منازل طے کیں۔ دنیا پر حکومت کے اصل مستحق (مسلمان امت) کو نیست و نابود کرنے کا بطورِ خاص اہتمام کیا۔ پہلے سے ہی سستی کا شکار بلکہ بالفاظ دیگر اقدامی جہاد سے فرار امت اب مزید سستی کا شکار ہوئی اور عسکری لحاظ سے زیر ہونے کے بعد فکری لحاظ سے بھی زیر ہونا شروع ہوئی اور مغربی اقدار کو اپنانا شروع کیا، یہاں کہ استعمار کے سامنے خود اپنے دفاع سے بھی ہاتھ کھینچ لیے اور مختلف تلبیسات کر کے سرے سے جہاد کے ہی منکر ہو گئے۔ اور پھر جو سر پھرے کفار سے بھڑنے لگے، تو انہیں بھی انجامِ بد سے ڈرانے لگے۔ اور کفار کی طاقت کی ہیبت سے گھبرا کر مظلوموں کو دفاع کرنے کے بجائے مزید ظلم سہنے اور بھیڑیے (حملہ آور دشمن) کے سامنے رحم کی بھیک مانگنے کی تلقین کرتے رہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی نکلنا تھا کہ امت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی اور کفار مزید جری ہوتے گئے۔

مسلمانوں کی اس حالتِ زار کا تذکرہ ایک حدیث شریف میں کیا گیا ہے اور اگر غور کیا جائے تو یہی حدیث رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی ایک دلیل بھی ہے کہ جو پیش گوئی انہوں ﷺ نے کی تھی وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يوشک الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها. فقال قائل ومن قلة نحن يومئذ؟ قال: بل أنتم كثير ولكنكم غثاء كغثاء السيل و لينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم و ليقذفن الله في قلوبكم الوهن. فقال قائل يا رسول الله وما الوهن؟ قال: حب الدنيا و كراهية الموت.

"قریب ہے کہ تم پر دنیا کی اقوام چڑھ آئیں گی (تمہیں کھانے اور ختم کرنے کے لیے) جیسے کھانے والوں کو کھانے کے پیالے پر دعوت دی جاتی ہے۔ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس زمانہ میں بہت کم ہوں گے؟ فرمایا کہ، نہیں بلکہ تم اس زمانہ میں بہت کثرت سے ہو گے لیکن تم سیلاب کے اوپر چھائے ہوئے کوڑے کباڑ کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہاری ہیبت و رعب نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں وہن (بزدلی) ڈال دے گا۔ کسی کہنے والے نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ وہن (بزدلی) کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔" [رواه أبو داود والبيهقي في شعب الإيمان]

یہ انجامِ بد (دنیا کی آسائش کا چھن جانا، دربدر ہونا اور مارے جانے) کا خوف ہی ہے جس کی وجہ سے ہم اتنے بے ہمت ہو گئے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کرتے جبکہ مرغی اور بلی بھی اپنا دفاع کر لیتی ہے اور دیگر جانوروں میں بھی دفاع کرنا فطری طور پہ پایا جاتا ہے، لیکن ہم ان سے بھی گئے گزرے بن گئے۔ والعیاذ باللہ!

لیکن الحمد للہ! یہ امت بالکل بانجھ بھی نہیں ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب مایوسی پھیلانے والے زیادہ ہیں اور ہمت و حوصلہ دینے والے مفقود ہیں، امت میں ایک ایسا طبقہ ابھرا جس نے نا صرف کفار کی 'بے مثال طاقت' کے جعلی سحر کو توڑ ڈالا بلکہ امت کے لیے ایک مثال بھی قائم کی کہ کیسے مٹھی بھر مسلمان بھی تیاری کر کے اور صبر و استقامت کے ساتھ کفار پر ایسی کاری ضربیں لگا سکتے ہیں کہ جس سے ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔

امت کے انہیں سر پھروں میں سے وہ بھی ہیں جو صہیونی غاصبوں پر طوفان بن کے جھپٹ پڑے۔ رات کی تاریکی میں کالے پتھر پر چلنے والی چیونٹی پر نظر رکھنے کا دعویٰ کرنے والے ایک ایسے طوفان سے بے خبر رہے جس نے ان کی انٹیلی جنس اور ٹیکنالوجی کا پول پوری دنیا کے سامنے کھول دیا، اور صہیونی غاصبوں کو وہ نقصان اٹھانا پڑا جو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا۔

مولانا عاصم عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد تو کمزوروں کو طاقتور بنانے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

ذرا تصور تو کیجیے کہ کیسے مٹھی بھر مجاہدین کے سامنے صہیونیوں کے اسلحے سے لیس لشکر بے بس ہو گئے، اور وہ گھبراہٹ میں اپنے دیگر اتحادیوں کو جنگ میں کودنے کی دعوت دینے لگے۔ اور امریکہ، کینیڈا اور یورپی یونین بالفعل مدد کے لیے آ پہنچے۔ (باقی صفحہ نمبر 93 پر)

WCNSF...... غزّہ کے بچے

علی بن منصور

ملبے کا ڈھیر ہے...... ڈھیر پر وہ لیٹا ہے۔ جیکٹ کا تکیہ ہے، خاک کا بستر ہے، ننھے ننھے پاؤں جوتوں سے محروم...... بھوک لگی ہے؟...... وہ مڑ کر دیکھتا ہے، خاموشی سے بسکٹ کا بڑھایا ہوا پیکٹ پکڑ لیتا ہے۔ پیاس؟ جوس کا ایک ٹِن...... وہ اب بھی خاموش ہے، آنکھیں ویران، لب ساکت...... شاید وہ کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتا......



عمر چار پانچ سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی......

یہاں کیوں ہو؟

خاموش نظریں جواب دیتی ہیں: جانے کی کوئی جگہ ہی نہیں......!

ساتھ کوئی نہیں؟

......چہرے کی ویرانی کہتی ہے: کسی کی ضرورت بھی نہیں......!

خاموش کیوں ہو؟

وہ کروٹ بدل لیتا ہے:......کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں......!

WCNSF!

کیا یہ اصطلاح آپ نے سنی ہے؟......WoT، WMD، IDPs، War refugees اور Collateral damage وغیرہ کے بعد پیشِ خدمت ہے WCNSF...... Wounded Child No Surviving Family......یہ اصطلاح ابھی حال ہی میں غزہ میں وضع کی گئی ہے، اور اس کا مطلب ہے:...... زخمی بچہ جس کے خاندان میں کوئی زندہ نہیں بچا...... زخمی و لاوارث بچہ جس کا اس دنیا میں کوئی نہیں...... یہ بچے کون ہیں؟ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ یہ امریکہ و یورپ کی سرپرستی اور مکمل مدد و تعاون کے ساتھ غزہ کی بھٹی میں اسرائیل کی تیار کردہ مسلمانوں کی نئی نسل ہے، جو 'فی الحال'......جی ہاں 'فی الحال'...... غزہ کے ساتھ مخصوص ہے......!

آیئے آپ کو آج چند WCNSFs سے ملواتے ہیں۔

یہ وہ بچہ ہے جو ملبے کے ڈھیر پر خاموشی سے سو جاتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ ماں باپ، بہن بھائی سب کہاں ہیں......؟ اسے نہیں معلوم کہ اسے کھانا کون کھلائے گا، اس کے زخموں سے بہتے خون کو کون صاف کرے گا......؟ اسے نہیں معلوم کہ اس کا گھر کہاں ہے......! پھول سے گالوں والے اس معصوم بچے کا گھر یہی ہے...... ملبے کا ایک ڈھیر!

یہ غزہ کے شفاخانے ہیں جہاں ہر گرنے والے بم کے ساتھ زخمیوں اور شہیدوں کی ایک نئی کھیپ داخل ہوتی ہے۔ دھماکوں سے متاثرہ افراد میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی ہے۔ انہی زخمیوں میں رات کے وقت ایک دس سالہ بچی کو لایا جاتا ہے جسے اس کے گھر کے ملبے میں سے زندہ نکال لیا گیا۔ یہ زخمی بچی اپنی مرہم پٹی کرنے والی ڈاکٹر کو جیب سے ایک پرچی نکال کر دیتی ہے، جس پر اس کے گھر کے افراد کے نام درج ہیں۔ اور اس سے کہتی ہے کہ: "یہ میرے گھر والے ہیں...... خدا کے لیے ان کو ڈھونڈو، یہ ان سب کے نام ہیں، ہاں......"، وہ ایک نام کی طرف اشارہ کرتی ہے، "یہ میری بہن ہے...... اس کو مت ڈھونڈو، مجھے معلوم ہے کہ وہ شہید ہو چکی ہے......!"۔

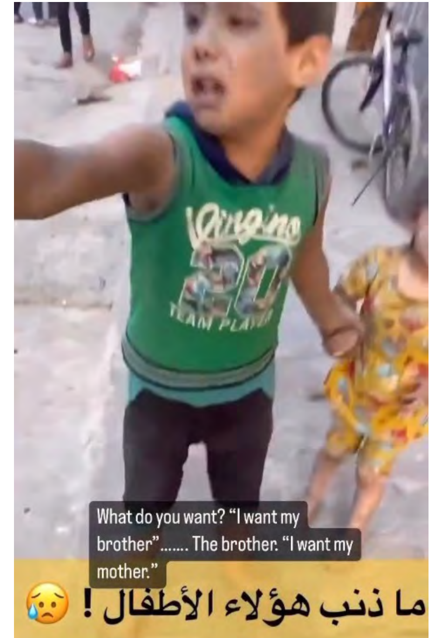
غزہ کے شفاخانوں میں کتنے ہی ننھے منّے، چند ماہ سے لے کر دس سال سے کم عمر بچے ایسے ہیں، جن کی کمر، بازو یا ٹانگ پر تحریر ہے 'نا معلوم!'...... یہ وہ بچے ہیں جو زخمی حالت میں پائے گئے جبکہ ان کو جاننے پہچاننے والا کوئی فرد نہیں مل سکا۔



خوف سے کپکپاتے اور اپنی کپکپاہٹ پر قابو پانے میں یکسر ناکام ، بڑی بڑی دہشت زدہ آنکھوں والے یہ بچے بھی لاوارث اور نامعلوم ہیں......

چند سال کے ان معصومین نے زمین پر وہ قیامت دیکھی ہے کہ جس کے صدمے نے انہیں والدین تک بھلا دیے ہیں۔ ہسپتالوں کی راہداریوں میں دیواروں سے ٹیک لگائے، ایک ایک بستر پر چار پانچ دیگر بچوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے یہ سب بچے WCNSFs ہیں، جو اپنی خوف سے پھیلی آنکھوں اور کانپتے جسموں کے ساتھ، دہشت زدہ اور شدید ٹراما کا شکار...... ہر آنے جانے والے کو دیکھتے ہیں۔

سبز رنگ کی ٹی شرٹ اور گرد و غبار سے اٹے ہوئے سر کے ساتھ یہ ۶/۷ سالہ بچہ برہنہ پا سڑک پر گھوم رہا ہے۔ ایک ہاتھ سے مضبوطی سے ایک ۲/۳ سالہ بچی کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے، دونوں بچے جوتوں سے محروم ہیں۔ امدادی سرگرمیوں میں مصروف آتے جاتے لوگ ان سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کون ہیں......ان کے والدین کہاں ہیں؟ اور وہ کہاں جارہے ہیں؟



”......میری امّی میرے بھائی کے ساتھ ہیں......میں ان کو ڈھونڈ رہا ہوں“، وہ بچہ بہن کا ہاتھ پکڑے عجلت میں جواب دیتا ہے، یکایک اس کی نظریں سڑک پار کسی کو دیکھتی ہیں اور وہ چیخ اٹھتا ہے، ”......وہ میرا بھائی ہے...... خدا کی قسم! وہ میرا بھائی ہے......وہ دیکھیں!! وہ اُدھر......وہ میرا بھائی ہے......میں آپ کی منّت کرتا ہوں، میرے بھائی کو میرے پاس لے آئیں......“۔

سڑک کے اس پار ایک چھوٹا سا ۳ سالہ بچہ چند لوگوں میں گھرا کھڑا ہے، ایک فرد اس کو جا کر لے آتا ہے، بڑے بھائی کا ہاتھ پکڑتے ہی چھوٹا رو پڑتا ہے اور کہتا ہے: ”ماما! مجھے ماما چاہییں......! میری ماما کہاں ہیں......؟!“۔

دو چٹیاؤں میں سمٹے بالوں والی یہ ۹ سالہ بچی ہسپتال کے پارکنگ لاٹ میں ایک بینچ پر بیٹھی رو رہی ہے۔ ایک دھماکے نے اس کی والدہ کی جان لے لی ہے اور شہدا کے کٹے پھٹے جسموں میں اس نے اپنی ماں کو اس کے بالوں کے رنگ سے پہچانا ہے۔ روتی، چیختی، بلکتی اس بچّی کو دنیا میں کچھ نہیں چاہیے......سوائے اپنی ماں کے......!

ایک دوسرے ہسپتال میں ایک زخمی بچی جس کے زخموں سے بہتے تازہ خون نے اس کی قمیص رنگین کر دی ہے، اس کے ماتھے، چہرے اور بازوؤں سے اب بھی خون بہہ رہا ہے مگر وہ اپنے زخم صاف کرنے والے نرس کو مستقل ایک ہی بات کہے جا رہی ہے:



”...... مش مشكلة ...... اختي مهم......!!“ (میرا کوئی مسئلہ نہیں......میری بہن کو بچاؤ! میری بہن کی فکر کرو!!)

یہ غزہ کا بچپن ہے...... دور تک بمباری کا شکار سڑک پر دھول اور دھوئیں کے بادل ہیں، ان بادلوں میں سے دو افراد ایک بچے کو سہارا دیے لا رہے ہیں۔ بچے کے سر پر گہرے زخم ہیں، پورا چہرا خون سے تر ہے، کھوپڑی کا کچھ حصّہ غائب ہے......ہاں مگر وہ زندہ ہے......! وہ اب بھی زندہ ہے......!

یہ بچہ سڑک پر کھڑا رو رہا ہے...... بمشکل دس گیارہ سال کا بچہ...اور روتا ہوا اپنے ہاتھ اٹھائے کہے چلا جا رہا ہے کہ



”میں نے ان ہاتھوں سے ایک جسم اٹھایا ہے......ایک جسم جس کا کوئی سر نہیں تھا!“......

یہ نصیرۃ سے نکلنے پر مجبور ہو جانے والی ایک چھوٹی بچی ہے جو اب الکرامۃ میں رہ رہی ہے، اس نے اپنی دوست کو اس کے پہنے ہوئے کوٹ سے پہچانا......کیونکہ بمباری میں اس کا سر جسم سے الگ ہو گیا!

یہ دو دن سے ملبے تلے دبے رہنے کے بعد زندہ نکال لی جانے والی بچی ہے۔ اسے جلدی سے ہسپتال کے بستر پر لا لٹایا گیا ہے، ڈاکٹر اور نرسیں اس کا معائنہ کر رہی ہیں۔ دو دن سے ملبے تلے دبے رہنے کے سبب اس کا ڈائپر گندا اور بھرا ہوا ہے...... چھوٹی سی یہ بچی دو دن سے بھوکی اور پیاسی ہے...... مگر اس سب سے بڑھ کر یہ اس جنگ کی دہشت ہے جس نے اسے مفلوج کر دیا ہے، جو وہ سہمی ہوئی نظروں سے سب کو دیکھتی ہے مگر کچھ بولتی نہیں......



ڈاکٹر نام پوچھ رہے ہیں......اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں......لانے والے کہتے ہیں: ”لا اهلها......!!“، کوئی بچا ہی نہیں!

یہ غزہ میں نور شمس کیمپ ہے......پناہ گزینوں کا ایک کیمپ ...... یہاں بچوں کے ایک گروہ سے کہا گیا کہ (اسرائیلی) فوج کا کیمپ میں داخل ہونے کا خدشہ ہے......سننے والے بچوں میں سے ایک جواب دیتا ہے: ”یہ معمول کی بات ہے......وہ کیمپ میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ ہم اپنے پیاروں کو کھوتے ہیں، وہ شہید ہوتے ہیں......اور ان کے بعد مزید لوگ آ جاتے ہیں۔ ہم مزاحمت کرتے رہیں گے......



اور ان کی ناکیں توڑتے رہیں گے! وہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال پھینکنا چاہتے ہیں......ہرگز نہیں! یہ ہماری زمین ہے اور یہ ہماری عزت ہے......وہ چاہے اپنی مشینیں اور بلڈوزر اور بارود و بم بھی لے آئیں، مگر ہمارا ربّ ہمارے ساتھ ہے اور وہ ہمارا حامی ہے......ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا! ہم سب فلسطین کے لیے قربان ہو جائیں گے، ہم سب فلسطین پر فدا ہو جائیں گے!!“۔

یہ غزہ کے ایک ہسپتال کی راہداری ہے، زخمیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کمروں کے بعد زخمی افراد راہداریوں، لابی، اور حتی کے پارکنگ لاٹ تک میں بیٹھے نظر آتے ہیں۔ اس راہداری میں چند چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹا سا کپڑا بچھا کر اس میں ایک دو سالہ بچے کو لٹا رکھا ہے۔ کپڑے کے کونے پکڑے ان بچوں میں سے کوئی بھی ۶/۷ سال سے زیادہ عمر کا نظر نہیں آتا۔ وہ کپڑے میں ڈالے بچے کو راہداری کے ایک کونے سے اٹھا کر دوسرے کی جانب لے جا رہے ہیں۔



دیکھنے والے متبسم چہروں سے دیکھتے ان سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کیا کھیل رہے ہیں، معصومین غزہ مڑ کر دیکھتے ہیں، شرماتے جھینپتے ہوئے مسکراتے چہروں کے ساتھ بتاتے ہیں: ”یہ شہید حبیب اللہ ہے......یہ شہید ہو گیا ہے، ہم شہید کا جنازہ لے جا رہے ہیں......!“۔

جس ملت، جس قوم، جس امت کے بچوں کا ’کھیل‘ شہیدوں کے جنازے کا جلوس نکالنا اور اپنے شہیدوں کی شہادت پر خوشیاں منانا ہو......کیا ایسی ملت، قوم اور امت کو دنیا کی کوئی طاقت ہرا سکتی ہے؟!

یہ ملتِ احمدؐ مرسل ہے، اک شوقِ شہادت کی وارث
اس گھر نے ہمیشہ ’بچوں‘ کو مقتل کے لیے تیار کیا!

☆☆☆☆☆

غزّہ کے چند شہیدوں کی آخری باتیں

ترجمہ وترتیب: مجلسِ ادارت

یہاں غزّہ کے چند شہیدوں کی ٹوئٹر، انسٹاگرام اور واٹس ایپ پر کی گئی آخری پوسٹس اور سٹیٹس نقل کیے جا رہے ہیں۔ پہلے شہید کا نام، پھر پوسٹ ر سٹیٹس کا وقت اور پھر پوسٹ یا سٹیٹس درج ہے:

شہید سندس الجمال رحمۃ اللہ علیہا

۷ اکتوبر، ۵:۵۱ شام

”اس شاندار (عملیات) کو دیکھنے کے بعد اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ ہم کل زندہ رہیں گے یا نہیں..... الحمد للہ کہ ہم آج (کی ان عملیات) کا مشاہدہ کرنے کے لیے زندہ رہے......“

☆☆☆☆☆

شہید محمد سمیع رحمۃ اللہ علیہ (۱۷ اکتوبر کو انگلیکین ہسپتال کے قتلِ عام میں شہید ہوئے)

۱۵، اکتوبر، ۵:۵۸ صبح

”اگر ہمیں کچھ ہو گیا تو یاد رکھنا کہ فلسطین کی حدود دریا تا سمندر رہیں!“

☆☆☆☆☆

شہیدہ آیۃ فروانۃ رحمۃ اللہ علیہا (۱۵ اکتوبر کو اپنی بیٹیوں اور گھر والوں کے ساتھ شہید ہوئیں)

۱۲ اکتوبر ۲۰۲۳

”میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم القدس جا رہے ہیں اور ہم نے اپنے گرم کپڑے تیار کیے ہیں کیونکہ وہاں موسم سرد ہو گا، حوصلہ رکھو...... کہ افق پر فتح و ظفر نظر آ رہی ہے، ان شاء اللہ۔“

☆☆☆☆☆

شہید حبۃ ابوندی رحمۃ اللہ علیہا (۲۰ اکتوبر کو شہید ہوئے)

”اگر ہم مر جائیں تو جان لو کہ ہم مطمئن اور ثابت قدم تھے، اور دوسروں کو بتاؤ کہ ہم اہلِ حق تھے......“

”غزہ میں ہم اپنے ربّ کے سامنے کھڑے ہیں...... شہداء اور غازیانِ حریت کے درمیان...... اور ہم یہیں اپنے مستقبل کا انتظار کرتے ہیں۔ ہم سب اے اللہ! آپ کے سچے وعدے کے پورا ہونے کے منتظر ہیں......“

شہید رشدی السراج رحمۃ اللہ علیہ (۲۲ اکتوبر کو شہید ہوئے)

۱۳ اکتوبر، ۲۲:۱ رات

”ہم کبھی غزہ سے نہیں نکلیں گے...... ہم نے اگر غزہ چھوڑا تو صرف جنّت (جانے) کے لیے چھوڑیں گے...... صرف جنّت کے لیے!“

☆☆☆☆☆

شہیدہ ھبۃ محمد المدھون رحمۃ اللہ علیہا (۱۵ اکتوبر کو اپنے بچوں کے ساتھ شہید ہوئیں)

۱۳ اکتوبر، ۱۱:۴۴ صبح

”اے ربّ! میں ایک عرصہ اس جنگ کے بارے میں سوچتی رہی، اور میں نے یہ تصور کر لیا کہ غزہ وہ قربانی ہے جس کے سبب یہ امّت بیدار ہو گی۔ مگر اپنی پوری زندگی میں مجھے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ یہ قربانی دی جائے گی، مگر امّت پھر بھی بیدار نہ ہو گی! اپنی پوری زندگی میں مجھے یہ خیال نہ آیا کہ امّت تو کہیں بھی نہ تھی!“

☆☆☆☆☆

شہید یوسف باسم عاشور ابو مھند رحمۃ اللہ علیہ (مجاہد و شہید، ۷ اکتوبر کو شہید ہوئے)

اکتوبر ۶، ۱۱:۳۵ صبح

”امن و سکون جسمانی آرام کا نام نہیں، نہ فکر و پریشانی کی غیر موجودگی یا غموں کی کمی کا۔ یہ جان لینا کہ ہر شئے اللہ کی ہے، کہ اجر آپ کے صبر اور رجوع الی اللہ اور توبہ کی نسبت سے بڑھایا جاتا ہے، یہ ادراک حقیقی امن لاتا ہے۔ آزمائش لازماً ہو گی، چاہے نقصان اور بیماری سے یا دیگر مصائب سے، مگر خدا عادل ہے، اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے! سو امن و سکون اس کی قربت کے حصول میں تلاش کرو!“

☆☆☆☆☆

طوفان الاقصیٰ: عالمی میڈیا پر آراء کا جائزہ

شاہین صدیقی

۷ اکتوبر کی صبح کا سورج ناجائز ریاستِ اسرائیل کے لیے ایک ڈراؤنا خواب بن کر طلوع ہوا۔ حماس کی القسام بریگیڈ نے جس سبک رفتاری، حکمت عملی اور ترتیب سے مرحلہ وار حملہ کیا اس نے اسرائیلی حکومت، اس کے دفاعی نظام اور دنیا کی نمبر ون مانی جانے والی خفیہ ایجنسی کو بوکھلاہٹ کا شکار کر دیا۔

پانچ ہزار راکٹوں کی ایک ساتھ برسات کے ساتھ ہی تین اطراف سے کیا جانے والا حملہ اس قدر پھرتی اور بہترین جنگی منصوبہ بندی سے کیا گیا کہ اسرائیل کی فوج IDF کو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ حفاظتی باڑ میں نقب لگا کر اور بلڈوزر سے اسے توڑ کر، خود ساختہ پیرا گلائیڈرز کے ذریعہ سے اور سمندری راستے سے یک مشت حملہ کیا گیا۔ ۲۲ مقامات پر قبضہ کر کے کمین لگائی گئی اور اسرائیل کے اندر تباہی مچا دی گئی۔ نا صرف یہ بلکہ ۱۹۹ اسرائیلیوں کو یرغمال بنا کر واپس غزہ لے آئے اور ساتھ میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں بھی لے آئے۔

اسرائیل اس حملے سے اس قدر بوکھلا گیا کہ فوراً ہی اعلانِ جنگ کر ڈالا۔ ۸ اکتوبر سے جو بمباری شروع ہوئی وہ تا حال جاری ہے۔ غزہ میں تمام رسد، پانی، بجلی اور تیل کی بندش کے ساتھ ساتھ پورا انفراسٹرکچر تباہ کر ڈالا۔ اس حوالے سے بی بی سی کے ایک سکیورٹی نامہ نگار کی تحریر کا اقتباس ملاحظہ ہو:

حماس کا 'سرپرائز اٹیک': دفاعی صلاحیت میں سرفہرست اسرائیلی فوج فوری ردّعمل دینے میں ناکام کیوں رہی؟ | گورڈن کوریرا

”ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے چونکا دینے والی برق رفتاری اور حماس کے آپریشن کی وسعت نے اسرائیلی دفاعی نظام کو ناکام بنا دیا جو ایسے حملے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

حماس کے حملے کا سب سے اہم پہلو 'سرپرائز' تھا یعنی اسرائیل کو اس کی بالکل خبر نہ تھی۔

اسرائیلی خفیہ اداروں کو حماس کی جانب سے اس حملے کی منصوبہ بندی کی بھنک بھی نہیں پڑ سکی۔ ایسا لگتا ہے کہ حماس نے طویل مدت تک دھوکے سے یہ تاثر دیا جیسا کہ وہ کسی قسم کا حملہ کرنے کی صلاحیت اور خواہش کھو بیٹھی ہے۔

اس کے علاوہ حماس نے اسرائیلی خفیہ اداروں سے یہ راز چھپانے کے لیے شاید اس حملے کے بارے میں منصوبہ بندی کے دوران پیغام رساں کے لیے الیکٹرانک آلات کا بھی استعمال نہیں کیا۔ اس کے بعد غیر معمولی برق رفتاری اور وسعت کو بطور ہتھیار استعمال کیا گیا۔

......طویل عرصے سے اسرائیلی فوج اور خفیہ ادارے مشرق وسطیٰ میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں دفاعی صلاحیت کے اعتبار سے اوّلین صف میں شامل کیے جاتے ہیں۔ لیکن شاید انہوں نے اپنے مدمقابل کی صلاحیت کا درست اندازہ نہیں لگایا۔

امریکہ میں اسرائیل پر ہونے والے حالیہ حملوں کا موازنہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں سے کیا جا رہا ہے جب کوئی بھی یہ اندازہ لگانے میں ناکام رہا کہ طیاروں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسے اکثر 'تصور کی ناکامی' کہا جاتا ہے۔

شاید ایسی ہی تصوراتی ناکامی اسرائیل کے مسائل کی وجہ بنی اور وہ اپنے دشمن کی جانب سے اتنے جرأت مندانہ منصوبے کے لیے تیار ہی نہ تھا۔“

[بی بی سی اردو]

ناجائز ریاست اسرائیل نے ۷ اکتوبر کو ہونے والے حملے کو اسرائیل کا 'نائن الیون' کہا ہے۔ یہ بیان صاف اشارہ دیتا ہے کہ آگے کیا ہونے جا رہا ہے۔ جس طرح امریکہ نے نائن الیون کے بعد عراق و افغانستان میں لاکھوں لوگوں کو شہید کیا، اسی راستے پر اسرائیل نے غزہ کی پٹی کا محاصرہ کر کے صرف ۶ دن میں ۶۰۰۰ بموں کی بارش کی۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی یہ منافقت دنیا کو کیوں نظر نہیں آ رہی کہ ایک طرف روس اور یوکرین جنگ میں یوکرین کی ہمدردانہ حمایت کی جا رہی ہے جبکہ دوسری طرف ظالم وحشی درندوں کی دہائیوں سے جاری ظلم و استبداد سے آنکھیں پھیر کر ان کی اس طرح دادرسی کی جا رہی ہے جیسا کہ وہ مظلوم ہوں۔ اس حوالے سے الجزیرہ کا ایک تجزیہ ملاحظہ ہو:

Israel is manufacturing a case for genocide | Marwan Bishara

ترجمہ: ''ایسا لگتا ہے کہ مغرب کی نظر میں اسرائیل کے لیے تو اپنے لوگوں کا دفاع کرنا 'فرض' ہے، لیکن فلسطینیوں کو اپنی حفاظت کا بھی حق حاصل نہیں جیسے وہ کسی کم تر خدا کے بندے ہوں! بظاہر اسرائیل کو اپنے قبضے اور نسل پرستانہ حکومت کے دفاع اور اسے وسعت دینے کا پورا حق حاصل ہے لیکن فلسطینیوں کو سات دہائیوں کی محرومی، جبر واستبداد اور محاصرے کے بعد اپنی آزادی اور انصاف کے لیے جدو جہد کرنے یا فقط اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار کرنے کا بھی حق حاصل نہیں۔

......گنجان آبادی والے غزہ پر متوقع زمینی حملہ، جبکہ وہاں کے رہنے والے لوگوں کو فرار کا کوئی راستہ بھی فراہم نہیں کیا گیا، ہفتوں یا مہینوں کی اس لڑائی کے دوران ہزاروں یا شاید لاکھوں فلسطینیوں کی ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے، خاص طور پر جب حسب توقع اسرائیل اپنی فوج کی ہلاکتوں کو کم کرنے کی کوشش کرنے کے لیے بھاری اسلحے اور شدید بمباری کو استعمال کرے۔ بلاشبہ، اسرائیل کا مستقبل قریب میں ہونے والا حملہ، دوسری جنگ عظیم کے بعد سب سے زیادہ خونریز شہری تنازع میں بدلنے والا ہے، ایک 'ہرمجدون' جس کے انتہائی تباہ کن علاقائی مضمرات ہوں گے۔

......اب وقت آگیا ہے کہ مغربی طاقتیں بالغوں جیسا رویہ اختیار کریں اور طوطے کی طرح اسرائیل کے بے بنیاد جھوٹے دعووں اور جملوں کو طوطے کی طرح دہرانا بند کریں۔''

[Al-Jazeera]

ٹیکنالوجی کے اس دور میں جنگیں میدانِ جنگ میں صرف ہتھیاروں سے نہیں لڑی جاتیں بلکہ دشمن کے خلاف اخلاقی و جذباتی فوقیت اور پراپیگنڈہ کے ذریعے اس کے اعصاب پر حاوی ہونا بھی ایک اہم جنگی تدبیر کہلاتا ہے۔ حماس کا ۷ اکتوبر کا 'طوفان الاقصیٰ' آپریشن بھی عسکری سے زیادہ نفسیاتی حملہ ہے، جو انہوں نے دشمن پر کیا۔ اس حملے کے ذریعے انہوں نے دشمن کو اتنی طاقت اور ٹیکنالوجی کے باوجود غیر محفوظ اور قابل زد ثابت کر دیا ہے۔ یہ حماس کی اسرائیل پر ایک اہم برتری ہے۔

اس حوالے سے الجزیرہ کے ایک تجزیہ نگار کا تجزیہ ملاحظہ ہو:

Analysis: Propaganda, deception and fake news in the Israel-Hamas conflict | Zoran Kusovac

ترجمہ: ''اسرائیل اور غزہ کے درمیان اسرائیلی حفاظتی رکاوٹوں میں متعدد جگہوں سے غیر متوقع طور پر رخنا ڈالنے کا کام انتہائی پر عزم اور مؤثر انداز میں انجام دیا گیا۔ یہی معاملہ حماس کے جنگجوؤں کا (یہودی آباد کاروں کی) بستیوں میں اسرائیلی مسلح افواج کے ارکان اور شہریوں کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے کے معاملے میں بھی رہا۔

لیکن اس حملے کا بنیادی مقصد عسکری نہیں تھا، سوائے ممکنہ طور پر ایک محدود درجے میں لوگوں کو یرغمال بنانے کے کہ جنہیں زمین پر اسرائیلی مسلح افواج کے (ممکنہ) جوابی حملے کی صورت میں انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

......اس کارروائی کی منصوبہ بندی ایک پیغام کے طور پر کی گئی تھی کہ ''یہ ہے جو ہم کر سکتے ہیں اور کریں گے''، اور اس طرح یہ جنگ کے ایک فن کا اہم بلکہ انتہائی اہم حصہ ہے جسے ہم نفسیاتی جنگ کہتے ہیں۔

قدیم جنگجو سردار جانتے تھے کہ 'غیر متوقع پن' سب سے مؤثر عسکری حکمت عملیوں میں سے ایک ہے۔ اگر آپ اپنے دشمن کو یہ اندازے لگانے پر لگا دیتے ہیں کہ پتہ نہیں آپ کب اور کیسے حملہ کریں گے، خاص طور پر جب آپ کا دشمن کہیں سے بھی اور کسی بھی وقت آپ سے حملہ کی توقع کرنے لگے، تو آپ آدھی جنگ پہلے سے ہی جیت چکے ہیں۔ فتح کا دوسرا حصہ تب حاصل ہوتا ہے جب آپ اپنے دشمن پر تب اور ایسی جگہ سے حملہ کرتے ہیں کہ جہاں سے اس کا گمان نہیں ہوتا اور اس طرح اپنی مزاحمت کی کمزوری پر قابو پانا اس کے لیے ممکن نہیں رہتا۔

......حماس کی طرف سے اسرائیلیوں، بشمول فوجیوں اور عام شہریوں پر گولیاں برسانے کے مناظر اسرائیل اور بیشتر مغربی دنیا میں غم و غصے کا باعث بنے۔ لیکن فلسطینیوں کی نظر میں، زیادہ تر عرب دنیا کی نظر میں اور بہت سے تیسری دنیا کے ممالک کی نظر میں، ان مسلح جنگجوؤں نے عزم و ہمت، فولادی اعصاب، جدید عسکری ٹیکنالوجی کے استعمال میں مہارت، اور اپنی جانوں سے مکمل بے پرواہی کا مظاہرہ ایک ایسی کارروائی میں کیا کہ جس نے ثابت کر دیا کہ کمزور اور ضعیف بھی کامیابی کے ساتھ بڑے اور طاقتور کے تسلط کو کامیابی کے ساتھ چیلنج کر سکتے ہیں۔ حماس نے دنیا کے وسیع حصے میں ایک اہم پراپیگنڈہ فتح حاصل کی ہے۔

......کیا حماس آگاہ تھی کہ اس کی اس کارروائی سے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ یقیناً، لیکن ظاہر ہے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ (خطرہ لینا) قابل

قبول ہے جبکہ اس سے وہ اپنے آپ کو ایک نئی روشنی میں دکھا سکیں گے اور فلسطینیوں کی حالتِ زار کے بارے میں بیداری دوبارہ سے پیدا ہو گی۔

اسرائیل کا ردِّ عمل بھی حسب توقع تھا: پہلے اس نے دانستہ طور پر غزہ پر فضائی بمباری کی جس کے عسکری فوائد مشتبہ ہیں، اور پھر فوری طور پر ایک نفسیاتی عسکری مہم کا آغاز ہو گیا۔

پراپیگنڈہ اور بندوقیں، ایک مستند عسکری حکمت عملی!

[Al-Jazeera]

طوفان الاقصیٰ پر پاکستانی ردّ عمل

حکومتِ پاکستان نے باقی مسلمان ممالک کی طرح جو سرکاری بیان جاری کیا ہے اس میں وہی پرانا موقف اپنایا گیا ہے کہ ہم فلسطینی عوام کے ساتھ ہیں اور اسرائیلی حملے کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور بین الاقوامی کمیونٹی اور انسانی حقوق کے ادارے فوراً جنگ بندی کروائیں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق فلسطین کی آزاد ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے۔

غزہ ۲۰۰۷ء سے اسرائیل کے محاصرے میں ہے۔ جبکہ موجودہ جنگ کے آغاز میں اسرائیل کے وزیر دفاع نے کہا کہ ہم 'انسان نما جانوروں' (Human Animals) سے لڑ رہے ہیں۔ اس قسم کی ذہنیت کا حاصل صرف نسل کشی کی صورت میں ہی نکل سکتا ہے۔

اس حوالے سے روزنامہ ڈان کے اداریے سے اقتباس ملاحظہ ہو:

Editorial|Gaza Besieged

ترجمہ: "جو چیز خاص طور پر قابلِ مذمت ہے وہ زیادہ تر مغربی ریاستوں کی طرف سے دکھایا گیا 'منتخب' غم و غصہ ہے۔ جہاں بہت سے مغربی رہنما حالیہ جھڑپوں میں اسرائیل کے ہونے والے نقصانات پر آنسو بہا رہے ہیں، وہیں یہی ریاستیں تب اپنا غم و غصہ دکھانے میں کنجوسی سے کام لیتی ہیں جب دہائیوں سے، فلسطینی اسرائیل کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے بچوں کو دفنا رہے ہوتے ہیں۔

......ایک صدی کے تین چوتھائی عرصے سے فلسطین کے بیٹے اور بیٹیاں یا تو جلا وطن ہیں، پناہ کی تلاش میں پردیس میں مارے مارے پھر رہے ہیں، یا اپنی ہی سرزمین میں قیدیوں کی طرح مظالم کا شکار ہیں۔ اس نا ختم ہونے والے 'نکبہ' کو اب ختم ہونا چاہیے۔

فلسطینیوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے اور ان کی قومیت کا حق سلب کرنے والی کوئی بھی ناقص 'نارملائزیشن' ڈیل کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لگاتار تشدد اور ذلت جو ان پر انڈیلی جا رہی ہے اس سے قابض کے خلاف انتقام کی پیاس اور بڑھے گی۔

خارجی اور نسل پرست صہیونی تجربہ جسے سلطنتِ برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی اور سلطنتِ برطانیہ کے جانشینوں کی حمایت حاصل ہے، ناکام ہو چکا۔ ارضِ مقدس میں خونریزی کو ختم کرنے کے لیے، اور وہاں کے تمام رہنے والوں کے حقوق کو یقینی بنانے کے لیے فلسطینی ریاست کے قیام کا روڈ میپ ہی واحد جواب ہے۔"

[Daily Dawn]

دیگر ملکوں کی طرح پاکستانی عوام میں بھی اسرائیل کے ظلم و ستم کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ پاکستانی عوام میں بھی فلسطین کی آزادی کے حصول کے لیے تڑپ پائی جاتی ہے۔ پاکستان کی ایک مذہبی سیاسی جماعت کے رہنما لیاقت بلوچ کے اس حوالے سے ایک اخباری کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

لبیک یا اقصیٰ، لبیک یا غزہ | لیاقت بلوچ

"قبلہ اوّل کی آزادی کے لیے جہاد کرنا پوری امت پر فرض ہے۔ ناجائز اسرائیلی صہیونی غاصبوں کے خلاف اہل غزہ کے مجاہدین، شہداء اور زخمیوں کا پیغام یہی ہے کہ قبلہ اوّل کی حفاظت کے لیے امتِ مسلمہ کا بچہ بچہ اُن کا ساتھ دے۔ سعودی عرب سمیت بعض مسلم ممالک کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی گھناؤنی سازش ختم کی جائے، اہل عرب و عجم اپنے فلسطینی بہن بھائیوں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اُن کی مدد کے لیے میدانِ عمل میں کود جائیں۔ ان شاء اللہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ فلسطین اور کشمیر اگر اقوام متحدہ یا او آئی سی کی قراردادوں سے نہیں تو امتِ مسلمہ کے اتحاد سے ضرور آزاد ہوں گے۔"

[روزنامہ نئی بات]

۷۵ سال قبل ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل کی ناجائز ریاست کا اعلان ہوا، ساتھ ہی عرب ممالک نے ان پر حملہ کر دیا۔ جنگ تو نہ جیت پائے لیکن اس کے نتیجے میں فلسطین کی آدھی سے زیادہ آبادی کو اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا، اور ناجائز صہیونیوں نے ان کے گھر بار جائیدادیں اور ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ ان مہاجرین کی نسلیں اب بھی پناہ گزین کیمپوں

میں پل رہی ہیں۔ یہ ان فلسطینی مہاجرین کے لیے اتنا بڑا سانحہ تھا کہ اسے 'النکبہ' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے 'بہت بڑی تباہی'۔

اسرائیل نے غزہ کے مکینوں کو شمالی حصے کو خالی کرنے اور جنوب کی طرف نقل مکانی کرنے کی وارننگ دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بمباری بھی جاری ہے اور روزانہ ہزاروں کی تعداد میں بم برسائے جا رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جنوب کی طرف نقل مکانی کرنے والوں پر بھی اسرائیلی طیاروں نے بمباری کی۔

بی بی سی اردو پر محمد حنیف کے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

ایک اور نکبہ، گردن اور تلوار کا مکالمہ | محمد حنیف

”فلسطینیوں کو اپنے مسلمان بھائی کہنے والی مسلم امت کبھی دھمکی، کبھی دلیل، کبھی منہ زبانی ہمدردی دکھاتی رہی۔ اقوام متحدہ قراردادوں پر قراردادیں پاس کرتی رہی۔ اسرائیل اپنے خدائی مشن کو بڑھاتا گیا۔

پہلے نکبہ کے ۷۵ سال بعد اسی سال کے آغاز میں پہلی دفعہ اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر میں اس کی یاد منانے کی اجازت دی گئی۔ ایک چھوٹی سی تقریب ہوئی، تقریریں ہوئیں، ایک ثقافتی شو ہوا۔ کچھ لوگوں کو لگا کہ تین چوتھائی صدی پہلے شروع ہونے والے مظالم کو اقوام متحدہ روک تو نہیں سکی لیکن کم از کم اب یہ ماننے کو تو تیار ہے کہ ظلم ہوا تھا۔

یورپ کے چند اور شہروں میں بھی نکبہ کے ۷۵ سال مکمل ہونے پر تقریبات ہونے والی تھیں۔ پھر حماس نے اسرائیل پر حملے کیے...... جس کے جواب میں اسرائیل نے کہا کہ تم نے نکبہ دیکھا ہی کہاں ہے، اب تمہیں دکھاتے ہیں کہ نکبہ ہوتا کیا ہے۔

اور اب مہذب دنیا، جمہوریت کے گیت گاتی دنیا، یوکرین پر آنسو بہاتی دنیا، آزادیٔ اظہارِ رائے کے دعوے سناتی دنیا، پاپ کارن لے کر ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہے اور نعرے لگا رہی ہے کہ مارو ان دہشت گردوں کو۔ ہم تمہارے اوپر بم گراتے رہیں گے، تم حماس کی مذمت کرتے جاؤ۔

حماس بننے سے بہت پہلے بھی فلسطین میں مزاحمت کی تحریکیں موجود تھیں۔

غسان کنفانی فلسطینی ناول نگار تھے اور مزاحمت کا حصہ تھے۔ ایک انٹرویو میں ان سے ایک دردمند مغربی صحافی نے پوچھا کہ آپ بندوقیں ایک طرف رکھ کر مذاکرات کیوں نہیں کرتے؟

پہلے غسان کہتے ہیں کہ آپ کا مطلب ہے کہ ہم غلامی قبول کر لیں؟ صحافی مصر تھا کہ مکالمہ ہونا چاہیے۔ غسان کنفانی نے کہا کہ 'یہ ویسا ہی مکالمہ ہوگا جیسا گردن اور تلوار کے بیچ ہوتا ہے'۔“

[بی بی سی اردو]

مسئلہ فلسطین اور مسلم امت کی ذمہ داری کے حوالے سے روزنامہ نئی بات میں ڈاکٹر لبنیٰ ظہیر کے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

نہتے فلسطینی اور مسلم امہ!! | ڈاکٹر لبنیٰ ظہیر

”کچھ تجزیہ کار کہتے ہیں کہ یہ نہایت خوش آئند امر ہے کہ حماس نے اسرائیل کے طاقت ور ترین انٹیلی جنس نظام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اسے ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ دوسری طرف بین الاقوامی امور کے ماہر اور تجزیہ کار اس ساری صورتحال کو کسی گریٹر گیم کا حصہ بھی خیال کر رہے ہیں، تاکہ اس حملے کو جواز بناتے ہوئے اسرائیل اپنے مقاصد حاصل کر سکے۔ بہرحال اس سارے قضیے میں سعودی عرب کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سعودی عرب کی اہمیت کے پیش نظر امریکہ گزشتہ کئی برس سے سعودی عرب اور اسرائیل کو قریب لانے کے لیے متحرک ہے۔ اطلاعات تھیں کہ دونوں ممالک کسی معاہدہ کے قریب تھے کہ یہ جنگ شروع ہو گئی۔ اب معلوم نہیں کہ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔ کیا ہمیشہ کی طرح اسرائیل فلسطینیوں کے مزید علاقوں پر قبضہ کر لے گا؟ کیا ہمیشہ کی طرح مزید فلسطینی شہید ہو جائیں گے اور کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو گی؟ کیا اس بار بھی دنیا صرف تماشا دیکھتی رہے گی؟ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا اب بھی مسلم امہ فلسطینیوں کے حق میں صرف دعائیں کرنے اور زبانی جمع خرچ تک محدود رہے گی؟“

[روزنامہ نئی بات]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حماس نے یہ حملہ ایک ایسے وقت میں کیا ہے جبکہ سعودی عرب اور اسرائیل کے تعلقات تیزی سے استوار ہوتے نظر آ رہے تھے اور خیال کیا جا رہا تھا کہ سعودی

عرب کے دیکھا دیکھی اور مسلم ممالک بھی اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن حماس کے حملے نے گہری نیند میں اسرائیل کی طرف بڑھتے حکمرانوں کو جھنجھوڑ دیا ہے کہ خدارا ہوش میں آؤ، یہ تم کیا کرنے جا رہے ہو؟

اس حوالے سے عاصمہ شیرازی کے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

تتلی کا بوجھ | عاصمہ شیرازی

”فلسطین کا مسئلہ عالمی استعمار کا نشان جبکہ روشن خیال ذہنوں کا امتحان ہے۔ کہنے کو کم و بیش ۷۵ برس پرانا مسئلہ مگر لہو ہے کہ رکتا نہیں۔ عالمی ادب ہو یا دیگر فنون فلسطین کے خون نے فکر کو ہمیشہ ایک نئی تحریک دی، نیا آہنگ دیا، نئی جلا بخشی جبکہ غزہ کی دہلیز پر تسلط کا رعب دکھاتا جبر ہمیشہ نئی تہذیب کو پرانا زخم دکھاتا رہا اور بیت المقدس کی چوکھٹ پر معصوم فلسطینیوں کی قربان گاہ پر غاصبیت کا جھنڈا لہراتا رہا ہے۔

......کوئی اسے حماس کی غلطی قرار دے رہا ہے تو کوئی نتائج سے آگاہ کر رہا ہے کہ بھگتنا تو بالآخر مظلوم فلسطینیوں کو ہی پڑے گا۔ یہ دلیل درست ہو سکتی ہے تاہم سوال یہ بھی ہے کہ فلسطین اور بالخصوص غزہ کی پٹی میں بسنے والوں کی زندگیاں تھیں ہی کہاں۔ ہزاروں چیک پوسٹوں، سینکڑوں چوکیوں، طویل باڑوں کے درمیان گزرنے والی زندگی کو اگر زندگی کہا جائے گا تو پھر موت کیا ہے؟

......یہ سب ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب سعودی عرب اور عرب ریاستیں اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو تسلیم کرنے کا کم از کم ارادہ رکھتی تھیں۔ واشنگٹن اسرائیل اور سعودی عرب کے درمیان ایک نئے معاہدے کی خواہش دل میں لیے بیٹھا تھا اور اسرائیل فلسطین کے پاس رہ جانے والی غزہ کی ۴۰ فیصد پٹی پر بھی تسلط کی چاہ رکھے بیٹھا تھا۔

ایک اور ابراہام معاہدے کی راہ ہموار ہو رہی تھی کہ حماس کے اس حملے نے اسرائیل اور حامیوں کو پوائنٹ زیرو پر لا کھڑا کیا۔ نہیں معلوم کہ طاقت کے آگے حماس کب تک لڑ پائے گی اور کب اگ کے شعلے لبنان اور شام کو گھیر لیں گے مگر عالمی ڈیپ فریزر سے یہ معاملہ اب باہر آ چکا ہے۔

سنہ ۱۹۷۳ء کے بعد حماس کے اس حملے نے ایک بار پھر اس بھولے بسرے مسئلے کو زندہ کر دیا ہے، انجام کچھ بھی ہو سلامتی کونسل دو ہی دنوں میں فائل سے گرد ہٹا رہی ہے، عالمی تنظیمیں انگشت بدنداں ہیں۔ بظاہر اسرائیل کے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہونے والے دھیمے دھیمے لہجے میں فلسطین کے حق کے لیے بھی دبی دبی آواز اٹھا رہے ہیں۔

دنیا پھر سے تقسیم ہو گئی ہے، دو حصوں میں بٹی دنیا حق اور باطل کے درمیان کھڑی ہے، برسوں چپ رہنے والے بول پڑے ہیں، ریاستیں اگر ظالم کے ساتھ ہیں تو عوام مظلوم کے ساتھ۔ ریاستیں اگر طاقت کے ساتھ ہیں عوام محکوم کے حق کے لیے عرصہ دراز کے بعد بول پڑے ہیں۔“

[بی بی سی اردو]

جہاں بہت سے کالم نگار جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر اسرائیل کے خلاف اور فلسطینی مزاحمت کے حق میں لکھ رہے ہیں وہاں بعض ایسے بھی ہیں جو ایمانی جذبے کا مقابلہ مادی وسائل سے کر رہے ہیں۔ ایسے ہی ایک کالم نویس مصطفیٰ کمال پاشا کے ایک کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

اسرائیل کو شکست دینا ممکن نہیں؟ | مصطفیٰ کمال پاشا

”اہل حرم بحیثیت مجموعی اور عرب بحیثیت قوم تاریخی اعتبار سے پست ترین سطح پر ہیں۔ پوری دنیا میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ ۴۴ لاکھ کے قریب ہے جن میں سے ۹۱ لاکھ اسرائیلی باشندے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد ۱ ارب ۴۴ کروڑ سے زاید ہے جن میں عرب ۳۲ کروڑ کے قریب ہیں جو ۲۶، ۲۷ ریاستوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اقوام مغرب یعنی عیسائی دنیا بشمول امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہم اسرائیل کے ساتھ مذہبی جذبے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور یورپ میں یہودی بااثر ہیں، عالمی معیشت کے مراکز پر چھائے ہوئے ہیں۔ دنیا کی قوی الجثہ کمپنیاں ان کی ملکیت ہیں۔ مالیاتی وزری اداروں پر انہیں کنٹرول حاصل ہے، فیصلہ سازی کے عالمی مراکز تک ان کی رسائی ہے۔ تعداد میں انتہائی قلیل ہونے کے باوجود ان کا سیاسی، سفارتی اور معاشرتی اثر و رسوخ بے انتہا ہے۔

فلسطینی اپنی زمینوں سے نکالے جا چکے ہیں۔ وہ ۷۵ سال سے بے وطن مہاجرت کی زندگیاں گزارنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ مرنا ان کا مقدر بن چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ حماس نے لڑ کر مرنے کو ترجیح دی اور اسرائیل پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے بہادری، شجاعت اور غیرت کا فقید المثال مظاہرہ کر دکھایا ہے۔ لیکن اسرائیل کو شکست دینا ممکن نہیں ہے، حماس ہو

یا عرب، یا سارے مسلمان، سر دست اسرائیل کو شکست دینا ممکن نظر نہیں آرہا ہے۔"

[روزنامہ نئی بات]

طوفان الاقصیٰ اور بھارتی میڈیا

بھارت نے اسرائیل غزہ جنگ میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ ماضی میں اس کے سرکاری موقف سے نسبتاً مختلف ہے۔ ماضی میں بھارت جہاں اسرائیل کے ساتھ دوستی اور تعلق کی بات کرتا تھا تو ساتھ میں یہ بھی کہتا تھا کہ ہم آزاد فلسطینی ریاست کے حامی ہیں۔ لیکن ماضی کے برعکس اب مودی نے اعلان کیا ہے کہ ہم اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہیں اور اسرائیل کی اپنے دفاع میں لڑی جانے والی جنگ میں اس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔

مودی کے اس موقف سے بھارتی عوام دو آراء میں منقسم ہو چکی ہے۔ مودی اور اس کے حامی بھگوا انتہا پسند ہندو فلسطینی مسلمانوں کے خلاف ہیں، جبکہ بھارتی مسلمان اور بہت سے سیکولر ہندو اسرائیل کی جارحیت کے خلاف فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کر رہے ہیں۔

اس تناظر میں ہندوستان ٹائمز میں ششیر گپتا نامی ایک لکھاری کے اسرائیل کے حق میں لکھے گئے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

Why the world is on a short fuse after Hamas barbarism | Shishir Gupta

ترجمہ: "اب جب کہ اسرائیل اپنے جنوبی اور شمالی محاذ پر لڑ رہا ہے اور افق پر ایک مکمل طور پر بنیاد پرست ایران کا خطرہ منڈلا رہا ہے، دنیا ایک غیر یقینی صورتحال کا شکار ہے کیونکہ ایک عظیم تباہی کے قریب آ پہنچنے کے تمام آثار موجود ہیں۔ مذہبی انتہا پسند مشرق وسطیٰ میں ایجنڈا چلا رہے ہیں جبکہ عالم اسلام کے اندر اعتدال پسند ہمیشہ کی طرح خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں ورنہ وہ بھی ہدف بن جائیں گے۔ عالم اسلام کے نام نہاد سوشل میڈیا انفلوئنسرز کی طرف سے حماس کی طرف سے بے گناہ اسرائیلی یہودیوں کے قتل عام کی مذمت کرنے کی پکار میں جو منافقت ہے وہ بھی عیاں ہے۔ تاہم، ایران کی ایماء پر حماس کے دہشت گردوں کی طرف سے بے گناہ غیر محاربین کا بڑے پیمانے پر قتل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اسرائیل اس وقت تک دم نہ لے جب تک اس کا انتقام مکمل نہ ہو جائے۔

......یہ دیکھتے ہوئے کہ پوری دنیا میں تنازعات اور دہشت گردی کے حملوں کی روک تھام کرنے میں اقوام متحدہ کی کوئی ساکھ نہیں بچی، اب وقت آ گیا ہے کہ جمہوری دنیا پوری دنیا کے جہادیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک طاقتور اور جارح انسداد دہشت گردی اتحاد قائم کرے۔ غیر متعلقہ اور غیر مؤثر اقوام متحدہ کے بین الاقوامی کنونشنز میں دہشت گردی پر بحث کرنے کی بجائے، دہشت گردی کے حملوں کے متاثرین کو اکٹھے ہونے، انٹیلی جنس وسائل جمع کرنے، اور وحشیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مادی مدد کا عہد کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ اقدامات جتنے جلد اٹھائے جائیں اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ حماس کے حملوں کی وحشیانہ کامیابی پوری دنیا میں اس قبیل سے تعلق رکھنے والوں کو حوصلہ دے گی کہ مذہب کو بطور سیاسی طاقت استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مفادات کے لیے اپنے دشمنوں پر حملہ کریں۔"

[Hindustan Times]

حماس کے حملے کے جواب میں ۸ اکتوبر سے اسرائیل کی غزہ کی پٹی پر مستقل بمباری، جس میں سفید فاسفورس کا بھی استعمال ہو رہا ہے، اور نیتن یاہو کی طرف سے غزہ پر ہر قسم کی امداد اور پانی، بجلی، تیل اور غزائی ضروریات پہنچانے پر پابندی، نہ صرف وحشیانہ اقدام ہے بلکہ بین الاقوامی قوانین اور بنیادی انسانی حقوق کی پامالی بھی ہے۔

جہاں متشدد قوم پرست ہندو کھل کر اسرائیل کے ہر ہر اقدام کی مکمل حمایت کر رہے ہیں وہیں بہت سے سیکولر ہندو ایسے ہیں جو اسرائیل کی طرف سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی کھل کر مخالفت کر رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک لکھاری اپوروانند کی تحریر سے اقتباس ملاحظہ ہو:

Without Israel's Oppression of Palestinians, Hamas Terrorism Would Have Never Existed | Apoorvanand

ترجمہ: "دنیا خاموشی سے اسرائیل کو تمام بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ اس خبر کے سامنے آنے کے بعد کہ اسرائیل سفید فاسفورس استعمال کر رہا ہے، جسے اقوام متحدہ کی کنونشن نے غیر قانونی قرار دیا ہے، کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا گیا۔ امریکہ نے اسرائیل کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے اپنے اسٹیٹ سیکریٹری انتھونی بلنکن کو تیزی سے تل ابیب روانہ کیا۔ اس نے یہ دعویٰ کر کے اسرائیل کی طرف سے غزہ کے شہریوں کو نشانہ بنانے کو جائز قرار دینے کی کوشش کی کہ حماس لوگوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کر رہی ہے اور یہ وجہ سامنے رکھی کہ اسرائیل کے پاس اس ڈھال کو توڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، جس کے لیے غزہ کے لوگوں کا قتلِ عام کرنے کی ضرورت تھی۔

......جب غزہ کے وجود کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے، امریکی صدر، حماس کے عسکریت پسندوں کی جانب سے بچوں کے سر قلم کرنے کے بارے میں بتائے جانے کے بعد محسوس ہونے والی ہولناکی کے بارے میں بات کر کے، اس کے لیے بہانہ فراہم کرتے نظر آ رہے ہیں۔ اس کے اپنے دفتر نے بعد میں اس بات کی تردید کی کہ اس نے یہ تصویریں ذاتی طور پر دیکھی تھیں۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے اسرائیل نے غزہ پر حملہ کرنے کے لیے زمین برابر کی ہو۔

......پچھلے سات دن کے تناظر میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حماس نے بنیادی اصول کی خلاف ورزی کی۔ لیکن اسرائیل کی طرف سے اس کی مسلسل خلاف ورزیوں کے پچھلی دہائیوں کے بڑے اور طویل تر تناظر کو ایک طرف نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر اسرائیلی دہشت گردی نہ ہوتی تو حماس کی دہشت گردی کا وجود نہ ہوتا۔ اگر دنیا حماس کو غیر مؤثر کرنا چاہتی ہے تو پھر اسے سب سے پہلے اپنے لاڈلے اسرائیل کو قابو کرنا ہو گا جو پچھلی سات دہائیوں سے غنڈہ گردی کر رہا ہے۔''

[The Wire]

مودی حکومت کا موقف سامنے آنے کے بعد سوشل میڈیا پر بھی ایک جنگ چھڑ گئی۔ اس حوالے سے اعظم شہاب کے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

فلسطین و اسرائیل جنگ: غلیل سے ٹینک کی تباہی...... | اعظم شہاب

''دلچسپ بات یہ ہے کہ پردھان سیوک کے ذریعہ اسرائیل کی حمایت کے اعلان کے بعد ایکس پر 'آئی سٹینڈ وِد اسرائیل' کا ہیش ٹیگ چلنے لگا۔ اس میں تو کچھ ایسے بھگت بھی نظر آئے جن کا کہنا ہے کہ وہ اسرائیل جا کر فلسطینیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہیں۔ کمال کے ہیں یہ اندھ بھگت لوگ بھی، ان عقل کے اندھوں سے اگر یہ پوچھ لیا جائے کہ بھائی صاحب آپ تو اسرائیل جا کر لڑنے کے لیے تیار ہیں، بھلا یہ تو بتائیے کہ اسرائیل ہے کہاں؟ اور یہ جنگ ہو رہی ہے وہ کیوں ہو رہی ہے؟ تو یہ بیچارے بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ ایسے لوگوں کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے، یہ کیوں ہو رہا ہے، حماس کون ہیں، اسرائیل کی فوجی طاقت کیا ہے۔ یہ لوگ ایکس پر ٹرینڈ چلا رہے ہیں کہ 'آئی سٹینڈ وِد اسرائیل'، لیکن اگر ان سے اس جملے کا کیا مطلب ہے یہ ہی پوچھ لیا جائے تو کچھ کی تو سیٹی ضرور بج جائے گی۔ ان بیچاروں کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے صاحب نے اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہونے کا اعلان کر دیا تو وہ بھی وہی کر رہے ہیں۔

......اب اسلاموفوبیا کا شکار ہو کر بھلے ہی کوئی اسرائیل کی حمایت کرے، اس کی طاقت سے کوئی مرعوب نہیں ہو گا۔ اس جنگ نے یہ بتا دیا ہے کہ اسرائیل صرف اسی وقت شیر بنتا ہے جب اس کے سامنے کوئی کمزور ہو، لیکن جیسے ہی اسے اندازہ ہوتا ہے کہ سامنے والا موت سے نہیں ڈرتا تو پھر وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ جنگ فلسطینی مسلمان اپنے حوصلے اور جنون سے لڑ رہے ہیں جو یہ ثابت کر رہا ہے کہ فلسطین غلیل سے اسرائیلی ٹینک اور آئرن ڈوم پر بھاری پڑ رہے ہیں۔''

[روزنامہ قومی آواز]

الجزیرہ کے ایک نامہ نگار نے انڈیا کی طرف سے آنے والی فلسطین مخالف غلط معلومات اور جھوٹی خبروں پر تحقیق کی ہے۔ پراپیگنڈہ کی اس جنگ میں جھوٹی اور غلط خبریں دشمن کا ایک بہت بڑا ہتھیار ہیں، جو لوگوں کو بہت آسانی سے گمراہ اور بدگمان کر سکتی ہیں۔ مذکورہ مقالے سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

Why is so much anti-Palestinian disinformation coming from India | Marc Owen Jones

ترجمہ: ''فلسطین پر اسرائیلی قبضے کے ساتھ، غلط معلومات اکثر فلسطینی مخالفت اور اسلاموفوبیا کا پہلو لیے آتی ہیں۔ سوشل میڈیا سے تقویت پا کر ان کے اثر میں مزید اضافہ ہو رہا ہے، خاص طور پر ایلن مسک کی ایکس (X) کی قیادت میں، جسے پہلے ٹوئٹر کے نام سے جانا جاتا تھا۔

لیکن ۷ اکتوبر کو حماس کے جنوبی اسرائیل پر حملے کے بعد سے سوشل میڈیا پر پھیلنے والی غلط معلومات کا ایک دلچسپ عنصر یہ ہے کہ اس کا بہت بڑا حصہ ہندوستان کے دائیں بازو کی طرف جھکاؤ رکھنے والے اکاؤنٹس کے ذریعے تیار یا پھیلایا گیا ہے۔

ان میں سے کچھ جعلی کہانیوں میں حماس کا ایک یہودی شیر خوار بچے کو اغوا کرنا اور ایک ٹرک کے پیچھے ایک نوجوان لڑکے کا سر قلم کرنا شامل ہیں۔ نیلے ٹک والے اکاؤنٹس نے جھوٹی رپورٹوں کو وائرل کیے جانے کے دائرے میں دھکیل دیا ہے۔ ہزاروں لوگوں کی طرف سے شیئر کی گئی ایک

انتہائی مقبول ٹویٹ نے یہاں تک دعویٰ کر دیا کہ حماس کا حملہ اصل میں امریکہ کی زیر قیادت ایک نفسیاتی کارروائی (Psyop) تھی۔

......بہت سے اکاؤنٹ جو (اس جنگ کے حوالے سے) جھوٹی ویڈیوز شیئر کر رہے ہیں وہ اپنا زیادہ تر وقت X پر مسلم مخالف تبصرے کرنے میں گزارتے ہیں۔

'سنہا' نامی ایک اکاؤنٹ جس نے حماس کے ہاتھوں ایک لڑکے کا سر قلم کرنے کی جھوٹی ویڈیو شیئر کی تھی اس نے اپنی اسی پوسٹ میں IslamIsTheProblem# کا ہیش ٹیگ بھی شامل کیا تھا۔

......دیگر فلسطین سے اپنی نفرت کے اظہار میں زیادہ کھلے ہیں۔ ایک انڈین اکاؤنٹ، جس کے متعلق دعویٰ ہے کہ یہ ایک ریٹائرڈ ہندوستانی فوجی کا ہے، نے کہا کہ "اسرائیل کو فلسطین کو اس سیارے سے فنا کر دینا چاہیے"۔

......آسٹریلیا میں قائم اسلامک کونسل آف وکٹوریہ کی ایک رپورٹ میں تحقیق کی گئی ہے کہ اسلاموفوبیا پر مبنی تمام ٹویٹس کی اکثریت ہندوستان سے نکل رہی ہیں۔

فلسطینیوں کی حالت زار نے اسلاموفوبیا کا شکار لوگوں کو ایسے کھینچا ہے جیسے پتنگے روشنی کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کا مشاہدہ سوشل میڈیا پر کیا جا سکتا ہے۔ اس آن لائن نفرت کے کچھ شواہد بی جے پی کا 'آئی ٹی سیل' کہلائی جانے والی ٹیم کے بارے میں ملتے ہیں، جس نے ان نفرت کے شعلوں کو ہوا دی ہے۔

سواتی چترویدی نے اپنی کتاب 'میں ایک ٹرول ہوں' میں بی جے پی کی آن لائن سوشل میڈیا فوج کے بارے میں بات کی ہے۔ سادھوی کھوسلا، جس سے چترویدی نے انٹرویو لیا، کے مطابق، بی جے پی کے پاس رضاکاروں کا ایک پورا نیٹ ورک ہے جو سوشل میڈیا سیل اور اس سے منسلک دو اور تنظیموں سے ہدایات وصول کرتا ہے اور پھر تنقید کرنے والوں کو ٹرول کرتا ہے۔

......حقائق کی جانچ کرنے والی ہندوستانی نان پرافٹ ویب سائٹ AltNews کے شریک بانی اور ایڈیٹر پراتک سنہا نے ٹویٹ کیا: "اب جبکہ بھارت اسرائیل کی حمایت میں اپنے غلط معلومات پھیلانے والے اداکاروں کو مین سٹریم میڈیا اور سوشل میڈیا پر برآمد کر رہا ہے، امید ہے کہ اب دنیا کو اندازہ ہو جائے گا کہ کس طرح ہندوستانی دائیں بازو نے انڈیا کو دنیا کا 'ڈس انفارمیشن کیپٹل' بنا دیا ہے"۔

اسرائیل کی مغربی حمایت، بڑی کمپنیوں کے مواد کی جانچ پڑتال سے تازہ ترین لاتعلقی، اور انڈیا سے دائیں بازو کے اسلاموفوبیا پر مبنی اکاؤنٹس کی ڈیجیٹل رسائی، غزہ کے بحران کو فلسطینیوں اور مسلمانوں کو نفرت کا نشانہ بنانے والے پلیٹ فارم میں تبدیل کر دیا ہے۔"

[Al-Jazeera]

☆☆☆☆☆

بقیہ: دوریاستی حل

یہ ایسا 'حل' ہے جو فلسطینی عوام کی اکثریت، جو سمندر اور دریا کے درمیان جمع ہے، کو سیاسی اور عسکری فوائد سے عملاً محروم کر دے، جس کے سبب ملک میں نسل پرستی کی بنیاد پر قائم (اسرائیلی) نظام کو گرانے کا گمان بھی مشکل ہو جائے۔

لیکن فاتح حملہ آور کو اکثر اس کی قوت گھمنڈ میں مبتلا کرتی ہے، اور اس کی لالچ اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ اگرچہ 'دوریاستی حل' اسرائیل میں نسل پرست نظام کی بقا کی واحد ضمانت ہے، لیکن یکے بعد دیگرے اسرائیلی حکومتیں دائیں بازو کی طرف جھکیں، انتہا پسندوں اور ان آبادکاروں کی طرف مائل ہوئیں جو مغربی کنارے کو بھی (اسرائیل میں) ضم کرنے کے خواہشمند ہیں۔ گویا اسرائیل چاہتا ہے کہ فلسطینی نیشنل اتھارٹی اس کی خدمت کرے، بغیر اس کے کہ اسے وہ وسائل دیے جائیں جن کی مدد سے وہ اسرائیل کی خدمت کر سکے۔ پس برائے نام آزادی عملی غلامی کی شرط ہے، جیسا کہ عملی غلامی برائے نام آزادی کی شرط ہے۔

پس جب اسرائیل 'دوریاستی حل' کو قبول نہیں کرتا، اس لالچ میں کہ وہ مغربی کنارے کو بھی اپنے اندر ضم کر لے، جبکہ اسی وقت سمندر اور دریا کے درمیان بڑے پیمانے پر پھیلی فلسطینی آبادی سے بھی ڈرتا ہے، تو آج کی اسرائیلی قیادت کے ذہن میں وہی حل ابھرتا ہے جو کل ان کے اسلاف کے ذہن میں آیا تھا۔ یعنی ایک جدید 'نکبہ' (تباہی)...... مغربی کنارے سے فلسطینیوں کی بے دخلی، آہستہ آہستہ یا اچانک۔ اس کی تیاری میں اسرائیل فلسطینیوں کی غالب اکثریت کو زمین کے کم سے کم ممکنہ حصے میں محصور کر رہا ہے، جہاں باقی آبادی کو بھی بعد میں ضم کر دے۔ اور یہی 'صفقۃ القرن' (صدی کے سودے) کا جوہر تھا، اور یہی سبب تھا کہ یہودی بستیوں پر اسرائیلی قانون کا اطلاق کیا گیا اور انہیں اسرائیل کی سرزمین کا حصہ بنا لیا گیا، اور اہلِ مقدس کو نقل مکانی پر مجبور کیا گیا، وغیرہ۔

میری نظر میں 'دو ریاستی حل' کا مفروضہ فلسطینی ریاست میں استبداد، کرپشن اور غلامی کو جنم دے گا، اور نسل پرست نظام اسرائیل میں دینی و نسلی بنیاد پر انسان کُشی کی کوشش کرے گا۔ یہ ایسا 'حل' ہے جو اسرائیل کی نسل پرست نظام حکومت کی زندگی کو طول دے گا۔ تاہم غاصبوں کا لالچ اور غرور انہیں اس 'حل' کا خون کرنے پر مجبور کریں گے، تاکہ وہ ایک اور 'نکبہ' (تباہی) کی طرف بڑھیں اور ایسی زمین کو حاصل کریں جو بسنے والوں کے بغیر ہو۔

لیکن مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ یہ لوگ تو کئی سال ہو گئے غزہ پر قبضہ نہیں کر سکے، اور اس سے قبل سیناء پر قبضہ نہیں کر سکے، نہ ہی بیروت، صور، صیدا اور نہ ہی جنوبی لبنان کی سرحدی پٹی حاصل کر سکے۔ اور تکبر کرنے والا تو شکست ہی کھاتا ہے۔ دائیں بازو کی اسرائیلی حکومتیں اس جنگ میں ثابت قدمی سے شکست کی طرف بڑھ رہی ہیں، اور ہم فتح کی طرف بڑھ رہے ہیں، اگر ایک دوسرے کو تنہا نہ چھوڑیں۔ میرے والد کہا کرتے تھے:

(شعر کا ترجمہ) ''انسان ایک خلا کو دو چھلانگوں سے پر نہیں کرتا، اور نہ ہی ہوا میں معلق رہتے ہوئے دو مرحلوں میں اسے عبور کرتا ہے۔''

پس آدھی فتح کے بھیس میں حاصل ہوتی شکست سے بچیں۔ وہ شخص لالچی نہیں ہو تا جو اپنے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مکمل مساوات کا خواہاں ہو، لیکن جو آدھا انسان ہونا قبول کر لے تو وہ مکمل کمینہ بن جاتا ہے۔ پس بے وقوف نہ بنیں۔ تاریخ کا صفحہ آپ کے سامنے ہے، اگر چاہیں تو 'آزاد' کے طور پر اس پر دستخط کریں اور چاہیں تو 'غلام' کے طور پر اس پر دستخط کریں، قلم آپ کے ہاتھ میں ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اب تمہاری باری ہے

اسرائیل کے پشت پناہ بھی حیرت و غم وغصے سے ہاتھ چبا رہے ہیں۔ فلسطینی شیر اسرائیلی فوجی گاڑیاں چلا کر ساتھ لے آئے، بمع ۱۵۰ سے ۲۰۰ اسرائیلی فوجی جن میں سینئر افسران بھی پکڑے جو غزہ میں قید ہیں۔ (قیدی پکڑنے کا مقصد اپنے قیدیوں کو بدلے میں اسرائیلی جیلوں میں دہائیوں کی قید سے چھڑانا بھی ہے۔ جہاں نہایت کم عمر بچے، خواتین بھی اسرائیلی فوجیوں کو پتھر مارنے کے جرم میں قید ہیں!) جواباً اسرائیل نے اندھا دھند بزدلانہ (بمقابلہ فلسطینی شیر جنگجوؤں کے) فضائی حملوں سے غزہ میں رہائشی آبادیوں پر بمباری کر کے ۱۸۰۰ شہید اور ۳۸۸۷ زخمی کر دیے ہیں۔ اس وقت غزہ پر قیامت برپا ہے۔ مگر یہ ان کے لیے کچھ نیا تو نہیں۔ اسرائیل نے ۲۰۰۸ء میں ۲۳ دن تک، ۲۰۱۲ء میں ۸ دن، ۲۰۱۴ء میں ۵۰ دن، ۲۰۲۱ء میں ۱۱ دن تک ان پر یک طرفہ حملے کیے۔ غزہ پر مسلط جنگوں سے شہادتوں، معذوریوں، علاج سے محرومی، بے روزگاری، بنیادی سہولیات (بجلی، پانی، گیس) کی بدترین قلت جیسی بلائیں پھیلی ہیں۔ غربت ۲۰۲۲ء میں اکسٹھ عشاریہ چھ فیصد پر جا پہنچی۔ مگر پھر بھی وہ دہشت گرد ہیں، دنیا کی مظلوم ترین آبادی!

پچھلے تمام حملوں میں فلسطینی ہزاروں میں شہید ہوئے اور اسرائیلی ہلاکتوں کی تعداد ٦ سے ۸ یا ایک آدھ مرتبہ زیادہ ہوئی بھی تو پچاس کے لگ بھگ۔ حماس کمانڈر محمد حنیف نے حملے کے بارے میں بیان دیا: ہم نے یہ کہنے کا فیصلہ کر لیا ہے کہ بس بہت ہو چکی۔ آج ہم نے قبضہ ختم کروانے کو سب سے بڑی جنگ چھیڑی ہے۔ زمین پر نسلی منافرت پر مبنی آخری حکومت کو ختم کیا جانا ہے۔ یہ جواب ہے الاقصیٰ کی مسلسل بے حرمتی/تقدس پامال کرنے کا۔ آباد کاروں کے فلسطین پر بڑھتے حملوں کا۔

دوسری جانب اہم عرب ممالک کی طرف سے اسرائیل سے تعلقات بحالی کو مسلم عوام میں غم وغصے کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔ عوام کا موڈ فلسطینیوں کے حق میں اور اسرائیل مخالف بڑے مظاہروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بحرین میں 'اسرائیل کے لیے موت' کے بینر تلے، کویت میں 'صیہونی اللہ کے دشمن' نعروں کے ساتھ، ترکی میں تکبیروں کی گونج، یمن، اردن، لبنان، غرض مشرق وسطیٰ کا موڈ سمجھنا مشکل نہیں۔ غازی حماد، حماس ترجمان نے واضح طور پر کہا کہ یہ آپریشن عرب ممالک کے لیے ایک پیغام ہے کہ وہ اسرائیل سے تعلقات منقطع کریں۔ یہ ایک دشمن مملکت ہے ہمیں اسے روکنا ہے۔

ابھی تو سعودی اور اسرائیلی مل کر کلمے والا سعودی جھنڈا اور ستارۂ داؤد والا اسرائیلی جھنڈا شانہ بشانہ لہرا لہرا کر (قدامت پسند یہودیوں کے ساتھ موسیقی پر) رقص کرتے ویڈیو میں دیکھے گئے اور یہ بھاری سوال حماس نے کھڑا کر دیا! سعودی عرب سیاحت کے شوق میں اپنے دروازے یہودی سیاحوں کے لیے کھولنے کو تعلقات بحال کرنے چلا تھا کہ فلسطینی ایمانی سیاحت پر کمربستہ ہو گئے۔ (اسلام میں سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے! انہی سیاحوں میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد جیسے، ابن بطوطہ کو پیچھے چھوڑ گئے!) اس تعلقات بحالی مہم کے بھی راکٹوں نے پرخچے اڑا دیے! اسرائیلی تذلیل کا بدترین دن ۷ اکتوبر (امریکہ کے لیے بھی المیہ)، دوہرا غم یہ کہ افغانستان پر امریکی گھمنڈی حملہ بھی ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ہوا۔ ۱۹۷۳ء کا اسرائیل پر اچانک مصر و شام کا حملہ ٦ اکتوبر کا تھا! تاریخ دہرائی جا رہی ہے!

☆☆☆☆☆

دو ریاستی حل

ڈاکٹر تمیم البرغوثی

['دو ریاستی حل' یعنی 'فلسطین اور اسرائیل؛ دو الگ ریاستوں کا قیام'..... اسے عالمی طاقتوں اور مسلم ممالک کے حکمرانوں کی طرف سے 'فلسطین اسرائیل مسئلے' کے حل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان ریاستوں کی حدود کے حوالے سے کوئی اتفاق نہیں، لیکن اقوام متحدہ اور عرب لیگ کی قراردادوں کے مطابق فلسطین کی حدود ۱۹۶۷ء کی جنگ سے ما قبل کی ہوں گی۔ اسی کی حمایت موجودہ اکثر مسلم ممالک کے حکمران بھی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد مسلمانوں کا جو علاقہ بزور قبضہ کر لیا ہے، اس پر اسرائیل کی عملداری کو تسلیم کر لیا جائے۔ اگرچہ خود اسرائیل اس حل پر راضی نہیں، لیکن کیا یہ حل مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا شرعی جواب تو یقیناً نفی میں ہے اور ایک چپہ بھر زمین جس پر کبھی مسلمانوں کا قبضہ رہا ہو، اسے کافروں کے قبضے میں چھوڑ دینے کی شریعت اجازت نہیں دیتی، جیسا کہ علمائے کرام کے فتاویٰ موجود ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر کے علاوہ اگر ہم محض عقلی اور معاشرتی وسیاسی بنیادوں پر اس حل کا جائزہ لیں تو بھی یہ ایک ناکام حل ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں ڈاکٹر تمیم البرغوثی نے اسی پہلو سے اس پر بات کی ہے۔ فلسطینی الاصل ڈاکٹر تمیم البرغوثی معروف ادیب اور انقلابی شاعر ہیں۔ استبداد مخالفت اور انقلاب حمایت آپ کی ادبیات اور اشعار کا خاصہ ہے۔ یہاں 'دو ریاستی حل' کی بابت آپ کی ایک تقریر کا اردو ترجمہ نشر کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)]

اگر آپ کسی کو جون ۱۹۶۷ء سے قبل کی حدود پر 'فلسطینی ریاست' کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے سنیں، جس کا دار الحکومت مشرقی یروشلم ہو، اور اس بنیاد پر اسرائیل کے ساتھ مذاکراتی عمل شروع کرنے کی بات سنیں، تو اس بات سے اتفاق کرنے سے قبل آپ نے جو سنا ہے، اس کے بارے میں تھوڑا سا سوچیں۔ حتیٰ کہ اس کے الفاظ پر بھی نظر ڈالیں، سنیں اور غور کریں۔

یہ ایک ایسی ریاست کے بارے میں بات ہے جس کی سرحدیں اڑتالیس (۱۹۴۸ء) کی جنگ اور سڑسٹھ (۱۹۶۷ء) کی جنگ نے کھینچیں۔ پہلی جنگ کی جنگ بندی لائن نے نقشہ تیار کیا اور دوسری جنگ کے نتیجے میں آپ کے حکمرانوں سے اسے قبول کر لیا۔ گویا یہ وہ ریاست ہے جس کی سرحدیں آپ کے لیے دو شکستوں نے کھینچی ہیں۔ یہ ریاست آپ کو ان دونوں کے درمیان تبادلہ کی دعوت دیتی ہے؛ اپنی پہلی شکست کو قبول کریں تا کہ ہم آپ کو دوسری شکست سے نجات دلائیں۔ یہ ایک ایسی ریاست ہے جسے آپ کے دشمن نے اپنے ہتھیاروں سے دوبار آپ کے لیے ڈیزائن کیا ہے، جیسا کہ ایک مجسمہ ساز کرتا ہے اور مٹی کے برتن بنانے والا کرتا ہے۔ لیکن یہاں تو معاملہ اور بھی برا ہے کہ آپ کے لیے ایسی ریاست ہے جس کی سرحدیں خود ہزیمتیں ہیں۔

(شکست کے) دھچکے سے ایک دن قبل کی سرحد پر فلسطینی ریاست کا قیام اس بات کا ضامن ہے کہ دھچکا ہمیشہ رہے گا۔ یہ ایک ایسی ریاست ہوگی جو عسکری طور پر غیر محفوظ، اقتصادی طور پر اسرائیل پر منحصر ہوگی۔ اس کا جو بھی حاکم ہوگا، وہ مجبور ہوگا کہ (اسرائیلی) قبضے کا قائم مقام ہو، اسی کی جگہ لے اور وہی کرے جو کہ اسرائیلی قبضہ کرتا۔ یا تو وہ یہ کرے گا، اور اگر نہیں کرے گا تو پھر وہ سقوط سے دوچار ہو جائے گا۔ اگر آپ کو اس بات میں شک ہے تو نقشہ دیکھ لیں۔

نظری طور پر یہ ریاست مغربی کنارے اور غزہ کے دو علاقوں پر قائم ہوگی۔ مغربی کنارہ اس کا سب سے بڑا خطہ ہوگا اور اس ریاست کی سیاسی اور اقتصادی بنیاد بھی۔ اس وجہ سے اس ریاست کے مفاد میں ہوگا کہ وہ اسرائیل کو مشرقی جانب سے ممکنہ ہر حملے سے بچائے۔ جبکہ اسرائیل چاہے گا کہ جھڑپیں جاری رہیں، اور (اسرائیلی جھڑپوں کے جواب میں) مغربی کنارے کی پہاڑیوں میں فلسطینی ریاست کی زمین پر حملہ ہوگا، نہ کہ اس تنگ ساحلی پٹی پر جہاں اسرائیل نے سن اڑتالیس میں قبضہ کر لیا تھا اور جہاں عبرانی ریاست کی طرف ہجرت کرنے والوں کی اکثریت آباد ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے ہوں گے، کیونکہ یہ کسی حد تک شرمناک معلومات ہیں، کہ بعض علاقوں میں اس پٹی کی مسافت مغربی کنارے کی پہاڑیوں سے بحر ابیض متوسط تک پندرہ کلو میٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ یعنی دوستو! اگر آپ اسرائیل کے مشرق سے مغرب تک کا سفر کاٹنا چاہیں اور اپنے پیروں پر آہستہ آہستہ چلیں، تو تین گھنٹے سے بھی کم وقت میں سفر کاٹ لیں گے، اور اگر آپ اپنی گاڑی میں ہوں تو یہ سفر دس منٹ سے بھی کم میں طے کر لیں گے، اور اگر ہوائی جہاز میں ہوں تو بس اتنا وقت لگے گا جتنے میں جہاز کے پہیے 'رن وے' سے اٹھ جائیں۔

اسی وجہ سے وہ فلسطینی حکام جو مغربی کنارے پر قائم ہونے والی فلسطینی ریاست کی زمام سنبھالیں گے، وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ان کی ریاست اسرائیل کی حفاظت کے لیے 'بفر زون' کا کام کرتی رہے۔ وہ جانتے ہوں گے کہ اس کام میں ان کی ناکامی کا لازمی مطلب جواباً ان کی زمین پر اسرائیل کا حملہ ہوگا، اور جس سے ان کی حکومت بھی جائے گی، بلکہ شاید ان کی جانیں اور ان کے پیاروں کی جانیں بھی جائیں۔ چنانچہ ان حکام کی سیاسی مصلحت بلکہ ذاتی مصلحت 'اسرائیل کی حفاظت' ہوگی، نہ کہ اس کے لیے خطرہ بننا۔

پھر یہ فلسطینی ریاست نہ صرف عربوں اور اسرائیل کے درمیان بفر ہوگی، بلکہ یہ اپنے اور اپنی عوام کے درمیان بھی بفر ہوگی۔ (اس طرح کہ) اس کی نصف آبادی، مغربی کنارے کی ایک تہائی اور غزہ کی دو تہائی آبادی، ان پناہ گزینوں پر مشتمل ہوگی، جو اصل میں 'الجلیل' اور 'ساحل' کے لوگ ہیں (اور جنہیں یہود نے اپنے علاقوں سے بے دخل کر دیا ہے)، پس اس

ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے علاقوں سے عبرانی ریاست پر ہونے والی پر تشدد کارروائیوں کو روکیں۔ بصورتِ دیگر اسرائیل اپنی حفاظت کے لیے ایسی کارروائی کرے گا جس سے فلسطینی ریاست کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ پس یہ فلسطینی ریاست اپنی آدھی آبادی کے مقابلے میں، بلکہ اس امت میں سے جو بھی اسرائیل کے خلاف لڑنا چاہے، اس کے مقابلے میں اسرائیل کی حلیف ہوگی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ ریاست مضبوط ہو سکتی ہے اور باقی فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے ایک پلیٹ فارم بن سکتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ریاست کے قیام کی قیمت ہی اسرائیل کو اس بات کی ضمانت دینا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فلسطین کی موجودہ 'خود مختار اتھارٹی' کے قیام کی شرط بھی اسرائیل کے ساتھ سکیورٹی تعاون اور اس کے سامنے فلسطین کی عسکری قوت کا ہمیشہ منکشف رہنا ہے۔ تو پھر اس (مزعومہ) ریاست کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں نہ ہوگا؟

اس ریاست کے پاس صرف پولیس کے ہتھیار ہوں گے جو اس کے اپنے لوگوں پر چلائے جائیں گے، اس کے علاوہ یہ ریاست غیر مسلح ہوگی۔ اور اگر مسلح ہو گئی تو گویا خود کو اپنے اوپر حملے کے لیے پیش کر دے گی۔ اور اگر اسے مسلح ہونے کی جازت مل گئی تو اسے اسلحہ تیاری کا صنعتی اڈہ بنانے میں کتنی صدیاں لگیں گی، جو ایسا اسلحہ بنائے جو اسرائیل کے اسلحے کے مقابل نہیں، اس کے اسپانسر عالمی طاقتوں کے اسلحے کے مقابل ہو؟

اگر آپ کہیں کہ اسرائیل کا مقابلہ ہلکے ہتھاروں سے کیا جائے گا، گوریلا جنگ کی صورت میں، تو میں آپ سے کہوں گا کہ یہ موثر ہے اور ممکن ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہوگا کہ اس ریاست کے حکام، حکام سے 'فدائیوں' میں بدل جائیں اور محلات سے نکل کر غاروں میں جانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اور یہ ہونا حکمرانوں میں ایک نادر چیز ہے۔ پھر اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو اس کا مطلب ریاست کا خاتمہ اور واپس اس صورتحال کی طرف لوٹنا ہوگا جس میں اسرائیل کے ساتھ امن عمل سے پہلے تھے، یعنی اسرائیل کا قبضہ اور فلسطینی مزاحمت۔

اس ریاست کی اقتصاد بھی اسرائیل کے تابع ہوگی، جیسا کہ براہِ راست اسرائیلی قبضے کے دنوں میں ہے۔ تاجر اسرائیلی فیکٹریوں سے اشیاء خریدیں گے اور مغربی کنارے میں ان اسرائیلی مصنوعات کو فروخت کریں گے، اور فلسطینی مزدور گرین لائن سے پرے (یعنی داخلِ اسرائیل میں) تعمیراتی کام کریں گے۔ پس اس فلسطینی ریاست کے مالدار اور غریب دونوں ہی اسرائیل کے محتاج ہوں گے۔ پھر اس فلسطینی ریاست کا انحصار 'بین الاقوامی امداد' پر ہوگا جو اسرائیل کے ساتھ امن قائم رکھنے کے ساتھ مشروط ہوگی۔

یہ ریاست اپنے شہریوں کے ساتھ ان کی خوشحالی کا وعدہ کرے گی، اس شرط پر کہ وہ امن وامان سے رہیں، لیکن یہ وعدہ پورا نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں کہ یہ ریاست 'جمہوری' ہو، کیونکہ اس کی نصف آبادی ساحل اور الجلیل سے تعلق رکھنے والے مہاجرین پر مشتمل ہوگی اور ریاست ان مہاجرین کی واپسی کے حق سے دستبرداری پر قائم ہوگی۔ پس اگر انہیں منصفانہ انتخابات کرانے کی اجازت دی گئی تو غالب امکان ہے کہ ایسی حکومت قائم ہو جائے جو امن معاہدوں کو منسوخ کر دے، کہ جن پر ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ پس ضروری ہوگا کہ یہ استبدادی ریاست ہو جس میں مؤثر منتخب ادارے نہ ہوں۔ اس کا مطلب ہوا کہ اس ریاست میں مالیات پر احتساب نہ ہوگا، کیونکہ منتخب نمائندوں کی پارلیمان اسی لیے وجود میں آتی ہے کہ حکومتی اخراجات پر نگرانی رکھی جائے۔ پس جب مالیات پر نگرانی نہ ہوئی تو کرپشن آسان ہوگی اور عام ہوگی۔ بین الاقوامی اسپانسرز کی طرف سے جو امداد موصول ہوگی، وہ محض چند حکام کے ہاتھ میں ہوگی، جس سے محکوم رعایا کی غربت اور بدحالی میں اضافہ ہوگا۔ پس نہ مہاجرین الجلیل اور ساحل کی اپنی زمینوں میں واپس جائیں گے، نہ انہیں سیاسی آزادی ملے گی اور نہ ہی اجتماعی رشوت کے ذریعے مال و دولت ان کے حصے میں آئے گی، حالانکہ وہ اس ریاست کے لیے اپنے ان تمام حقوق سے دستبردار ہوئے ہوں گے۔

اور جس طرح احتساب کی عدم موجودگی کے سبب ظلم واستبداد کرپشن کو راستہ دیتا ہے تو کرپشن آگے ظلم واستبداد میں مزید اضافہ کرتی ہے، تاکہ مظلوموں کے غضب وغصے سے چور لٹیرے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔ پس یہ ریاست ایک ڈراؤنا خواب ہوگا، جیسا کہ عرب دنیا کی دیگر ریاستوں کا حال ہے۔ عوام ہے جن کا پیسہ لوٹ لیا گیا، ان کی آواز بند کر دی گئی، یہ اپنے حکام کا انتخاب نہیں کرتے، حکام ان کا دفاع نہیں کرتے، بلکہ ان پر حملہ آوروں کی ان سے حفاظت کرتے ہیں۔ وہ حملہ آوروں کو آرام دینے کے لیے ان عوام کو تھکا دیتے ہیں۔ پس اس حال اور براہِ راست اسرائیلی قبضے میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس جدید کو 'آزادی' کہا جائے گا اور اسی نام پر پائیدار ہوگا۔

'دو ریاستی حل' اپنے جوہر میں نسل پرستی کی تقدیس ہے۔ یہ حملہ آوروں کو زمین کا اسّی (۸۰) فیصد حصہ دیتا ہے جہاں ان کی مضبوط فوج ہو، ایٹمی ہتھیار ہوں اور آزاد معیشت ہو، جبکہ حملہ زدگان کو زمین کا بیس (۲۰) فیصد حصہ دیتا ہے جہاں نہ ان کے پاس اپنا اسلحہ ہو اور نہ ہی اموال۔ پھر یہ حل اسرائیل کو سمندر اور دریا کے درمیان موجود فلسطین کی نصف آبادی سے مطمئن کر دیتا ہے۔ یہ حل نصف فلسطینی آبادی کو زمین کے پانچویں حصے میں محصور کر دیتا ہے، اس کے بدلے کہ وہ جنگ میں غیر جانبدار رہیں اور باقی نصف آبادی کو تنہا چھوڑ دیں۔

یہ 'حل' ہے جسے آپ آج دیکھ رہے ہیں، جبکہ یہ اس کے بعد ہمیشہ 'وعدہ' ہی رہے گا۔ تاکہ یہ فلسطینیوں کو تقسیم کرے اور ان میں سے بعض کو بعض دوسروں کے مقابلے میں غلامی کی بہتر شرائط قبول کرنے پر بہکائے، یوں سب کو غلام بنا لے۔

(باقی صفحہ نمبر 106 پر)

اب تمہاری باری ہے

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

ایک تہلکہ خیز دن وہ تھا جب گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں نہایت غیر متوقع حملے نے دنیا بدل کر رکھ دی تھی۔ اگلے بیس سال ساری عسکری قوت افغانستان کو زیر کرنے اور ملّا کو اس کے کوہ ودمن سے نکال دینے میں جھونک دی تھی۔ ۲۰۲۱ء بالآخر ساری ایٹمی طاقتوں کو نکال کر واپس اپنے اصل مقام پر واپس لوٹ آیا۔ ابھی یہ زخم مندمل نہیں ہوا۔ افغانستان دوبارہ امارتِ اسلامیہ کی صورت لا الٰہ الا اللہ والا جھنڈا سربلند کیے، معیشت کی بحالی میں غیر معمولی استقامت ومحنت سے ایستادہ ایک زندہ حقیقت ہے!

اُدھر مغربی دنیا کی گود میں ۱۹۴۸ء سے بیٹھا اپنا انگوٹھا اور فلسطینیوں کا خون چوستا لاڈلا اسرائیل، جسے میلی آنکھ سے دیکھنا منع ہے، یکایک ایک طوفانی بلا میں گھر گیا۔ طوفانی بگولوں کے نام امریکہ، یورپ میں رکھے جاتے ہیں۔ اسرائیل پر اچانک ٹوٹ پڑنے والی راکٹی یلغار کا نام حماس نے 'الاقصیٰ طوفان' رکھا۔ اسرائیل کی نہایت ہائی ٹیک مضبوط عسکری قوت، جس میں زمین، آسمان، سمندر، چہار جانب کڑے پہرے کا بھاری بھر کم نظام ہے۔ حساس ترین آلات، ہمہ وقت چوکس نگرانی، کا ناقابلِ تسخیر انتظام ہے۔ آئرن ڈوم ہر فضائی ہتھیار کو مار گرانے کا مضبوط اور جدید ترین تحفظ فراہم کرتا ہے۔

مگر ایک انہونی ہو گئی۔ ۷ اکتوبر کو علی الصباح یکایک اسرائیل کی زمین، آسمان، سمندر سبھی دشمنی پر اتر آئے۔ ۷ ہزار راکٹوں کی بوچھاڑ ہوئی (جو جدید اسلحہ ساز کارخانوں سے نہیں، فلسطینی گھروں میں بنے تھے!) پیراگلائیڈرز، اسرائیلی فضاؤں پر اڑتے ابابیلی پرندے (ننھی رکشہ نما سواری کو پر لگے ہوئے!) اور موٹر سائیکلوں پر سوار بندوق بردار اسرائیل پر ٹوٹ پڑے۔ دو ہزار کی تعداد میں ہفتہ بھر کے مذہبی تہوار کی آخری چھٹی کے دن جابجا یہ بگولے آن اترے۔ جنوبی اسرائیل کی سمارٹ خاردار مضبوط باڑ توڑ کر یلغار کر دی۔ ایک جگہ ۶ موٹر سائیکل سوار جنگجو دھاتی دیوار میں سوراخ سے اندر جا گھسے۔ ایک موٹر بوٹ پر سوار مجاہد اسرائیلی فوجی اڈے کے ساتھ واقع قصبے پر چڑھ دوڑے۔ منہ اندھیرے ۵ ہزار راکٹوں کی بوچھاڑ نے جنوبی اسرائیل سے تل ابیب تک (غزہ سے ۷۰ کلومیٹر) دھماکوں سے انہیں ہلا مارا۔ ناقابلِ تسخیر آئرن ڈوم کی سٹی گم ہو گئی۔ وہی سب جو ۷۵ سالوں سے صرف فلسطینیوں کا مقدر تھا۔ پہلی مرتبہ مسلمانوں کے مسمار گھروں پر اپنی جنت بنانے والے آبادکاروں کے گھروں سے دھواں اٹھا، بڑی بلڈنگوں میں آگ بھڑکی۔ جنگ اسرائیل میں آ گھسی۔ ہزاروں گاڑیاں بھسم ہوئیں۔ سڑکوں پر یہودیوں کی لاشیں بکھریں۔ پہلی مرتبہ اسرائیل نے وہ مناظر دیکھے جو آئے دن فلسطینیوں نے بھگتے۔ اب تک ۱۳۰۰ سے زیادہ اسرائیلی ہلاک بشمول ۲۴۷ فوجی اور ۳۰۰۷ زخمی ہیں۔

اسرائیل کا واویلا ہے کہ حماس نے ۲۲ مقامات پر حملہ کیا۔ یو این میں اسرائیلی سفیر چلّا اٹھا: یہ ہمارا 'نائن الیون' ہے! حماس قاتل دہشت گرد ہے! (اور تمہاری ۷۵ سالہ خونی دہشت گردی؟) آئرن ڈوم کی کارکردگی کیونکر معطل ہوئی! واحد کارفرما قوت ایسے ایمانی معرکوں میں (جس کی بنیاد حق وباطل ہو) وہی ہے جسے جھٹلاتے دنیائے کفر ہلکان بلکہ ہلاک ہو گئی!۔ ”پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ (اور مومنوں کے ہاتھ جو استعمال ہوئے) تو یہ اس لیے تھا کہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی سے گزار دے، یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ ہے اور اللہ کافروں کی چالوں کو کمزور کرنے والا ہے۔ (ان کافروں سے کہہ دو) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو لو فیصلہ تمہارے سامنے آ گیا... تمہاری جمعیت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو، تمہارے کچھ کام نہ آ سکے گی، اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔“ (انفال:۱۷،۱۸،۱۹)

انہیں پریشانی ہے کہ آخر ایسا کیونکر ہوا کہ اسرائیل اتنی بڑی بے خبری کا شکار ہو گیا؟ خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے۔ بلکہ ساری بجلیاں انہی پر جا گریں! خوفناک عبرت ناک مناظر ظہور پذیر ہوئے۔ ایک جگہ صحرا میں رات بھر ناچتے جشن مناتے ۳۰۰۰ مرد وزن عیش وطرب میں ڈوبے، تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ اڑتے رکشوں پر سوار مسلح سورما آسمانی بلا بن کر اچانک ٹوٹ پڑیں گے۔ گویا شیاطین پر بوچھار کرنے والے شہابِ ثاقب ہوں۔ میوزک (مذہبی پارٹی تھی!) کی جگہ چیخیں، افراتفری میں فرار ہوتے (AP رپورٹ) ۲۶۰ مارے گئے، کئی پکڑے گئے۔ مذہبی تہوار کے نام پر مخلوط حیا باختہ رقص (یہودی ہیکل سلیمانی/مذہبیت کی آڑ میں اقصیٰ پر آئے روز حملہ آور ہیں۔) پر غضب کے بگولے آن گرے۔ ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ۔

سرزمین کے اصل مکین، غزہ کی ۲۵ میل لمبی ۱۰ میل چوڑی پٹی پر ۲۳ لاکھ یوں محصور کر دیے گئے ہیں کہ وہ سمندر، اسرائیل اور (دشمنی پر کمربستہ) سیسی کے مصر کی بدترین قید میں ہیں۔ اب ان کی یہ غیر معمولی یلغار ہوش گم کر دینے والی ہے۔

(باقی صفحہ نمبر 107 پر)

خونی چاند، اسرائیل اور مسلمان

اوریا مقبول جان

گزشتہ دس سال سے اسرائیل اپنی سرحدوں کی وسعت اور اپنی ریاست کے غلبے کے لیے اس قدر سرگرم کیوں ہوا ہے؟ اس کا جواب ہر اس شخص کو بآسانی مل سکتا ہے، جو اسرائیل اور امریکہ میں موجود طاقتور ترین صہیونی لابی کی ۲۰۱۴ء کے بعد آنے والے حالات کے بارے میں پیش گوئیوں کا مطالعہ کرتا رہا ہے۔

آج بھی اسرائیلی اور امریکی میڈیا آنے والے دنوں کے بارے میں یہودی ربّیوں اور اہل تصوف کی پیش گوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان پیش گوئیوں کا آغاز وہ یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود سے کرتے ہیں۔ تلمود کے مطابق:

> ”جب چاند گرہن لگتا ہے تو یہ بنی اسرائیل کے لیے ایک بُرا شگون ہوتا ہے۔ اگر اس چاند کا چہرہ ایسے سرخ ہو جائے جیسے خون تو سمجھو دنیا پر تلوار چھانے والی ہے۔“

دنیا بھر کے یہودی گزشتہ دو ہزار سال سے ان چاند گرہنوں کا مطالعہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہودیوں میں تصوف کی ایک بہت بڑی تحریک ”قبالہ“ تین ہزار سال سے سرگرم عمل ہے۔ مدتوں ان کے ہاں قبالہ کا علم زبانی طور پر منتقل کیا جاتا تھا، مگر چند سو سال پہلے ان کے ہاں اس کے لٹریچر نے جنم لیا اور اس سلسلے میں تین کتابیں ”باہیر“ سفر راذیل، حمالخ اور ”ظہر“ لکھی گئیں اور آج بھی یہ سلسلۂ تصوف قبالہ کی رہنما تصانیف مانی جاتی ہیں۔ یہودی علمِ نجوم سے بالکل دور رہتے ہیں، بلکہ اسے حرام قرار دیتے ہیں، مگر چاند اور سورج کے گرہنوں کے دوران زمین پر وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ اپنی مقدس کتابوں کی روشنی میں ضرور کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک تاریخ میں جب کبھی چار خونی چاند گرہن ایک ترتیب میں آئے، تو بنی اسرائیل پر ایک آفت ضرور ٹوٹی، مگر اس آفت کے بعد ان کی یقینی فتح ضرور ہوتی ہے۔ یہودیوں نے ایسے بڑے واقعات کی ایک تاریخ مرتب کر رکھی ہے۔ اس سارے عمل کو وہ ”ایلی“ یعنی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک واضح نشانی جانتے ہیں۔ ان چاند گرہنوں کی اہمیت اس وقت ہوتی ہے جب یہ چار خونی چاند کسی نہ کسی یہودی مذہبی دن کے آس پاس ظہور پذیر ہوں۔

یہودی گزشتہ پچاس سال سے ایسے چار خونی چاند گرہنوں کا انتظار کر رہے تھے اور اسرائیل کے معبدوں میں اس کے لیے مستقل دعائیں اور دیوار گریہ پر عبادت ہو رہی تھی۔ ان میں پہلا خونی چاند گرہن ۱۵ اپریل ۲۰۱۴ء کو لگا۔ اس دوران یہودیوں کا مشہور تہوار 'پدش' جسے انگریزی زبان میں (Passover) کہتے ہیں، وہ منایا جارہا تھا۔ یہ تہوار سات دن تک چلتا ہے۔ اس دوران ایک مخصوص روٹی پکاتے ہیں اور معبد یعنی دیوار گریہ کے سامنے قربانی کرتے ہیں۔

دوسرا خونی چاند گرہن ۸ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو لگا اور اس دوران یہودیوں کا مشہور مذہبی دن سکوت تھا، جسے انگریزی میں (Feast of Tabernacle) کہا جاتا ہے۔ اس تہوار کے آخر میں ان کا مقدس ترین دن یوم کپور آتا ہے۔ یہ دن یہودیوں کی مصر سے صحرائے سینا کی طرف روانگی کی علامت ہے۔ تیسرا خونی چاند ۴ اپریل ۲۰۱۵ء کو طلوع ہوا اور یہ بھی 'پدش' کے دنوں میں ہوا اور چوتھا خونی چاند ۲۸ ستمبر ۲۰۱۸ء کو سکوت کے دنوں میں لگا۔

ان چار چاند گرہنوں کے حوالے سے یہودی علماء نے یہ پیش گوئی کی کہ جلد اسرائیل کے لیے کسی ایسی جنگ کا آغاز ہو گا جس میں ابتدائی طور پر انہیں شکست ہو گی اور انہیں ظلم سے دوچار ہونا ہو گا مگر اس کے آخر میں یہودیوں کو مکمل فتح حاصل ہو جائے گی۔ ان کے اخبارات، رسائل اور میڈیا اس عمل کو (Tragedy and then Triumph) کا ٹائیٹل دیتے ہیں۔ یعنی ”غم و اندوہ کے بعد کامیابی“۔ اسی پس منظر میں دنیا بھر کا یہودی میڈیا اور ان کے زیر اثر مغربی میڈیا عرب ممالک میں آنے والی ۲۰۱۱ء کی عرب بہار کو مسلم اُمہ کی خوفناکی سے تعبیر کرتے رہے اور بتاتے تھے کہ عرب ممالک اب پوری دنیا کے لیے ایک خطرہ بن چکے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ نظریہ بھی پیش کرتے تھے کہ اب امریکہ دنیا میں امن قائم کرنے کے بالکل قابل نہیں رہا، اور اس کی جگہ اسرائیل کو خود آگے بڑھ کر مسلمانوں کی اس عالمی دہشت گردی کو روکنا چاہیے۔ عرب بہار کی بے چینی سے فائدہ اٹھا کر ان ملکوں میں مکمل تباہی کا راستہ ہموار کیا گیا۔ اپنے اردگرد مسلم ممالک کی بربادی کے بعد یہودیوں کی اکثریت اس بات پر یقین کرتی ہے کہ اب ان کی عالمی حکومت قائم ہونے کے دن آگئے۔

ایسے چاند گرہنوں سے متعلق یہودیوں کی مرتب کردہ تاریخ کے مطابق، گزشتہ پانچ سو سالوں کی تاریخ میں پہلی دفعہ خونی چاند گرہن ۱۴۹۲-۹۳ء میں لگے تو سپین میں رہنے والے لاکھوں یہودیوں پر آفت ٹوٹ پڑی۔ سپین کو ازابیلا اور فرڈیننڈ نے فتح کیا تو وہ قتل کیے گئے، غلام بنا لیے گئے یا ان سے زبردستی عیسائی مذہب اس شرط پر قبول کروایا گیا کہ ان پر سؤر کھانا اور ہفتہ کے دن کاروبار کرنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ لیکن ۱۴۹۲ء میں ہی سپین کے کولمبس نے ہی امریکہ دریافت کر لیا اور یہودی اس سرزمین کو اپنے لیے ”ایلی“ یعنی اللہ کی طرف سے ایک تحفہ اور آئندہ غلبے کا ذریعہ قرار دینے لگے۔

یہودی وہاں جاکر آباد ہو گئے اور آج وہ اس کی سیاست، معیشت اور میڈیا پر مکمل طور پر قابض ہیں۔ دوسری دفعہ ایسے چار خونی چاند گرہن ۱۹۴۹-۵۰ میں ظہور پذیر ہوئے۔ اسرائیل وجود میں آچکا تھا اور ڈیوڈ بن گوریان کی حکومت بن چکی تھی۔ اس حکومت کے خلاف سات عرب ممالک کی افواج متحد ہو کر حملہ آور ہوئیں۔ اسرائیل کے پاس صرف ایک ٹینک تھا، لیکن قوم پرست عربوں کے پاس دو سو ٹینک تھے۔ اسرائیلی آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ''ایلی'' نے انہیں ان قوم پرست، روس نواز عربوں پر فتح عطا کی۔ تیسری دفعہ یہ چار خونی چاند ۱۹۶۷-۶۸ء میں طلوع ہوئے۔ اس دوران مشہور عرب اسرائیل معرکہ برپا ہوا تھا۔

ایک جانب قوم پرست اور کمیونسٹ نواز عرب تھے جنہیں روس کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اسرائیل کی آبادی ۸ لاکھ تھی اور عرب ۵ کروڑ۔ چار ملک مصر، شام، لبنان اور اردن نے حملہ کیا۔ روس نے دو ارب ڈالر کا اسلحہ بھی فراہم کیا۔ یہ وہ جنگ تھی جس میں مصر کے سیکولر حکمران جمال عبد الناصر نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: ''اے فرعون کے بیٹو! آج تمہارا موسیٰ کے بیٹوں سے مقابلہ ہے۔ اپنی تاریخی شکست کا بدلہ چکا لو''۔ ان نام نہاد مسلمان اور قوم پرست سیکولرز نے دراصل اللہ کے دشمن کا نام لے کر اللہ کی غیرت کو للکارا تھا۔ دوسری جانب امریکہ اسرائیل کی مدد کو آیا اور دو ہزار سال بعد یروشلم کا مقدس شہر یہودیوں کے قبضے میں چلا گیا۔

غزہ پر اسرائیلی بمباری گزشتہ دس سال سے وقفے وقفے سے جاری ہے اور حماس کا حملہ اس کا ردّ عمل ہے، مگر اسرائیلی اس حملے کو اپنے عزائم کی تکمیل کا زینہ سمجھتے ہیں۔ جن ''عظیم'' دانشوروں کو یہ غلط فہمی ہے کہ اسرائیل دنیا میں موجود قومی ریاستوں کی طرح کی ایک عام سی ریاست ہے، جس کی متعین حدود ہیں، اقتدار اعلیٰ ہے اور وہاں ایک جمہوری حکومت ہے تو انہیں اس خوش فہمی کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ یہودی وہاں کیوں ہیں؟ ۱۸۹۶ء میں جب صہیونیت کی داغ بیل ڈالتے ہوئے مشہور زمانہ پروٹوکولز لکھے گئے تو وہ تاجِ برطانیہ جو یہودی سرمائے کا مقروض تھا، اس نے دنیا بھر میں بکھرے ہوئے یہودیوں کو ایک قوم تصور کرتے ہوئے بالفور ڈکلیریشن ۱۹۱۶ء میں جاری کیا۔

جس کے تحت انہیں فلسطین میں آباد کرنا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہودیوں کو پوری دنیا میں کوئی جائے پناہ میسر نہ تھی؟ تمام اتحادی ممالک اور امریکہ کے دروازے ان کے لیے کھلے تھے۔ پھر وہ حیفہ اور تل ابیب جیسے بے آب و گیاہ علاقے میں آکر کیوں آباد ہونا شروع ہوئے؟ جنگ عظیم دوم کے بعد تو یورپ میں بھی ان کا غلبہ ہو چکا تھا۔ ان کے خلاف گفتگو کرنا بھی قابل سزا جرم بن چکا تھا۔ پھر وہ یورپ کے ''جنت نظیر'' اور پر امن ممالک کو چھوڑ کر ایک ایسے ملک میں کیوں آباد ہو گئے جہاں انہیں چاروں جانب سے دشمنوں کا سامنا تھا؟

اس کا جواب صرف اور صرف ایک ہے کہ یہ یہودی وہاں آخری جنگ لڑنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی جنگ جس کے نتیجے میں ان کے مذہبی ربیوں کا دعویٰ ہے کہ انہیں فتح نصیب ہو گی اور یروشلم کے تخت پر حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح کی، ایک عالمی یہودی حکومت قائم ہو جائے گی جسے وہ Ruling State of the World کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کی یہ جنگ صرف اور صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی ہونا ہے۔ گزشتہ پندرہ سالوں سے یہودی مفکرین، مذہبی رہنما، یہاں تک کہ ان کے اہل تصوف بار بار یہ تحریر کر رہے ہیں کہ ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۵ء اور ۲۰۱۸ء میں لگنے والے چار مکمل چاند گرہن اس وقت کی نشاندہی کر چکے ہیں کہ دنیا کی طاقت کا مرکز اب امریکہ سے اسرائیل منتقل ہو جائے گا۔

یہودی فتح کی بشارتیں سناتے ہیں مگر اس جنگ کے بارے میں سید الانبیاء ﷺ نے مسلمانوں کو فتح کی بشارت دی ہے، آپ نے فرمایا:

> ''قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کر لیں۔ اس لڑائی میں مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے بھی چھپ جائیں گے تو پتھر اور درخت یوں کہیں گے۔ 'اے مسلمان اللہ کے بندے ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال'۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہیں کہے گا کیوں کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔'' (مسلم)

دنیا بھر سے یہودی اسرائیل کی سرزمین پر پکنک منانے یا کسی معاشی فائدے، بہتر اور پُر آسائش زندگی کے لیے جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ اس جنگ کے لیے گزشتہ ایک سو سال سے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ایزاخیل کی اس پیش گوئی پر یقین رکھتے ہیں۔

> ''اے صہیون کی بیٹی خوشی سے چلاؤ، اے یروشلم کی بیٹی مسرت سے چیخو، دیکھو تمہارا بادشاہ آ رہا ہے۔ وہ عادل ہے اور گدھے پر سوار ہے۔ خچر یا گدھی کے بچے پر۔ میں یوفرم سے گاڑی کو اور یروشلم سے گھوڑے کو علیحدہ کر دوں گا۔ جنگ کے پر توڑ دیے جائیں گے۔ اس کی حکمرانی سمندر اور دریا سے زمین تک ہو گی۔'' (زکریا ۱۰-۹:۹)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

> ''اس طرح اسرائیل کی ساری قوموں کو ساری دنیا سے جمع کروں گا، چاہے وہ جہاں کہیں بھی جا بسے ہوں اور انہیں ان کی اپنی سرزمین میں جمع کروں گا۔ میں انہیں اس سرزمین میں ایک ہی قوم کی شکل دے دوں گا،

اسرائیل کی پہاڑی پر جہاں ایک ہی بادشاہ ان پر حکومت کرے گا۔"

(ایزاخیل،۳:۳۷، ۲۲، ۲۱)

انہی بشارتوں کی تکمیل کے لیے اسرائیل میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا حال بھی مسلمانوں جیسا ہے۔ وہ اپنی مرضی کی آیات اٹھا کر اپنے لیے فتح کی نوید سناتے ہیں، لیکن ان کی اسی کتاب ایزاخیل میں اس آخری جنگ کا جو انجام درج ہے وہ بالکل سید الانبیاء ﷺ کے ارشاد جیسا ہے۔ ایزاخیل کے بائیسویں باب میں لکھا ہے:

"پھر ایلی کہتا ہے کہ کیونکہ تم لوگ میرے نزدیک کھوٹے سکے ثابت ہوئے ہو۔ اس لیے تمہیں یروشلم میں جمع کروں گا، جیسے سونا، چاندی، ٹن، لوہا اور کانسی کو آگ میں ڈالنے کے لیے جمع کرتے ہیں۔ اس طرح میں بھی تمہیں غصے اور غضب کے درمیان جمع کروں گا اور پھر تمہیں پگھلا دوں گا۔ میں تم پر اپنے غضب کی آگ بھڑکا دوں گا اور تم پگھل جاؤ گے پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے رب نے تمہارے اوپر اپنا غضب نازل کیا ہے۔"(۱۹-۲۲:۲۲)

ان کی کتاب جرمیاہ (Jeramiah) میں تو اس آخری معرکے کے اختتام کا منظر بہت ہولناک لکھا ہے:

"ان کی تباہی اور سزا کے اعلان کے بعد جس کے بعد ان کی لاشیں کھلے آسمان تلے ڈال دی جائیں گی، جہاں گدھ اور کیڑے مکوڑے ان کو کھالیں گے حتیٰ کہ ان کے بادشاہوں اور سرداروں کی ہڈیاں بھی گل جائیں گی اور زمین میں کوڑے کرکٹ کی طرح پھیل جائیں گی۔"

یہودیوں کے مقابلے میں مسلمان اقوام خصوصاً عرب کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"ایک ایسا فتنہ ظاہر ہو گا جو سب عرب کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اس فتنے میں قتل ہونے والے جہنم میں جائیں گے۔ اس فتنے میں زبان کی کاٹ تلوار سے زیادہ ہو گی۔"(مسند احمد، ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

یعنی اس وقت ہم اس فتنے کا شکار ہیں اور ہماری تباہی لازمی ہے مگر اس بڑی لڑائی سے جو بھی مسلمان بچ نکلے گا، وہ وہی ہو گا جس کے ہاتھ سے اللہ کی نصرت کا پرچم بلند ہو گا۔ اس بڑی جنگ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک اہل ایمان کا خیمہ جس میں بالکل نفاق نہیں ہو گا، دوسرا منافقین کا خیمہ جس میں بالکل ایمان نہیں ہو گا۔ جب ایسا ہو تو دجال کا انتظار کرو کہ آج آئے یا کل۔" (ابو داؤد، مستدرک)

یہ ابتلا کا دور ہے، شامتِ اعمال ہے، صفائی کا موسم ہے۔ دنیا جلد دو خیموں میں بٹنے والی ہے۔ آج فیصلہ کر لیں کہ ہم کس طرف ہیں، کیونکہ کچھ عرصے بعد ہمیں زبردستی ایک جانب ہونا پڑے گا۔ کوئی ہمیں اس جنگ میں "نیوٹرل" نہیں رہنے دے گا۔

[مستعار مضمون: مصنف کی دیگر آراء سے ادارے کا اتفاق ہونا ضروری نہیں (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

بقیہ: اجنبی کل اور آج

"خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے" تو پوچھا گیا، کون اجنبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا "برے لوگوں کی کثرت میں (گھرے ہوئے) نیک لوگ۔ جو اُن کی نافرمانی کریں گے، وہ ان کا کہنا ماننے والوں کے مقابلے میں زیادہ ہوں گے"۔

اسلام کی اجنبیت کے اس دور میں اجنبیوں کا راستہ ___ نسخۂ شفا یہی ہے۔ بدی کے سمندر سے اپنے آپ کو بچا نکالنا، اور بروں کی پروا کیے بغیر نیکی اور اصلاح کو اپنا شعار بنا لینا، اور دورِ اولین کے غرباء کی طرح اپنے دین کی جانب واپس پلٹ آنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ خزاں کے موسم میں بہار کا رنگ تو اسی وقت جم سکتا ہے جب اوّل تو خزاں کو خزاں کہا جائے اور پھر اس اعتراف کے ساتھ قافلۂ بہار کے ان پھولوں کا سا رنگ و بو اختیار کر لیا جائے جنؓ کا ایمان بھی معتبر:

﴿فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرۃ:۱۳۷)

"پس اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں۔"

اور جنؓ کا عمل بھی اسوہ ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

"اور جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جتنے لوگ اخلاص کے

ساتھ (قیامت تک) ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔"

پس صحابہؓ کے اسوے کی پیروی میں اللہ کی رضا ہے۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی اور نجات ہے، اور یہی مطلب ہے دین کی طرف پلٹ کر آنے کا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

بقیہ: غزہ کی کہانی…… قرآن کی زبانی

اللہ سے تعلق کا کمال

اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کے سبب زاویۂ نظر میں عظیم فرق آنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جو دل اللہ سے جڑا ہو اس کے پیمانے اور تصورات ہی بدل جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ درپیش چھوٹی اور محدود حالت کو ایسی آنکھ سے دیکھتا ہے جو اس حالت کے پیچھے بڑی اور لامحدود حالت سے جڑی ہوتی ہے۔ یہ چھوٹا سا مومن گروہ جو ثابت قدم رہا اور معرکہ میں کود پڑا۔ پھر اسے فتح بھی نصیب ہوئی۔ اپنی قلتِ تعداد اور دشمن کی کثرت کو اسی طرح دیکھ رہا تھا جیسے کہ دوسرا گروہ جس نے کہا: آج جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے ہمیں طاقت نہیں، لیکن اس چھوٹے گروہ نے اس صورت حال پر وہ حکم نہیں لاگو کیا جو بڑے گروہ نے لاگو کیا، بلکہ علیحدہ موقف اختیار کیا، یہ کہتے ہوئے کہ:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ

"بارہا تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے۔"

پھر فوراً اپنے رب کی طرف دستِ دعا بلند کیے اور کہا:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

"اے پروردگار ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتحیاب کر۔"

اس گروہ کو یقین تھا کہ قوت کا ترازو کافروں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اللہ سے ہی فتح و نصرت طلب کی۔ اور اسی ذات سے اسے فتح و نصرت نصیب ہوئی جو فتح و نصرت کی مالک تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے لگاؤ سے حقائق کے تصورات اور پیمانے بدل جاتے ہیں۔ تب ہی جا کر درست ایمان دل میں گھر کر جاتا ہے۔ اور اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دلوں کو واضح نظر آنے والے الٰہی وعدے کی بنا پر جو برتاؤ کیا جائے گا وہ زیادہ حقیقی ہوگا۔ بنسبت آنکھوں کو نظر آنے والی عارضی حالت کے بنا پر اٹھائے جانے والے اقدامات کے۔" (فی ظلال القرآن، ۱/۲۶۱-۲۶۳)

"اس وقت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک نوجوان لڑکے تھے، جبکہ جالوت ایک طاقتور بادشاہ اور خوفناک قائد تھا۔ لیکن اللہ نے چاہا کہ وہ قوم کو دکھا دے کہ واقعات اپنے ظاہر کے مطابق نہیں بلکہ حقیقت کی بنا پر واقع ہوتے ہیں۔ اور حقیقت کو وہی اللہ جانتا ہے۔ اور حقائق کے تمام اندازے اس کی قدرت میں ہیں۔ ان پر تو صرف یہ فرض تھا کہ وہ ذمہ داری ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے، اور اللہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرتے۔ اس کے بعد وہ ہونا تھا اور اسی طرح ہونا تھا جو اللہ کو منظور تھا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس جابر متکبر کی ہلاکت اس چھوٹے لڑکے کے ہاتھوں ہو، تاکہ لوگ جان جائیں کہ وہ جابر صاحبِ سطوت جن سے وہ ڈرتے ہیں درحقیقت انتہائی کمزور ہیں۔ اتنے کمزور ہیں کہ چھوٹے نوجوان بھی ان پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں، جب اللہ چاہے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔"

……

اور ہمیں اپنے رب کے وعدے پر یقین ہے۔ آج نہیں تو کل…… اور کل جو ہوگا جیسے آج ہو چکا۔ اب ہر کوئی دیکھ لے وہ ایمان کے کس درجے پر کھڑا ہے اور لشکرِ اسلام کے کس حصے میں شامل ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ان مومنین نے کہا:

"اے پروردگار ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتحیاب کر۔"

☆☆☆☆☆

غزہ کی کہانی...... قرآن کی زبانی

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط

مومنانِ اسرائیل بمقابلہ مشرکانِ فلستیہ[18]

حضرت یوشع بن نون کا غزوہ

مومنانِ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ارضِ مبارکہ کی طرف نکلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ○ (سورۃ المائدہ: ۲۱)

”تو بھائیو! تم ارضِ مقدس میں، جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے، چل داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ نہ پھیر دینا ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے۔“

لیکن بنی اسرائیل نے انکار کرتے ہوئے کہا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ○ (سورۃ المائدہ: ۲۲)

”وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ (رہتے) ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں جا نہیں سکتے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا داخل ہوں گے۔“

ہمیشہ ظاہری قوت سے انسان خوف کھاتا ہے، جب تک ایمان مضبوط نہ ہو۔ اتنی بڑی تعداد میں سے ایسے بھی تھے جو خدا سے ڈرتے تھے۔ ان ڈرنے والوں میں سے بھی صرف دو افراد کو اللہ کی مدد پر مکمل یقین تھا:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ (سورۃ المائدہ: ۲۳)

”جو لوگ (خدا سے) ڈرتے تھے ان میں سے دو شخص جن پر خدا کی عنایت تھی کہنے لگے کہ: ان لوگوں پر دروازے کے رستے سے حملہ کر دو، جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور خدا ہی پر بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو۔“

لیکن ماضی اور حال کی بہت سی امتوں کی طرح بنی اسرائیل کی اکثریت نے بھی مسلمان ہوتے ہوئے قتال سے اعراض کیا اور کہا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○ (سورۃ المائدہ: ۲۴)

”وہ بولے کہ موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے، (اگر ضرور لڑنا ہی ہے) تو تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اس رویے سے نالاں ہو کر فریاد کی، تو اللہ نے جہاد سے منہ موڑنے کے سبب بنی اسرائیل پر ۴۰ سال تک مقدس سرزمین حرام کر دی:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ○ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ○ (سورۃ المائدہ: ۲۵-۲۶)

”موسیٰ نے (خدا سے) التجا کی کہ: پروردگار میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا، تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے۔ اللہ نے فرمایا کہ: وہ ملک ان پر چالیس برس تک کے لیے حرام کر

[18] فلستیہ سے مراد ۱۲۰۰ سال قبلِ مسیح کی مشرک قوم ہے۔ اگرچہ یہ قوم ۶۰۰ سال قبلِ مسیح بخت نصر کے حملے میں ختم ہو گئی لیکن اس علاقے کو بعد کے ادوار میں فلسطین سے یاد کیا جاتا رہا۔ خیال رہے کہ آج کل کے فلسطینیوں کا مذکورہ قوم سے کوئی تعلق نہیں۔

دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔"

تو کیا سورۂ بقرہ میں آیاتِ جہاد کے بیچ یہ قصہ سنانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ حالت بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے؟ آیئے، تاریخ کی روشنی میں دیکھیں کہ ہوا کیا۔

ان دو آدمیوں میں سے جنہوں نے قوم کو بھروسہ دلایا، ایک حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ تربیت رہ چکے تھے اور بعد میں بنی اسرائیل کے لیے نبی ٹھہرے۔ ان کی قیادت میں چالیس سال کے بعد یہ علاقہ فتح ہوا جسے آج فلسطین کہا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے چالیس سال بعد یہ علاقہ جہاد کے ذریعے ہی فتح کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لاَ يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهْوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا، وَلاَ أَحَدٌ بَنَى بُيُوتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا، وَلاَ أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهْوَ يَنْتَظِرُ وِلاَدَهَا. فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلاَةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ، اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا. فَحُبِسَتْ، حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ.

"انبیاء میں سے ایک نبی نے غزوہ پر جاتے ہوئے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ نکلے جس نے شادی کی ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ رات نہ گزاری ہو۔ اور نہ ایسا شخص جس نے مکان تعمیر کیا ہو اور صرف چھت ڈالنا باقی رہ گئی ہو۔ اور نہ ایسا شخص جس نے ایسے مال مویشی خریدے ہوں جو بچے جننے کے قریب ہوں۔ پس جب وہ شہر کے نزدیک پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا یا ہوا چاہتا تھا۔ اُس نبی نے سورج سے کہا: تو بھی مامور ہے اور میں بھی۔ اے اللہ! اسے روک رکھ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو روک لیا یہاں تک کہ اللہ نے انہیں فتح نصیب کی اور وہ غنائم جمع کرنے لگے۔" (صحیح بخاری: کتاب فرض الخمس، ۸۶/۴)

دیکھیے! معرکہ برپا کرنے کے لیے کس یکسوئی اور دل جمعی کی ضرورت ہوتی ہے، نماز اور فرائض کا کتنا اہتمام ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ جہاد و قتال کے دوران...... اور وہ بھی ایک نبی کی قیادت میں۔

امام احمد کی روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کا نام بیت المقدس اور ان نبی کا نام حضرت یوشع علیہ السلام بتایا ہے:

إِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلَى بَشَرٍ إِلَّا لِيُوْشَعَ لَيَالِيَ سَارَ إِلَى بَيْتِ المَقْدِسِ.

"سورج کسی شخص کے لیے نہیں روکا گیا ماسوائے حضرت یوشع کے لیے جن راتوں وہ بیت المقدس کی طرف گئے۔" (مسند امام احمد، مسند ابوہریرہ، ۶۵/۱۴)

حضرت داؤد علیہ السلام کا جہاد

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھلا دیا۔ نت نئی بدعتیں شروع کیں یہاں تک معاملہ بت پرستی تک جا پہنچا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو بھیجا، اور ان کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام کو۔ انبیاء کی وفات کے بعد پھر سے بنی اسرائیل بدعتوں اور معصیتوں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بدلے ان پر ظالم بادشاہ مسلط کر دیے جو انبیاء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور دوسری طرف ان پر بیرونی دشمن بھی مسلط کر دیے جو پے در پے انہیں شکست دیتے گئے۔ اس زمانے میں جب بنی اسرائیل اپنے دشمنوں سے لڑتے تھے تو ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تابوت تبرک کے لیے لے جاتے تھے۔ اسی طرح ایک جنگ کے موقع پر ان کا مقابلہ **غزۃ** اور **عسقلان** کے مشرک باشندوں سے ہوا۔ جس میں مشرک ان پر غالب آ گئے اور بنی اسرائیل سے تابوت بھی چھین کر لے گئے۔ تابوت چھننے کے بعد بنی اسرائیل کا بادشاہ مر گیا اور یہ قوم بغیر کسی سربراہ کے بھٹکنے لگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے شموئیل علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ بنی اسرائیل نے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے نبی سے ان پر ایک بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یوشع اور حضرت شموئیل علیہما السلام کے درمیان ۴۶۰ سال گزرے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۸۳/۲-۲۸۸)

قرآن کریم اس واقعے کو سورۂ بقرہ کی آیت ۲۴۶ سے آیت ۲۵۲ میں یوں بیان کرتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

"بھلا تم نے بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا جنہوں نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر (شموئیل) سے کہا کہ: آپ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں۔"

قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ

"پیغمبر (شموئیل) نے کہا کہ: اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ لڑنے سے پہلو تہی کرو۔"

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا

"وہ کہنے لگے کہ: ہم راہ خدا میں کیوں نہ لڑیں گے جب کہ ہم وطن سے (خارج) اور بال بچوں سے جدا کر دیے گئے۔"

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○

"لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند اشخاص کے سوا سب پھر گئے۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے۔"

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا

"اور پیغمبر (شموئیل) نے ان سے (یہ بھی) کہا کہ: خدا نے تم پر طالوت (صاول/شاول) کو بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔"

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ

"وہ بولے کہ: اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیونکر ہو سکتا ہے۔ بادشاہی کے مستحق تو ہم ہیں اور اس کے پاس تو بہت سی دولت بھی نہیں۔"

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

"پیغمبر نے کہا کہ: خدا نے اس کو تم پر فضیلت دی ہے اور (بادشاہی کے لیے) منتخب فرمایا ہے۔ اس نے اسے علم بھی بہت سا بخشا ہے اور تن و توش بھی (بڑا عطا کیا ہے) اور خدا (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے۔ وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے۔"

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

"اور پیغمبر نے ان سے کہا کہ: ان کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تابوت) آئے گا جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تسلی (بخشنے والی چیز) ہوگی اور کچھ اور چیزیں بھی ہوں گی جو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے تھے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لیے ایک بڑی نشانی ہے۔"

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ

"غرض جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ: خدا ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا (اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ) وہ میرا نہیں (اور لشکر میں شامل نہیں)۔ اور جو نہ پیے گا وہ (سمجھا جائے گا کہ) میرا ہے (اور لشکر میں شامل ہے)۔ ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے (تو خیر)۔"

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

"(جب وہ لوگ نہر پر پہنچے) تو چند افراد کے سوا سب نے پانی پی لیا۔"

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ

"پھر جب طالوت اور **مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے** نہر کے پار ہو گئے تو کہنے لگے کہ: آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔"

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

"جو **لوگ یقین رکھتے تھے** کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ: **بارہا تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے** اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

"اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل آئے تو (اللہ سے) دعا کی کہ: اے پروردگار ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتحیاب کر۔"

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ

"تو طالوت کی فوج نے خدا کے حکم سے ان کو ہزیمت دی۔"

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ

"اور (بنی اسرائیل کے لشکر میں سے) داؤد نے (کفار کے بڑے جنگجو) جالوت کو قتل کر ڈالا۔ اور خدا نے اس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔"

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ○

"اور خدا لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا تو ملک تباہ ہو جاتا۔ لیکن خدا اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے۔"

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○

"یہ خدا کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں (اور اے محمد ﷺ) تم بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہو۔"

(سورۃ البقرہ: ۲۴۶-۲۵۲)

تاریخ اسرائیل وفلستیہ

یہ تقریباً ایک ہزار قبل از مسیح کا واقعہ ہے۔ اہلِ کتاب کی عہد قدیم نامی مجموعۂ کتب میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے دور سے حضرت شموئیل علیہ السلام کے دور کو 'دور قضاۃ' کہا جاتا ہے۔ اور قضاۃ سے مراد اس دور کے انبیاء ہیں جن میں سے بعض کے نام گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں انبیاء کا بنیادی کام لوگوں کو اللہ کا پیغام سنانا اور شریعت کے مطابق فیصلے کرنا تھا۔ عہد قدیم کے مطابق دور قضاۃ کے بعد 'دور ملوک' شروع ہوتا ہے جب بنی اسرائیل کی قیادت قضاۃ کے بجائے بادشاہوں کو دے دی گئی۔ جن میں سب سے پہلے بادشاہ طالوت تھے۔ اور ان کے بعد اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام بنی اسرائیل کے پہلے طاقتور بادشاہ اور عظیم مملکت اسرائیل کے بانی ٹھہرے۔

یہود و نصاریٰ کے ذرائع بتاتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے بیت المقدس فتح کرنے کے بعد اردگرد کے علاقہ پر قبضہ مستحکم کیا اور مختلف قبائل کو مختلف علاقوں میں بسا دیا۔ جب کہ مقامی **فلستی** مشرک آبادی کچھ ان کے درمیان رہ گئی اور اکثر اطراف میں ساحل سمندر کے قریب منتقل ہو گئی۔ عہد قدیم میں فلستیوں کے کئی مشہور شہر ذکر ہیں جن میں **غزہ**، عسقلان، اسدود، عقرون اور غط (آج کل تل الصافی) شامل ہیں۔ یہ شہر بیت المقدس کے مغرب میں ساحل سمندر کی لمبائی پر واقع تھے۔ فلستیوں کا علاقہ جنوب میں وادی غزہ سے لے کر شمال میں نہر العوجا تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن جب سے حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے فلسطین کے مرکزی علاقے، بیت المقدس اور گردونواح پر قبضہ کیا اس وقت سے ان کی قوت جنوب مغربی اور ساحلی علاقے میں محدود ہو گئی۔ فلسطین کا جنوب مغربی ساحلی علاقہ آج بھی غزہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

قرآن کریم اور کتبِ یہود و نصاریٰ میں حضرت شموئیل علیہ السلام کے دور میں جس قوم سے دیو قامت جنگجو جالوت کا تعلق تھا، وہ یہی مقامی مشرک فلستی تھے۔ عہدِ قدیم کے مطابق 'دورِ قضاۃ' میں اسرائیلیوں اور فلستیوں کے درمیان مسلسل لڑائیاں ہوتی رہیں۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل تقسیم ہو گئی اور ان کا کوئی ایک بادشاہ نہ تھا بلکہ ہر قبیلہ کے اپنے سردار ہوتے تھے۔ اس لیے بھی اکثر فلستیوں کا ہی پلڑا بھاری رہتا تھا۔ عہدِ قدیم میں انہیں مملکتِ اسرائیل کا سب سے خطرناک دشمن قرار دیا گیا تھا کیونکہ یہ مشرک تھے اور بنی اسرائیل موحد۔

ان مشہور جنگوں میں سے ایک بیت المقدس اور عسقلان کے درمیان واقع افیق مقام کی جنگ تھی۔ پہلے معرکے میں فلستیوں نے اسرائیلیوں کو شکست دی لیکن مکمل غلبہ نہ ہوا۔ اگلے معرکے میں اسرائیلی جنگ میں تابوتِ موسوی سے تبرک حاصل کرنے کے لیے اپنے ساتھ تابوت بھی لے آئے۔ لیکن اس دفعہ انہیں بری طرح شکست ہوئی یہاں تک کہ فلستیوں نے ان سے مقدس تابوت بھی چھین لیا۔ اس جنگ کا تذکرہ عہدِ قدیم کی کتاب شموئیل (صموئیل) میں درج ہے۔ اس کے بعد ایک معرکہ بیت المقدس کے شمال میں واقع مخماس گاؤں کے قریب تقریباً ۱۰۲۵ قبل از مسیح میں واقع ہوا۔ جس کی قیادت بادشاہ طالوت کے بیٹے جوناثن نے کی اور فلستیوں کو شکست دی۔ لیکن مجموعی طور پر فلستی ہی غالب رہے اور بنی اسرائیل پر ہتھیار رکھنے کی پابندی لگا دی۔ یہاں تک کہ زراعتی اوزار کی مرمت کے لیے بھی اسرائیلی لوہاروں کو فلستیوں کے ہاں جانا پڑتا تھا۔

بالآخر بادشاہ طالوت کے لشکر میں شامل حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو موجودہ نہر اردن کے مغربی کنارے میں وادی السنط کے قیافہ نامی مقام پر شکست دے دی۔ جنگ کے وقت حضرت داود علیہ السلام نوجوان لڑکے تھے۔ لیکن اللہ اور اللہ کی کتاب پر ایمان بہت قوی تھا۔ پھر حضرت داود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بادشاہی دی جس کی نظیر ماضی و مستقبل میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ اللہ کا مومنوں سے وعدہ تھا۔ اس کے بعد سے فلستی انتہائی کمزور ہو گئے تھے۔ ۶۸۷ قبل از مسیح میں اسرائیلیوں کے بادشاہ حزقیا علیہ السلام نے بھی فلستیوں کے خلاف لشکر کشی کرتے ہوئے انہیں جنوب میں غزہ تک دھکیل دیا۔ بالآخر ۶۰۴ قبل از مسیح میں بخت نصر نے مملکت اسرائیل کو تباہ کرنے کے بعد فلستہ پر بھی قبضہ کر کے اسے بابلی سلطنت میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد سے تاریخ میں فلستی مشرک قوم کا ذکر نہیں ملتا اگرچہ یہ علاقہ ان کے نام سے مشہور رہا۔

مومنانِ فلسطین بمقابلہ یہودیانِ بنی اسرائیل

پھر زمانہ کروٹیں بدلتا رہا۔ حضرت داود علیہ السلام کی قائم کردہ اسرائیلی مملکت ۴ صدیوں تک رہی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی حرکتوں کے سبب پھر سے آزمائش کا دور آیا اور بابلی بادشاہ بخت نصر نے ۵۸۷ قبل از مسیح میں بیت المقدس پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پھر ۵۳۸ قبل از مسیح میں پارسیوں نے بابلیوں کو شکست دی تو ان کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کو پارسی سلطنت کے تحت فلسطین میں ایک نیم خود مختار ریاست بنانے کی اجازت دی۔ لیکن دو سو سال

بعد ۳۳۳ قبل از مسیح میں یونان کے سکندر مقدونی نے حملہ کر کے یہ نیم خود مختاری بھی ختم کر دی۔ یونان کو شکست دینے کے بعد رومیوں نے ۷۰ء میں ایک دفعہ پھر بیت المقدس کو مکمل تباہ کر دیا۔ اسرائیلیوں کی جانب سے بغاوتوں کو کچلنے کے لیے رومیوں نے ۱۳۵ء میں یہودیوں کا قتل عام کیا۔ جس کے بعد باقی ماندہ اسرائیلی دنیا میں بکھر گئے۔ یہودیوں کے بعد عیسائی بھی اس ظلم کا شکار رہے لیکن ان کی دعوت پھیلتی رہی۔ یہاں تک کہ ۳۳۰ء کے لگ بھگ قیصر روم قسطنطین نے عیسائیت اختیار کر لی۔ اس کے بعد سے فلسطین پر عیسائیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ ۱۵ ہجری (۶۳۸ء) میں مسلمانوں نے فلسطین فتح کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود آکر بیت المقدس کے حکمران عیسائیوں سے شہر کی چابیاں وصول کیں۔ اور عیسائیوں کی یہ شرط بھی قبول کر لی کہ بیت المقدس میں یہودیوں کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنگ عظیم اول کے دوران ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے غزہ کا علاقہ عثمانی سلطنت سے چھین لیا۔ اور جنگ عظیم دوم کے بعد ۱۹۴۷ء میں صہیونی صلیبی سازش کے تحت اقوام متحدہ نے فلسطین کے علاقے کو تقسیم کر کے آدھے سے زیادہ حصہ اسرائیلیوں کو دے دیا۔

یوں...... جگہ وہی غزہ ہے، فریقین کے نام بھی وہی ہیں۔ ایک طرف اسرائیلی اور دوسری طرف فلسطینی۔ فرق یہ ہے کہ آج کل کے فلسطینی اہل ایمان موحد ہیں۔ جبکہ اسرائیلی یہودی کافر ہیں۔ لیکن اہل ایمان کی اہل کفر کے مقابلے میں حالت وہی ہے جو بادشاہ طالوت اور ان کے دشمن جالوت کے درمیان تھی۔ اہل ایمان متفرق ہیں، بدعتیں پھیل چکی ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن و سنت کی من مانی تاویل کر کے صریح قطعیاتِ دین سے انکار کے علاوہ کھلم کھلا ردت کا اعلان کرنا عام ہو چکا ہے۔ اور جیسے اُس وقت صرف ایک چھوٹے سے گروہ کے لوگ ہی حضرت طالوت کے ساتھ جہاد پر نکلے اور ان میں سے بھی انتہائی کم حق کی خاطر لڑ مرنے پر تیار ہوئے، اسی طرح آج بھی امت کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں مجاہدین کا ایک مختصر گروہ ہی حق کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہے۔ امتِ مسلمہ کے مٹھی بھر نوجوانوں نے اکتوبر ۲۰۲۳ء کو نوجوان حضرت داود علیہ السلام کے ایمانی جذبے کی پیروی کرتے ہوئے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے خلاف حملہ کر دیا۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم یہاں فلسطین عموماً اور اہل غزہ کی خصوصاً معاصر تاریخ کے اہم مراحل پیش کرتے ہیں جس سے اہل ایمان کی قوت میں اضافہ واضح نظر آتا ہے۔

غزہ پر مصری اقتدار

۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق غزہ ڈسٹرکٹ کو عرب فلسطینی حکومت کے تابع ہونا تھا۔ لیکن ۱۹۴۸ء میں عرب اسرائیل جنگ کے دوران مصر نے غزہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اگلے سال مصر اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی کے معاہدہ میں اسرائیل نے غزہ پر مصر کا کنٹرول تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد سے قضاء غزہ کو قطاع غزہ کہا جانے لگا۔ اسرائیل کے قیام اور ۱۹۴۸ء کی جنگ کے نتیجے میں فلسطینیوں کی ناگفتہ بہ صورت حال کے دوران، جسے فلسطینی 'نکبہ' کہتے ہیں، بے شمار فلسطینی پناہ گزین دیگر علاقوں سے آکر غزہ میں آباد ہو گئے۔

۱۹۵۶ء میں اسرائیل نے غزہ پر جنگ یہ کہتے ہوئے شروع کی کہ مصر غزہ کو استشہادی کارروائیوں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کا اصل مقصد برطانیہ اور فرانس کے ساتھ مل کر نہرِ سوئز پر قبضہ کرنا تھا۔ چنانچہ مصر پر سہ فریقی (برطانیہ، فرانس اور اسرائیل) حملے میں اسرائیل نے غزہ کے علاوہ جزیرہ نما سینا پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن عالمی دباؤ اور بڑی طاقتوں کے ذاتی مفادات کے نتیجے میں اسرائیل کو غزہ سمیت سینا سے پسپائی اختیار کرنی پڑی۔

اسرائیل کے قبضے میں

اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل کی مشہور چھ روزہ جنگ چھڑ گئی جس میں عرب کو بری طرح شکست ہوئی جسے عرب 'نکسہ' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اسرائیل نے غزہ پر دوبارہ قبضہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد ۲۷ سال تک یہ علاقہ اسرائیلی حکومت کے تحت دیگر مقبوضہ عرب علاقوں کی طرح پسماندگی کا شکار رہا۔

۱۹۸۷ء میں فلسطین کی پہلی انتفاضہ تحریک کا آغاز ہوا تو غزہ کے باشندوں نے متحدہ قومی قیادت کے تحت بھرپور شرکت کی۔ انتفاضہ کے دوران فلسطینی اسرائیلی فوجیوں پر پتھر اور پٹرول بموں سے حملے کرتے تھے، اور فریقین کے درمیان احتجاجات اور جھڑپوں کے مستقل سلسلے جاری رہے۔

فلسطینی اتھارٹی کی حکومت

انتفاضہ اور فلسطینی مزاحمتی تحریک کے سامنے اسرائیل مجبور ہوا کہ مکر و فریب سے فلسطینیوں کو زیر کریں۔ چنانچہ طویل خفیہ مذاکرات کے بعد ستمبر ۱۹۹۳ء میں الفتح تنظیم کے سربراہ یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین کے درمیان اوسلو کا پہلا معاہدہ ہوا جس میں یاسر عرفات نے اسرائیل کو بطور ریاست تسلیم کر لیا اور مسلح جدوجہد کو ترک کرتے ہوئے تمام مسائل کو 'پرامن' ذرائع سے حل کرنے کا 'یک طرفہ' وعدہ کیا۔ اس کے مقابلے میں اسرائیل نے الفتح تنظیم کو فلسطینی قوم کا نمائندہ تسلیم کرتے ہوئے اسے عارضی طور پر محدود صلاحیت کی حامل فلسطینی قومی اتھارٹی قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور ساتھ اسرائیل نے یہ بھی عندیہ دیا کہ وہ مغربی کنارے اور قطاع غزہ کا کنٹرول فلسطینی اتھارٹی کو دے دے گا۔

لیکن اوسلو معاہدے کے چند مہینوں بعد فروری ۱۹۹۴ء میں ایک شدت پسند یہودی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب مسجد الخلیل میں گھس کر ۲۹ نمازیوں کو شہید اور ۱۵۰ کو زخمی کر دیا۔ جبکہ باہر کھڑے اسرائیلی فوجیوں نے مسجد کے دروازے بند کر دیے۔ تاکہ نہ اندر سے کوئی نکل سکے اور نہ باہر سے کوئی مدد پہنچا سکے۔ جب مسجد سے باہر احتجاجات شروع ہوئے تو ان

کو روکتے ہوئے اسرائیلی فوج نے مزید ۲۱ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ جس کے بعد شہر الخلیل میں کرفیو لگا دیا گیا۔ چھ مہینے کرفیو کے بعد زبانی جمع خرچ کرتے ہوئے مسجد الخلیل کو دو حصوں میں تقسیم کر کے بڑا حصہ یہودیوں کو دے دیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ امن معاہدہ محض ایک فریب تھا۔

مئی ۱۹۹۴ء میں اگرچہ شہر کا کنٹرول فلسطینی قومی اتھارٹی نے سنبھال لیا لیکن اسرائیلی فوج وہاں یہودی آبادکاروں کے تحفظ کا بہانہ بناتے ہوئے محض جزوی طور پر نکلی۔ اور بالآخر ۲۰۰۵ء میں غزہ کا فضائی، سمندری اور زمینی محاصرہ کر کے اسرائیل فوج نے مکمل انخلا کیا۔

حماس کا اقتدار

۲۰۰۶ء کے انتخابات میں حماس نے غزہ میں بھاری اکثریت حاصل کی لیکن الفتح تنظیم نے غزہ میں اقتدار منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں فریقین کے درمیان جھڑپیں شروع ہوئیں۔ بالآخر ۲۰۰۷ء میں حماس قطاع غزہ کا مکمل کنٹرول سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی۔ حماس کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ ساتھ مصر نے بھی غزہ کی واحد زمینی گزرگاہ رفح کو بند کرتے ہوئے غزہ کا محاصرہ مکمل کر دیا جو آج تک بدستور جاری ہے۔

غزہ کے مجاہدین نے اس محاصرہ کے خلاف اپنی مدد آپ کے تحت خود ساختہ میزائیل بنائے اور انہیں اسرائیل پر داغا۔ جواب میں دسمبر ۲۰۰۸ء میں اسرائیل نے غزہ کے خلاف وہ جنگ شروع کی جو غزہ کے قتل عام (مجزرہ) اور غزہ کے ہولوکاسٹ (محرقہ) سے مشہور ہوئی۔ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ جنگ کا مقصد حماس کی حکومت کو گرانا اور فلسطینی مزاحمت کو ختم کرنا ہے، جنگ کا آغاز ایک ہفتے تک سخت فضائی بمباری سے ہوا۔ جس میں پولیس اسٹیشنوں کے علاوہ گھروں، مسجدوں اور ہسپتالوں تک کو نشانہ بنایا گیا۔ صہیونی فوج نے اس دوران غزہ کے مسلمانوں پر تقریباً ۱۰ ہزار ٹن کے برابر گولے برسائے جن میں بین الاقوامی سطح پر غیر قانونی فاسفورس بم بھی شامل تھے۔ اور محاصرے کو مزید تنگ کرتے ہوئے بجلی، ایندھن اور ادویات کی رسد بھی کاٹ دی۔ نہ صرف خود بلکہ ہمسائے عرب ممالک کو بھی امداد دینے سے روک دیا۔ ہزاروں فلسطینی جان بچاتے ہوئے مصر میں پناہ لینے کے لیے رفح گزرگاہ گئے لیکن مصر نے اجازت نہ دی۔ اس جنگ میں تقریباً ۵۰۰۰ فلسطینی شہید ہوئے جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی تھی۔ ۸۰۰۰ زخمی ہوئے اور ۲۰ ہزار گھر تباہ ہوئے۔

۱۸ سال سے شدید محاصرہ

حماس کے انتخابات جیتنے کے بعد سے ہی اسرائیل نے غزہ کا محاصرہ کر دیا تھا۔ جس کو آج تقریباً ۱۸ سال ہونے کو ہیں۔ اور مسلمانانِ غزہ اس پورے عرصے میں بنیادی ضروریات سے محروم رہے ہیں۔ یہاں تک بعض مغربی سیاستدان غزہ کو 'بڑے جیل' سے تشبیہ دیتے ہیں۔ غزہ کے قتل عام کے بعد ۲۰۰۹ء میں مصر نے غزہ کی سرحد پر زیر زمین آہنی دیوار بنانے کا اعلان کیا تاکہ محصور فلسطینیوں کو سرنگوں کے ذریعے سامان منتقل کرنے سے روکا جائے۔ ۲۰۱۰ء میں کئی فلاحی تنظیموں نے سمندر کے راستے غزہ امداد پہنچانے کی کوشش کی لیکن اسرائیل نے ان کشتیوں پر فوجی کارروائی کر کے منع کر دیا۔ ۲۰۱۱ء میں انقلاب کے بعد مصر کے اخوانی صدر ڈاکٹر مرسی کی طرف سے کچھ عرصے کے لیے رفح گزرگاہ کو کھولا گیا لیکن یہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا اور صدر مرسی کا تختہ الٹ دیا گیا۔

جنگ جاری ہے!

نومبر ۲۰۱۲ء میں ایک بار پھر اسرائیل نے غزہ پر اندھا دھند راکٹ برسائے۔ جس کے سبب دسیوں فلسطینی شہید ہوئے۔ اس کے جواب میں حماس نے پہلی دفعہ اسرائیل کے اندرونی شہر تل ابیب، ہرزلیا اور بئر السبع کو میزائلوں سے نشانہ بنایا۔

جولائی ۲۰۱۴ء میں بیت المقدس کے علاقے شعفاط میں یہودی آبادکاروں نے محمد ابوخضیر نامی لڑکے کو اغوا کر کے اذیت کا نشانہ بنایا اور بالآخر زندہ جلا کر شہید کر دیا۔ جس کے نتیجے میں فلسطین بھر میں شدید احتجاجات شروع ہوئے۔ احتجاجات کو روکنے کے لیے اسرائیل نے غزہ پر 'مضبوط چٹان' نامی آپریشن کیا۔ جس کا جواب کتائب عزالدین قسام نے 'عصف ماکول' اور جہادِ اسلامی نے 'بنیانِ مرصوص' کی کارروائیوں سے دیا۔

۲۰۲۱ء میں مشرقی قدس کے علاقے شیخ جراح میں اسرائیل نے فلسطینیوں کے مکانات پر قبضہ کر کے یہودی آبادکاروں کو دے دیے جس کے خلاف شیخ جراح کے رہائشیوں نے احتجاج کیا تو فریقین کے درمیان جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ اگلا دن جمعۃ الوداع کا تھا جس میں اسرائیلی فوج مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہوئی۔ یوں نمازیوں اور یہودی فوج کے درمیان سخت لڑائی ہوئی جس میں ۳۰۰ سے زائد زخمی ہوئے۔ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کے ردعمل میں پورے فلسطین میں احتجاجات اور جھڑپوں کا سلسلہ پھیل گیا۔ اور مجاہدین نے غزہ سے اسرائیل کی جانب راکٹ داغے۔ اس پوری جنگ میں ۳۰۰ سے زائد فلسطینی شہید ہوئے جبکہ ۲۰۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔

اگر ان تمام واقعات پر نظر ڈالیں اور ان کا اکتوبر ۲۰۲۳ء کے طوفان الاقصیٰ کے معرکے سے موازنہ کریں تو صاف نظر آتا ہے کہ اسرائیلی ظلم وستم، عرب ممالک کی خیانت اور امت کی خاموشی کے مقابلے میں مجاہدین فلسطین نے اپنے بل بوتے پر جنگ کے میدان میں ناقابل یقین ترقی کی ہے۔

اور جنگ تاحال جاری ہے......!

معرکے در معرکے!

اور فتح بالآخر ایمانی قوت کو حاصل ہو گی!

قرآنی اسباق

قرآن زندہ حقیقت

سید قطبؒ سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر[19] کے آغاز میں فرماتے ہیں:

”ہمیں اس درس کی اور اس میں مذکور گروہوں اور قدیم امتوں کے تجربوں کی قدر و قیمت تب ہی معلوم ہو گی جب ہم ذہن نشین کرلیں کہ قرآن اس امت کے لیے زندہ کتاب ہے۔ اسے نصیحت کرنے والا راہ نما ہے۔ قرآن وہ مدرسہ ہے جس میں امت اپنی زندگی کے اسباق سیکھتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس قرآن کے ذریعے مسلمانوں کی اوّلین جماعت کی تربیت کی۔ جسے کرۂ ارض پر ربانی منہج قائم کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ یہ عظیم ذمہ داری تب ہی سونپی جب انہیں قرآن کے ذریعے تیار کرلیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ قرآن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی امت کے لیے زندہ راہنما بنے اور آنے والی نسلوں کی تربیت کرے۔ اور انہیں قیادتِ راشدہ کا کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرے۔ جس کا وعدہ قرآن نے ان سے کر رکھا ہے۔“

کل اور آج کا موازنہ

پھر دیکھیے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کی ان آیات کو اپنی صورت حال سے کیسے جوڑا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت یہاں نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”ہم آپس میں بات چیت کرتے تھے کہ محمد ﷺ کے صحابہ بدر کے دن ۳۱۰ سے کچھ اوپر تھے۔ اتنے ہی جتنے طالوت کے ساتھی تھے جنہوں نے دریا پار کیا۔ اور صرف مومن ہی دریا پار کر سکے تھے۔“

امام ابن کثیرؒ حضرت براء رضی اللہ عنہ کے آخری جملے کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں فرمایا:

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

”جب طالوت اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے دریا پار کر لیا۔“

(تفسیر ابن کثیر، ۶۶۸/۱)

تاریخ سے عبرت

سید قطبؒ تاریخ سے سبق حاصل کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جانتے تھے کہ اس امت کی کئی نسلوں پر اسی طرح کا زمانہ آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر گزرا تھا۔ اور وہ اپنے دین اور ایمان کے اعتبار سے وہی موقف اختیار کریں گی جسے بنی اسرائیل نے اختیار کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے امت کو، تاریخ بنی اسرائیل کی تصویر کشی کرتے ہوئے، راستے کی ہر اونچ نیچ سے، جہاں پاؤں پھسلنے کا خطرہ ہو، خبر دار کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی دیر بعد جب بنی اسرائیل کا ملک خراب ہو گیا، ان کے مقدسات چھین لیے گئے اور دشمنوں نے انہیں خوب ذلیل کیا، بنی اسرائیل کو اپنے رب کی ہدایت اور پیغمبروں کی تعلیم سے روگردانی کے سبب تکالیف جھیلنی پڑیں۔ پھر ایک عرصے کے بعد ان کے اندر نیا جذبہ پیدا ہوا، دل میں ایمان جاگ اٹھا اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا شوق ابھرا۔ جس کی خاطر انہوں نے اپنے نبی سے قتال کے لیے بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس تجربے سے کئی حقائق سامنے آتے ہیں۔ جو ہر زمانے میں مسلمانوں کے لیے طاقتور پیغام کے حامل ہیں۔

سب سے بڑی عبرت تو یہ ہے کہ ایمان کے جاگنے سے جو جذبہ پیدا ہوا، باوجود اپنی تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں کے، اور باوجود یہ کہ راستے کے بیچ ہی اہل ایمان سے قوم کے بڑے بڑے گروہ کٹتے گئے، اس جذبے کے سبب اور اہل ایمان میں سے ایک انتہائی چھوٹے گروہ کی ثابت قدمی کے سبب پوری قوم نے بڑے اہداف حاصل کر لیے۔

جابروں کے ہاتھوں بری شکست، انتہائی ذلت، طویل دربدری اور رسوائی کے بعد انہیں فتح، عزت اور تمکین حاصل ہوئی۔ اور اسی کے نتیجے میں انہیں حضرت داود علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام جیسے

[19] ہم نے ان آیات کی تفسیر کا یہاں باختصار و تصرف ترجمہ کیا ہے۔ (فی ظلال القرآن، ۲۶۰/۱-۲۷۰)

بادشاہ ملے۔ یہ مملکتِ بنی اسرائیل کے لیے انتہائی عروج کا زمانہ اور سنہرا دور تھا۔ ایسا مقام جو انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کبریٰ کے دور میں بھی نہ ملا تھا۔

یہ فتح و کامیابی دل کے سیاہ پردوں کے نیچے دبے ایمان کے مدھم انگاروں کے یک دم بھڑکنے کا براہ راست نتیجہ تھی۔ اور پھر اس کے بعد چھوٹی سی جماعت کا جالوت کے طاقتور لشکر کے سامنے ڈٹنے کے سبب تھی۔ ''

(فی ظلال القرآن، ۱/ ۲۶۱-۲۶۳)

جہاد ہی حل ہے

آیات میں ذکر ہوا کہ بنی اسرائیل سے ان کے نبی شموئیل نے جب کہا کہ: ایسا نہ ہو کہ تم پر قتال فرض کر دیا جائے پھر تم نہ لڑو۔ تو عمائدین بنی اسرائیل نے جواب دیا: ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں جبکہ ہمیں اپنے ملک سے اور اہل و عیال سے نکال دیا گیا ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سید قطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے شعور و ادراک اور سمجھ بوجھ میں یہ بات واضح تھی کہ ان کے دشمن، در حقیقت اللہ اور اس کے دین کے دشمن ہیں۔ تب ہی انہوں نے اللہ کی راہ میں قتال کا مطالبہ کیا۔ اور ایسے دشمن جنہوں نے انہیں اپنے ملک سے نکال کر اہل و عیال کو غلام بنا دیا۔ اس لیے انہیں بخوبی علم تھا کہ اس دشمن کے خلاف قتال اب لازمی ہے۔ بلکہ ان کے سامنے واحد راستہ قتال کا ہی ہے۔ یہ ایسا معاملہ تھا جس کے بارے میں نظر ثانی اور بحث مباحثہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ بھلا ہم اللہ کی راہ میں کیوں نہ لڑیں؟

پھر جب انہوں نے لڑنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ یعنی ان کی اکثریت کے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ نے برا جانا۔ اس اکثریت کا فیصلہ جس نے مطالبہ کرنے کے بعد اور عملی میدان میں قدم رکھنے سے پہلے ہی فرضِ جہاد سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اکثریت ظالم ہے۔ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اپنے نبی کے ساتھ ظلم کیا۔ اس حق کے ساتھ ظلم کیا جسے جاننے کے باوجود اس کی تائید کرنے کی بجائے باطل گروہ کے لیے چھوڑ دیا۔ جو جانتا ہو کہ وہ حق پر ہے اور اس کا دشمن باطل پر ہے، جیسے کہ بنی اسرائیل کے اشراف کو علم ہو چکا تھا، تب ہی انہوں نے اپنے نبی سے ایسے بادشاہ کا مطالبہ کیا جس کے ساتھ وہ اللہ کی راہ میں قتال کریں۔ پھر ایسا شخص جہاد کو چھوڑ جائے، اور اس حق کے لیے نہ کھڑا ہو جسے وہ حق جانتا ہے، اور اس باطل کا مقابلہ نہ کرے جسے وہ باطل جانتا ہے، یہ شخص یقیناً ظالموں میں سے ہے جسے اپنے ظلم کی جزا ملے گی۔ اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ ''

اہل ایمان کی تحریض

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''لیکن پار کرتے ہوئے ان اہل ایمان نے کہا:
''ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں''۔

یعنی اپنے دشمن کی کثرت دیکھ کر اپنے آپ کو کمزور جانا اور دشمن کے مقابلے سے ہٹنے لگے۔ تب ان کے علماء نے انہیں تحریض دلائی۔ وہ جو جانتے ہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ کیونکہ فتح و نصرت تو اللہ کی دین ہے، کثرتِ تعداد اور کثرتِ اسلحہ کے مرہونِ منت نہیں۔ اس لیے انہوں نے فرمایا: جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ: **بارہا تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے** اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ''

(تفسیر ابن کثیر، ۱/ ۶۶۸)

ایمانی تربیت اور آزمائش

آگے فرماتے ہیں:

''اگرچہ عہد شکنی، وعدہ خلافی اور آدھے راستے میں ساتھ چھوڑنا بنی اسرائیل کے ساتھ ایک جڑی خاصیت تھی، لیکن یہ رویہ بہر حال ایک انسانی رویہ بھی ہے۔ ہر اس جماعت میں جس کی ایمانی تربیت ایک اونچی سطح تک نہیں بلند ہوئی، قیادت کو اس رویہ کا سامنا ہر زمانے میں ہو سکتا ہے، لہٰذا بنی اسرائیل کے تجربے سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ''

مزید فرماتے ہیں:

''انسان پر طاری ہونے والے جذبات کا امتحان صرف پہلی آزمائش تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ یہ بار بار لیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی اکثریت تو اسی وقت پیچھے ہٹ گئی جب ان کے مطالبے کے مطابق ان پر قتال فرض کر دیا گیا۔ اور ایک چھوٹا گروہ ہی نبی کے ساتھ کیے گئے وعدہ پر قائم رہا۔ یہ وہ

افراد تھے جو طالوت کی بادشاہی اور قیادت پر اعتراض اور بحث مباحثے کے بعد بھی ان کے ساتھ لشکر میں نکل پڑے۔ لیکن پھر اس لشکر کی اکثریت بھی پہلے مرحلے میں ناکام ہو گئی جب حضرت طالوت نے ان کے صبر اور ثابت قدمی کو آزمانے کے لیے دریا سے پانی نہ پینے کا امتحان لیا۔ پھر اس آزمائش میں کامیاب ہونے والا مختصر گروہ بھی آخر تک ثابت قدم نہ رہا۔ بلکہ دہشت اور رعب کے منظر کے سامنے، جب دشمن کی کثرت اور قوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اس وقت بہت سوں کا عزم اور ارادہ ٹوٹ گیا، اور دلوں میں لرزہ پیدا ہوا، اس کم ہمتی کے مقابلے میں صرف چنیدہ چھوٹی سی ٹولی ہی بچ سکی، جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اور کہا:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ

"بارہا تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے۔"

اسی تھوڑی سی جماعت نے جنگ کا پلڑا بدلا۔ اسے فتح نصیب ہوئی۔ اور عزت و تمکین کی حقدار ٹھہری۔"

آگے فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ اس یقین کی ضرورت قیادت کو ہوتی ہے:

"اہم بات یہ ہے کہ قیادت دیکھ رہی تھی کہ لڑنے والوں کی تعداد ہر آزمائش کے بعد کم سے کم ہوتی جا رہی ہے، لیکن ہمت نہ ہاری۔ آخر میں طالوت کے ساتھ مختصر سی جماعت ہی ثابت قدم رہی۔ لیکن ان کے خالص ایمان کی قوت پر یقین رکھتے ہوئے اور اہل ایمان کے لیے اللہ کے وعدے کو حق مانتے ہوئے طالوت ان کو لے کر جنگ میں کود پڑا۔"

قوتوں کا موازنہ

سید قطبؒ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ایک مسلمان کے لیے انسانی قوتیں دو قسم کی ہو سکتی ہیں۔ ایک ہدایت یافتہ، اللہ پر ایمان لانے والی اور منہجِ ربانی کی پیروی کرنے والی قوت۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس قوت کی تائید کرے اور خیر، حق اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔

دوسری قوت گمراہ قوت ہے، جو نہ اللہ سے جڑتی ہے نہ اللہ تعالیٰ کے منہج کی پیروی کرتی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس قوت کا مقابلہ کرے، اس سے جنگ کرے اور اس پر حملہ آور ہو۔

مسلمان کو نہیں ڈرنا چاہیے کہ یہ گمراہ طاقت بہت بڑی اور ظالم ہے۔ کیونکہ یہ قوت اپنے اوّلین مصدر، یعنی اللہ کی قوت، سے بھٹکنے کے سبب اپنی حقیقی قوت کھو بیٹھتی ہے۔ یہ قوت اس دائمی غذا سے محروم رہتی ہے جو کسی بھی طاقت کو محفوظ رکھنے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اجرامِ فلکی میں دہکتے ہوئے سیارے سے ایک بڑا جسم ٹوٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کچھ ہی دیر میں ٹھنڈا پڑ کر بجھ بھی جاتا ہے۔ اس کی روشنی مدھم اور تپش ختم ہو جاتی ہے۔ چاہے اس ٹوٹے جسم کا حجم خود کتنا بڑا ہو۔ اور اس کے برعکس ایک چھوٹے سے ذرے میں قوت، حرارت اور روشنی اس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک وہ اپنے اصل منبع سے جڑا رہے۔

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ

"بارہا تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ حاصل کیا ہے۔"

اس چھوٹے گروہ کا غلبہ قوت و طاقت کے اوّلین مصدر سے جڑنے کے سبب ہے، وہ سرچشمہ جس سے وہ قوت اور عزت دونوں حاصل کرتا ہے۔" (فی ظلال القرآن، ۱/۲۵)

جبکہ سورۂ بقرہ کی آیات کی تفسیر میں فرمایا:

"یہ اصول کہ: مومن گروہ تھوڑا ہو۔ یہ اس لیے ہے کہ یہی گروہ وہ مشکل اقدام اٹھانے کے لیے آگے بڑھتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور پسندیدہ مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس قلت کے باوجود یہی گروہ غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ قوت کے منبع سے جڑ کر کائنات میں غالب قوت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قوت جو سب پر غالب ہے، اپنے بندوں پر قاہر ہے، جابروں کی کمر توڑ ڈالتا ہے، ظالموں کو رسوا کر دیتا ہے۔"

(باقی صفحہ نمبر 114 پر)

نوائے فلسطین

وسیم حجازی

میرے قاتل کی مذمت میں جو تقریر ہوئی
میرے اشکوں کی جہاں بھر میں یہ توقیر ہوئی

میرے بچوں کے لیے آیا ہے صدقے کا کفن
میری ممتا کی بڑے پیار سے تحقیر ہوئی

میری فریاد گئی جس کے بھی دروازے پر
لفظِ فاصْبِر کی الگ ڈھنگ سے تفسیر ہوئی

جسدِ واحد کی مثالیں بھی پسِ پشت گریں
پھر سے تاریخ میں شرمندگی تحریر ہوئی

بے حس ہیں زمانے میں فراست کے امیں
میری غیرت تو حماقت سے ہی تعبیر ہوئی

میرے دشمن کے ستم پر جو سدا گنگ رہے
میرا بدلہ بھی وہی کہتے ہیں کہ تقصیر ہوئی

اب میں ہوں تو بن سکتا ہے کل کہ تُو بھی ہدف
ارضِ اقصیٰ پہ پہنچنے میں جو تاخیر ہوئی

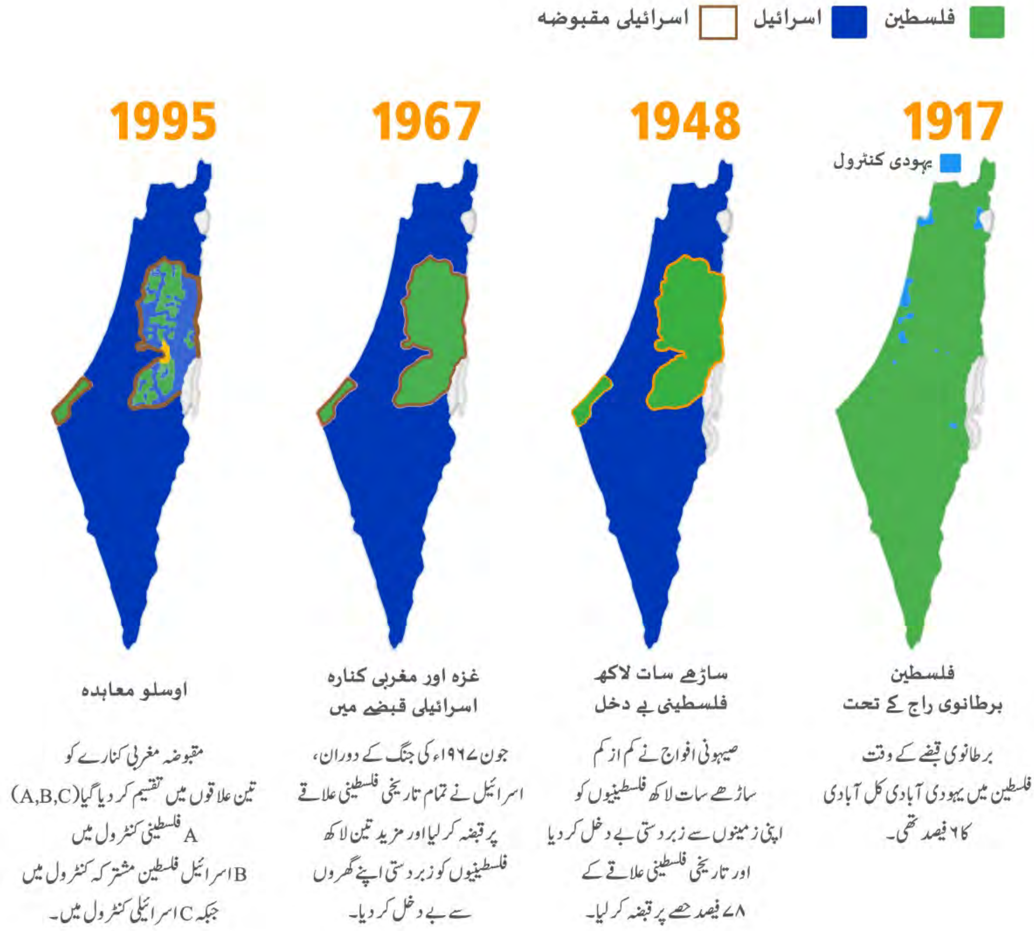
تیری چارہ گری کافی نہیں مجھ کو اگر
تیری امداد میں موجود نہ شمشیر ہوئی

شمعِ آزادی نہیں بجھتی بجھانے سے کبھی
اس سے شعلے میں مِرے خون سے تنویر ہوئی

میرے پتھر نے ہی توڑا ہے یہودی کا فسوں
تیری توپوں سے مگر کچھ بھی نہ تدبیر ہوئی

اسرائیلی جارحیت اور اہلِ فلسطین: انفوگرافکس

فلسطینیوں کی نسل کشی



اسرائیلی قبضہ

یہودی اسرائیلی
6,833,253

فلسطینی
6,749,500

مقبوضہ فلسطینی علاقہ
اسرائیل

اسرائیل

یہودی اسرائیلی
5,800,000

فلسطینی اسرائیلی
1,600,000

بیت المقدس

مشرقی بیت المقدس

اسرائیلی (آباد کار)
220,200

فلسطینی
345,000

مغربی بیت المقدس

اسرائیلی
349,700

فلسطینی
4500

غزہ

اسرائیلی
0

فلسطینی
2,100,000

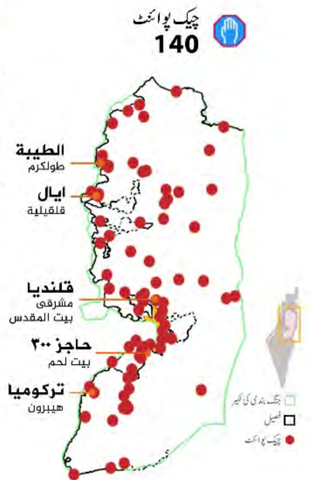
مغربی کنارہ

اسرائیلی (آباد کار)
463,353

فلسطینی
2,700,000

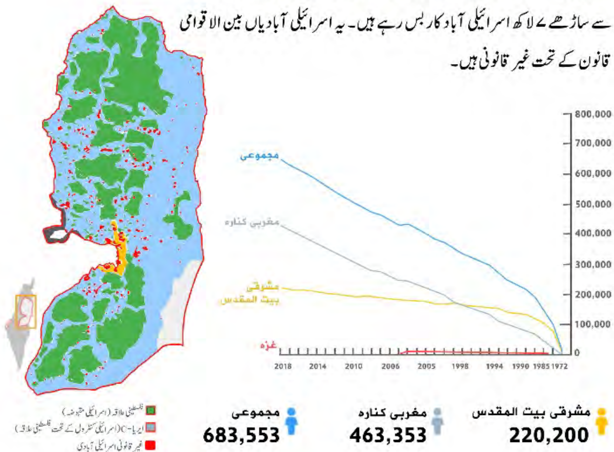
اسرائیلی چیک پوائنٹس

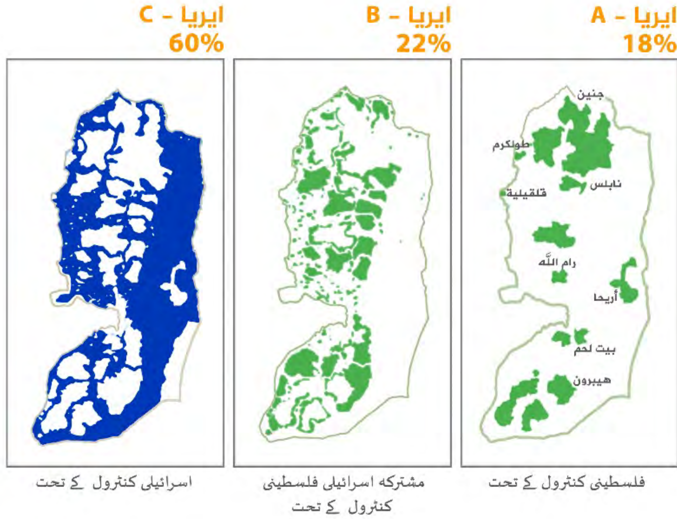
مغربی کنارے میں ۷۰۰ ٹریفک رکاوٹیں ہیں جن میں ۱۴۰ چیک پوائنٹس بھی شامل ہیں۔ روزانہ کام کے لیے اسرائیلی اجازت نامہ رکھنے والے ۷۰ ہزار فلسطینی روزانہ ان چیک پوائنٹس سے گزرتے ہیں۔

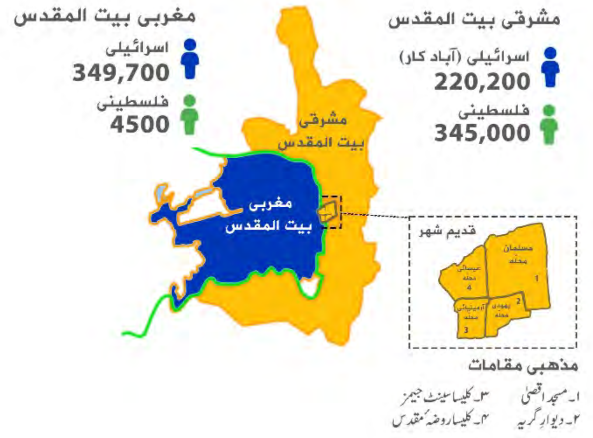


غیر قانونی اسرائیلی آبادیاں

مغربی کنارے اور مشرقی بیت المقدس میں ۲۵۰ یہودی آبادیاں ہیں جن میں ۶ لاکھ سے ساڑھے ۷ لاکھ اسرائیلی آبادکار بس رہے ہیں۔ یہ اسرائیلی آبادیاں بین الاقوامی قانون کے تحت غیر قانونی ہیں۔

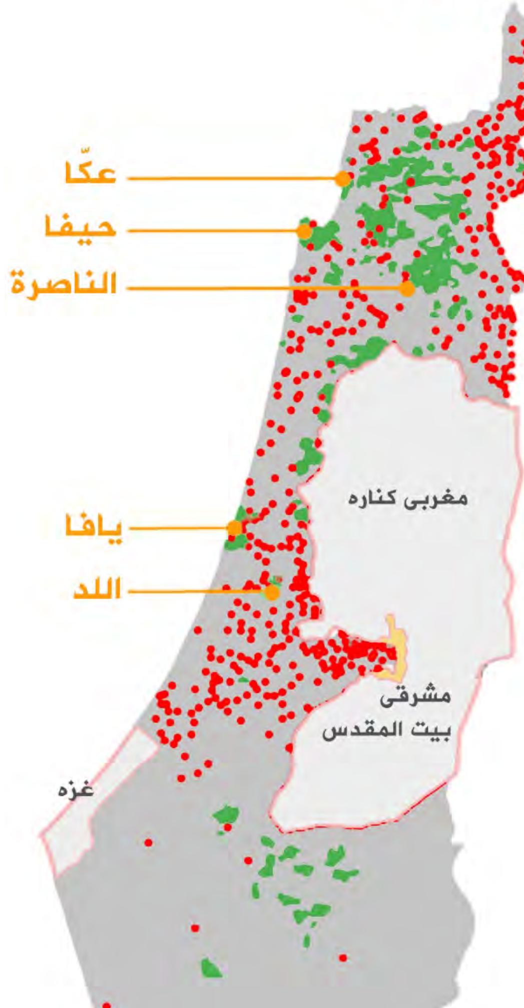






اسرائیلی فلسطینی شہری

تقریباً ۱۶ لاکھ فلسطینی اسرائیلی شہریت کے ساتھ موجودہ اسرائیل میں آباد ہیں۔ یہ فلسطینی ان کے ورثاء ہیں جو ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی ریاست کے قیام کے دوران اپنے دیہاتوں اور قصبوں میں باقی رہ گئے تھے۔



۱۹۴۸ء میں تباہ ہونے والے ۵۳۰ دیہاتوں کے مقامات

عربی بولنے والوں کی آبادیاں

فلسطینی مہاجر کیمپ

فلسطین اور پڑوسی ممالک میں موجود ۵۸ رسمی مہاجر کیمپوں میں ۱۵ لاکھ فلسطینی مہاجرین بس رہے ہیں۔ فلسطینی مہاجرین کی حالتِ زار دنیا کا طویل ترین غیر حل شدہ مہاجر مسئلہ ہے۔

اسرائیلی مقبوضہ
رسمی مہاجر کیمپ
رسمی کیمپ
58
کیمپوں میں آبادی
15 لاکھ

لبنان
شام
مقبوضہ شامی علاقہ گولان کی پہاڑیاں
بحیرہ طبریا
اردن
مغربی کنارہ
بحیرہ مردار
غزہ
ایریز راہداری
اسرائیل
شمالی غزہ
غزہ شہر
بحیرہ روم
دیر البلح
خان یونس
رفح
رفح راہداری
مصر

فصیل

۲۰۰۲ء سے، اسرائیل ۷۰۰ کلومیٹر سے زائد لمبی فصیل تعمیر کر رہا ہے۔ اس فصیل کا ۸۵ فیصد حصہ ۱۹۶۷ء کی بین الاقوامی توثیق شدہ حدود پر ہونے کی بجائے مغربی حدود کے اندر بنایا گیا ہے۔



غزّہ

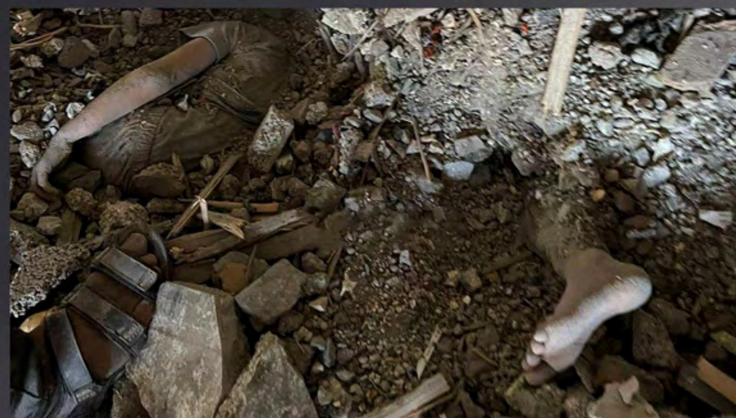
کی چند تصویریں

غزّہ کی تصویریں دیکھتے ہوئے زبان گنگ ہے
اور الفاظ گم......کاش یہ چند تصویریں ہی ہمیں
فرضیتِ جہاد سمجھا دیں!



ابن الشهيدة نبيلة نوفل






قصرة الآن





















بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟



اجنبی ___ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر ’اجنبی ___ کل اور آج‘، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللهم ارزقنا شہادة في سبيلك واجعل موتنا في بلد رسولك صلى الله عليه وسلم يا الله!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

دل جس کا ہوا، جان بھی وہ لے کے رہے گا!

لیکن جب ہم نے دعوت الی اللہ اور اس کے تقاضوں کو بھلا دیا، غیروں کے تصورات و معیارات کو اپنا لیا، ان کی اقدار کو قبول کر لیا، اسلام کے ذریعے عزت حاصل کرنے کے بجائے دنیاوی ترقیات کا غم دلوں میں بسا لیا تو اس کے نتیجے میں دلوں کے ساتھ ساتھ ہماری زمینوں اور جسموں پر بھی ان کی حکمرانی ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ ہمیں ہماری اصل بیماریوں اور اس کے نتائج کے بارے میں آگاہ کرتی ہیں:

”يُوْشِكُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعَي عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَي الْأَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا۔ فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ۔ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔“

(سنن ابي داود، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الاسلام)

”قریب ہے کہ کفر کی امتیں تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے ایک دو سرے کو اس طرح دعوت دے کر بلائیں گی جس طرح بھوکے ایک دو سرے کو دستر خوان پر دعوت دے کر بلاتے ہیں۔ اس پر ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس وقت ایسا ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا بلکہ اس وقت تو تم زیادہ تعداد میں ہو گے لیکن تم سیلابی پانی کے میل کچیل (اور جھاگ) کی طرح ہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے ضرور ہی تمہاری ہیبت ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دیں گے“ تو پوچھنے والے نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہن کیا ہے؟ فرمایا ”دنیا کی محبت اور موت کی کراہت“۔

ایک اور روایت میں ”موت کی کراہت“ کی جگہ قتال کی کراہت کے الفاظ مذکور ہیں۔ لہٰذا پتہ چلا کہ ہماری کمزوری کا سبب دنیا کی محبت اور جہاد سے نفرت ہے۔ یہ کمزوری دشمنوں کے دلوں سے ہماری ہیبت نکلوا دیتی ہے۔ اور جب ہیبت نکل جایے تو پھر کفار کے لیے ہم پر ٹوٹ پڑنا آسان ہی نہیں بلکہ ”ضروری“ ہو جاتا ہے، کیونکہ اندھیرے کی بقا کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ روشنی اور اس کے منبعوں پر یلغار کر دے۔

ہمارے انھی رویوں اور اس کے نتائج کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشادات بھی فرمایے ہیں:

”اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَاَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيْتُمْ بَالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهٗ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ“ (سنن ابي داود، كتاب البيوع)

”جب تم عینہ کے مطابق (سودی) سودے کرنے لگو گے اور گایے بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، زراعت اور باغبانی (کی زندگی پر) پر مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا جو اس وقت تک وہ نہیں ہٹایے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس پلٹ نہ آؤ۔“

کیا ہمارے یہی رویے ((وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا)) ”عنقریب یہ (اسلام) پھر سے اجنبی ہو جایے گا“ کی عملی شرح نہیں ہیں؟ کیا زبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ذلت کے مسلط ہونے کی جو خبر دی گئی ہے، ہماری موجودہ حالت کی اس کے علاوہ بھی کوئی تعبیر کی جا سکتی ہے؟

پھر وہی غربتِ اسلام کا زمانہ ہے

اسلام کی غربت اور اپنی درماندگی و ذلت کو جانچنا، پرکھنا آج کیا مشکل ہے؟ دور کیوں جایئے ___ آئینہ دیکھیے، اپنی گھڑی کی طرف دیکھیے، اپنی مصروفیات اور ترجیحات کا میزانیہ بنایئے، اپنی نمازیں، قرآن کی تلاوت و تعلیم، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع کی حرص اور روز مرّہ کے مسائل میں شریعت سے رجوع کا جائزہ لیجیے۔ پھر اپنے آرام کدوں میں بھی

جھانکیے، گھر کے دالان میں نشریاتی رابطوں پر کیا نشر ہو رہا ہے؟ سب اہلِ خانہ مل کر کیا دیکھ اور سن رہے ہیں؟ تہذیبِ کفر جو کچھ ہمیں سنا اور دکھا رہی ہے کیا وہ سبھی حرام و حلال کی تمیز کے بغیر کانوں میں اترتا اور آنکھوں میں ڈھلتا تو نہیں جا رہا؟ میز پر پڑے رسائل و جرائد میں چھپے نقوش اور تحریروں کو سمجھیے، نئی نسل کے انداز و اطوار کا تجزیہ کیجیے، اپنے بچوں کی نصابی کتابوں کا تجزیہ کیجیے، اپنی بچیوں کے لباس کو جانچیے، محلے کے جوانوں کی مصروفیات، ان کے مستقبل کی ترجیحات کو دیکھیے، بستی کی آبادی اور پھر مسجد میں نمازیوں کے تناسب کا شمار کیجیے، زکوٰۃ ادا کرنے والوں، وراثت کی شرعی تقسیم کرنے والوں کا (بشمول دیندار کہلانے والوں کے) تناسب نکالیے، چوپالوں کے مشاغل اور موضوعاتِ گفتگو سنیے، بینک کھاتوں اور سکیموں کی نوعیت کو سمجھیے، سُود سے بچنے والوں کی گنتی کیجیے۔ بسنت، نوروز، کرسمس میں اہلِ اسلام کا رنگ دیکھیے۔ عدالتوں میں نافذ قوانین کو پڑھیے، بلادِ اسلام کے اہلِ تخت و تاج پر نگاہ ڈالیے، پارلیمان میں پاس ہونے والے بلوں کا جائزہ لیجیے، این جی اوز کے لائحۂ عمل اور ان کے اثرات دیکھیے، ملٹی نیشنل کمپنیوں کی آمدنیوں کا سرسری اندازہ لگائیے۔ پھر فلپائن اور گجرات کے مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالیے، شیشان کی بستیوں کا خیال کیجیے، بغداد کے ہسپتالوں، فلوجہ کی مسجدوں، فلسطین کے بچوں، کشمیر کی ماؤں کا سوچیے، افغانستان کی شاہراہوں، دشتِ لیلیٰ، باگرام، گوانتاناموا اور ابوغریب سے گزریے، بوسنیا کے وہ بیس ہزار بچے، جنھیں صلیبی اپنا ہم مذہب بنانے کے لیے پورے مشرقی اور مغربی یورپ میں بکھیر چکے ___ ان کا تصور کیجیے۔ ڈیزی کٹر (بم)، ٹام ہاک (میزائیل) اور تابکار یورانیم ملے گولوں کے اہداف اور عالمِ اسلام کی سمندری حدود پر لنگر انداز بحری بیڑوں کے گھیراؤ کو دیکھیے۔ تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، شیشان، ترکی، پاکستان، لبنان، فلسطین، اردن، الجزائر، مصر، یمن، کویت، قطر، بحرین، متحدہ عرب امارات، عراق، افغانستان، انڈونیشیا میں قائم صلیبی صہیونی فوجی اڈوں کو دیکھیے، قبلۂ اوّل کی چوکھٹ پر لگے جھنڈے کو پہچانیے، بیتِ کعبہ ___ جی ہاں بیتِ کعبہ جہاں آپ ہر سال لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں ___ اس کے نواح و عقب میں 'نحن شرکاء لہٗ' کا نعرہ بلند کرنے والے، دنیا کو فساد سے بھرنے والے فرعونیوں کے اڈّوں اور ان میں کھڑے جہازوں اور عظیم تر اسرائیل کے نقشوں کو لیکن ___ مت دیکھیے کیونکہ آنکھیں آپ سے حساب مانگیں گی ___ اور مشکل پیش آجائے گی ___

اتنا پانی کہاں تھا قلزم میں
بہہ رہا ہے جو خونِ دل ہے مرا

یہ سب منظر دیکھ کر خود فیصلہ کیجیے کہ آج اسلام اجنبی، انجان، پردیسی اور نامانوس ہے یا نہیں!

پرکھوں سے وہ نسخۂ شفا کیوں نہیں لیتے؟

سوال یہ ہے کہ ایسے میں نجات کا راستہ کیا ہے؟ کن لوگوں کے لیے ہے؟ فرمایا کہ ((فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ)) ''بھلائی (اور سعادت) اجنبیوں کے لیے ہے''۔ اور کہا جا رہا ہے کہ ((......حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ))''...... یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف واپس پلٹ آؤ''۔ یعنی بتایا جا رہا ہے کہ جس راستے پر پہلے (والے) تھے، اُس کی طرف لوٹ آنا۔ جیسے وہؓ تھے ویسے ہو جانے کی کوشش کرنا تاکہ تمہیں بھی یہ بشارت مل جایے۔ ظاہر و باطن میں، سوچ اور فکر میں، ترقی کے تصور اور فلاح کے عقائد میں، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں، اولیاء اللہ کی ولایت اور اعداء اللہ کی عداوت میں، کفر و فسق اور گناہوں سے کراہت اور زینتِ ایمان کی محبت میں ___ موت کی یاد اور آخرت کی تیاری میں، انداز و اطوار، پسند و ناپسند، محبت و نفرت، معیشت و معاشرت اور تمدن و سیاست میں ___ تقویٰ، خشیت، انابت الی اللہ کی تڑپ اور جہاد فی سبیل اللہ ___ ان سب میں اُن کی مثال سامنے رکھنا! دنیا کے دھوکے میں مت آنا، اللہ ہی کی طرف بلانا، اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر، جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے، تو دیر مت کرنا، جہاد کو اسی طرح فرض جاننا جیسے یہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ......﴾ کے الفاظ میں نازل ہوا ہے۔ لیکن دیکھو اگر تم یہ سب کچھ کرو گے تو تمہیں ہاتھوں ہاتھ نہیں لیا جایے گا، بلکہ تم ''غرباء'' ___ غیر مانوس اور انجان بن جاؤ گے، جیسے پہلے والے بن گئے تھے۔ اگر تم ایسے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواکیے بغیر ___ دنیاوالوں کے چلن سے بچ گئے اور اللہ والوں کی راہ اختیار کر گئے تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ابدی خوشحالی کا پروانہ (فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ) مل جائے گا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب آپ نے اجنبیوں کے لیے خیر و سعادت کی بشارت سنائی تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجنبی کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ((اَلنُّزَّاعُ مِنَ الْقَبَائِلِ)) (احمد، مسند عبد اللہ بن مسعودؓ) ''اپنے قبیلوں سے (دین کی خاطر) نکل کھڑے ہونے والے لوگ''۔

مُسندِ احمد کی ایک اور روایت کے مطابق، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپؐ نے فرمایا:

((طُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ))۔فَقِيْلَ:مَنِ الْغُرَبَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ ((أُنَاسٌ صَالِحُوْنَ فِيْ أُنَاسِ سُوْءٍ كَثِيْرٍ مَنْ يَّعْصِيْهِمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ يُّطِيْعُهُمْ۔))

(احمد، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاصؓ)

(باقی صفحہ نمبر 113 پر)

گیارہ ستمبر کے حملے...... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابوزید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”عمليات ١١ سبتمبر: بين الحقيقة والتشكيك“ سے استفادہ ہے، جو ادارہ السحاب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنفِ کتاب کی ہیں، زبان کاتبِ تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسین میں سے ہیں اور بعد اً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ۱۴۴۲ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجلّے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے، تاہم اسلام اور جہاد سے محبت رکھنے والے قلم کاروں سے کتاب کا کامل اردو ترجمہ اردو داں مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی دہائی ہے۔ (ادارہ)

القاعدہ کی افغانستان میں منتقلی

تنظیم کی افغانستان منتقلی کے بعد تورا بورا کی پہاڑیوں پر کئی مشاورتی مجالس ہوئیں جن میں امریکی اہداف کے حوالے سے مشورہ کیا جاتا تھا کہ کون کون سے اہداف اہم ہیں۔ تاہم یہ امکانیات کی فراہمی تک محض مشاورت ہی تھی۔ تنظیم کے افغانستان کی طرف منتقل ہونے کے بعد خالد شیخ محمد (مختار بلوچی) کے جذبات تازہ ہو گئے اور انہوں نے پھر سے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا شروع کر دیا اور شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے منصوبے کے لیے زور دینے لگے۔ ان کا منصوبہ وہی تھا کہ امریکی طیاروں کو اغواء کر کے قیدیوں کی رہائی کے مطالبات رکھے جائیں اور نہ ماننے پر ان طیاروں کو فضا میں تباہ کر دیا جائے۔ حقیقت میں فضا میں ہی امریکہ کی طرف سے مطالبات کے مان لینے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے، اور یوں یہ کارروائی ابتداء سے ہی گویا استشہادی کارروائی تھی۔ خالد شیخ محمد اس سوچ کے بہت حامی تھے، پھر بالخصوص انھیں تو پہلے بھی کامیاب تجربہ تھا جب انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے فلپائن میں امریکی جہازوں میں مائع دھماکہ خیز مواد داخل کر دیا تھا جو ”منیلا کی کارروائی“ کے نام سے مشہور ہے۔ خالد شیخ محمد دوبارہ سے کارروائی کا امکان دیکھ رہے تھے۔ تنظیم کی قیادت نے ان کی اس سوچ کو رد نہیں کیا، مگر ان کی رائے تھی کہ اس سوچ میں تبدیلی لائی جائے اور ان جہازوں کو ایسا اسلحہ بنا دیا جائے کہ جس سے امریکہ کی مرکزی عمارتوں پر حملہ کر دیا جائے۔

یہ منصوبہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا تھا جب ان جہازوں کو وہی ہوا باز اڑائیں جو ہمارے اپنے ہوں۔ لہٰذا اب یہ طے پایا کہ ایسے استشہادی جہاز ران فراہم کیے جائیں جو امریکہ کی زمین پر ہی جہازوں کو ہائی جیک کریں اور پھر انھیں متعین اہداف سے ٹکرا دیں۔ یہ ۱۹۹۸ء کے نصف کی بات تھی۔ پھر جب تنظیم نے اسی سال کینیا اور تنزانیہ میں امریکی سفارت خانوں کو نشانہ بنایا، تو اس کے بعد عدن (یمن)[20] اور امریکہ دونوں میں عسکری کام کی تیاری ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

اب اکثر مشاورتی مجالس دو موضوعات کی بابت ہونے لگیں۔ اوّل یہ کہ استشہادی ہوا باز کیسے فراہم کیے جائیں اور دوم یہ کہ کون سے اہداف متعین کیے جائیں۔ اہداف کے تعین میں یہ بات طے پائی کہ اہداف اقتصادی، عسکری اور سیاسی اہمیت کے حامل ہونے چاہییں۔ اسی ضمن میں درج ذیل اہداف سامنے آئے؛ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی جڑواں عمارتیں، وائٹ ہاؤس، کانگریس، پنٹاگون، اور اقتصادی اہمیت کی حامل شیکاگو اسٹاک ایکسچینج کی عمارت۔ اسی طرح ایک رائے یہ بھی سامنے آئی کہ ایک ہی وقت میں امریکہ کی مختلف ریاستوں میں موجود اقتصادی اہمیت کی عمارتوں کو نشانہ بنایا جائے۔ لیکن یہ رائے اس بنا پر رد کر دی گئی کہ اس میں کام کا بہت زیادہ پھیلاؤ تھا، جبکہ ہم ابھی امریکہ کے خلاف جہاد کی ابتداء کر رہے تھے تو ایسے میں ہم نہیں چاہتے تھے کہ سب طرف آگ پھیلا دی جائے۔

[افغانستان میں تنظیم کے کام پر مزید بات کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اس سے قبل ہونے والی تنظیم کی سیاسی و دعوتی محنت پر بات کر لی جائے۔][21]

خرطوم سے سیاسی و دعوتی معرکہ کا آغاز

جہاں تک سیاسی سطح پر تنظیم کی محنت کا تعلق ہے تو یہ خرطوم کے زمانے سے ہی شروع ہو گئی تھی جب تنظیم نے عرب دنیا میں امریکہ کے آلۂ کاروں اور بالخصوص ان کے سرخیل سعودی عرب کے حکمرانوں کی حقیقت واضح کرنے کے لیے اپنی مہم کا آغاز کیا۔ یہ سعودی حکمران وہ تھے جن کا خمیر برطانوی کوکھ سے اٹھا اور پھر امریکہ کی غلامی کی طرف منتقل ہو گیا، یہاں تک کہ یہ عرب دنیا میں امریکی مفادات کے سب سے بڑے محافظ بن گئے۔

’هيئة النصيحة والإصلاح‘ کا قیام

جس زمانے میں تنظیم نے ’هيئة النصيحة والإصلاح‘ قائم کی تو یہ وہ زمانہ تھا جب کوئی بھی سعودی عرب کی حکومت پر تنقید کرنے کی جسارت نہ کرتا تھا، الا معدودے چند کے۔ اس کی

[20] اشارہ ہے عدن کے ساحل کے قریب امریکی بیڑے ’یو ایس ایس کول‘ پر استشہادی کارروائی کی طرف جو اللہ کے فضل سے ۲۰۰۰ء میں عمل پذیر ہوئی۔ (کاتب)

[21] بین القوسین عبارت خود کاتب کی ہے، تاکہ مضمون کا تسلسل نہ ٹوٹے۔ مصنف نے کتاب میں اسی ترتیب سے گفتگو کی ہے۔ (کاتب)

بڑی وجہ یہ تھی کہ سعودی حکمرانوں کا خطے پر اثر ورسوخ بہت زیادہ تھا اور انھوں نے دین کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا کہ وہ حرمین شریفین کے خدام ہیں، اہل سنت کے علمبردار ہیں۔ وہ اسلامی ممالک میں بڑی تعداد میں علماء و دعاۃ پر بہت انعام واکرام کرتے اور مساجد بنواتے، تاکہ اس طرزِ تعامل سے وہ مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکیں۔ ان کا گمان تھا کہ یوں وہ مسلمان عوام کو دھوکہ دے سکیں گے، اور وہ بھول گئے تھے کہ ایک دن آئے گا کہ ان کا مکروہ چہرہ مسلمانوں کے سامنے آجائے گا اور اس وقت ہر عام وخاص جان لے گا کہ جہادی تحریکات کی نظر بہت گہری تھی، ان کا تجزیہ قابلِ اعتبار اور ان کی بات درست تھی۔[22]

اس زمانے میں تنظیم نے کئی بیانات جاری کیے جن میں سعودی حکومت کے مکروہ کردار کو واضح کیا اور ان کی مغربی غلامی پر مبنی سیاست کے پول کھولے۔ ذیل میں ہم بعض کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے اس زمانے میں تنظیم کی سیاسی محنت کا نقشہ واضح ہو جائے۔

تنظیم نے ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۷ جون ۱۹۹۴ء کو هيئة النصيحة والإصلاح کی طرف سے بیان نشر کیا جس کا عنوان تھا: 'السعودية تنصر الشيوعيين في اليمن'۔ اس میں جنوبی یمن میں کمیونسٹ جماعت کی تائید کے سعودی رسمی بیان پر بات کی اور بتایا کہ اب جبکہ یمن میں اسلامی دعوت پھیل گئی ہے اور پورا یمن متفق ہو رہا ہے، سعودی حکومت اس اسلامی دعوت کے پھیلاؤ سے خائف ہے اور اسے خدشہ ہے کہ کہیں انتخابات[23] کے ذریعے اسلام پسند یمن پر قابض نہ ہو جائیں۔ چنانچہ سعودی حکومت نے اس کی روک تھام کے لیے یمن کی کمیونسٹ جماعت سے تعاون کا اعلان کیا ہے اور یمن کی تقسیم کی تائید کی ہے۔ یہ کام امیر سلطان بن عبد العزیز کی زیر سرپرستی یمن سے متعلق معاملات کی خاص کمیٹی کے ذریعے کیا گیا، اور یہ بادشاہ فہد کی مسلمانوں کی مصالح سے 'متصادم سیاست' کے موافق تھا، جس نے ۹۰ کی دہائی کی ابتداء میں سوویت یونین کو چار بلین ڈالر کی امداد فراہم کی تاکہ وہ اقتصادی بحران سے نکل سکے جس کا سامنا اسے افغانستان کی جنگ کے نتیجے میں کرنا پڑا، الجزائری نظام حکومت کو ۲ بلین ڈالر کی امداد فراہم کی تاکہ وہ اسلامی حکومت کے قیام کا راستہ روکے، شام کی نصیری حکومت کو تین بلین ڈالر کی امداد فراہم کی تاکہ وہ شام میں برپا اسلامی تحریک کو تباہ کر سکے۔

تنظیم نے بیان میں واضح کیا کہ

> ''سعودی حکومت کی اس حرکت کا نتیجہ مسلمان عوام کے درمیان اختلاف پیدا کرنا، خطے میں خانہ جنگی کو ہوا دینا، یمنی مسلمانوں کی کمیونسٹوں کے ہاتھوں تذلیل کروانا، مسلمانوں کی دشمن عالمی طاقتوں کو مسلمانوں کے معاملات میں دخیل کرنا اور ایسے عمل کا ارتکاب کرنا ہے جس کا ردِ عمل خود سعودیہ اور اس کے حلیفوں کے لیے بھی ناپسندیدہ ہوگا اور جس کے نتیجے میں کشمکش پورے جزیرہ عرب میں پھیل جائے گی اور اس کا وبال اسی پر پڑے گا جس نے چنگاری لگائی ہے۔ لہٰذا تنظیم علمائے صادقین اور داعیان کرام سے التماس کرتی ہے کہ وہ اس سازش اور اس کے پیچھے موجود افراد کو مسلمان عوام کے سامنے بے نقاب کریں اور وہ امت اور مسلمان عساکر کو ایسے حکمرانوں کے اسلام مخالف کاموں اور کمیونسٹوں کے تعاون میں اطاعت کا حرام ہونا بیان کریں۔''[24]

جب علماء و داعیان کرام نے سعودی حکومت کی جنوبی یمن سے متعلق مکروہ پالیسی کو واضح کیا اور حکمرانوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی پالیسی درست کریں اور علماء وطلبہ کی کثیر تعداد میدان میں نکل آئی، تو تنظیم نے علماء و داعیان کرام کی اس تحریک کی تائید میں بیان جاری کیا اور انھیں تحریض دلائی کہ وہ اپنی مساعی جاری رکھیں، اگرچہ اس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ تنظیم نے یہ بیان ۱۱ صفر ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۴ء کو جاری کیا اور اس کا عنوان تھا: 'علماء القرآن في مواجهة الطغيان'۔ اس بیان میں کہا گیا کہ:

> ''یہ جری مواقف اور اس پر حاصل شدہ عوامی تائید اس بات کا اعلان ہے کہ نظام حکومت جو ان علماء و دعاۃ کے خلاف بہتان طرازی کر رہا ہے، وہ سب بے فائدہ ہے۔ یہ مواقف اس بات کی دلیل ہیں کہ آج بھی امت میں ایسے علماء موجود ہیں جو حکمرانوں کے مقابل امام مالک، امام احمد، امام ابن تیمیہ اور امام عزالدین بن عبد السلام رحمہم اللہ کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مسلمان عوام کا ان علماء کے گرد جمع ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ سعودی نظامِ حکومت کے ساتھ اختلاف محض ایک ایسے گروہ کا نہیں ہے جو معاشرے سے کٹا ہو، بلکہ یہ اختلاف بہت گہرا ہے، اس کا موضوع اسلامی عقیدہ وشریعت ہے اور اس کا تعلق نظامِ حکومت کے فساد سے ہے۔''

پھر جب سعودی حکومت نے وائٹ ہاؤس میں بیٹھے اپنے آقاؤں کے اشارے پر ... جو جزیرہ عرب میں اسلامی بیداری سے خوف کھانے لگے ... ان علماء و داعیان کرام کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کیا تو تنظیم القاعدہ نے ۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴ء کو بیان جاری

---

[22] اللہ تعالیٰ شیخ ابو محمد پر رحم فرمائیں کہ ان کی بات کیسی درست ثابت ہوئی اور آج مسلم دنیا کی سبھی اسلامی تحریکات موجودہ سعودی حکومت کی گمراہی اور مغربی آلہ کاری کے حوالے سے متفق ہیں۔ (کاتب)

[23] اگرچہ ہم اس انتخاباتی فکر سے متفق نہیں ہیں جو غلبہ اسلام کے درست طریق کار کو نقصان پہنچاتا ہے۔

[24] یہاں بیانات کا خلاصہ بیان کیا جا رہا ہے، بیانات کے اقتباسات کے لیے اصلی کتاب کی طرف مراجعت کیجیے۔ (کاتب)

کیا جس کا عنوان تھا: 'السعودية تسفر عن محاربتها للإسلام وعلمائه'۔ اس بیان میں کہا گیا کہ:

''ہم هيئة النصيحة والإصلاح کی طرف سے ان جرائم کی مذمت کرتے ہیں اور ان جرائم کو حکومت کی طرف سے اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف صریح جنگ سمجھتے ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سعودی حکومت کسی بھی اسلام مخالف سیکولر حکومت سے مختلف نہیں۔ یہ جرائم دراصل حکومتی گروہ کی طرف سے اسلامی بیداری اور اس کی قیادت کو روکنے کے لیے سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ ہیں۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہیں کہ حکومت راست گو اہلِ حق علماء ودعاۃ کا سامنا نہیں کر سکتی اور ان کے موقف کا کوئی شرعی وعقلی جواب نہیں رکھتی۔ یہ جرائم اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ سعودی حکمران اور اس کا ٹولہ خارج سے آنے والے اوامر کا تابعِ محض ہے کہ علمائے حق کا خون بہایا جائے اور مظلوموں کو کچلا جائے۔ اور آخری بات یہ کہ یہ جرائم دشمنانِ اسلام یہود ونصاریٰ کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جاری سازشوں کی کھلی کڑی ہیں، اور یہ اہلِ ایمان کے مقابلے میں کفار کے ساتھ دوستی ومناصرت ہے جو کھلی گمراہی اور خسارہ ہے۔''

بیان کے آخر میں سعودی حکمرانوں کو اس بات سے بھی ڈرایا گیا تھا کہ اگر انھوں نے اپنی مکروہ سیاست جاری رکھی تو قریب ہے کہ جزیرہ عرب کے مسلمانوں میں بیداری مزید بڑھے گی اور وہ اپنے حقوق اور مقدسات کے دفاع کے لیے میدان میں آجائیں گے، جو بالآخر یہودیوں کے لیے ایک خطرہ بن جائے گا۔

پھر جب سعودی حکومت نے مزید دین دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے اس اصلاحی تحریک سے وابستہ علماء ودعاۃ اور طلبہ کو گرفتار کرنا شروع کر دیا اور اپنے خفیہ اداروں کے ذریعے اصلاح کی آواز کو تشدد سے دبانا شروع کر دیا، تو تنظیم نے سعودی حکومت کے ان اقدامات کے مقابلے میں ڈٹ جانے کا پیغام نشر کیا۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ کو جاری بیان بعنوان: 'لا تعطوا الدنية في دينكم' میں کہا گیا:

''سرزمینِ وحی پر بسنے والے اسلام کے جوانو! آرام کا وقت گیا اور عمل کا وقت آ گیا ہے، عزیمت اور اللہ پر توکل کر کے نکلو، اس سعودی نظام نے دعوتِ اصلاح اور علماء کے خلاف اپنے عساکر کو بھیج کر توحید کے منافی عمل کا ارتکاب کیا ہے اور سب سے بڑی حماقت اور تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جس کا بھیانک نتیجہ یہ عنقریب خود بھگتیں گے۔ اللہ کی قسم! یہ فتح وتمکین کے سفر کی ابتداء ہے، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: 'جب اللہ تعالیٰ اپنے دین کے غلبے کا ارادہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیتے ہیں جو دین کے خلاف مقابلے میں نکلتے ہیں، پھر انہیں کچل کر اللہ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کر دیتے ہیں'۔''

بیان میں یہ بھی کہا گیا:

''حکومت اور عوام کے درمیان یہ معرکہ انجانی غلطی نہیں ہے، بلکہ سوچی سمجھی چال ہے کہ مسلمان عوام کے دل میں موجود اسلامیت کو کچل دیا جائے۔ پس اپنے دین کے مقابلے میں کمتر پر راضی نہ ہوں، اور جو کوئی جنت کا طالب ہو تو سنتِ الٰہی ہے کہ اس پر آزمائش آتی ہے۔ بس اللہ کے حکم پر عمل کریں، حق کو کھل کر بیان کریں اور اس نظام کے باطل ہونے کا بیان جہاد باللسان کے ذریعے کریں، یہاں تک کہ لوگ جان لیں کہ آپ صحیح دین کی حق بات کر رہے ہیں۔''

سعودی حکومت نے اصلاح کے داعی علماء وطلبہ کو جیلوں میں ڈالا اور تشدد کا نشانہ بنایا، اور دوسری طرف مسلمان عوام کو دھوکہ دینے کے لیے بعض علماء ودعاۃ پر مشتمل ایک کمیٹی بنام 'المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية' قائم کی اور اسے ذمہ داری سونپی کہ وہ اصلاح کے عمل کا جائزہ (سعودی حکومت کی منشا کے مطابق) لے۔ اس کمیٹی کی صدارت وزیرِ دفاع سلطان بن عبد العزیز اور وزیرِ داخلہ نایف بن عبد العزیز کو سونپی گئی اور یہ دونوں لوگ ہی اسلام اور علمائے اسلام سے عداوت میں مشہور تھے۔ چنانچہ تنظیم نے اس کمیٹی کی حقیقت واضح کرنے کے لیے بیان جاری کیا جس کا عنوان تھا: 'المجلس الأعلى للضرار'۔ اور بیان میں کہا کہ:

''اس کمیٹی کا ایسے وقت میں وجود میں آنا ہی اس کے مقصد کو واضح کرتا ہے کہ اس کا مقصد مملکت میں اسلام کی حقیقی دعوت کو روکنا اور اس کی جگہ بادشاہوں کے دین کو رائج کرنا ہے، کیونکہ ان دونوں اشخاص کی تاریخ اسلام اور علماء ومشائخ کے خلاف بغض وعداوت سے بھری ہوئی ہے۔ کیسے کوئی عاقل انسان مان سکتا ہے کہ جن لوگوں کا کردار ہی اسلام دشمنی پر مشتمل ہے، انھیں اسلام کی خدمت کے لیے سامنے لایا جائے۔ پھر کمیٹی کے اختیارات غیر محدود ہیں، تاکہ مملکت میں کسی بھی قسم کی اصلاح کی دعوت ان کے اختیار سے باہر نہ ہو سکے، اور یوں علماء کی عام کمیٹی اور مفتی عام کے اختیارات بھی ان سے سلب کر کے کمیٹی کو دے دیے گئے ہیں۔''

[شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بعض فتاویٰ کے حوالے سے تنظیم کے بیانات][25][26]

اس کے بعد جب اسلام اور مملکت کے حوالے سے بعض فتاوی شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب نشر ہونے لگے تو تنظیم نے ان تمام فتاویٰ کے حوالے سے بھی شرعی موقف واضح کیا۔

۱) الف) جب مملکت نے سودی بینکوں کو قائم کیا تو تنظیم نے واضح کیا کہ سودی عمل کرنا اگرچہ حرام ہے، مگر سودی عمل کا قانون بنانا، حرام کو حلال کرنا ہے، اور یہ معاملہ صرف معاصی (گناہ) کا نہیں، بلکہ ایمان و کفر ہے، جیسا کہ فتویٰ میں اسے صرف معصیت سے تعبیر کیا گیا تھا۔

۲) جب بادشاہ فہد نے ہنستے چہرے کے ساتھ ساری دنیا کے سامنے اپنے گلے میں صلیب لٹکائی تو ہر طرف سے مسلمانوں نے ایک مسلمان کے صلیب لٹکانے کے حکم کی بابت علماء سے استفتاء شروع کر دیا۔ اس پر شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس طرح کا عمل ایمان و کفر سے تعلق نہیں رکھتا، اور ایسے نوازل (جدید معاملات) میں عذر دیا جانا چاہیے۔ اس فتویٰ پر غیرت مند مسلمان بہت غضبناک ہوئے۔ اس موقع پر تنظیم نے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

> "جب بادشاہ نے اپنے گلے میں صلیب لٹکائی اور ساری دنیا کے سامنے خوشی سے ہنستے ہوئے یہ عمل کیا، تو آپ نے اس کے اس عمل کی تاویل کی اور اس کی شناعت کے باوجود اس کے لیے جواز بیان کیا، حالانکہ بظاہر بادشاہ نے یہ فعل اپنی رضا اور جانتے بوجھتے اپنے اختیار سے کیا ہے، تو کیسے کفر نہ ہوا۔"

۳) پھر جب شیخ بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مشہور خطرناک فتویٰ دیا، جس میں سعودی حکام کو عراق کی طرف سے 'موہوم' جنگ کے خطرے میں اپنے ملک کے دفاع کی خاطر کفار سے مدد لینے کو مطلق جائز کہا تھا اور استعانت بالکفار کے مسئلے میں فقہاء کی بیان کردہ قیود و شروط کا اعتبار تک نہ کیا تھا، تو تنظیم نے کھل کر اس فتویٰ کی غلطی بیان کی اور شدت سے اس کے بھیانک نتائج کی مذمت کی کہ اس فتویٰ کے نتیجے میں کفار کی افواج کو حرمین میں داخلے کا موقع مل جائے گا اور انھیں حرمین سے دوبارہ نکالنے کے لیے ایک طویل جنگ کرنی پڑے گی، اور پورا ملک ان کے اثر تلے دب جائے گا۔ افسوس کہ حرمین کا آج یہی حال ہے۔

۴) پھر خلیج کی جنگ میں کویت کی آزادی کے نام پر صلیبی صہیونی اتحادی افواج نے سعودی حکومت کی مدد سے جنگ شروع کی تو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بھی جواز بیان کیا۔ تنظیم نے اس کی بھی مذمت کی اور واضح کیا کہ استعانت بالکفار اگرچہ عند الضرورہ جائز ہے، مگر اس کی شروط و قیود ہیں، جبکہ ہمارے حالات میں اس فتوی کے نتیجے میں مسلمانوں کا تقدس پامال ہوا اور ان کے مقدسات کی بے حرمتی ہوئی۔

۵) پھر جب شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فلسطین پر قابض یہودی سلطنت کے ساتھ مطلق صلح کے جواز کا فتویٰ دیا، جس کی توقع شاید خود اسرائیل بھی نہیں کر رہا تھا، تو تنظیم نے اس کے ردِ عمل میں ۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کو بیان جاری کیا جس کا عنوان تھا: 'رسالة مفتوحة إلى ابن باز ببطلان فتواه بالصلح مع اليهود'۔ اس بیان میں کہا گیا:

> "آپ کا فتویٰ مسلمانوں کو اشتباہ میں ڈالنے والا ہے کیونکہ اس میں ایسا اجمال اور ایسا عموم ہے جس سے گمراہ مفہوم نکلتا ہے۔ یہ فتویٰ تو کسی مبنی بر انصاف صلح کی بابت بھی ٹھیک نہیں، کجا کہ یہ یہود کے ساتھ ہونے والی جعلی صلح پر دلیل ہو جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ سب سے بڑی خیانت ہے۔ اسے تو کوئی عام مسلمان بھی تسلیم نہیں کر سکتا، کجا یہ کہ آپ جیسا عالمِ دین تسلیم کر لے جو اپنی قوم اور امت کے لیے غیرت رکھتا ہے۔ جو کوئی امت سے متعلق بڑے خطیر مسائل میں فتویٰ دینے کے منصب پر فائز ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان فتاویٰ کے عواقب کا اچھا علم رکھتا ہو اور ان کے نتیجے میں وقوع پذیر مفاسد کو بخوبی جانتا ہو۔"

۶) تاہم جب شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد اپنے فتویٰ پر اصرار کیا اور ...اپنے غلط نقطۂ نظر کی وجہ سے... یہود کے ساتھ صلح کے جواز کو تفصیلاً بھی بیان کر دیا تو تنظیم نے اس فتویٰ اور مسلمانوں کو کفار کے سامنے جھکانے کے ایسے دیگر فتاویٰ کے رد میں تاخیر نہ کی۔ اس موقع پر جاری بیان میں کہا گیا کہ:

> "جب آپ کے سابقہ فتویٰ سے مسلمانوں اور بالخصوص فلسطین کے مظلوم مردوں، عورتوں، بچوں اور مجاہدین کو حیرانگی ہوئی کہ آپ نے عرب حکمرانوں کی خائن سیاست کو شرعی لبادہ پہنایا اور انھیں جواز دیا کہ وہ یہود سے صلح کر لیں جس کا مطلب یہود کو فلسطین کی زمین پر ابدی قبضے کا حق

---

[25] یہ عنوان اصلِ کتاب میں نہیں ہے، بلکہ تسہیل کی خاطر ہم نے لگایا ہے۔ (کاتب)

[26] تنظیم کی ادبیات میں علمائے کرام، خاص طور پر کبار علمائے کرام جن کی حیثیت مسلمانوں میں مسلّم ہو، کے احترام پر ہمیشہ زور دیا جاتا ہے۔ البتہ علمائے کرام کے ایسے فتاویٰ جو حکام کے باطل اقدامات کو شرعی جواز دینے پر مبنی ہوں، اور جن کے خلاف دیگر اہلِ حق علمائے کرام کے فتاویٰ موجود ہوں، تو ایسے فتاویٰ کی تردید کرنا اور مسلمانوں کو ان کے مفاسد سے بچانا بھی تنظیم کی ادبیات کا خاصہ ہے۔ یہی اہل السنہ والجماعہ کا اعتدال ہے، کہ علمائے کرام کا احترام بھی ضروری ہے اور شریعت اسلامیہ کی غلط فتاویٰ سے صیانت بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنظیم نے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر کبھی تضلیل و تبدیع کے اوصاف منطبق نہیں کیے، تاہم ان کے غلط فتاویٰ کا رد ضرور کیا ہے۔ (کاتب)

فراہم کرنا ہے، ایسے میں سعودی مملکت میں بھی اور اس سے باہر بھی اہلِ علم نے اس پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور امت کو توقع تھی کہ آپ اپنے اس فتویٰ سے رجوع کر لیں گے۔ لیکن سب ہی اس وقت حیران ہو گئے جب آپ نے نہ صرف اپنے فتویٰ پر اصرار کیا، بلکہ اس میں یہود کے ساتھ صلح سے متعلق موضوع پر ایسی تفصیل بیان کی جس کی توقع تو یہود اور ان کے آلہ کار بھی نہیں کر رہے تھے۔ ایسے میں ہم نے ضروری سمجھا کہ اس فتویٰ پر اجمال سے چند نقاط ضرور بیان کریں۔ اول یہ کہ آپ نے جو دلائل بیان کیے ہیں، ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ 'شرائط' کی موجودگی میں صلح کر لینا جائز ہے۔ جبکہ اہلِ علم نے واضح کر دیا ہے کہ فلسطین سے متعلق ہونے والی صلح میں ایسی شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس صلح کی تمام شرائط تو وہ ہیں جو یہود نے لگائی ہیں۔ اس میں یہود کے مقابل دوسری طرف کا گروہ سیکولر مرتد حکامِ عرب کا ہے، اور معاہدے کی شق سے واضح ہے کہ یہ یہود کو فلسطین کی زمین پر دائمی حقِ قبضہ کی فراہمی اور جہاد کی معطلی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا اجماع اس پر قائم ہے کہ مرتد کو مسلمانوں پر کوئی ولایت نہیں اور مسلمانوں کی ایک چپہ بھر زمین پر بھی کافروں کو قبضہ نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ اجماعِ مسلمین کے مطابق یہ صلح باطل ہے۔ دوم یہ کہ فتویٰ کی بنیاد یہ ہے کہ اس وقت مسلمان ضعف کا شکار ہیں اور ضعف میں صلح کا معاہدہ کرنا جائز ہے، تو یہ بھی باطل ہے۔ کیا ایک ارب سے زائد مسلمان جو ہر قسم کے وسائل رکھتے ہیں اور اہم اسٹریٹیجک مقامات کے حامل ہیں، وہ فلسطین میں پچاس لاکھ یہودیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ مسلمان آج عسکری و مادی طور پر کمزور ہیں، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء اور سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے حکام نہیں ہیں۔"[27]

[مملکتِ سعودیہ میں غیر شرعی قوانین کے اجراء کی بابت تنظیم کا بیان][28]

مملکتِ سعودیہ میں غیر شرعی قوانین کے حوالے سے تنظیم نے واضح اور صریح موقف اختیار کیا اور ۵ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۳ اگست ۱۹۹۵ء کو ایک بیان جاری کیا۔ بیان میں کہا گیا کہ انسانوں کے بنائے قوانین کا اجراء کفر بواح ہے جو اسلام سے خارج کرنے والا ہے، اور ان قوانین کے قانون ساز زمینی الٰہ ہیں جو انسانوں کے لیے قانون بناتے ہیں جس کی اللہ نے کوئی اجازت نہیں دی۔ اس بیان میں بادشاہ فہد بن عبد العزیز کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا کہ:

> "تم نے اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف قوانین بنائے ہیں، جبکہ قرآن و سنت کے متواتر نصوص اور علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے بھی اللہ کے احکام کے مخالف وضعی انسانی قوانین کا ماننا اپنے لیے جائز کیا تو وہ اسلام سے خارج کافر ہے۔"

اس بیان میں اس نقطے پر تفصیلی دلائل ذکر کیے گئے تھے اور کفر کے بعض دیگر افعال کا بھی ذکر تھا جس کا ارتکاب سعودی حکام کر رہے تھے۔

سعودی نظامِ حکومت کی خامیوں کے اظہار میں تنظیم کی کامیابی

سوڈان میں قیام کے اس عرصے میں تنظیم اس حد تک تو کامیاب ہوئی کہ اس نے سعودی مملکت میں بہت سے علماء و دعاۃ تک ایک واضح پیغام پہنچا دیا جو سعودی حکام کے اقدامات کے حوالے سے ابھی شک میں مبتلا تھے، اور تنظیم نے ان کے سامنے واضح کر دیا کہ یہ حکام در حقیقت امریکہ و یہود کے حامی ہیں اور ان کے ساتھ خفیہ طور پر اتحاد و اتفاق کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ آج تو یہ تعلقات اعلانیہ استوار کیے جا رہے ہیں، اور حکامِ عرب کی ان تصریحات سے جہادی تحریکات کا کام آسان ہو گیا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو انھیں اپنی امت میں ان حکام کی حقیقت واضح کرنے کے لیے بہت محنت صرف کرنی پڑتی۔

سوڈان میں تنظیم نے جتنے سال بھی گزارے، اس عرصے میں امریکی مفادات کو ضرب لگانے کی ضرورت پر بحث ضرور رہی، مگر اس وقت رکاوٹیں بہت زیادہ تھیں۔ تنظیم کی سوڈان میں موجودگی کی وجہ سے وہاں کی حکومت کو عالمی و علاقائی سطح پر شدید پابندیوں کا سامنا تھا۔ اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے وہاں کی اقتصادی حالت کو بہت نقصان ہو رہا تھا، جیسا کہ سوڈان کے حکومتی مسؤولین بتاتے تھے۔

اسی طرح عالمی و علاقائی طاقتوں نے جنوبی سوڈان میں علیحدگی پسند لیڈر 'جون قرنق' کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھا رکھا تھا، اس کے لیے عرب ممالک کھلے تھے اور مال و اسلحہ کی بھرپور کمک جاری تھی۔ اس کی فوج کو سوڈان کی فوج کے مقابلے میں عسکری طور پر قوی کیا جا رہا تھا، جو پہلے سے پابندیوں کی وجہ سے ضعف کا شکار تھی۔ اسی طرح مغربی سوڈان میں 'دارفور' کے صوبے میں حکومت مخالف گروہوں کی تائید بھی عالمی و مقامی طاقتوں کی طرف سے کی جا رہی تھی، اور مشرق میں 'کسلا' کے صوبے میں حکومت سے مزاحم گروہوں کو قوی کیا جا رہا تھا۔ مشرق کے

[27] اس بیان میں مزید بھی کئی باتیں تھیں جو قارئین اصل بیان کی طرف مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ بیان انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

[28] یہ عنوان بھی اصل کتاب میں نہیں، ہم نے تسہیل کی غرض نے لکھا ہے۔ (کاتب)

گروپوں کے لیے خاص طور پر 'اریٹیریا' نے اپنی پشت کھول رکھی تھی، جہاں ان کے پاس محفوظ پناہ گاہ تھی اور وہاں سے یہ علیحدگی کی تحریک چلا رہے تھے۔ ان مخالف گروپوں کا ارادہ تھا کہ وہ مشرقی سوڈان میں الگ ریاست قائم کریں، جس کا دار الحکومت بحیرۂ احمر کے ساحل پر واقع 'پورٹ سوڈان' کے شہر کو بنایا جائے، جو سوڈان کی واحد بندرگاہ ہے۔ یوں 'خرطوم' کو اور سوڈانی حکومت کے تابع بعض دیگر صوبوں کو ساری دنیا سے کاٹ دیا جائے، اور اس حکومت کو ایک ایسی نئی حکومت کے قیام پر مجبور کیا جائے جو عالمی و مقامی طاقتوں بشمول سعودی عرب کے مفاد میں ہو۔

یہ وہ اسباب تھے جن کے سبب تنظیم کے لیے سوڈان کی زمین سے امریکی مفادات پر ضرب لگانا انتہائی دشوار تھا۔ سوڈان کی حکومت ردِ عمل کو برداشت کرنے سے عاجز تھی اور تنظیم کے پاس کوئی دوسری جائے پناہ نہ تھی، لہٰذا اس مرحلے پر تنظیم نے صرف اہداف کے ترصد پر ہی اکتفا کیا، جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا۔ اس ترصد میں بنیادی کردار قائد انس اللیبی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا رہا جو امریکی قید خانوں میں تعذیت کے سبب شہید ہوگئے۔ آپ سافٹ ویئر انجینیر تھے، اور تنظیم میں شعبہ دستاویزات کے مسؤول تھے۔ آپ بارود کے ماہر تھے اور انگریزی واطالوی زبان سمیت کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔

چنانچہ سوڈان میں قیام کے دوران زیادہ تر مجالس امریکی مفادات پر ضرب لگانے پر سوچ وبچار تک ہی محدود تھیں۔ اسی ضمن میں استفادے کی نیت سے شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ صومالیہ سے سوڈان آنے والے مجاہدین سے خاص طور ملتے اور امریکیوں کے خلاف صومالیہ میں کیے جانے والے کاموں کی رپورٹ سنتے، یہاں تک کہ تنظیم کے عسکری مسؤول شیخ ابو حفص الکومندان (عاطف) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو بھی رپورٹیں پہنچتی تھیں، وہ سب بھی شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائی جاتی تھیں۔

پھر جب سوڈان کی حکومت پر دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو انھوں نے عالمی و مقامی طاقتوں کے بعض مطالبات ماننے پر اتفاق کر لیا اور عمر البشیر کی حکومت نے تنظیم سے درخواست کی کہ وہ سوڈان سے چلے جائیں۔

سوڈان سے نکل کر افغانستان پہنچنے پر امریکی مفادات پر ضرب لگانے کا کام عملاً شروع ہوا، اور وہاں پہنچ کر سب سے پہلے شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے جزیرہ عرب پر مسلط امریکی افواج کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا عنوان تھا: 'إعلان الجهاد على الأمريكيين المحتلين لبلاد الحرمين'۔ اس بیان میں اول اسلام کے خلاف صلیبی دشمن کے بغض کو بیان کیا گیا تھا جس کے سبب مشرق و مغرب میں وہ مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہے ہیں، حتیٰ کہ معصوم بچوں اور عورتوں کے قتل تک سے نہیں چوکتے۔ پھر امت کی حالت پر بات تھی کہ کس طرح علماء ودعاۃ کو گرفتار کیا جاتا ہے اور انھیں قتل کیا جاتا ہے۔ اور کہا گیا تھا کہ اب مجاہدین کے پاس ایک محفوظ پناہ گاہ میسر آگئی ہے جہاں سے وہ امت پر سے ظلم کو رفع کرنے کی محنت شروع کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد سعودی حکومت کے دینی انحراف اور مادی فساد کا بیان تھا، جس پر وہاں کی کبار شخصیات بھی تحفظات رکھ رہی تھیں۔ ۱۴۱۱ھ میں علماء، دعاۃ، عمائدین اور تاجروں کا ایک وفد بادشاہ فہد کے پاس گیا اور اس بابت نصیحت کی، مگر حکومت کی طرف سے ان نصیحتوں کو مذاق میں اڑایا گیا اور درباری علماء کا ٹولہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ دوسری مرتبہ ۱۴۱۳ھ میں پھر ایک وفد بادشاہ سے ملا اور اسے نصیحت کی کہ کس طرح حرام وحلال میں حکومت خلافِ شریعت کا مرتکب ہو رہی ہے، میڈیا منکرات کو رواج دے رہا ہے اور جھوٹ کو سچ اور جھوٹوں کو سچا دکھا رہا ہے، عوام پر ٹیکس لگا کر ان پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے، خارجی سیاست میں دشمنانِ دین کے منصوبوں کو عملی کیا جا رہا ہے جبکہ مسلمانوں کے ساتھ خذلان کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ بیان میں بتایا گیا کہ اس نصیحت کا جواب بھی حکومت کی طرف سے تشدد کے ساتھ دیا گیا اور علماء اور دیندار نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا اور تعذیب کا نشانہ بنایا گیا، اور امریکیوں کو چھوڑ کر فوج وپولیس کو اپنے ہی مسلمانوں سے الجھا دیا گیا۔ بیان میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ اصل دشمن امریکی ہیں اور اس وقت بڑے دشمن امریکہ کو سرزمین حرمین سے نکالنے کے ہدف پر مسلمانوں کو اکٹھا ہونا چاہیے اور نظام کے ضرر کو برداشت کرنا چاہیے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جب کئی واجبات اکٹھے جمع ہو جائیں تو اہم ترین واجب کو مقدم کیا جائے گا، اور بڑے دشمن 'امریکہ' کو دفع کرنا اہم ترین واجب ہے۔ بیان کے آخر میں مسلمانوں کو اس خدشے سے ڈرایا گیا تھا کہ اگر اس واجب کے ادا کرنے میں ہم نے تاخیر کی تو جس طرح فلسطین کی مقدس زمین ہم سے چھن گئی، حرمین کے مقدسات بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے، اور تاکید کی گئی تھی کہ تمام مسلمان اس وقت اپنی جدوجہد کو صلیبی وصہیونی اتحاد کے خلاف جہاد پر جمع کر دیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆

یہودیت کا جال

حامد پالنپوری

طاقتیں تمہاری ہیں اور خدا ہمارا ہے
عکس پر نہ اتراؤ ، آئینہ ہمارا ہے
آپ کی غلامی کا، بوجھ ہم نہ ڈھوئیں گے
آبرو سے مرنے کا، فیصلہ ہمارا ہے
عمر بھر تو کوئی بھی، جنگ لڑ نہیں سکتا
تم بھی ٹوٹ جاؤ گے، تجربہ ہمارا ہے
اپنی رہنمائی پر، اب غرور مت کرنا
آپ سے بہت آگے، نقشِ پا ہمارا ہے
غیرتِ جہاد اپنی، زخم کھا کے جاگے گی
پہلا وار تم کر لو، دوسرا ہمارا ہے

دنیا جہاں کے طاغوتی کارکنان، شیطانی ابلیسی نظام کے تربیت یافتہ، حمایتی اشخاص کی کارکردگی، اور انقلابی مشن کے سراب کی جانب قدم بڑھاتے ہیں، اعدائے اسلام کی جدوجہد سے کون ناواقف ہے، دینِ اسلام کی سرکوبی کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا، دجالی نظام کا قیام، ان کی عبوری فکر، کٹھ پتلی حکومت کا خواب و خیال کس قدر سر پہ سوار ہے، یہودی تنظیمیں آج اپنے آقا دجال کی آمد کے انتظار میں اپنا تن من دھن لگا رہی ہیں۔ اسلامی حکومت و سلطنت کی بیخ کنی کے لیے شب و روز کوشاں ہیں، رحمانی نظام کے خاتمے، شیطانی دجالی نظام کے نفاذ کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں، نوجوانان اسلام، نوخیز صبیان کے ذہنوں میں مرتسم، اسلامی تہذیب کے نقوش و تصاویر کو نکال کر بے حیائی، فحاشی کو رگ و خوں میں رچانے بسانے کی سعئ بلیغ کر رہے ہیں، تاکہ دین اسلام کی مکمل تعبیر ان کے ذہنوں سے مفقود ہو جائے، اور یہ محض نام کے مسلمان رہ جائیں۔

مکروہ عزائم

انگریز نے کہا تھا کہ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہندوستان کا ہر فرد رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہو، لیکن ذہن و فکر کے اعتبار سے افرنگی ہو۔ چنانچہ یہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے اسلام کی سربلندی اور نفاذِ خلافت کی کنجی، جہاد فی سبیل اللہ کا وہم و خیال تک امت کے ذہن و دماغ سے نکال دیا، اور یوں غلامی کا طوق، مسلمانوں کے گلے میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ امت جہاد جیسے مبارک فریضے سے کوسوں دور ہوتی گئی، اور یہودیت اپنی راہیں ہموار کرتی گئی، مسلمانانِ عرب و عجم اس سازش کو سمجھ نہ پائے، اور یہ خونخوار دشمن، زہر میں بجھا، خنجر لے کر امت کے سینے کو زخمی کرتا رہا۔

میرا جسم میری مرضی کا نعرہ

یہودیت اپنی شرارت و خباثت میں روز اول ہی سے معروف ہے، زمانۂ ماضی کے اوراق پلٹتے ہیں، تو وہ اپنے ہی انبیاء کو قتل کرتے نظر آتے ہیں، تاریخی کتب کو کھنگالتے ہیں، تو بے شمار خباثتیں کرتے نظر آتے ہیں، غدر و بغض، احکامِ خداوندی سے اعراض ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔ سازشوں، گھٹیا حربوں سے مخلوقِ خدا کو ضرر پہنچانا، ان کی فطرت ہے۔ انہوں نے خسیس سے خسیس تر طریقے، رویے اختیار کیے، تاکہ کلی اعتبار سے مسلمان ناکارہ رہے۔ انہوں نے ہماری اولاد ہی کو ہمارے ہی سامنے بے حیا بنا دیا، حجاب کی حقیقت و اہمیت کو پیروں تلے روند ڈالا، اور جہاں بھر میں پردے کے خلاف، خواتین کے قلب و جگر، عوام کی فکر و نظر، میں یہ بات پیوست کر دی کہ اسلام عورت کو محبوس، اور آزادی سے محروم رکھتا ہے، چنانچہ یہ کہہ کر عوام کو بد ظنی کا شکار بنایا، پھر یہ بات اس قدر اثر انداز ہوئی کہ خواتین نے (ہمارا جسم ہماری مرضی) کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ اس طرح زنا کے اڈے گرم ہو گئے، غیرت و حیا رخصت ہو گئی، تعلیم و تربیت کے کنویں خشک ہو گئے، اور یوں ان دجالی نظام کے پرستار، یہودیوں کی بدبودار و مکروہ کوششیں، بارآور ہوئیں۔ اس کے باوجود اس دور تنزلی میں کچھ خدامست نوجوان، عزم و ہمت کے پیکر، شہادت کے خواہاں، کچھ بوریہ نشین، دستار سجائے، غاروں کو اپنا مسکن بنائے، امت کے بکھرے شیرازے کو یکجا کرنے، سسکتی خاک و خوں میں تڑپتی امت مسلمہ کو دلاسا دینے کے لیے، کمر کس لی، انہی بوریہ نشینوں، خاک پر بیٹھ کر سپر پاور سلطنتوں کے تختے الٹنے والوں کی مہربانی کہیے، کہ دشمن آج اگر خوف و ہراس میں مبتلا ہے، تو انہی کی برکات ہیں، اور انہی کی یہ کرشمہ سازی ہے کہ دجالی حکمران اپنے چیلوں کو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

ہاں یہ بات طے شدہ ہے، کہ فتح و نصرت اکثر و بیشتر اہل ایمان کے حصے میں آتی رہی ہے، گرچہ کبھی رخِ تصویر بر عکس نظر آتا ہے۔

غازیان صف شکن اور ان کی جدوجہد

یہودیت کا یہ کھیل، ایک نہ ایک روز ختم ہو گا اور یہود و اعدائے اسلام کیفر کردار کو پہنچیں گے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سرفروشی کی تمنا لیے اسلام کے جیالے، علمِ خلافت لہرادیں گے، پھر خدا کی زمین پر خدا کا نظام ہو گا، دجالی شیطانی قوتوں کا خاتمہ ہو گا۔ دین اسلام کے جیالے متوالے ان شاءاللہ کل کو انقلاب برپا کریں گے، یہ وہی مبارک لوگ ہیں، جو جنت نما کشمیر کی وادیوں میں، ماؤں، بہنوں کی عصمت و عفت کے خاطر، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اہلِ فلسطین و مسجد اقصیٰ کے خاطر اپنی جائداد، ماں باپ، پیارے بھائی بہن، کو چھوڑ کر روکھی سوکھی غذا کھا کر خشک روٹی کے ٹکڑوں پہ گزارا کرکے، زندگی جی لیتے ہیں۔ جن کی راتیں آہ و زاری میں کٹتی ہیں، جس وقت دنیا خراٹے لے رہی ہوتی ہے، دین کے یہ محافظ و سپاہی نبی کی حرمت، ماؤں بہنوں کی عصمت و عفت، کی خاطر آہ و بکا میں مصروف رہتے ہیں، ان کی زندگی (رُھبانٌ باللیل وفُرسانٌ بالنهار) کی عملی تفسیر نظر آتی ہے یہ وہی لوگ ہیں، جو طعنوں کی بوچھاڑ اپنوں کی دو دھاری تلوار کے زخم کھاتے رہتے ہیں، آج اگر یہودیت و صہیونیت کو اپنے مشن کی ترقی سے مانع اور سدراہ کوئی ہے تو یہی وہ غازیان صف شکن خدا کے وہ پر اسرار بندے ہیں، جن کی شبانہ روز محنتوں، اور کاوشوں سے انگریز یہود سرگرداں ہے، وہ جانتا ہے کہ ان جہادی دینی تنظیموں کی جڑیں کس قدر گہری، اور مضبوط ہیں۔

لیکن یہ دکھ بھی اندر سے کھا رہا ہے کہ یک جانب دشمنانِ اسلام کی یلغار ہے، تو دوسری سمت، امت مسلمہ مستقبل کے پرخطر طوفانوں سے بے خبر ہو کر کاہلی کا شکار ہے، آخر ہم کب تک خواب خرگوش میں مست رہیں گے، یاد رکھو، جو قوم اپنے ماضی کو بھلا دیتی ہے، وہ اپنے مستقبل کا سفر ہر گز طے نہیں کر سکتی، قومیں اپنے ماضی کے آئینے اور اس کی روشنی میں مستقبل کا سفر طے کیا کرتی ہیں۔ اسلاف کی تاریخ پڑھیے، اور اپنے موجودہ دور کو دیکھیے، فتنوں، سازشوں اور دشمنوں کی یلغار دیکھیے، کہ بڑے سے بڑے ستون، جڑوں سے اکھڑے چلے جاتے ہیں، عام چراغوں کی کیا اوقات، اس بلا کا طوفان ہے کہ روشنی کے مینار بھی کسی بڑھیا کے ٹمٹماتے چراغ لگنے لگے ہیں۔ جہاں دیدہ، تجربہ کار، ملاح بھی چپو چھوڑ کر طوفان کے تھمنے کا انتظار کر رہے ہیں، ہم خواہ لاکھ آزادی کے دعویدار بنیں، لیکن دنیا ہماری حالت زار پر افسوس کرتی ہے۔

مصلحت کی رٹ اور ہماری بے بسی

ہندو برہمن نے ہماری یادداشت پر ایسا وار کیا ہے، کہ جامع مسجد، لال قلعے کو دیکھ کر بھی ہمیں اپنی عظمت رفتہ یاد نہیں آتی، بابری مسجد کی شہادت کے بعد کئی مساجد شہید کی گئیں، لیکن سب کو سانپ سونگھ گیا، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی کسی کے کان پہ جوں تک نہیں رینگی، آنکھوں پر مصلحت کی پٹی، اس طرح باندھی ہے کہ کھولے نہیں کھلتی، تقاضۂ وقت کی روئی اس طرح کانوں میں ٹھونس رکھی ہے، کہ کچھ سنے سنائی نہیں دیتا، جس قوم کی عورتوں کو ہم نے عزت بخشی، آج وہی ہندو بنیے ہماری خواتین، پیاری بہنوں، کو سرِ بازار نیلام کرتے پھر رہے ہیں، ہماری کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہے، کہ پہلے یہ حرام خور، سود خور، چھپ چھپا کر ظلم کرتے تھے، اب ہماری بے بسی کی ویڈیو بنا کر عالمی میڈیا کو دیتے ہیں۔ آؤ! جہاد کی برکت سے ترقی کی راہیں ہموار کریں، یہودیوں کے اس فریبی سراب کو شکستہ کریں، دجال کے چیلوں کی بدکاری، بدخواہی کو بھی خواہانِ قوم بن کر طشتِ ازبام کریں، امت کو رہزنوں سے بچانا ضروری ہے، باقی اللہ محافظ ہے، دنیا کی کوئی طاقت، خواہ بلیک واٹر ہو یا یہودی دجالی تنظیمیں کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

ہماری بے حسی مردہ ضمیر

یہ بات پردۂ خفا میں نہیں ہے کہ بدخواہانِ اسلام نے اسلام و مسلمان کی جڑوں کو کمزور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے، لیکن جس غفلت و بے حسی اور خدا بیزاری و مردہ دلی کی زندگی اس دور انحطاط و پر فتن میں مسلمان بسر کر رہا ہے، اس کی نظیر زمانۂ ماضی میں ملنی شاید مشکل ہے۔ آسام کے نتیجے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، بچوں بوڑھوں کو گولیوں اور بارود کی نذر کر دیا گیا، کشمیری ماؤں، بہنوں کی عصمت دری کی گئی کیا یہ سب ہم نے نہیں دیکھا ؟ خدا کی زمین پر انصاف کا خون ہوتے نہیں دیکھا؟ کیا اقوامِ متحدہ اور اس کے زرخرید ممبران انصاف کے نام لیوا مسلم حکمران نے نہیں دیکھا؟

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رُسوائیِ پیغمبرؐ ہیں
بُت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پِسر آزر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خُم بھی نئے
حَرمِ کعبہ نیا بُت بھی نئے تُم بھی نئے

لیکن صد افسوس! کسی نے عملی قدم اٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی، ہمارے علماء جو کہ

آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

کے مصداق تھے ان کو حق گوئی کی پاداش میں سلاخوں کے حوالے کر دیا گیا، کئی ایک حساس، و بیدار مغز لیڈران قوم کو عقوبت خانوں کی خاردار جگہوں کے سپرد کر دیا گیا، آئے دن مساجد کی بے حرمتی وماب لنچنگ کی واردات، بہنوں کی عصمت دری کے واقعات روز افزوں ہیں، لیکن افسوس کہ یہ دیکھ کر بھی کسی کا ضمیر نہ جاگا، حقیقت تو یہ ہے کہ ان یہود و ہنود کو اپنے سروں پر ہم ہی نے مسلط کیا ہے، اس قدر ان کی ہمدردی جتائی کہ ان کے کان کھڑے ہو گئے، اور سروں پہ چڑھ بیٹھے۔ آج کے مسلمان کا نعرہ یہی ہے کہ اخلاق سے کام لو، کیا اخلاق محض نماز و روزہ

زکوۃ وحج کی ادائیگی کا نام ہے؟ کیا اخلاق بادلِ ناخواستہ اغیار کے سایہ تلے ہمدردی کے گُن گاتے ہوئے روباہی زندگی بسر کرنے کا نام ہے؟ یاد رکھو جس طرح ہم دردی، بھائی چارگی، غم خواری کے ساتھ پیش آنا اخلاق ہے، اسی طرح میدانِ کارزار میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے تلوار اٹھانا یہ بھی اخلاق ہے، بخدا تلوار اٹھانا، دشمن سے برسرِپیکار ہونا، اخلاق سے خارج ہوتا، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شمشیر نہ اٹھاتے، جب کہ قرآن آپ کے اخلاقِ عظیمہ کے متعلق اعلان کرتا ہے، (وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ) اگر دشمنوں سے بھڑنا، اخلاق کے منافی ہوتا، تو آپ نے تلوار کیوں چلائی؟ آپ غزوات میں کیوں تشریف لے گئے؟ کچھ مغرب پرستوں افرنگی تہذیب کے دلدادوں نے بڑا اچھا نرالا راستہ اختیار کیا۔

جن کا ایک پیر خشکی پر تو دوسرا تری پر ہے، کہتے ہیں کہ جہاد اقدامی کی کوئی ضرورت نہیں، دفاعی جہاد کافی ہے، اس کا انجامِ بد ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کہ امت جہادِ اقدامی سے تو درکنار، دفاعی سے بھی محروم ہوگئی ہے، یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے باغیوں سے جہاد و قتال کا ذکر آتا ہے، تو ان کی کشتیاں بھنور میں ہچکولے کھانے لگتی ہیں، نیز تاویلات فاسدہ سے ان جہادی آیات و آحادیث کو جہاد کے زمرے سے نکالنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ جہادی آیات واحادیث کو قرآن وحدیث سے خارج کردیں، البتہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ جہادی آیات واحادیث محض اپنی حفاظتی دفاعی کاروائی کی ترجمان ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن کریم کیا کہتا ہے، ارشاد ربانی ہے (تَعَالَوْاْ قَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُواْ) قرآنی اسلوب پر غور کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے، کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ہے، دفاعی حیثیت سے لڑنا اور ہے (الگ قسمِ جہاد ہے)، اگر جہاد کی حقیقت فقط مدافعت کی ہوتی، تو قرآن و احادیث میں جہاد اقدامی کی ترغیب کی چنداں حاجت نہ تھی، بتائیں کیا خلفائے اربعہؓ کے تمام جہاد دفاعی تھے؟، جی ہرگز نہیں، ان جانثارانِ محمدؐ نے اقدامی و دفاعی دونوں جہاد انجام دیے تھے، جب ان کے لیے تاویلات وحیلے روانہ تھے، تو ہمارے لیے کیوں کر روا ہوگئے، بہر حال مسلم حکمرانوں کی نیندیں ابھی تک پوری نہیں ہوئیں، خواب غفلت سے ابھی تک بیدار نہیں ہوئے۔

اُمَرا نشّہَ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے مِلّتِ بیضا غُربا کے دم سے

اس میں کوئی شک نہیں، کہ جب ہماری اسلامی مملکت کے فرماں روا برج خلیفہ، اور فلک بوس عمارات و محلات کی تعمیر میں لگے تھے، شب و روز اسی دھن میں مگن تھے، تب حربی ممالک کے حکمراں اپنی عسکری ملکی قوت کی مضبوطی میں لگے تھے۔ پھر وہ دن بھی دیکھنے کو ملے، کہ جب عراق و عربستان، بخارا و سمرقند جو کبھی اسلامی شان و شوکت کے مظہر، علوم و فنون کے گہوارے تھے، آج ان پر ظلم وستم کی سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ اسلام کے تابندہ نقوش محو ہو چکے ہیں، رفتہ رفتہ دشمن کا وار کارگر ثابت ہوتا گیا اور مسلم حکمران خوابِ خرگوش میں اور مست ہوتے گئے۔ مسلم حکمراں نے اپنی گردنیں خم کردی، نجس وخبیث، زانی شرابی امریکہ کی غلامی اور اس کے تلوے چاٹنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہوئے دست و پا کاٹ کر ان کے حوالے کرکے خود بے دست و پا ہو کر ان کی بیسا کھی کے سہارے چلنے لگے، اور یوں ہماری خود مختاری چھن گئی، اپنے ہی ملک میں پھر سانس لینا تک محال ہو گیا، پھر حالت بایں جا رسید کہ ان کے حرکات و سکنات سب امریکی خنزیروں کے ریموٹ کے تابع ہوگیا، دیکھیے تو سہی وہ عرب جو کل تک اپنی عظمت و شوکت کا سکہ جمائے بیٹھے تھے، یہودی کفری ممالک جس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے، آج وہ چوہوں کی صف میں کھڑے ہیں، جسے رب نے زمینی خزائن کا مالک بنا کر کفریہ سلطنتوں کو ننگی کا ناچ نچانے کا موقع فراہم کیا تھا، وہ خود آج ناگن ڈانس میں مصروف ہیں۔ جب ان کا سوتیلا باپ امریکہ کہے تب ناچتے ہیں، جب کہے تب بندر کی طرح اچھلتے کودتے ہیں، یہ وہی حکمراں ہیں، جو اپنی شناخت تو مسلمان سے کرواتے ہیں، لیکن ان کی کارستانیاں یہود و ہنود کو بھی شرما دیتی ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

☆☆☆☆☆

بقیہ: اوکاڑہ ملٹری فارمز

گویا یہ حدیث زمین کو آباد کرنے کی شرط لگا کر زمینوں پر ناحق قبضے کا راستہ بھی بند کرتی ہے اور دوسری طرف ہر فرد کو محنت کرکے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا ایک وسیع موقع بھی فراہم کردیتی ہے۔ اب ہر فرد کو اس کی محنت کے بقدر حصہ ملے گا جو شخص جتنی زیادہ محنت کرکے جتنی بڑی غیر مملوکہ زمین آباد کرنا چاہے شرعاً اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ اہالیان پاکستان کو اس جبر واستحصال کے نظام کے خلاف اور اس نظام کی محافظ فوج کے خلاف کھڑے ہونے کی توفیق عنایت فرمائیں تاکہ اگر ہم نہیں تو ہماری آنے والی نسلیں اس ظلم سے محفوظ ہو کر اسلامی شریعت کے پاکیزہ نظام کی بہاریں دیکھ سکیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

اوکاڑہ ملٹری فارم تنازع – فوج کی ہوس و استحصالی نفسیات کا آئینہ

حذیفہ خالد

شہر لاہور سے کچھ ۱۳۰ کلو میٹر دور ۱۷ ہزار ایکڑ پر پھیلے کھیت کھلیانوں پر لاکھوں مزارعین ایک صدی سے کاشتکاری کرتے آرہے ہیں، اس زمین پر ۱۹ گاؤں ہیں جن میں ڈیڑھ لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ یہاں زیادہ تر گندم، مکئی اور چاولوں کی کاشت ہوتی ہے۔ لیکن یہاں یہ کسی بڑے زمیندار کی زمین پر کام نہیں کر رہے بلکہ یہ ان زمینوں پر کام کرتے ہیں جس کو پاکستانی فوج اپنی ملکیت بتاتی ہے۔

یہاں یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ آخر کس طرح پاکستانی فوج ان زمینوں کی مالک بنی؟

اوکاڑہ کے ملٹری فارمز کی شروعات ہوتی ہے بیسویں صدی کے اوائل سے جب برطانوی راج نے مشرقی پنجاب کے باسیوں کو اوکاڑہ ہجرت کرنے کی ترغیب دی تاکہ وہاں زراعت شروع کی جاسکے۔ اوکاڑہ اس وقت جنگل بیابان تھا جس کو بعد میں برطانوی راج نے راوی اور ستلج دریا سے نہر نکال کر زراعت کے لیے ہموار کیا۔ اوکاڑہ میں کسانوں کو بٹائی نظام کے تحت کام کرنے کا کہا گیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جو فصل کاٹیں گے اس کا ایک حصہ برطانوی راج کو دیں گے اور دوسرا حصہ خود رکھیں گے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس علاقے کا شمار برٹش انڈیا کے زرخیز ترین علاقوں میں ہونے لگا۔ برطانوی راج نے کسانوں سے وعدہ کیا تھا کہ زرخیز ہونے کے بعد یہ زمینیں ان کے نام کر دی جائیں گی، مگر یہ وعدہ پورا نہ کیا گیا اور تقسیم ہند کے بعد یہ نظام پاکستانی فوج کے ذیلی ادارے ملٹری فارمز کے حوالے کیا گیا۔ معاملات اسی طرح چلتے رہے لیکن پھر سن ۲۰۰۰ء میں ملٹری نے ایک نیا نظام متعارف کروایا جسکے تحت مزارعین کو بٹائی کے بجائے نقدی دینے کا کہا گیا۔ اس بدلتی صورتحال پر ایک محقق ایمون مرفی نے لکھا کہ یہ نیا معاہدہ کسانوں کو ٹھیکیداری ملازمین میں تبدیل کرنے جارہا تھا۔ اس نئے معاہدے کی ایک شق کے مطابق اگر فارمز کی اراضی دفاعی ضروریات کے لیے درکار ہوئی تو مزارعین کو ۶ ماہ کے اندر زمین خالی کرنا ہوگی۔ جبکہ ایک اور شق میں کہا گیا کہ کسی بھی صورت میں زمینوں کے مالکانہ حقوق مزارعین کو نہیں دیے جائیں گے۔ اس نئے نظام کے تحت کنٹریکٹ کی میعاد پوری ہونے پر مزارعین سے زمینیں خالی بھی کروائی جاسکتی تھیں۔ کسانوں نے یہ نیا نظام ماننے سے انکار کر دیا اور یوں ملکیت یا موت کا نعرہ لگا کر ایک تحریک کا آغاز کیا جس کا مقصد تھا کہ جن زمینوں پر وہ کام کرتے آئے ہیں ان کے مالکانہ حقوق بھی انہی کو ملیں۔ مہر عبدالستار اس تحریک کے متعلق بتاتے ہیں:

> ”انجمن مزارعین پنجاب گزشتہ ۲۰ سال سے مزارعین کے مالکانہ حقوق کے حصول کی جدوجہد کر رہی ہے جب یہ کنٹریکٹ پالیسی یہاں پر لاگو کرنے کی کوشش کی گئی تو ردعمل میں علاقے کے حالات تبدیل ہوگئے بے بسی کا عالم تھا لوگ پریشان تھے کہ مستقبل میں ہمارا کیا بنے گا؟ ہمارا تو روزگار بھی متاثر ہو رہا ہے اور ہمارے جو وراثتی حقوق ہیں وہ بھی متاثر ہو رہے ہیں اور زمینوں پر نسل در نسل کاشتکاری کا جواز ہے وہ بھی ختم ہو رہا ہے تو لوگوں کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ بھی خدمت خلق ہے تو لوگوں کو استحصال سے بچانے کے لیے جدوجہد کی جائے۔“

جہاں اس نئے معاہدے کو لے کر ملٹری اپنی ضد پر اڑی رہی وہیں مزارعین نے اس کو ماننے سے صاف انکار کرتے ہوئے اس کے خلاف تحریک چلانے کا آغاز کیا اس تحریک نے مسیحی اور مسلمان دونوں مذاہب کے مزارعین میں اتحاد قائم کر دیا جو ایک حیرت انگیز بات تھی۔

حالات اس نہج پر کیسے پہنچے؟ آیئے اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مظاہروں کا آغاز ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۰ء سے ہوا جب تقریباً ایک ہزار کسانوں نے ڈپٹی کمشنر کے دفتر کے باہر پرامن دھرنا دیا۔ دو دن بعد یہاں رینجرز طلب کر لی گئی، رینجرز اہلکاروں نے نہتے کسانوں پر گولیاں برسائیں جس سے کئی لوگ زخمی اور جاں بحق ہوئے۔ اگست ۲۰۰۲ء اور مئی ۲۰۰۳ء میں تین تین ماہ کے لیے اوکاڑہ کا محاصرہ کیا گیا، جس کے دوران مزارعین کا رابطہ دیگر علاقوں سے ٹوٹ گیا، حتیٰ کہ اشیائے خوردونوش اور ادویات کی دستیابی سمیت پانی کی فراہمی بھی بند کر دی گئی جس کی وجہ سے فصل کو شدید نقصان پہنچا۔ اسی اثناء میں ریاست مزارعین کو نیا معاہدہ ماننے پر مجبور کرتی رہی۔ جب ملک کے چند باضمیر لوگوں نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان نے اوکاڑہ کا دورہ کیا تاکہ حالات جانے جاسکیں۔ ایچ آر سی پی کا کہنا تھا کہ دسیوں مزارعین کے اہل وعیال کو ریاستی دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا جسے ہیومن رائٹس واچ نے اپنی رپورٹ میں قلمبند کیا ہے۔

> ”رینجرز نے ۵ کسانوں سمیت محمد اقبال نامی ایک دودھ فروش کو حراست میں لیا جس نے ادارے کو بتایا ہمیں میجر طاہر ملک نامی افسر کے سامنے پیش کیا گیا جس نے ہم سے پوچھا کہ ہم نے کنٹریکٹ کے پیسے کیوں جمع نہیں کروائے؟ ہم نے انہیں جواب دیا کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اس افسر نے ہمیں برہنہ کروایا اور ہم کو مار لگوائی یہاں تک کہ ہم لہولہان ہوگئے۔“

۲۰۱۴ء میں یہ تنازع اتنا بڑھا کہ پاکستانی فوج ٹینکوں سمیت اوکاڑہ ملٹری فارمز میں داخل ہوئی اور طاقت کا استعمال کیا جس کے نتیجے میں چک ۱۵ کے نور محمد کمبوہ مارے گئے اور کئی گرفتاریاں کی گئیں۔ اپریل ۲۰۱۶ء میں انجمن مزارعین کے روحِ رواں مہر عبد الستار کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور اسی طرح انہوں نے بھی صعوبتیں برداشت کیں۔ بذریعہ پمفلٹس اور اشتہارات پروپیگنڈہ کروایا گیا اور اعلیٰ حکام کو رپورٹیں ارسال کی گئیں کہ مہر عبد الستار کے القاعدہ اور 'را' سے رابطے ہیں۔ دو مرتبہ ہائی سکیورٹی جیل بھیجا گیا اور دونوں مرتبہ تین تین ماہ کے لیے بیڑیاں لگوائی گئیں اور چوبیس گھنٹے بیڑیوں میں ہی رکھا جاتا۔ بیڑیاں کھلوانے کے لیے انسانی حقوق کی وکیل عاصمہ جہانگیر کو سپریم کورٹ میں لڑنا پڑا۔ دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات بنائے گئے اور اسلحے اور گرنیڈ اور غیر ملکی کرنسی کی برآمدگیاں ڈالی گئیں۔ ریاستی اداروں نے صرف کسانوں اور انکی انجمن کو ہی نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان کے ہمدردوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ ایسے ہی ایک ہمدرد صحافی حسنین رضا ہیں جنہوں نے نہ صرف خود دو سال قید میں گزارے بلکہ ان کے والد کو بھی اوکاڑہ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں رپورٹ کرنے کے جرم میں قید میں ڈالا گیا، جس کی وجہ سے ان کی ایک ٹانگ بھی ضائع ہو گئی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد حسنین رضا نے رپورٹنگ شروع کی اور ان کے خلاف بھی اس ایشو پر خبر لگانے کے جرم میں دہشت گردی کی ایف آئی آر کاٹی گئی۔ بقول حسنین رضا ایک خبر لگانے پر ۶ صحافیوں کے خلاف دہشت گردی کا مقدمہ بھی بنا۔ دورانِ قید انہیں آٹھ فٹ کے سزائے موت کے ایک سیل میں رکھا گیا اور ساتھ ہی ایک اہلکار بھی کھڑا کر دیا جو انہیں بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ کھانے کے نام پر مرچوں کا سالن اور سخت گرمیوں میں گرم پانی دیا جاتا تھا۔ سردیوں میں پتلا کمبل یا چادر دی جاتی تھی یا پھر میرے منہ پر کالا کپڑا ڈال کر کہا جاتا تھا کہ مختلف جانوروں کی آوازیں نکالو۔ قید کے دوران انھیں پتہ چلا کہ ان کے بھائی کو میونسپل کے محکمے سے یہ کہہ کر نکال دیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارے لیے مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حسنین کی دو بہنیں محکمۂ تعلیم میں ملازمت کرتی ہیں انھیں بھی مسلسل ہراساں کیا گیا، لعن طعن کی گئی اور بات یہاں تک آ گئی کہ انھوں نے محکمہ چھوڑنے کے بارے میں بھی سوچا لیکن ان کی والدہ نے ایسا نہ کرنے دیا۔

انجمن مزارعین پنجاب نے اپنی آواز کو بااثر حلقوں تک پہنچانے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے۔ ایک پلیٹ فارم انہیں پی ٹی ایم کی صورت میں ملا جب ۲۰۱۸ء میں پی ٹی ایم لاہور میں ایک ریلی کا انعقاد کر رہی تھی۔ اس موقع پر چک 12/4L کی بتُول بی بی نے نیوز رپورٹر کو بتایا کہ وہ اپنی فصلوں کو بچانے کی جنگ لڑ رہی ہیں۔ اس تحریک میں شامل لوگ پاکستانی فوج سے اپنے حقوق اور بالخصوص اپنی زمین مانگ رہے ہیں۔ بتول بی بی نے کہا:

> ''ہمارے آباؤ اجداد سیدھے لوگ تھے جو برطانوی راج کے دور سے ان زمینوں پر کھیتی باڑی کر رہے تھے۔ وہ اپنی زمینوں پر اگائی ہوئی گندم بغیر کسی حیل و بحث کے بٹائی کے طور پر دے دیا کرتے تھے۔ لیکن ۲۰۰۱ء میں ہم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ ہماری زمین ہے اور اس پر اگائی ہوئی گندم بھی ہماری ہے۔ اگر ہم یہ سب اٹھا کر فوج کو دے دیں گے تو ہمارے پاس کیا بچے گا؟''

تنازع کے نتیجے میں انیس سو لوگوں کے خلاف مختلف نوعیت کے مقدمات درج ہو چکے ہیں جن میں مردوں سمیت خواتین بھی گرفتار ہوئیں ہیں۔ چک ۱۲ سے اب تک ۱۵ خواتین کے خلاف مقدمے درج ہوئے ہیں۔ بتُول بھی کئی بار گرفتار ہوئیں اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کو گرفتار ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔ بقول بتول:

> ''ہم خواتین اپنے مردوں کے سامنے آ جاتی تھیں تاکہ فوج اور پولیس جب دھاوا بولیں تو پہلے ہمیں لے کر جائیں۔ اس کے نتیجے میں کئی خواتین کی زبردستی طلاق کروائی گئی تاکہ وہ شرمندگی کے مارے گھر بیٹھ جائیں۔''

اس تنازع کے سماجی اثرات یہ نکلے کہ ایک وقت میں مزارعین کی کئی لڑکیوں کی طلاق کروائی گئی تاکہ وہ شرمندگی سے گھر بیٹھ جائیں۔ اس بارے میں بتول نے کہا:

> ''جب ہمارے داماد جیل کاٹ کر گھر واپس آئے تھے تو انھیں پکڑ کر زبردستی طلاق ناموں پر دستخط کروائے گئے جس سے لڑکیاں گھر بیٹھ گئیں۔''

بتول نے بتایا کہ جب پولیس اور فوج نے سنہ ۲۰۱۴ء میں ان کے گاؤں کا گھیراؤ کیا تب انہوں نے اگلے گاؤں پیغام پہنچا دیا تھا۔

> ''ہم نے انہیں کہہ دیا تھا کہ ہمارے گاؤں کی جانب مت آنا چاہے ہم زندہ رہیں یا نہیں۔ اس کے بعد ہم سب خواتین ڈنڈے لے کر باہر نکل گئیں۔ کسی کا بازو ٹوٹا کسی کا سر پھٹا۔ فرق یہ تھا کہ ان کے پاس اسلحہ تھا اور ہمارے پاس ڈنڈے۔ جب ہم اتنی حد تک لڑ سکتے ہیں تو اتنی آسانی سے اپنی زمین بھلا کیوں دیں گے۔''

پاکستان کسان رابطہ کمیٹی کے جنرل سیکریٹری اور حقوق خلق پارٹی کے صدر فاروق طارق کے مطابق:

> ''جنرل مشرف کی آمریت کو چیلنج کرنے والی یہ پہلی عوامی تحریک تھی۔ یہ لوگ جلسے جلوس کرتے تھے، سڑکوں پر آتے تھے جو فوج، رینجرز اور پولیس کو نہیں پسند تھا۔ اس کے نتیجے میں انسانی حقوق کی کئی بار پامالی بھی کی گئی۔ اوکاڑہ ملٹری فارم پر جب جرنیلوں سے ہمارے مذاکرات ہوئے تو

> انہوں ے کہا اس زرعی زمین پر ہمارا حق ہے۔ ہم نے جواب دیا کہ اگر کھیتی باڑی آپ نے کرنی ہے تو اپنے جہاز اور توپیں ہمارے حوالے کر دیں۔“

مختلف ادوار میں سیاسی جماعتوں کی جانب سے ان کے حق میں بیانات بھی دیے گئے لیکن وہ سب زبانی جمع خرچ ہی تھا۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف نے اوکاڑہ کے کسانوں کو یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کی زمین ان سے کوئی نہیں چھین سکے گا لیکن یہ وعدہ ایفا نہ ہو سکا۔

مزارعین وزیرِ اعظم عمران خان کے دھرنے کے دنوں میں دیے گئے بیانات بھی یاد کرتے ہیں۔ خاص طور سے ۲۰۱۳ء کے عام انتخابات کے دوران دیے گئے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ وہ اوکاڑہ کے مزارعین کو حقِ ملکیت دیں گے۔ مزارعین کو یہ جدوجہد کرتے ہوئے دو دہائیاں بیت گئی ہیں، مہر عبدالستار عدالتوں سے خود کو بے گناہ ثابت کروا چکے ہیں، لیکن یہ جدوجہد تاحال کامیاب نہیں ہوئی اور لوگ ابھی بھی خوف میں مبتلا ہیں کہ کبھی بھی سیکیورٹی ادارے دوبارہ کسانوں اور مزارعین پر کریک ڈاون کریں گے۔ ان احتجاجی تحریکوں اور مزاحمت کا بہر حال ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۰۱۹ء کی ابتدا میں فوج کو مجبوراً کہنا پڑا کہ وہ ان زمینوں کی ملکیت نہیں چاہتی بس کنٹرول ان کے پاس ہے، ملکیت پنجاب حکومت کی ہے۔ فوج کی طرف سے موجود نمائندے نے ۳۱ دسمبر کو اسلام آباد میں نیشنل کمیشن آف ہیومن رائٹس میں اوکاڑہ ملٹری فارمز کے حوالے سے ہونے والی ایک سماعت میں بتایا کہ یہ تاثر غلط ہے کہ فوج اوکاڑہ ملٹری فارمز کی ملکیت چاہتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ”فوج کے پاس صرف زمین کا کنٹرول ہے۔“ یہ دوسرا موقع تھا کہ مزارعین اور فوج کے ترجمان آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ اس سے قبل فروری ۲۰۱۷ء میں نیشنل کمیشن آف ہیومن رائٹس میں اوکاڑہ انتظامیہ کی جانب سے جمع کرائی گئی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ فوج اور مزارعین کے درمیان تمام تجاویز پر بات چیت کے بعد معاہدہ جلد طے پا جائے گا لیکن اس کے باوجود بہت سے کسان بٹائی دینے پر راضی نہیں ہوئے اور معاملہ جوں کا توں رہا۔ سال ۲۰۱۷ء کے اُس معاہدے پر ۱۲۵۰ دستخط ہونے تھے لیکن اتنے ظلم و جبر، گرفتاریوں، مقدمات اور ’جبری طلاقوں‘ کے سبب صرف ۱۲۶ دستخط ہی ہو پائے۔ کسانوں کی اکثریت اس معاہدے کے خلاف ہی رہی۔ صحافی و کالم نگار محمد حنیف نے لکھا:

> ”پنجاب میں اچھی زمینوں کا کال ہے۔ افسران کی اگلی نسلوں کو دیے جانے والے پلاٹوں اور مربعوں کے لیے یہ زمین بہت ضروری تھی۔ پھر بھی فوج ۱۷ سال کی کوششوں کے باوجود مزارعوں سے قبضہ نہیں چھڑوا سکی۔ وسطی پنجاب کے لیے ملکیت یا موت کا نعرہ کچھ زیادہ ہی انقلابی تھا لیکن مزارعین کی مجبوری اور اس مجبوری کی وجہ سے بھڑکے ہوئے جذبات کا اندازہ اس وقت ہوا جب ایک میلی دھوتی اور صافے میں ملبوس ۸۵ سالہ مزارع نے بتایا کہ وہ جب بچہ تھا تو یہ زمین جنگل تھی اور اس نے اپنے باپ دادا کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے اسے قابلِ کاشت بنایا تھا۔ اب ایک میجر ریٹائر ہوتا ہے تو اسے پلاٹ مل جاتا ہے اور یہ مجھے میرے کچے گھر سے نکالنا چاہتے ہیں۔“

اوکاڑہ ملٹری فارمز کے تنازع کو اتنی تفصیل سے بیان کرنے کا سبب فوج کی ذہنیت اور نفسیات بتانا بھی تھا بالخصوص ان لوگوں کو جو اس فوج کے ظلم و استحصال کا حل پر امن (بے ضرر) مزاحمت بتاتے ہیں۔ جس فوج کو تمام صوبائی حکومتیں آنکھیں بند کر کے لاکھوں ایکڑ زمین ایک اشارے پر نواز دیتی ہیں وہ فوج ان زمینوں کے قبضے کے لیے پستی کی کس حد تک چلی جاتی ہے۔ اور پھر ایسی لاتعداد مثالیں موجود ہیں کہ ریاست صنعتکاری کو فروغ دینے کے نام پر کوڑیوں کے مول (تقریباً مفت ہی) زمینیں سرمایہ کاروں کو الاٹ کر دیتی ہے اور وہ نام نہاد سرمایہ کار بجائے فیکٹری لگانے کے اس زمین کو کچھ عرصہ رکھ کر کروڑوں کے منافع پر بیچ ڈالتے ہیں۔ جب یوں مفت زمینیں منظور نظر پراپرٹی مافیا کو بیچی جا سکتی ہیں تو ان کسانوں کو کیوں نہیں دی جا سکتیں جو ایک صدی سے ان زمینوں پر کاشتکاری کر رہے ہیں؟

شریعت کا اس تنازع کے معاملے میں کیا حکم ہے؟ علماء اور مفتیان کرام کو چاہیے کہ وہ اس کا حکم بیان کریں۔ شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروقؒ ایک مضمون ”اہل پاکستان: ایک فیصلہ کن دوراہے پر“ میں مردہ زمین کی آبادکاری کے متعلق لکھتے ہیں:

> ”شرعی نظام معاشرے کے عام افراد کو سوال کی ذلت سے بچانے، محنت سے حاصل کردہ کمائی کی عادت ڈالنے اور اس کی معاشی تنگی دور کرنے کے لیے حدیث نبوی ﷺ میں مذکور یہ عظیم اصول دیتا ہے کہ:
>
> من احیا ارضا میتته فهی له
>
> جس کسی نے مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہو گئی۔ (ابو داود، باب فی احیاء الاموات)
>
> پس اسلامی نظام اقتصاد میں جو شخص بھی کسی غیر مملوکہ بنجر زمین پر محنت کرکے اسے آباد کرے خواہ وہاں فصل کاشت کرے یا رہائش کے لیے کمرے وغیرہ بنائے تو وہ زمین اس کی ملکیت ٹھہرے گی۔

(باقی صفحہ نمبر 144 پر)

مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ہمارے حکمرانوں کی حمایت کی حقیقت

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمڈ فورسز)

امتِ مسلمہ پر مشرق سے مغرب تک ایک نظر دوڑا لیجیے۔ آپ کو ایک چیز مشترک نظر آئے گی اور وہ ہے کفار کا مسلمانوں پر براہ راست یا بالواسطہ (indirect) ظلم و ستم ڈھانا۔ مسلمان مغرب میں مراکش سے لے کر فلسطین، کشمیر، ہند و برما، وزیرستان و مشرقی ترکستان تک آپریشنز، قید و بند اور قتل و غارت کا شکار ہیں۔ ان مختلف خطوں میں ڈھائے جانے والے مظالم میں بنیادی اور واضح وہ ہیں جو براہ راست کفار کی طرف سے ڈھائے جاتے ہیں۔ جیسے فلسطین پر صہیونی یہودیوں کا ظلم، کشمیر و ہند میں بھارتی ہندوؤں اور ان کی پشت پناہ ہندو انتہا پسند حکومت کے مظالم یا مشرقی ترکستان کے مسلمانوں پر چینی ملحدین کی طرف سے ڈھائے جانے والا ظلم۔ اب یہ تو واضح ہے کہ ہماری حکومتیں مقامی طور مسلمانوں کے ساتھ برپا ظلم کو تو ظلم ہی نہیں سمجھتیں کیونکہ اس کو تو برپا ہی انہوں نے خود کیا ہوا ہے لیکن جب اصلی کافر مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہو تو وہاں چند مجبوریوں اور مفادات کی خاطر ان کو ظلم کے خلاف کچھ لفظی بیان بازی کرنی پڑتی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ ”مسلمان حکومتیں اور ان کی مسلمان افواج“ مظلوم مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے عملی اقدام اٹھاتیں لیکن اس کے لیے شرط وہی ہے جو اس جملے میں پہلے بیان ہوا کہ ”مسلمان حکومت اور مسلمان فوج“۔ تو یہ حق تو ادا نہیں کیا جا رہا البتہ جو لفظی ہمدردی اور حمایت کی جاتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ ان شاءاللہ آج اس کی اصلیت پر بات کریں گے۔

عمومی طور پر ہمارے ہاں جب کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم کی بات کی جاتی ہے تو وہ چند امور سے مشروط ہوتی ہے۔ جس میں عالمِ کفر کے مفادات کے بعد سب سے پہلا نمبر قومی مفاد کا آتا ہے۔ قومی مفاد کا مطلب تو آپ جانتے ہی ہوں گے ”جرنیلی مفاد“ کیونکہ یہاں اصل قوم تو فوج ہی ہے اور اس کے اختیارات چند جرنیلوں کے پاس ہیں۔ ہمارے ہاں آپ کشمیر میں ہندو کے ظلم کے خلاف ایک حد تک ”جس کا تعین جرنیل کرتے ہیں“ صرف بات کر سکتے ہیں۔ اس ہی طرح آپ فلسطینی مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے یہودی مظالم کے بارے میں صرف بات کر سکتے ہیں لیکن بالکل اس سے ملتی جلتی صورتِ حال سے دوچار مشرقی ترکستان کی مسلمان قوم سے آپ حمایت اس طرح نہیں کر سکتے جس طرح صرف لفظی طور پر کشمیری و فلسطینی مسلمانوں سے کیا جاتا ہے۔ مسئلہ کیا ہے؟ قومی ”جرنیلی“ مفادات۔ تو پہلی بات لفظی حمایتی بیانات کے بارے میں یہ واضح ہو گئی کہ یہ حمایتی بیانیے ہمارے قومی ”جرنیلی“ مفادات کے ساتھ مشروط ہوتے ہیں۔

دوسری بات ان لفظی بیانیوں کے بارے میں یہ ہے کہ اس میں حمایت کی مقدار اور اس کے حدود بھی ان کے اپنے مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ مطلب مظلوم سے اگر لفظی بھی حمایت کی جائے تو وہ ایسے کرنی چاہیے جیسے مظلوم کو مطلوب ہو لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے اور حمایت وہ کی جاتی ہے جو ان ”جرنیلوں“ کو مطلوب ہو۔ ظاہر ہے وہ اس سے زیادہ تو بول نہیں سکتے جس کی ان کو ان کے آقاؤں ”امریکہ و دیگر مغربی ممالک“ نے اجازت دی ہو۔ اس کی تازہ و واضح مثال مسلمانوں پر یہودی ظلم کے مخالف فلسطینی قضیے کے بارے میں ان کا رسمی موقف ہے۔ پاکستان کا موقف بھی وہی اقوام متحدہ کی طرح دو قومی ریاستوں کے وجود کا ہے۔ یہ آپ نیٹ پر سرچ بھی کر سکتے ہیں بلکہ یہی بیان پاکستان کے جرنیل نواز عبوری وزیر اعظم نے حال ہی میں دیا۔ جبکہ فلسطینی مسلمانوں کا مطالبہ و جدوجہد یہ ہے کہ اسرائیل نام کی کوئی ریاست ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ مکمل قبضہ ہے اور یہ پورا ملک فلسطین ہی ہے۔ تو یہ بھی واضح ہوا کہ موجودہ مسلم ریاستوں کا فلسطین کے ساتھ بیانات کی حد تک حمایت وہ حمایت نہیں جو بیانات کی حد تک بھی فلسطینیوں کو مطلوب ہو۔

تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ یہ جو لفظی حد تک نامکمل بیانات ہیں وہ بھی غبارے میں ہوا کی حد تک محفوظ ہیں۔ جیسے غبارے کو کانٹا لگنے سے ہوا نکل سکتی ہے یہ لفظی بیانیے بھی اس ہی طرح بدل سکتے ہیں۔ آپ حال ہی میں سعودی عرب و پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوششوں یا اس پر گرم کیے گیے میڈیائی ماحول کو دیکھ لیجیے جو حماس کے حملوں کی دھول میں اس ہی میڈیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا جس ہی نے یہ ماحول گرم کیا ہوا تھا۔ سعودی عرب و اسرائیل کے مابین تو رسمی وفود کا آنا جانا ہوا۔ اسرائیلی وزیر برائے سیاحت ”حائیم کاٹز“ نے ستمبر کے مہینے میں ریاض کا دورہ کیا اور اس ہی طرح سعودی ایمبیسیڈر ”نائف السدیری“ نے اسرائیل کا دورہ کیا۔ جبکہ اسرائیلی کے عہدہ دیدار کا بیان ہے کہ سعودی سمیت چھ سات مسلم ممالک اسرائیل کو تسلیم کر رہے ہیں۔ جس کے بعد سے میڈیا میں یہ سرگوشیاں تھی کہ اس میں ایک ملک پاکستان ہے۔

پاکستان ان ممالک میں شامل ہو یا نہ ہو جو اسرائیل کو تسلیم کرنے جا رہے ہیں لیکن ایک بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ پاکستان میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو نارملائز کرنے کے لیے باقاعدہ ذہن سازی کی جا رہی ہے اور اس کے تانے بانے اسٹیبلشمنٹ سے ملتے ہیں۔ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو نارمل کرنے کی موجودہ لہر مشرف دور ہی میں تازہ ہوئی جب مشرف نے ۲۰۰۵ء میں امریکی دورے کے دوران صہیونی وفد سے ملاقات کی اور ان سے تعلقات میں بہتری کے وعدے کیے۔ اس کے فوراً بعد ترکی میں اسرائیلی و پاکستانی وزرائے خارجہ کی ملاقات بھی اس کی اہم کڑی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک وہی ایک لابی ”اسٹیبلشمنٹ کی بنائی ہوئی“ اس مشن میں سرگرم ہے۔ سال ۲۰۲۱ء میں پی ٹی وی کے

صحافی ''احمد قریشی''کا، جس کو مشرف دور میں پروان چڑھایا گیا تھا، ایک پاکستانی و امریکی وفد کے ساتھ اسرائیل جانا ہوا، اس کے بعد مشرف کے چہیتے، مشرف دور کے وزیر برائے ترقی، بعد کے پی سی بی چیئرمین ڈاکٹر نسیم اشرف کی سربراہی میں پاکستانی و امریکی شہریوں کا دورۂ اسرائیل۔ اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہیں کرتا تو یہ وفود کس کی ایما و اجازت پر یہ دورے کر رہے ہیں؟

اس کا جواب اس تحقیق سے مل جاتا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ صرف سفارتی تعلقات کی بحالی میں یہ ذہن سازی نہیں ہو رہی بلکہ دفاعی تعلقات میں بھی کافی پیش رفت ہو چکی ہے۔ جس سے اصل محرک کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پاکستانی افواج نے پچھلے کچھ سالوں میں معمول کے خلاف صہیونی اسرائیلی افواج کے ساتھ کئی فوجی مشقوں میں حصہ لیا۔ اسرائیل کے ساتھ مشترکہ فوجی مشقیں؟ جی ہاں اس ہی اسرائیل کے ساتھ جس کو پاکستان رسمی طور پر تسلیم نہیں کرتا۔ جن بحری جہازوں نے سمندر کی طرف سے غزہ کے محصور مسلمانوں کا محاصرہ توڑنا تھا وہ سال ۲۰۲۲ء میں انٹرنیشنل میریٹائم ایکسرسائز (IMX) میں اسرائیلی افواج کی شانہ بشانہ مشقیں کر رہے تھے، جن جنگی فریگیٹس نے فلسطینی مسلمانوں کے لیے ضروری امدادی اشیاء جیسے خوراک و ادویات کی فراہمی کو یقینی بنانا تھا وہ سال ۲۰۲۱ء میں ایکسرسائز سی بریز (Sea breeze) میں اسرائیلی بحریہ کے ساتھ مصروفِ تعاون تھے، جن ہوائی جہازوں نے قدس و غزہ کی حفاظت کرنی تھی وہ سال ۲۰۱۶ء میں ایکسرسائز ریڈ فلیگ (Aerial) میں اسرائیلی افواج کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقیں کر کے اپنی صلاحیتوں کو مزید نکھار رہے تھے۔

تو یہ ہے شاخِ نازک پر کھڑا مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ہمارے جرنیلی حکومت کا ادھورا لفظی حمایتی بیانیہ جو کسی بھی وقت دھڑام سے مکمل گر سکتا ہے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ پالیسی صرف ہم سے زمینی مسافت پر دور مظلوم فلسطین و اقصیٰ سے نہیں بلکہ اپنی شہ رگ کہلانے والے کشمیر کے ساتھ بھی معاملہ سو فیصد یہی ہے۔ آج جب یہ سطور لکھ رہا تھا تو خبر موصول ہوئی کہ کشمیری جہادی تنظیم جیشِ محمد ﷺ سے تعلق رکھنے والے کمانڈر شاہد لطیف جو کشمیر میں ۱۶ سال قید رہ چکے ہیں کو ڈسکہ پنجاب میں ایک اور ساتھی کے ساتھ ''نامعلوم'' افراد نے ٹارگٹ کلنگ کر کے شہید کر دیا (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ نہیں۔ اس سے پہلے راولپنڈی اور راولا کوٹ کشمیر میں ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔ حالانکہ یہ وہی مجاہدین تھے جنہوں نے جہادِ کشمیر میں پاکستانی پالیسی ''جرنیلی مفادات'' کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچایا لیکن پھر بھی۔ LOC پر باڑ لگانے کی اجازت دینا، مجاہدین کو روکے رکھنا، کشمیریوں کو تنہا چھوڑنا، پھر کشمیر کے اندر موجود مقامی مجاہدین کی جاسوسی کر کے ان کے رپورٹ بھارتی فوج کو دینا، یہ سب کافی نہیں تھا کہ اب ان لوگوں کو بھی بھارت کی خوشنودی کے لیے قتل کیا جا رہا ہے جو کبھی ماضی میں اس جہاد سے منسلک رہے؟

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قتل RAW کروا رہی ہے جس کا ISI کے ساتھ تعلق نہیں۔ تو جواب ہے کہ اگر RAW راولا کوٹ، راولپنڈی، ڈسکہ پنجاب اور کراچی تک اپنے اہداف کو نشانہ بنا سکتی ہے تو پھر تو ISI کو RAW کو اپنا پورا ملک حوالے کر دینا مبارک ہو۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پاکستانی مسلمان اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی ایسی حمایت کریں جو اللہ کو مطلوب ہو، جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور جو اپنی مفادات سے ماورا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾

اللہ تعالیٰ پوچھ رہا ہے کہ تم کیوں ان مظلوم مسلمانوں کی نصرت میں ''قتال'' نہیں کر رہے۔ کیا جواب دیں گے اس پہلے سے لکھے ہوئے سوال کا؟

میرے پاکستانی بھائیو! فلسطینیوں کی حمایت ہونی چاہیے لیکن اس طرح جیسے اللہ کو مطلوب ہے اور یہ ہمارے مقتدر ''جرنیل طبقے'' کو منظور نہیں۔ اس لیے اگر فلسطین کی وہ حمایت کرنی ہے، وہ مدد کرنی جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، جو خود فلسطینی مسلمانوں کو مطلوب ہے، جس سے قبلۂ اوّل مسجدِ اقصیٰ کو آزاد کرایا جا سکتا ہے تو اس مقامی امریکی غلام جرنیلوں اور ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ یہ نجات صرف ایک طریقے سے حاصل کی جا سکتی ہے اور وہ ہے ''قتال فی سبیل اللہ''۔ ہاں اس عمل سے ہم اپنے ملک کا اختیار، وسائل کا اختیار، اس جنگی سامان کا اختیار جو اس وقت اسرائیل کے ساتھ مشترکہ مشقوں میں مصروف ہیں، ان خائن وامریکہ غلام جرنیلی طبقے سے لے کر مخلص اور امت کے ساتھ ہمدرد قیادت کے ہاتھوں میں تھما سکتے ہیں۔

منزل تک اگر کوئی راہ جاتی ہوئی دکھ رہی ہے تو بس یہی ہے!

☆☆☆☆☆

غزوۂ سیدنا عمر فاروق ﷛

میانوالی میں واقع پاکستان فضائیہ کے اڈے پر مجاہدین کے استشہادی حملے پر مختصر تجزیہ

جلال الدین حسن یوسف زئی

میانوالی میں واقع پاکستانی فضائیہ کی ایئر بیس پر 'تحریک جہادِ پاکستان' سے تعلق رکھنے والے مجاہدین نے اپنے ساتھی مجاہدوں کی جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے مبارک استشہادی انغماسی حملہ کیا۔

۴ نومبر ۲۰۲۳ء کی شب، سات فدائی مجاہدین ہلکے ہتھیاروں کے ساتھ میانوالی ایئر بیس میں داخل ہوئے، اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجاہدین بیس میں اہم مقامات پر پہنچ گئے اور کارروائی کا آغاز کر دیا، للہ الحمد مجاہدین اپنے اہداف کو کامیابی کے ساتھ حاصل کرتے ہوئے دشمن کے متعدد جیٹ طیاروں، ایک ریڈار سسٹم، ایک عدد ٹینک کو ناکارہ بناتے ہوئے درجنوں فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ مبارک کارروائی رات دو بجے سے عصر تین بجے تک جاری رہی، فوجی ترجمان ادارے 'آئی ایس پی آر' نے ماضی کی مانند اصل صورتحال کو چھپاتے ہوئے جھوٹ کا سہارا لیا اور حملے میں صرف اور صرف تین آپریشنل طیاروں کو معمولی نقصان کی خبر جاری کر دی۔ حالانکہ اصل صورتحال 'آئی ایس پی آر' کے بیان سے مختلف ہے۔

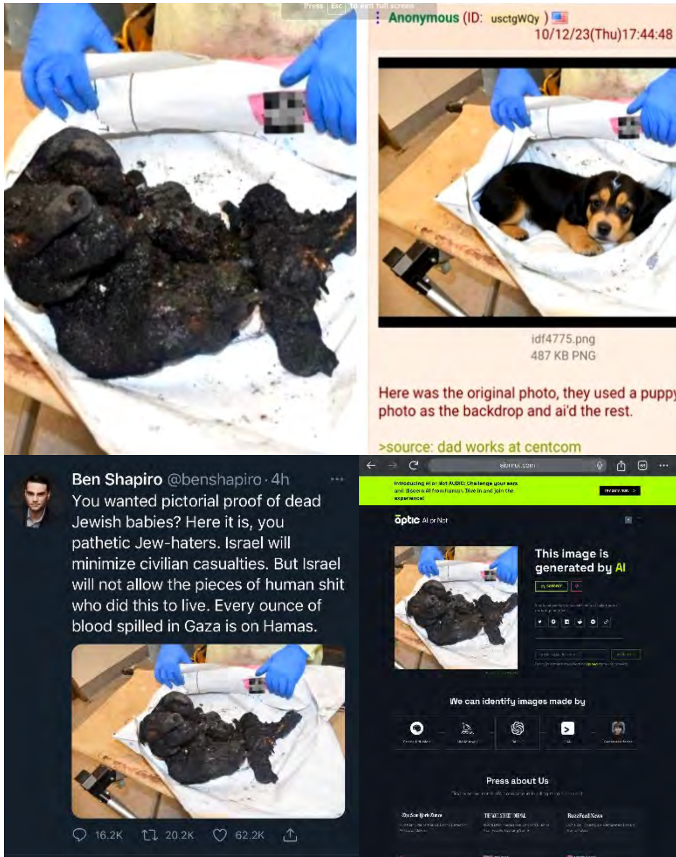
کارروائی کے اختتام پر تحریک جہاد کے رسمی ادارے نے ایک ویڈیو جاری کی جس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مجاہدین بیس کے اندر موجود ہیں اور دشمن کے جیٹ طیاروں کو راکٹ اور مائن سے ناکارہ بنا رہے ہیں۔ تیرہ گھنٹوں پر محیط یہ معرکہ سات مجاہدین کی شہادتوں پر کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

قبائل کی سرزمین پر شریعت کے متوالوں کے خلاف راہِ نجات، ضربِ عضب اور نجانے کتنے آپریشن کیے گئے، ان آپریشنوں میں مجاہدین سے زیادہ قبائل کے مظلوم عوام کو نقصان اٹھانا پڑا، ان کے بازار، گھر، مساجد و مدارس کو جیٹ طیاروں سے نشانہ بنایا گیا، بستیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کیا گیا، کتنی ہی معصوم کلیوں کو شہید اور کئی سوں کو یتیم کیا گیا۔ جب قبائلی مظلوم مسلمان فوج کے ظلم سے تنگ آکر افغانستان نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوگئے تو وہاں بھی ان کے کیمپوں کو پاکستان فضائیہ جیٹ طیاروں سے نشانہ بنایا گیا۔ ان مظالم میں زمینی فوج کے ساتھ ساتھ 'پاک' فضائیہ کا بھی کلیدی کردار رہا ہے، کیونکہ پاکستان فوج اپنے آقا امریکہ کی مانند آپریشن سے قبل علاقوں کو جیٹ طیاروں سے بمباری کر کے کھنڈرات میں تبدیل کر دیتی ہے اس مقصد کی خاطر تاکہ جب پیش قدمی ہو تو دشمن کی طرف سے مزاحمت نہ ہونے کے برابر ہو۔

مجاہدین کی کارروائیاں محض انتقامی کارروائیاں نہیں بلکہ یہ تو اپنے علاقوں خاص کر قبائل کے دفاع اور دوبارہ حصول کی خاطر ہیں۔

یہ کارروائیاں افواجِ پاکستان کے ہر افسر و جوان اور پاکستان فضائیہ کے ہر جی ڈی پائلٹ کو یہ پیغام دیتی ہیں کہ وہ اپنے بڑے افسروں کا حکم ماننے سے انکار کر دیں، ہر ایسا حکم جو اپنے ہی مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جاری کیا جاتا ہے، اپنے ہی قبائلی عوام کو امریکی ایماء پر خاک و خون میں نہلانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ ایسی کارروائیاں پیغام ہیں جرنیلوں، ایڈمرلوں اور ایئر مارشلوں کے لیے کہ وہ مجاہدینِ قبائل کے مبنی بر حق مطالبات کو تسلیم کریں اور قبائلی علاقوں سے نکل جائیں۔ بنوں میں سی ٹی ڈی کی جیل پر کارروائی سے معرکۂ چترال تک اور حالاً میانوالی میں پاکستان فضائیہ کی ایئر بیس پر ہونے والی کارروائیوں کا ایک ہی مقصد ہے۔

☆☆☆☆☆



یہودی پروپیگنڈے کی ایک مثال، جہاں ایک کتے کی تصویر کو 'آرٹیفیشل انٹیلی جنس' کے آلوں سے بدلا گیا اور حماس کے مجاہدین پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے ایک یہودی بچے کو جلا کر قتل کیا ہے، بعداً اس تصویر کی حقیقت کھل گئی۔



"ہِندُتوا" کیا ہے؟
हिंदुत्व HINDUTVA

تحریر: نعمان حجازی

ہندُتوا سے منسلک نظریات و تصورات (۲)

بھارت ماتا (Mother ‘Bharat’)

ہم گولوالکر کے افکار کی ذیل میں ذکر کر آئے ہیں کہ ہندو قوم پرست ہندو قوم کو ایک زندہ اور قابلِ پرستش وجود تصور کرتے ہیں۔ اس تصور کو وہ اَدْوِیت کے فلسفے سے ہی اخذ کرتے ہیں۔ لیکن اَدْوِیت کے فلسفے کے مطابق تو روح خدا کے وجود کا حصہ ہے اور اپنا علیحدہ وجود نہیں رکھتی۔ اس اعتبار سے تو سارے انسان ہی مقدس ٹھہرے۔ اس مشکل کے حل کے لیے ہندو قوم پرست ایک بودی توجیح پیش کرتے ہیں کہ انسان سے مراد ہندو قوم ہے ساری انسانیت نہیں۔ گویا یہ نظریہ 'وحدت الوجود' کا نہیں بلکہ 'وحدت الہنود' کا ہوا۔ اس حوالے سے ہم گولوالکر کے افکار نقل کر آئے ہیں جنہیں یہاں دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔ گولوالکر ایک زندہ و متحرک خدا کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "یہ بیان کہ خدا 'نِرکار' (بے پیکر) ہے، 'نرگون' (بے صفت) ہے اور اس طرح کی سب باتیں ہمیں کہیں نہیں لے جاتیں۔ عبادت کے بہت سے طریقے تشکیل پائے۔ لوگ مندروں میں جاتے ہیں اور بتوں پر توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ سوچ کر کہ یہ خدا کی علامتیں ہیں۔ لیکن یہ سب ہم متحرک لوگوں کو مطمئن نہیں کرتا۔ ہمیں ایک 'زندہ' خدا چاہیے۔ ایسے خدا کا کیا کام جو صرف سن سکتا ہو لیکن ردِّ عمل نہیں دے سکتا ہو؟ یہ علامتیں نہ تو روتی ہیں نہ ہنستی ہیں نہ ہی کوئی ردِّ عمل ظاہر کرتی ہیں، سوائے بلاشبہ اُن لوگوں کے سامنے جو انتہائی اعلیٰ درجے کے سنیاسی ہوں۔ لیکن باقی سب عام لوگوں کے لیے وہ خدا کی ایسی علامتیں ہیں جو کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتیں۔ اس لیے ہمیں ایک 'زندہ' خدا چاہیے جو ہم میں تحریک پیدا کرے اور ہمارے اندر چھپی طاقتوں کو اجاگر کرے۔"[1]

اگلے پیراگراف میں گولوالکر ثابت کرتا ہے کہ یہ 'زندہ' خدا خود ہندو قوم ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "ہمارے آباواجداد کہتے تھے 'ہمارے لوگ ہمارا خدا ہیں'۔ شری رام کرشن جو کہ انسانیت کے عظیم ترین استادوں میں سے ایک ہیں کہتے تھے، 'انسان کی خدمت کرو'۔ اس کے عظیم شاگرد سوامی وویکانند بھی یہی کہتے تھے۔ لیکن 'انسان' کو جب پوری انسانیت کے دائرے میں لیا جائے گا تو یہ ایک بہت وسیع اصطلاح ہے اور اس لیے اسے آسانی سے ایک اکائی کے طور پر دیکھنا اور محسوس کرنا بہت مشکل ہے۔ اسی لیے ایسا ہوا کہ بہت سے لوگ جو انسانیت کی خدمت کا خیال لے کر اٹھے وہ کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس لیے ہمارے آباواجداد نے، انسانی دماغ اور ذہانت کی حدود کو سمجھتے ہوئے کہا، 'انسانیت اور یہ سب تو ٹھیک ہے، لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس سطح تک پہنچ پائے، خدا کا تصور کچھ حدود و قیود کے ساتھ رکھنا ضروری ہے، جسے کوئی سمجھ سکے، محسوس کر سکے اور اس کی خدمت کر سکے۔' انہوں نے کہا کہ ہندو قوم 'وِروت پُرش' ہیں (یعنی خدا کی تجلّی)۔ اگرچہ انہوں نے 'ہندو' کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن یہ خدا کی درج ذیل تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ 'سورج اور چاند اس کی آنکھیں ہیں، ستارے اور آسمان اس کی ناف سے پیدا کیے گئے ہیں اور براہمن اس کا سر، بادشاہ اس کے ہاتھ، ویش اس کی ٹانگیں اور شودر اس کے پاؤں ہیں'۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو یہ چوہری (چار سطح کی) خصوصیات رکھتے ہیں، یعنی ہندو قوم، وہ ہمارا خدا ہے۔"[2]

لیکن اگر پوری ہندو قوم ایک خدا ہے اور قابلِ پرستش زندہ وجود ہے تو یہ بھی تو کسی ایک اکائی کا نام نہیں؟ یہ تو کروڑوں انسانوں پر مشتمل ہے تو پھر اس قوم کی عبادت کیسے ہو؟ کیا ایک ہندو خود اپنی ہی عبادت شروع کر دے؟ یا اپنے سامنے نظر آنے والے پہلے ہندو کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے اور اس سے اپنی آرزوئیں مانگے؟ ہندو قوم کو خدا کہنا اور اسے قابلِ پرستش کہنا ایک مضحکہ خیز صورتحال پیدا کر دیتا ہے۔ اس مشکل کا حل نکالنے کے لیے ہندو قوم پرستوں نے ایک نیابت کھڑا کر دیا، اور کہا کہ ہندو قوم کی الوہیت کا اظہار 'بھارت ماتا' سے ہوتا ہے جو محض

[1] Bunch of Thoughts by M. S. Golwalkar p. 46

[2] Bunch of Thoughts by M. S. Golwalkar p. 46, 47

ایک مورتی نہیں بلکہ ایک زندہ خدا ہے۔ یہ خدا کی بھی علامت ہے اور ہندو قوم کی بھی جو دونوں ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی وجود کا حصہ ہیں۔ اس لیے مقدس ہیں۔

گولوالکر بھارت ماتا کی حدود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ہمالیہ کے ساتھ ہماری مادرِ ارضی نے اپنے دونوں بازو دو سمندروں میں ڈبو رکھے ہیں، آرین (ایران) اس کے مغرب میں ہے اور سرینگاپور (سنگاپور) اس کے مشرق میں، جبکہ سری لنکا (سیلون) جنوبی سمندر کی طرف سے ایک کنول کا پھول ہے جو کہ ماتا کے چرنوں میں نچھاور کیا گیا ہے۔ یہ وہ تصویر ہے جو کئی ہزار سال تک لوگوں کے ذہنوں میں تابندہ رہی۔"[3]

لفظ 'بھارت' کی اصل

اس سے پہلے کہ ہم بھارت ماتا کی اصطلاح کی تفصیل میں جائیں پہلے یہ جاننا ضروریہ ہے کہ ہندوستان کی سرزمین جسے 'ماتا' کہا جارہا ہے اس کے لیے بھارت کا لفظ کہاں سے آیا۔

ہندومت کی دیگر اصطلاحات کی طرح اس لفظ کی اصل کے حوالے سے بھی مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ بھارت کا لفظ 'بھرت' سے نکلا ہے جو کہ 'آریاورت'[4] کا مرکزی قبیلہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ دوسری ہزاروی قبل مسیح میں جنوبی افغانستان میں دریائے 'سرسوتی' کے کنارے آباد تھا۔ اس قبیلے کا بادشاہ 'دیوداس' تھا۔ دیوداس کے بیٹے سُداس کے ساتھ ایک اور بڑے قبیلے 'پورو' کے سربراہی میں دیگر تمام قبائل کے اتحاد نے جنگ کی جسے 'دس بادشاہوں کی جنگ' کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں 'بھرت' قبیلے کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد 'بھرت' اور 'پورو' قبائل کی اولادوں نے شمالی ہندوستان (ہریانہ اور اترپردیش کے بعض علاقے) میں 'کوروسلطنت' کی بنیاد رکھی۔ یہ ۱۲۰۰ سے ۹۰۰ قبل مسیح کا دور ہے اور یہ سلطنت ہندوستان کی تاریخ کی پہلی کسی درجے کی متحد حکومت تھی۔ اور چونکہ یہ سلطنت بالاصل 'بھرت' قبیلے کی کوششوں سے وجود میں آئی اسی لیے ہندو آج ہندوستان کو بھارت اسی قبیلے سے منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایک اور رائے یہ ہے کہ 'بھارت' ہندوؤں کی مقدس دیومالائی داستان 'مہابھارت' میں ذکر کیے گئے بادشاہ 'بھارت' سے منسوب ہے۔ یہ بادشاہ بھارت مہابھارت میں ذکر کیے گئے تمام قبائل بشمول دو مرکزی قبائل 'کورو' اور 'پانڈو' جن کے درمیان مہابھارت میں 'کروکشیتر' کی جنگ ہوئی تھی اور اس کے علاوہ دیگر مذکورہ دو قبائل 'بریہادھرت' اور 'جرسندھ' کا جد امجد تھا۔ اس کا تعلق 'بھرت' قبیلے سے ہی تھا اور اس کی اولادوں کے یہ سب قبائل جن کا مہابھارت میں ذکر ہے 'کوروسلطنت' سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی مہابھارت کے قبائل کے جد امجد 'بھارت' کے نام سے ہی آج ہندوستان کا نام 'بھارت' منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی لیے ہندو اسے 'بھارت ورش' بھی کہتے ہیں یعنی 'بھارت بادشاہ کی سرزمین'۔ لیکن اگر ان قبائل کی تاریخ مہابھارت کے علاوہ دیکھی جائے تو ان کے پورے نسب میں کہیں بھی 'بھارت' نامی بادشاہ کا نام نہیں آتا۔ اور مہابھارت میں بھی یہ واضح نہیں کہ یہ قبائل کس نسل میں جا کر 'بھارت' بادشاہ سے جڑتے ہیں۔ خود مہابھارت کی آٹھ کتابوں میں سے پہلی کتاب میں اور بعض دیگر 'پورانوں' میں ذکر ہے کہ یہ بادشاہ بھارت جس کے باپ کا نام 'دشینت' تھا ایک چکروتی تھا اور یہ مہابھارت میں ذکر تمام قبائل کا جد امجد تھا، لیکن مہابھارت میں ہی آگے جا کر ان قبائل کا جد امجد 'کورو' بادشاہ کو کہا گیا ہے اور اس کا پورا نسب بھی دیا گیا ہے اور اس پورے نسب میں کہیں بھی 'بھارت' بادشاہ کا ذکر نہیں۔

ایک اور رائے میں بھارت کا لفظ ایک اور دیومالائی بادشاہ 'بھارت' کے نام سے منسوب ہے جس کے باپ کا نام 'رشابنتھ' تھا۔ جس طرح 'دشینت' کے بیٹے 'بھارت' کا ذکر بعض 'پورانوں' میں آتا ہے اسی طرح دیگر پورانوں میں 'رشابنتھ' کے بیٹے بھارت کا ذکر آتا ہے اور اسے بھی چکروتی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ اوّل الذکر بھارت سے زیادہ دیومالائی ہے کیونکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے پوری دنیا فتح کر لی تھی اور پوری دنیا پر حکمرانی کی تھی۔ اور اس رائے کے مطابق اسی کے نام کی نسبت سے ہندوستان کو 'بھارت ورش' کہا جاتا ہے۔

اوّل الذکر بھارت بادشاہ والی رائے کو موجودہ ہندوؤں نے اپنایا ہے جب کہ مؤخر الذکر بادشاہ بھارت کے حوالے سے رائے کو موجودہ جین مت کے ماننے والوں نے اپنایا ہے لیکن قبل مسیح میں قبیلہ 'بھرت' کے وجود کے بارے میں اختلاف نظر نہیں آتا۔

ایک اور رائے یہ بھی پائی جاتی ہے کہ 'بھارت' 'اگنی دیوی (آگ کی دیوی)' کا ایک لقب ہے۔ اور اگنی دیوی کی نسبت سے ہی ہندوستان کا نام بھارت رکھا گیا۔

بہر حال ان آراء میں سے جو بھی درست ہو ایک بات واضح ہے کہ 'بھارت' نام کی ہندو مذہب کے ساتھ نسبت ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز سے اس کی نسبت نہیں۔ ہندوستان میں ۱۹۵۰ء میں 'بھارت' کو ملک کے ایک اور نام کے طور پر آئین میں شامل کیا گیا۔ آئینِ ہند کے پہلے آرٹیکل میں درج ہے "India that is Bharat" یعنی 'انڈیا جو کہ بھارت ہے'۔ آئین میں اس جملے سے دو چیزیں سمجھ آتی ہیں۔ ایک یہ کہ سرکاری سطح پر 'انڈیا' نام کو فوقیت دی جائے گی اور دوسرا یہ چاہے سرکاری طور پر اسے انڈیا کہا جائے لیکن اصل میں یہ 'بھارت' ہے۔۳۷

---

[3] Bunch of Thoughts by M. S. Golwalkar p. 81

[4] 'آریاورت' کا مطلب ہے آریاؤں کی سرزمین۔ زمانہ قبل مسیح میں 'آریا' سے منسوب قومیں ہجرت کر کے ہندوستان آئیں اور شمالی ہندوستان کے علاقوں میں آباد ہوئیں، اسی خطے کو تاریخی طور پر آریاورت کہا جانے لگا۔ وسطی ایشیاء میں اس کا ہم معنی لفظ 'آریانا' پایا جاتا ہے جسے افغانستان کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مطلب بھی 'آریاؤں کی سرزمین' ہے۔ یہ نام اس نسبت سے دیا جاتا ہے کہ ہجرت سے پہلے 'آریا' قومیں وسطی ایشیا میں آباد تھیں۔

سال بعد آج سنگھ پریوار کی حکومت انڈیا کے لفظ کو ملک کے نام سے مکمل طور پر ختم کر کے مستقل طور پر صرف 'بھارت' رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ 'ہندوستان' کا لفظ تو اب انڈیا سے ویسے ہی ناپید ہوتا جا رہا ہے آج انڈیا میں مسلمانوں کی بھی صرف ایک قلیل تعداد ہے جو 'ہندوستان' کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ یہ سنگھ پریوار کی ان کوششوں میں سے ایک ہے کہ ملک میں سے برطانوی راج اور مسلمانوں کی حکومت کے تمام آثار اور اثرات کو ختم کیا جائے اور ملک کو ہر اعتبار سے ایک ہندو ملک بنایا جائے۔

'بھارت ماتا' کے تصور کی ایجاد

بھارت ماتا کا تصور اصل میں مذہبی سے زیادہ ایک سیاسی تصور ہے۔ اور ہندُتوا اور اس سے جڑے دیگر زیادہ تر سیاسی تصورات کی طرح یہ تصور بھی زیادہ پرانا نہیں، اور بالاصل برطانوی راج سے آزادی کی تحریک سے منسلک ہے۔

بھارت ماتا کا تصور پہلی بار ۱۸۷۳ء میں کرن چندر بینرجی نے اپنے ایک اسٹیج ڈرامہ 'بھارت ماتا' میں پیش کیا، جس میں اس نے بھارت ماتا کو ایک دیوی کے روپ میں دکھایا جو لوگوں کو برطانوی راج کے خلاف بغاوت پر ابھارتی تھی۔ اس ڈرامہ کے بعد بھارت ماتا کا یہ تصور شہرت پکڑ گیا اور پھر کئی عشروں تک یہ برطانوی راج سے آزادی کی تحریک کے ساتھ بطور علامت جڑا رہا۔ بھارت ماتا کے تصور کو پہلی بار مذہبی رنگ ۱۹۳۰ء میں دیا گیا۔ جب ہندوؤں کی دیوی 'دُرگا' کی شکل کی ایک دیوی بنائی گئی اور اسے بھارت ماتا کی دیوی کہا گیا اور کہا گیا کہ ہندوستانی تہذیب کی ساری کی ساری دیویاں اس ایک دیوی میں جمع ہیں اور ان میں غالب 'دُرگا' ہے۔

۱۹۳۶ء میں بھارت ماتا کا ایک مندر بنارس میں بنایا گیا جس کا افتتاح گاندھی نے کیا۔ لیکن اس مندر میں کوئی مورتی نہیں رکھی گئی تھی بلکہ صرف سنگ مرمر کا بنا ہوا ہندوستان کا نقشہ تھا۔ بعد میں اس نقشے کے ساتھ 'بھارت ماتا' کی سنگ مرمر کی ایک مورتی بھی رکھ دی گئی۔

۱۹۸۳ء میں سنگھ پریوار سے منسلک ہندو قوم پرست تنظیم وشو ہندو پریشد نے ہری دوار میں بھارت ماتا کا ایک مندر بنانے کا کام شروع کیا۔ جس کا افتتاح اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے کیا۔ آٹھ منزلوں پر مشتمل مندر کی اس عمارت میں پہلی منزل بھارت ماتا کی مورتی کے لیے وقف ہے۔ دوسری منزل (شور مندر) آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والے رہنماؤں کے لیے وقف ہے۔ تیسری منزل (ماترو مندر) بھارت کی تاریخ کی عظیم خواتین کے لیے ہے۔ چوتھی منزل سَنت مندر ہے، جس میں جین مت، سکھ مت اور بدھ مت (دھارمک مذاہب) کے مذہبی رہنماؤں کی مورتیاں رکھی گئی ہیں۔ پانچویں منزل پر شکتی، دُرگا، پاروَتی، سَتی، رادھا، سَرَسْوَتی اور کالی دیویوں کی مورتیاں ہیں۔ ساتویں منزل پر وشنو دیوتا کی مورتی ہے جبکہ آٹھویں منزل پر شِو مندر ہے۔ اس طرح کے مندر اب دیگر شہروں میں بھی بنائے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کا افتتاح ۲۰۱۵ء میں کلکتہ میں ہوا جہاں بھارت ماتا کی علامت کے طور پر درگاہ دیوی کی مورتی رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ۲۰۱۹ء میں ہریانہ میں وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر نے ہریانہ کے شہر کروکشیتر کے نزدیک جیوتیسر کے علاقے میں پانچ ایکڑ زمین بھارت ماتا کا مندر بنانے کے لیے مختص کی ہے۔

قوم پرستی اور 'ہندوستانی مذاہب' کے عقیدوں اور رسوم میں گڈمڈ کا یہ علامتی اظہار ہندُتوا کے مخصوص فلسفہ ہندوستانیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس میں مختلف 'ہندوستانی مذاہب'، ان کے شعائر ایک مشترک ورثے کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور اس مشترک ورثے کا ہندوستانی قوم سے ایک خاص تعلق نظر آتا ہے۔ جب کہ نام نہاد 'سامی مذاہب' اور ان کے مذہبی تصورات اور احساسات کی اس میں کوئی جگہ باقی نہیں رہتی اور وہ اس سب سے غیر متعلق اور اجنبی نظر آتے ہیں۔

'بھارت ماتا کی جے' ہندوستانی فوج کا شعار ہے اور یہ نعرہ لگانا بلا تفریق مذہب ہر ہندوستانی فوجی کے لیے لازم ہے۔ اسی طرح آر ایس ایس بھی اپنی شاکھوں کے اجلاس کا آغاز ایک 'پراتھنا' (دعا) سے کرتے ہیں جس کے ابتدائی الفاظ ہیں کہ ''اے مادر ارضی، میں تیرے آگے ہمیشہ کے لیے سر خم کرتا ہوں''۔

بھارت ماتا کا تصور ہندو قوم پرستوں کا اہم ترین سیاسی ہتھیار ہے جس کی بنیاد پر یہ ہندوستان کے تمام باسیوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بھارت کی سرزمین اُن کی نظر میں اپنی دیگر تمام مقدسات سے زیادہ مقدس ہونی چاہیے۔

ہم ہندُتوا کے تعارف میں یہ ذکر کر آئے ہیں کہ ساورکر کے بقول کسی فرد کے لیے ہندوستانی قوم کا جز ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ اس سرزمین کو آبائی زمین اور مقدس سرزمین تسلیم کرے۔ مقدس دریا یہاں کے دریا ہوں، مقدس مقامات یہاں واقع ہوں، جن شخصیات اور تاریخی کرداروں پر فخر ہو، ان کا تعلق اسی زمین سے ہو۔ اسی طرح گولوالکر بھی مسلمانوں کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''انہیں (مسلمانوں کو) یہ ادراک کرنا ہو گا کہ کبھی وہ بھی ہندو تھے، اور یہ اُن کا فرض ہے کہ وہ اس دھرتی کے ساتھ وفادار رہیں، اور پورے خلوص کے ساتھ اس کی خدمت کریں، اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور غمی میں شریک ہوں اور اس دھرتی کے رسوم و رواج کا احترام کریں۔''[۵]

اٹل بہاری واجپائی کو ہندُتوا تحریک کا ایک معتدل چہرہ اور دماغ سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن اس حوالے سے سب سے زیادہ وضاحت سے بات اُسی کی جانب سے ملتی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

---

[۵] Bunch of Thoughts by M. S. Golwalkar p. 256

”اس ملک کے مسلمانوں کے ساتھ تین طرح کا سلوک ممکن ہے۔ ایک ہے تر سکار، یعنی خود کو نہ بدلیں تو انہیں اکیلا چھوڑ دو، مسترد کر دو اور اپنا مخالف سمجھو۔ دوسرا ہے پر سکار، یعنی خوشامد کا رویہ یعنی انہیں درست رکھنے کے لیے رشوت دو، جو اس وقت کانگرس کر رہی ہے۔ تیسرا طریقہ ہے پر شکار، یعنی انہیں تبدیل کرو انہیں آداب سکھاؤ اور قومی دھارے میں شامل کرو۔ ہم یہی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مذہب نہیں بدلا جائے گا۔ وہ اپنے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں۔ مکہ ان کی مقدس جگہ رہ سکتا ہے، لیکن بھارت اس مقدس جگہ سے بھی مقدس تر ہونا چاہیے۔ آپ مسجد بنائیں، نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ لیکن اگر مکہ اور ہندوستان کے درمیان منتخب کرنے کی نوبت آئے تو آپ ہمیشہ ہندوستان کو ترجیح دیں۔ تمام مسلمانوں کے اندر یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ ہم ہندوستان کے لیے جئیں گے اور اسی کے لیے مریں گے۔“[۶]

وندے ماترم (Vande Mataram)

بھارت ماتا کی ہی ذیل میں ایک معاملہ ہندوستان کے قومی نغمے 'وندے ماترم'[۷] کا ہے۔ جہاں ہندو قوم پرست بھارت ماتا کے تقدس کو سب کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں اور ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں کا ہر باسی بھارت ماتا کو مقدس تصور کرے اسی طرح ان کی یہ بھی کوشش ہے کہ وندے ماترم کا نغمہ گانا سب کے لیے لازمی قرار دیا جائے۔

'وندے ماترم' کا مطلب ہے 'میں تیرے آگے جھکتا ہوں، اے ماں'۔ اور یہ نظم بنگالی زبان میں بھارت ماتا کو مخاطب ایک قصیدہ ہے، جسے بنکم چندر چترجی (Bankim Chandra Chatterjee) نے ۱۹۸۲ء میں اپنے ناول انند متھ (Anandamath) میں شامل کیا۔ یہ ناول برطانوی راج سے بغاوت کے موضوع پر تھا اور بھارت ماتا کی دیوی کا ذکر اس ناول میں بھی آتا ہے۔ ۱۸۹۶ء میں رابندر ناتھ ٹیگور نے اس نظم کو نغمے کی شکل میں تشکیل دے کر کانگرس کے ایک اجلاس میں گایا جس کے بعد سے یہ نغمہ برطانوی راج سے آزادی کی تحریک سے جڑ گیا۔ برطانوی راج کے خلاف نکالے گئے جلوسوں اور مظاہروں میں 'وندے ماترم' ہندوؤں کا نعرہ بن گیا۔ لیکن مسلم لیگ اور دیگر مسلمان طبقات کی طرف سے اسے آزادی کی تحریک سے منسلک کرنے کی شدید مخالفت کی گئی، کیونکہ اس میں بھارت ماتا کی دیوی سے دعا مانگی گئی ہے اور اس کے علاوہ دُرگا، شکتی اور ہندوؤں کی دیگر دیویوں کا بھی ذکر ہے۔

کانگرس میں اس نغمے کو قومی نغمہ بنانے کی سفارش پیش کی گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے اس کی مخالفت کی وجہ سے کانگرس نے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں مولانا آزاد، جواہر لال نہرو، سبھاش بوس اور رابندر ناتھ ٹیگور شامل تھے۔ اس کمیٹی کی سفارش پر اس نغمے کے پہلے دو بند ۱۹۳۷ء میں ہندوستان کے قومی نغمے کے طور پر منتخب کر لیے گئے۔

مولانا آزاد اور بعض دیگر مسلمانوں کی طرف سے اس نغمے کے پہلے دو بند قبول کرنے کی وجہ لفظ 'وندے' کے مطلب میں اختلاف ہے۔ اس کا مطلب بالعموم تعظیم و تحسین یا سلامی دینے کے معنوں میں آتا ہے لیکن اس کا مطلب جھکنا اور عبادت کرنا بھی ہے۔ اس لیے جن مسلمانوں نے اس نغمے کے پہلے دو بند اپنانے کی حمایت کی ان کی رائے یہی تھی کہ اس میں 'بھارت ماتا' کی تعظیم کی گئی ہے اسے سلام پیش کیا گیا ہے اس کی عبادت کی یا اس کے سامنے جھکنے کی بات نہیں ہے۔

لیکن یہ رائے مقبول نہیں ہوئی۔ خود ہندو بھی اس کا ترجمہ بھارت ماتا کے آگے جھکنے کا ہی کرتے ہیں۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے سبھاش چندر بوس کو لکھے اپنے ایک خط میں اس رائے کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”وندے ماترم کا جوہر دُرگا دیوی کی حمد ہے۔ یہ بات اس نظم میں اتنی واضح ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف کیا ہی نہیں جا سکتا... کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ حب الوطنی کے جذبے سے اس دس بازوؤں والی دیوی کی بطور قوم یا وطن پوجا کرے۔“[۸]

آزادی کے بعد 'جن گن من' کو جمہوریہ ہندوستان کا قومی ترانہ قرار دیا گیا۔ اور ۱۹۵۰ء میں 'وندے ماترم' کے پہلے دو بند کو قومی ترانے سے علیحدہ ایک 'قومی نغمہ' کا درجہ دے دیا گیا۔

آزادی کے بعد سے ہی یہ نغمہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نزاع کا باعث رہا ہے۔ ہندو جہاں اس نغمے کو گانا حب الوطنی کے جذبے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں تو وہیں مسلمانوں کی طرف سے کئی علماء نے اس کے شرکیہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور اس کو گانے سے منع کیا ہے۔

۲۰۰۶ء میں کانگرس کی حکومت نے بی جے پی اور دیگر ہندو قوم پرستوں کے دباؤ میں آکر اس نغمے کی ۱۲۵ویں سالگرہ پر پورے ملک میں تمام سکولوں میں ایک دن ایک مقررہ وقت پر اس نغمے کو پڑھنا سب بچوں کے لیے لازم کیا۔ اور ۷ ستمبر ۲۰۰۶ء کو مقررہ وقت پر پورے ہندوستان کے سکولوں میں یہ نغمہ پڑھا گیا۔

---

۶ The Sangh is my Soul by Atal Bihari Vajpayee, in Organiser issue 16 August, 2020 (ترجمہ: ہندُتوا کی فکری اساسیت از سید سعادت اللہ حسینی، ماہنامہ زندگی نو، شمارہ جولائی ۲۰۲۱ء، ص ۱۵)

۷ بعض ہندوستانی لہجوں خصوصاً مشرقی ہند کے لہجوں میں اسے 'بندے ماترم' بھی کہتے ہیں۔

۸ Selected Letters of Rabindranath Tagore by K. Datta and A. Robinson, Letter # 314

لیکن مسلمانوں میں ایسے طبقے بھی موجود ہیں جو اس نغمے کے پہلے دو بند پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ راجیو گاندھی کے دور حکومت میں وزیر رہنے والے عارف محمود خان نے اس نغمے کی اردو ترجمانی کی جس کے پہلے دو بند درج ذیل ہے:

تسلیمات، ماں تسلیمات تیری راتیں روشن چاند سے
تُو بھری ہے میٹھے پانی سے تیری رونق سبز فام سے
پھل پھولوں کی شادابی سے تیری پیار بھری مسکان ہے
دکھن کی ٹھنڈی ہواؤں سے تیری میٹھی بہت زُبان ہے
فصلوں کی سُہانی فضاؤں سے تیری باہوں میں میری راحت ہے
تسلیمات، ماں تسلیمات تیرے قدموں میں میری جنت ہے
تسلیمات، ماں تسلیمات

ہندوستانی جریدے ’’آؤٹ لک انڈیا‘ نے اس ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ترجمہ ’غیر ضروری‘ اور ’بے تکا‘ ہے[9]۔

۷ ستمبر ۲۰۰۶ء کو جب حکومت کی طرف سے سکولوں میں ایک دن کے لیے وندے ماترم پڑھنا لازمی قرار دیا گیا، اس سے ایک دن قبل ۶ ستمبر ۲۰۰۶ء کو ’آل انڈیا سنّی علماء بورڈ‘ نے ایک فتویٰ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ مسلمان اس نغمے کے پہلے دو بند پڑھ سکتے ہیں۔ بورڈ کے صدر مفتی سید شاہ بدر الدین قادری جیلانی نے دلیل یہ پیش کی کہ:

’’اگر آپ تعظیم کے ساتھ اپنی ماں کے قدموں میں جھکتے ہیں تو یہ شرک نہیں صرف تعظیم ہے۔‘‘[10]

لیکن وہ یہ دلیل دیتے ہوئے شاید بھول گئے کہ اس نغمے میں ماں اصلی ماں کو نہیں بلکہ ایک زمین کے ٹکڑے کو کہا جا رہا ہے۔

مودی کی حکومت آنے کے بعد سے سنگھ پریوار سے منسلک تنظیموں نے اپنی کوششیں تیز کر دی ہیں کہ اس نغمے کو سکولوں میں گانا لازمی قرار دیا جائے۔ ان تنظیموں کے غنڈے ہر کچھ عرصے بعد مختلف سکولوں میں، خاص طور پر مسلمانوں کے سکولوں میں جا کر زبردستی وہاں مسلمان بچوں کو وندے ماترم گانے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ جولائی ۲۰۱۷ء میں مدراس ہائی کورٹ نے حکم جاری کیا کہ تامل ناڈو کے تمام اسکولوں، کالجوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں وندے ماترم ہفتے میں کم از کم ایک بار ضرور گایا جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ تمام سرکاری دفاتر میں اور فیکٹریوں میں کم از کم مہینے میں ایک بار ضرور گایا جانا چاہیے۔

ہندو راشٹر (Hindu Rashtara)

ہندو راشٹر کی اصطلاح ہندتوا کے پیروکاروں کی طرف سے بہت زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ سنگھ پریوار کی طرف سے بار بار اس عزم کا اظہار کیا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کو ’ہندو راشٹر‘ بنائیں گے۔

ہندو راشٹر کا مطلب ایک ایسی ریاست ہے جہاں ہندو مت غالب مذہب ہو، اور جہاں حکومت ہندو قوانین اور روایات کے مطابق چلائی جائے۔ ایسی ریاست جہاں کے معاشرے، ثقافت، سیاست ہر چیز پر ہندو اقدار و روایات غالب ہوں۔ ہندو راشٹر کی بنیاد ہندوؤں کی دو مقدس کتابوں پر ہے۔

۱. منو سمرتی (Manusmriti)

منو سمرتی ہندو مت کے بہت سے دھرم شاستروں میں سے ایک ہے۔ منوُ سمرتی نسبتاً جدید نام ہے۔ قدیم نسخوں میں اس کتاب کا نام مانوُ دھرم شاستر ملتا ہے۔

دھرم شاستر ہندو مت کی ضابطہ اخلاق اور قوانین کی کتابوں کو کہتے ہیں۔ ہندو مت میں کتنے دھرم شاستر ہیں اس حوالے سے بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کی تعداد ۱۸ سے ۱۰۰ کے درمیان ہے اور مختلف دھرم شاستروں میں لکھے گئے قوانین اور ضابطۂ اخلاق میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ نا صرف یہ کہ مختلف دھرم شاستروں میں اختلاف موجود ہے بلکہ ہر دھرم شاستر کے بھی بہت سے نسخے موجود ہیں اور ان نسخوں کے مابین بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

یہ سب دھرم شاستر تاریخ کے مختلف ادوار میں ناپید ہو گئے اور صرف مانوُ دھرم شاستر (منو سمرتی) باقی بچا۔ منو سمرتی کے آج پچاس کے قریب نسخے پائے جاتے ہیں۔ لیکن جس نسخے کا سب سے زیادہ ترجمہ ہوا اور جس پر اٹھارہویں صدی کے بعد سے سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے وہ کلکتہ کا نسخہ ہے۔

منو سمرتی ہندو مت میں ذات پات کے نظام کی تفصیلات وضع کرنے والی بنیادی کتاب ہے۔ اس کتاب میں ذاتوں کے اعتبار سے حقوق و فرائض، قوانین، طرزِ عمل اور نیکی و بدی کے امور بتائے گئے ہیں۔ منو سمرتی میں ذاتوں کے اعتبار سے کاموں کو تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ذات سے تعلق رکھنے والا فرد صرف اپنی حیثیت کے مطابق کام کر سکتا ہے اس سے ہٹ کر کام کرنے کی اسے اجازت نہیں۔ یہ تقسیم درج ذیل ہے:

۱. براہمن: پروہت، پنڈت، پجاری، گرو
۲. کشتری: بادشاہ، وزراء، انتظامی ذمہ داران، جنگجو

[9] www.outlookindia.com/website/story/unnecessary-and-irrelevant/232420

[10] Now a Fatwa to sing Vande Mataram, Md A Basith, (7 September 2006) The Times of India

۳. ویش: زمیندار، کسان، تاجر

۴. شودر: دستکار، مزدور، غلام

۵. ارتھ شاستر (Arthashastra)

ارتھ شاستر سنسکرت میں ریاستی امور، سیاست، معیشت اور عسکری حکمت عملی کے موضوعات پر لکھے گئے عہد ناموں کے مجموعے کا نام ہے۔ اس کا مصنف ''کوٹلیا چانکیا'' کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ موریا سلطنت[1] کے بانی بادشاہ 'چندر گپت موریا' کا گورو تھا۔ زیادہ تر محققین کی رائے میں یہ تمام عہد نامے کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف مصنفین نے ان میں اضافے کیے ہیں۔ دوسری صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی تک ان کی تصنیف و تدوین ہوئی اور ان میں اضافے کیے گئے۔ بارہویں صدی عیسوی تک ان کے موضوعات حکومتی امور پر اثر انداز ہوتے رہے اس کے بعد یہ منظر سے غائب ہو گئے۔ پھر ۱۹۰۵ء میں سنسکرت کے ماہر 'ردرپٹن شام ساستری' (R. Shamasastry) نے انہیں دوبارہ دریافت کیا اور ۱۹۰۹ء میں کتابی شکل میں نشر کیا۔

اگرچہ ارتھ شاستر کے موضوعات بہت وسیع ہیں۔ جہاں اس میں نظام بنانے کی اہمیت، معاشی حکمت عملی بنانے کی اہمیت، بادشاہ کے حقوق و فرائض، ولی عہد کی تربیت کا معیار، وزراء اور دیگر افسران کی ذمہ داریاں اور ان کو منتخب کرنے کا طریقہ کار، عدلیہ کا نظام، سماجی قوانین اور ٹیکس وصولیوں جیسے موضوعات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے وہاں جن موضوعات نے ہند سے باہر اس کتاب کو عالمی شہرت دی وہ جنگ اور امن کے موضوعات، جاسوسی کا نظام اور خارجہ پالیسی سے متعلق ہیں۔

ارتھ شاستر میں جنگ کے حوالے سے سب سے بنیادی اصول یہ لکھا ہے کہ ہر حال میں جنگ سے اجتناب کیا جائے:

> ''جتنی آسانی سے جنگ جیتی جاسکتی ہے اتنی ہی آسانی سے ہاری بھی جاسکتی ہے۔ جنگ فطری طور پر ہی ایک غیر یقینی چیز ہے، اس کے ساتھ ساتھ جنگ مہنگی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جنگ سے بچو۔ اپایا (Upaya) کا استعمال کرو، جنگ کے بغیر دشمن پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرو، دشمن کو اپنی ذہانت سے مغلوب کرو، جب سب ناکام ہو جائے تب عسکری طاقت استعمال کرو۔''

اپایا (Upaya) چار حکمت عملیوں کو کہتے ہیں:

۱. سما (Sama) یعنی مذاکرات، مصالحت یا معاہدہ کے ذریعے جنگ روکنا،

۲. دنا (Dana) یعنی ہرجانہ، تلافی یا کوئی مالی فائدہ پہنچا کر جنگ روکنا،

۳. بھیدا (Bheda) یعنی منطق یا چال چل کر ابہام پیدا کرنا۔ دشمن میں داخلی فساد اور اختلاف پیدا کرنا تاکہ وہ جنگ سے باز آجائے،

۴. ڈنڈا (Danda) یعنی جب اوپر کے طریقے ناکام ہو جائیں تو طاقت کا استعمال۔

ارتھ شاستر میں کہا گیا ہے کہ اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو جنگ جیتنے کے لیے ہر ممکن حربے استعمال کرنے چاہئیں جن میں فوجوں کی براہ راست لڑائی کے علاوہ، دشمن کی قیادت کا خفیہ قتل، دشمن کی قیادت کے درمیان اختلافات پیدا کرنا، عسکری اہداف کے حصول کے لیے دشمن کی صفوں میں خفیہ طور پر اپنے مرد اور عورتیں داخل کرنا اور اپنے فوجیوں کے مورال بلند کرنے اور دشمن کے فوجیوں کے مورال گرانے کے لیے توہمات اور پراپیگنڈہ کا استعمال شامل ہے۔

ارتھ شاستر میں جاسوسی کے لیے عورتوں کے استعمال کا بھی ذکر ہے:

> ''(دشمن کے) حکمران طبقے کو کمزور کرنے کے لیے، (دشمن کی) حکومتی کونسل کے سربراہوں کو خوبصورت اور نوجوان عورتوں سے مسحور کرنا چاہیے۔ جب ان کے جذبات جاگ اٹھیں، تو (یہ عورتیں) ایک کو اپنی محبت کا یقین دلانے کے بعد دوسرے کے پاس جاکر انہیں آپس میں لڑوادیں۔''

ارتھ شاستر میں یہ بھی ذکر ہے کہ چونکہ دشمن بھی معلومات حاصل کرنے اور پراپیگنڈہ پھیلانے کے لیے اپنے جاسوس ہمارے علاقوں میں بھیجتا ہے اس لیے خفیہ کاروائیوں کے لیے ڈبل ایجنٹوں کی تربیت کی جانی چاہیے اور انہیں مناسب انعامات سے بھی نوازا جانا چاہیے۔

جہاں ارتھ شاستر میں بیرونی دشمن کے خلاف جاسوسی کی تفصیلات ہیں وہیں داخلی جاسوسی کے نظام کو بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ داخلی جاسوسی کا مقصد حکومتی عہدہ داران کی دیانت داری کو جانچنا، سیاسی جوڑ توڑ کی معلومات لینا، عوام میں بغاوت کا سدباب کرنا اور مشکلات پیدا کرنے والے ایسے طاقتور لوگوں کو ختم کرنا ہے جن کا کھل کر مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

جاسوسی اور خارجہ پالیسی کے بارے میں ان اصولوں کی وجہ سے ہی 'چانکیا' کا لفظ مکاری اور عیاری کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)



[1] موریا سلطنت کی بنیاد 'چندر گپت موریا' نے ۳۲۲ قبل مسیح میں رکھی۔ اس کا دارالحکومت 'پٹلی پتر' (موجودہ پٹنا) میں تھا۔ اس سلطنت کو عروج اشوک (جسے اشوکا بھی کہا جاتا ہے) کے دور (۲۶۸ قبل مسیح سے ۲۳۲ قبل مسیح) میں حاصل ہوا جنوبی ہند کے آخری حصوں کے علاوہ سارے برصغیر پر اشوک نے حکومت قائم کی۔ اشوک کے پچاس سال بعد اس سلطنت کا زوال ہو گیا اور ۱۸۵ قبل مسیح میں اس سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

دو عالمی غنڈوں کی شہ پر......

عمر حیدر آبادی[1]

بھارت اسرائیل تعلقات

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (سورۃ المائدۃ: ۸۲)

”تم ایمان والوں کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔“

اسرائیل اور بھارت محض دو ممالک نہیں بلکہ مسلمانوں کے ازلی و ابدی دشمن اور پوری دنیا میں اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں، مکاریوں و عیاریوں کے سرخیل ہیں، جو ہر حال میں اور ہر قیمت پر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہندو متشدد قوم پرست گروہ اپنے آغاز سے ہی اپنے اور اسرائیل کے مقاصد میں مماثلت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اسی لیے روز اوّل سے اسرائیل کی حمایت کرتے آئے ہیں۔

ہندوتوا نظریے کے بانی ونائک دامودر ساورکر نے ۱۹۲۰ء میں لکھا تھا:

> ”اگر صہیونیوں کے خواب کبھی شرمندہ تعبیر ہوتے ہیں، اگر فلسطین ایک یہودی ریاست بن جاتا ہے، تو اس سے ہمیں تقریباً اتنی ہی خوشی ہو گی جتنی کہ ہمارے یہودی دوستوں کو۔“

اس کے بعد ساورکر نے ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اپنے ایک بیان میں کہا:

> ”مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ دنیا کی سرکردہ اقوام کی بھاری اکثریت فلسطین میں ایک آزاد یہودی ریاست کے قیام کے لیے یہودی عوام کے مطالبے کو تسلیم کر رہی ہے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے مسلح مدد کرنے کو تیار ہے۔
>
> انصاف کی بات تو یہ ہے کہ پورا کا پورا فلسطین ہی یہودیوں کو واپس کیا جانا چاہیے، لیکن اقوام متحدہ میں طاقتور اقوام کے مفادات کے تصادم کو مدنظر رکھتے ہوئے، ان کی فلسطین کے ایک حصے میں یہودی ریاست کے قیام کی حمایت، جہاں وہ اکثریت میں ہوں، اور جس میں ان کے کچھ نمایاں مقدسات موجود ہوں، بہرحال تاریخی طور پر ایک انتہائی اہم اور عادلانہ واقعہ ہے۔“

ساورکر کے بعد سنگھ پریوار کے بنیادی مفکر 'مادھو سداشو گولوالکر' بھی صہیونی تحریک اور اسرائیلی ریاست کے قیام کا مکمل حامی تھا۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

> ”جلاوطن یہودیوں کو اپنی کھوئی ہی قومیت دلانے کے لیے، انگریزوں نے لیگ آف نیشنز کی مدد سے پرانے عبرانی ملک، فلسطین کو اپنے طویل عرصے سے کھوئے ہوئے بچوں کے ساتھ دوبارہ آباد کرنا شروع کیا۔ یہودیوں نے اپنی نسل، مذہب، ثقافت اور زبان کو برقرار رکھا، اور انہیں اپنی قومیت کی تکمیل کے لیے صرف اپنی فطری سرزمین کی ضرورت تھی۔“

ساورکر سے لے کر نریندر مودی تک تمام متشدد قوم پرست ہندو اسرائیل کو مسلمانوں کے خلاف ایک رول ماڈل کے طور پر دیکھتے ہیں، اور اسرائیل کے ہی نقش قدم پر چل کر مسلمانوں کے خلاف وہی ہتھکنڈے بھارت میں بھی آزما رہے ہیں۔ ۲۰۱۴ء میں جب سے مودی کی حکومت آئی ہے تب سے بھارت اسرائیل عشق آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ مودی حکومت سے تعلق رکھنے والے امریکہ میں بھارت کے سفیر سندیپ چکرورتی نے ایک تقریر میں کشمیر کے مسئلے کے حل پر بات کرتے ہوئے کہا:

> ”ہمارے سامنے دنیا میں پہلے سے ایک ماڈل موجود ہے۔ پتہ نہیں ہم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ ایسا مشرق وسطیٰ میں ہوا ہے۔ اگر اسرائیلی ایسا کر سکتے ہیں تو پھر ہم بھی کر سکتے ہیں، اور بھارتی قیادت ایسا کرنے پر پرعزم ہے۔“

۲۰۱۷ء میں نریندر مودی نے اسرائیل کا دورہ کیا۔ اس طرح مودی بھارت کی تاریخ میں اسرائیل کا دورہ کرنے والا پہلا وزیر اعظم بن گیا۔ مودی کے استقبال میں نیتن یاہو نے جو الفاظ کہے وہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اسرائیل کی نظر میں مودی کی کیا اہمیت ہے۔ نیتن یاہو نے کہا:

[1] بھائی عمر حیدر آبادی کا تعلق ہندوستان سے ہے اور ان کی نسبت ہندوستانی ریاست 'حیدر آباد' سے ہے۔ (ادارہ)

”وزیر اعظم مودی، ہم آپ کے طویل عرصے سے منتظر تھے، تقریباً ۷۰ سال سے......“

مودی کے دورے کے دوران نیتن یاہو نے اپنے بیان میں کہا:

”ہم خاص لوگ ہیں، ہماری جڑیں زمین کی گہرائیوں میں ہیں اور ہماری شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ اسرائیل کی کامیابی کا راز ہے اور یہی انڈیا کی کامیابی کا راز بھی ہے۔ طاقتور ثقافت اور قدیم تہذیب اسرائیل اور انڈیا کی طاقت ہے۔ ہمارا انڈیا کے ساتھ تمام ملکوں سے زیادہ خاص رشتہ ہے۔ ہماری اقدار ہمارے مابین سب سے زیادہ خاص ہیں۔ فطری طور پر جمہوریت ہمیں جوڑتی ہے۔ اسلامی دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے ہم دونوں ملکوں کو اکٹھا ہونا ہوگا۔“

بھارت اسرائیل کی محبت اور ان کی مشترکہ اسلام دشمنی کا بیج، ہندوستان کی تقسیم اور اسرائیل کے قیام سے بہت پہلے پہلی جنگ عظیم میں ہی بو دیا گیا تھا۔ جب ستمبر ۱۹۱۸ء پہلی جنگ عظیم میں فلسطین میں حائفہ کی بندرگاہ پر خلافتِ عثمانیہ کے مجاہدین اور رائل انڈین آرمی میں شامل ہندوستانی کرائے کے سپاہی مقابل تھے۔ جودھپور لانسر، میسور لانسر اور حیدرآباد لانسر نامی تین گھڑ سوار ٹکڑیاں میجر تلپت سنگھ کی قیادت میں خلافت اسلامیہ کو توڑنے کے لیے اپنا حصہ ڈال رہی تھیں، جس کا اہم مقصد یہودی ریاست اسرائیل کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔ اس جنگ میں ۹۰۰ ہندوستانی فوجی مارے گئے۔ دہلی میں موجود ’تین مورتی چوک‘ انہیں ہلاک فوجیوں کی یادگار کے طور پر بنایا گیا ہے۔ ہر سال بھارت اور اسرائیل دونوں اس دن کو ’حائفہ ڈے‘ کے طور پر مناتے ہیں۔ کیونکہ یہی واقعہ ان دونوں ملکوں کے تعلقات کی بنیاد بنا۔

۲۰۱۸ء میں نیتن یاہو نے ۱۳۰ رکنی وفد کے ساتھ بھارت کا دورہ کیا۔ اپنے اس دورے کے دوران وہ ’تین مورتی چوک‘ بھی گیا اور وہاں حائفہ میں ہلاک ہونے والے ہندوستانی فوجیوں کی یاد میں منعقد کی گئی تقریب میں شرکت کی۔ اس تقریب کے بعد تین مورتی چوک کا نام بدل کر ’تین مورتی حائفہ چوک‘ رکھ دیا گیا۔

بھارت و اسرائیل کی اسلام دشمنی میں مماثلت

اسرائیل خالص مذہبی بنیادوں پر قائم کی گئی ریاست ہے، جس کا مشن نیل سے لے کر فرات تک ایک عظیم اسرائیلی ریاست کا قیام اور پوری دنیا پر حکومت ہے۔ جبکہ ہندوستان میں اقتدار پر براجمان مشرکین کا مقصد افغانستان سے لے کر سنگاپور کی سرحدوں تک پھیلے ’اکھنڈ بھارت‘ کے خواب کو پورا کرنا ہے۔ دونوں کے طریقہ کار میں حیرت انگیز مماثلتیں ہیں۔ مکاری و عیاری دونوں کا شیوہ ہے۔ بزدلی دونوں کی فطرت ہے اور اسی بزدلی کی وجہ سے دونوں انتہا درجے کے ظالم ہیں۔

اسرائیل... برطانیہ کی ناجائز اولاد... جسے امریکہ سمیت پورے عالمِ کفر نے پال پوس کر بدمعاش بنایا اور پھر اس کی پیٹھ پر اس کا ہر ہر قدم پر ساتھ دینے کے لیے امریکہ اور پورا یورپ آکر کھڑا ہو گیا۔

مغرب کی اسی ناجائز اولاد اور عالمی غنڈے کی شہہ پر ۲۵ کروڑ سے زائد اسلام کے ماننے والے، گائے کے پجاریوں کے نرغے میں پھنسے، بدترین ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہندو ریاستی مشینری ظلم کی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دونے کے لیے آگے آگے ہے، اور ہندوؤں کی طرف سے ۸۰۰ سالہ غلامی کا بدلہ لینے کے لیے ’شِو‘ اور ’کالی ماتا‘ کے اوتار ’بلڈوزر‘ کو بھی میدان میں لا چکی ہے۔ جس کے ذریعے اللہ کے گھروں، مدرسوں، مسلمانوں کی بستیوں اور دکانوں کو مسمار کر کے اپنی فتح کا جشن منایا جاتا ہے۔ کالی ماتا کے اس اوتار ’بلڈوزر ماما‘ کی یہ پالیسی انہوں نے اسی عالمی غنڈے اسرائیل سے ہی سیکھی ہے۔

اسرائیل نے فلسطین پر قبضہ کیا اور مزید کرتا چلا جا رہا ہے، فلسطینی بستیوں کو اجاڑ کر دنیا بھر سے یہودیوں کو وہاں آباد کر رہا ہے۔ بالکل اسی طرح بھارت بھی کشمیر میں مسلمانوں کی بستیوں کو اجاڑ کر وہاں ہندوؤں کو آباد کر رہا ہے۔

۱۹۴۷ء میں جموں میں ۴۰ فیصد مسلمان اور ۶۰ فیصد ہندو تھے لیکن اب وہاں صرف ۱۰ فیصد مسلمان رہ گئے ہیں۔ داخل کشمیر میں مسلمان اکثریت میں تھے لیکن وہاں بھی یہی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو اقلیت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔

پہلے تو یہ بات چیدہ چیدہ رہنما ہی کیا کرتے تھے لیکن مودی حکومت نے اسے زبان زدِ عام کر دی ہے اور اب ہر قوم پرست ہندو کہتا ہے کہ ’ہمیں بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ وہی طرزِ عمل اپنانا ہے جو اسرائیل فلسطینیوں کے ساتھ اپنا رہا ہے۔ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کا اسی طرح سے استحصال ہونا چاہیے جیسے اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کا کر رہا ہے۔ مودی حکومت کی طرف سے تقریباً آٹھ سال سے جاری اسرائیل کو اپنا رول ماڈل بنانے کی مہم کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک سروے کے مطابق آج بھارت کی ۵۸ فیصد آبادی فلسطینیوں کے خلاف اسرائیل کے ہر اقدام کی مکمل حمایت کرتی ہے۔

بھارت اسرائیل اسٹریٹیجک تعاون

مودی کے حکومت میں آنے کے بعد سے ہر شعبے میں اسرائیل بھارت کے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ اسرائیل اور بھارت کے درمیان دفاع، سائبر سکیورٹی، خلائی ٹیکنالوجی، فضائی خدمات،

فلم سازی، زراعت، ہومیوپیتھک علاج، توانائی کے ساتھ ساتھ ثقافت اور سیاحت کو فروغ دینے کے حوالے سے بھی معاہدے طے پائے ہیں۔

دفاعی شعبے میں بھارت اسرائیل کے فوجی ساز و سامان کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ اسرائیل اپنے فوجی ساز و سامان کی تجارت کا ۴۲ فیصد بھارت کو بیچتا ہے۔ اس طرح اسرائیل بھارت کا روس کے بعد دوسرا بڑا اسپلائر ہے۔

دفاعی شعبے میں تعاون کی ذیل میں ہی اسرائیل بھارتی بحریہ کو ۷۷۰ ملین ڈالر کی لاگت کا میزائل ڈیفنس سسٹم بھی دے چکا ہے۔

۲۰۱۶ء تک بھارت اسرائیل سے ۶۰۰ ملین ڈالر سالانہ مالیت کا دفاعی سامان خرید تا تھا۔ جبکہ ۲۰۱۷ء میں مودی کے اسرائیل دورے کے دوران اسرائیل اور انڈیا کے درمیان ۲ بلین ڈالر کے دفاعی معاہدے طے پائے۔

دفاعی تعاون کے تحت ہی دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ فوجی مشقیں بھی کی جاتی ہیں اور دونوں ملکوں کے درمیان انٹیلی جنس معلومات کے تبادلے کے معاہدے بھی موجود ہیں۔

اسرائیل بھارت تعاون کس درجے کا ہے اس کی مثال اس سے بھی ملتی ہے کہ ترکی میں ہونے والے جی ۲۰ اجلاس میں نریندر مودی کی سکیورٹی کی ذمہ داری 'موساد' کے پاس تھی۔

بھارت اسرائیل معاشی تعاون

بھارت ایشیا میں اسرائیل کا تیسرا بڑا تجارتی شراکت دار ہے جبکہ پوری دنیا میں دسواں بڑا تجارتی شراکت دار ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان دفاعی ساز و سامان کے علاوہ تجارت ۶ اعشاریہ ۳ بلین ڈالر سالانہ ہے۔

اسرائیل کی وزارت توانائی نے بھارتی کمپنیوں کو تیل اور گیس کی تلاش اور اسرائیل کے سمندر میں ڈرلنگ کرنے کا لائسنس بھی دیا ہے۔

جبکہ بھارت نے اسرائیل کو کشمیر میں دو ایگریکلچر سنٹر کھولنے کی اجازت دی ہے جس کا مقصد کشمیر میں اسرائیلی سرمایہ کاری کو بڑھانا ہے۔

کچھ عرصہ قبل اسرائیل اور بھارت کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت ۴۲،۰۰۰ بھارتی باشندے اسرائیل میں نوکریاں کریں گے۔ ان میں فوری طور پر دس ہزار باشندوں کو روانہ کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ فلسطینی کام کرتے ہیں۔ اسرائیل کا پہلے سے منصوبہ ہے کہ انہیں نکال کر ان کی جگہ بھارتی باشندوں کو نوکریاں دی جائیں۔ اسرائیل کی غزہ پر جنگ شروع ہونے کے بعد اسرائیلی حکومت نے فلسطینی باشندوں کی اکثریت کو نوکریوں سے نکال دیا ہے اور ان کی جگہ پُر کرنے کے لیے بھارتی باشندے اسرائیل پہنچ رہے ہیں۔

طوفان الاقصیٰ اور بھارت کا اسرائیل کے ساتھ اظہار یکجہتی

غاصب و قابض اسرائیلیوں پر فلسطینی ابابیلوں کی کیا ضربیں پڑیں، پوری دنیائے کفر چلّا اٹھی۔ بھارت میں بسنے والے ہندو اپنے یہودی بھائیوں کے لیے بلک اٹھے۔

جس طرح گیارہ ستمبر کی کاروائیوں کے بعد اسرائیل نے امریکہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے یہ پیغام دیا تھا کہ "We are all Americans" یعنی ہم سب (اسرائیلی) امریکی ہیں۔ اسی طرح مجاہدین کی طرف سے اسرائیل پر لگنے والی اس کاری ضرب کے بعد ہندو شدت پسند بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ "We are all Israelis" یعنی ہم سب (ہندو) اسرائیلی ہیں۔

میوات میں چند مسلمانوں کے سامنے اپنی جوتیاں چھوڑ کر بھاگنے والے بزدل ہندو اسرائیلیوں کو اپنی مدد کی پیش کش کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ان بتوں کے پجاریوں نے یہاں تک دعویٰ کیا کہ ہم اسرائیل جا کر یہودیوں کے شانہ بشانہ فلسطینیوں سے جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ ہندو دہشت گرد 'یتی آنند سرسوتی' جو شعائرِ اسلام کی توہین میں اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز بیان بازی میں مشہور ہے، کہتا ہے کہ وہ اور اس کے ایک ہزار ہندو دہشت گرد ساتھی اسرائیل جانے کو تیار ہیں تاکہ وہاں مجاہدین سے لڑ سکیں۔

بھارت میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے غیور مسلمان طالب علموں نے فلسطین کے حق میں ایک پرجوش ریلی نکال کر یہ ثبوت دیا کہ اس امت کا ہر فرد فلسطین میں بسنے والے اپنے غیور مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہے۔ لیکن ہندو شدت پسندوں کو ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے یہود کے مقابلے میں فلسطینی ابابیلوں کی حمایت ہضم نہیں ہوئی، پولیس نے ان مسلمان طلبہ کے خلاف کیس درج کر لیا اور ریاستی وزیر رادھوراج پرتاپ سنگھ نے ان طلبہ کو کڑی سے کڑی سزا دینے کا مطالبہ بھی کر ڈالا۔

اسرائیل کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے اس وقت اسرائیل کی حمایت اور غزہ کے مسلمانوں اور مجاہدین کے خلاف دنیا میں سب سے زیادہ جھوٹی خبریں (فیک نیوز) بھارت سے گھڑی جارہی ہیں۔

اس معاملے میں بھارتی سرکار بھی اپنی عاشقی کا ثبوت دیے بغیر کیسے رہ سکتی تھی۔ راجھستان میں اسرائیل کی حمایت میں ریلیاں نکالی گئیں اور ان ریلیوں میں بھی ہندوؤں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اسرائیل جانے کے نعرے لگائے۔

اختتامیہ

ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کو اب یہ سوچنا ہو گا کہ فلسطین میں بسنے والے مسلمان بھی پچھلے ۷۵ سال سے اسرائیل کے ظلم و ستم کا شکار ہیں، لیکن آج بھی فلسطینی قوم عزم، جذبے، ہمت، حوصلے اور ایمانی غیرت سے اس قدر سرشار ہے کہ دنیا کی بہترین ٹیکنالوجی اور بظاہر ناقابل تسخیر دفاعی نظام رکھنے والے ملک اسرائیل کے غرور و دبدبے کو چند فدائی نوجوانوں نے خاک میں ملا دیا۔

جس طرح ہندو و یہود مل کر اسلام کے خلاف صف آرا ہیں، ہندوستانی مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ ایک امت کے ساتھ خود کو جوڑیں اور ایک امت کا جزو ہونے کا احساس پیدا کریں۔ اگرچہ کفار کی سرحدات امت کو ایک ہونے کے راستے میں حائل ہیں لیکن اپنے اپنے ممالک میں کفار کو اسرائیل اور اس کے حواریوں کے خلاف مہمات کا آغاز پھر بھی کیا جا سکتا ہے۔

کیا ہندوستان میں یہودی نہیں بستے؟ کیا بھارتی ہندو یہودیوں کی مدد نہیں کرتے؟ کیا ہندو و یہود مل کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کر رہے؟

تو پھر ہمیں کس چیز نے روکا ہے کہ ہم بھارت میں مسلمانوں پر ظلم کرنے والے ہندو اور فلسطین میں مسلمانوں پر ظلم کرنے والے یہود کے خلاف دفاع کریں؟

اگر وہ جنگ کر کے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں تو ہم آخر اپنا دفاع کیوں نہ کریں؟

ہندوستان کے مسلمانوں کو فلسطینی غیور مسلمانوں کی طرح ہمت و حوصلے کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ ہندوؤں کو بھی وہی سبق سکھانا ہو گا جو سبق فلسطینیوں نے یہودیوں کو سکھایا ہے۔ دنیا کی اعلیٰ ترین انٹیلی جنس ناکام ہو چکی۔ فلسطینی ابابیلوں نے ایسا حملہ کیا جس کا یہ ظالم کافر گمان بھی نہ کر سکے۔

دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے حل یہی ہے کہ آپ خالصتاً اللہ پر توکل کر کے اللہ کی رضا کی خاطر پتھر اٹھائیں، اللہ اسے بم میں بدل دے گا۔ آپ چھوٹا اسلحہ اٹھائیں اللہ اس کے ذریعے آپ کو بڑے اسلحے والوں پر فتح نصیب کر دے گا، ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

ماہِ ربیع الثانی میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

- ربیع الثانی ۳ھ کو نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکینِ قریش کے خلاف غزوۂ ''بحران'' کے لیے روانہ ہوئے، چنانچہ معرکہ پیش نہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی ہوئی۔
- ربیع الثانی ۹ھ کو نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فلس (قبیلۂ طائی کے بت) کو مسمار کرنے کے لیے بھیجا۔
- ربیع الثانی ۱۱ھ کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جزیرۃ العرب کے شمال کو رومی حملوں سے محفوظ بنانے کی خاطر روانہ ہوئے۔
- ربیع الثانی ۱۲ھ کو ارتداد کے خاتمے اور مسلمانوں کے آپس کی لڑائی کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی فتح کا ارادہ کیا۔
- ربیع الثانی ۱۵ھ کو اسلامی لشکر نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کے شہر حمص کو فتح کیا۔
- ربیع الثانی ۲۰ھ کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قلعۂ بابل کا سقوط ہوا جس کا محاصرہ سات مہینوں سے جاری تھا۔ اس قلعے کے سقوط کی برکت سے مصر کی فتح کا راستہ کھل گیا۔
- ربیع الثانی ۵۸۳ھ کو معرکۂ حطین پیش آیا جس میں صلیبیوں کو شکست ہوئی اور قبلۂ اول بیت المقدس سمیت وسیع تر زمینوں کو صلیبیوں کے قبضے سے آزاد کیا گیا تھا۔





اخباری کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی

پاکستان | مجموعی صورتحال

پاکستان میں آج کل الیکشن کی تیاریوں کی گہما گہمی ہے۔ ایک طرف پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے عمران خان کے قریبی کارکن جو کہ کافی عرصہ سے 'لاپتہ' تھے، وہ سامنے آکر باری باری پریس کانفرنس کر رہے ہیں اور عمران خان کو ۹ مئی کے واقعات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے تحریک انصاف کو الوداع کہہ رہے ہیں۔ دوسری طرف چار سال سے مفرور ن لیگ کے چیئرمین نواز شریف کی ۲۱ اکتوبر کو پاکستان آمد پر اس کے استقبال کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ عمران خان کو سبق سکھا کر سائیڈ لائن کرنے کے بعد اسٹیبلشمنٹ کی نظر کرم نواز شریف پر ہے۔

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!

روپے کی قدر میں بہتری اور پیٹرول کی قیمتوں میں کمی سے معیشت کو بچانے کی کوششیں بھی اخبارات کا موضوع رہیں لیکن ان میں جو سب سے اہم موضوع میڈیا پر زیرِ بحث رہا وہ افغان مہاجرین کی پاکستان سے بے دخلی کا موضوع ہے۔

پاکستان | افغان مہاجرین کی پاکستان سے بے دخلی

اس مہینے کے آغاز میں جنرل عاصم منیر اور نگران وزیر اعظم کی زیر صدارت 'ایپکس کمیٹی' کا اجلاس ہوا۔ جس کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ ملک بھر میں موجود تمام غیر قانونی مہاجرین ۳۱ اکتوبر تک خود ہی اپنے ممالک واپس چلے جائیں ورنہ بزورِ طاقت انہیں ملک بدر کر دیا جائے گا۔ اس وقت پاکستان میں سب سے بڑی تعداد افغان مہاجرین کی ہے، جن میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۲۰ لاکھ غیر قانونی طور پر مقیم ہیں۔ جن میں ۵ لاکھ سے زائد بغیر کسی دستاویز کے رہ رہے ہیں۔ غیر قانونی طور پر مقیم افراد کی املاک، کاروبار اور جائیدادیں بھی ضبط کر لی جائیں گی۔ اس پر مرحلہ وار پلاننگ کا اجراء کیا گیا ہے۔

لیکن کیا یہ عملی طور پر ممکن بھی ہے؟ جبکہ افغان مہاجرین دہائیوں سے پاکستان میں مقیم ہیں۔ ان کی نسلوں کی نسلیں پاکستان میں پروان چڑھی ہیں۔ ان کے ساتھ اس طرح کا سلوک سراسر زیادتی ہے۔ حکومت نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ یکم نومبر سے پاکستان کی تمام سرحدی گزرگاہوں پر صرف پاسپورٹ اور ویزے والے افراد کو آمد و رفت کی اجازت ہو گی جیسا کہ کسی بھی ملک کی بین الاقوامی سرحد پر ہوتا ہے۔

اس موضوع پر کالم نویسوں کی آراء دو طرح کی ہیں۔ کچھ کالم نویس وہ ہیں جو کہ اس فیصلے کے دور رس نتائج کو سامنے رکھ کر بات کر رہے ہیں اور حکومت کو جلد بازی کرنے اور دانشمندانہ منصوبہ بندی کے بغیر فیصلہ کرنے پر تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ یہ رائے رکھنے والے کالم نویسوں کی تحاریر سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

افغان مہاجرین اور کمہار کا گدھا | وسعت اللہ خان

"نہ کوئی پہلا موقع ہے نہ ہی آخری کہ غیر قانونی افغان مہاجرین کو پاکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ پچھلے چالیس برس سے سارا گیم اندازوں پر چل رہا ہے۔ مثلاً کتنے پناہ گزین پاکستان میں موجود ہیں؟......ان میں رجسٹرڈ کتنے ہیں؟......بغیر دستاویزات کے کتنے ہیں؟......واپس کتنے گئے اور دوبارہ آ گئے؟

......کتنے روزانہ سرحد پار سے آتے ہیں اور کہاں کہاں جاتے ہیں؟ ان میں سے کتنے اقوام متحدہ کے وظیفے پر گزارہ کر رہے ہیں؟ کتنے اپنا کاروبار کر رہے ہیں اور کتنے پاکستانیوں کے کاروباری شراکت دار ہیں؟

مذکورہ بالا سوالات میں سے کسی ایک کا حتمی جواب نہ تو حکومتِ پاکستان کے کسی ایک ادارے کے پاس ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کے پاس۔ جب یہ بنیادی معلومات ہی آپس میں نہیں ملتیں تو پھر کس بنیاد پر یہ اعلان کیا گیا کہ اگر اکتیس اکتوبر تک غیر قانونی تارکینِ وطن نے پاکستان نہیں چھوڑا تو انہیں حراست میں لے کر ڈی پورٹ کر دیا جائے گا۔

......فرض کریں کہ حکومتِ پاکستان واقعی ان سب کو نکالنے میں سنجیدہ ہے تو عملاً یہ کیسے ہو پائے گا؟

ایسے ہر کریک ڈاؤن میں ہراول ادارہ مقامی پولیس ہوتی ہے۔ کیا کسی جامع کریک ڈاؤن کے لیے پولیس کے پاس ضروری تکنیکی تربیت و آگہی ہے؟ تاکہ غیر قانونی گیہوں کے ساتھ ساتھ قانونی گھن نہ پس جائے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ہر بار ایسی مہم میں پولیس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ اندھا دھند گرفتاریاں ہوتی ہیں اور پھر قانونی و جائز غیر ملکیوں کو بھی خوف و ہراس میں مبتلا کر کے پیسے لے کر چھوڑا جاتا ہے۔

......اس وقت کئی لاکھ پناہ گزین وہ ہیں جن کی تین نسلوں نے افغانستان نہیں دیکھا۔ جو بچے اور ان کے بچے اور ان کے بچے پاکستان میں پیدا ہوئے ہیں، انہیں کس کیٹیگری میں رکھا جائے گا اور افغانستان کی کوئی بھی حکومت آخر انہیں کیوں قبول کرے گی؟

...... سرحد پار سے کالعدم ٹی ٹی پی کے حملوں میں حالیہ تیزی کے بعد پاکستانی ریاست کو پھر غصہ آیا ہے اور ہر بار کی طرح یہ غصہ پناہ گزینوں پر ہی نکل رہا ہے۔ مگر یہ غصہ بھی چائے کی پیالی میں طوفان کی طرح جلد تھم جائے گا۔ کیونکہ بغیر تیاری کے غصے کا ایک ہی انجام ہوتا ہے۔ آپ میں سے کون کون اس محاورے سے ناواقف ہے کہ:
"کمہار پہ بس نہ چلا تو گدھے کے کان اینٹھ دیے"۔"

[ڈی ڈبلیو اردو]

A refugee no longer | Editorial

ترجمہ: "اگرچہ حکام کو مجرمانہ عناصر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے اور غیر قانونی ترکِ وطن کی روک تھام کرنی چاہیے، لیکن یہ جلد بازی میں اور دقیق سوچ بچار کے بغیر اپنایا جانے والا طریقہ کار دو حوالوں سے پریشانی کا باعث ہے۔ اولاً، یہ پاکستان کی عالمی ساکھ کو داغ دار کرتا ہے، ثانیاً، یہ ایک ایسے طبقے کو ہم سے بیگانہ کر دیتا ہے جو دہائیوں سے ہماری سرزمین پر پناہ لے رہا ہے۔ اس سے نمٹنے کے کئی طریقے ہیں۔ حکام کو اپنے کاموں میں شفافیت کو یقینی بنانا چاہیے۔ یہ ثبوت پر مبنی ہونا چاہیے، تعصب پر نہیں۔ دوسرا، غیر ملکیوں کے حوالے سے قانون کا از سرِ نو جائزہ لیا جانا چاہیے تاکہ اس میں پناہ گزینوں سے نمٹنے کے لیے بین الاقوامی اصولوں کے مطابق انسانی ہمدردی پر مبنی طریقہ کار شامل کیا جا سکے۔ تیسرا، کابل اور اسلام آباد کے لیے بہتر ہو گا کہ وہ تعمیری مذاکرات میں مشغول ہوں، اور کسی ایسے حل پر پہنچیں جو اس مسلسل تناؤ کی بنیادی وجہ کو حل کرے تاکہ مہاجرین کو غیر منصفانہ جانچ پڑتال سے بچایا جا سکے۔ اور آخری اور شاید سب سے اہم بات یہ کہ افغانوں کے بنیادی انسانی حقوق کا احترام کیا جانا چاہیے، چاہے دستاویزی اعتبار سے ان کی حیثیت جو بھی ہو۔ اگرچہ قومی سلامتی سب سے مقدم ہے، لیکن اس کا حصول بین الاقوامی ساکھ کو داغ دار کرنے اور انسانی جانوں کی قیمت پر نہیں ہونا چاہیے۔"

[Daily DAWN]

بچہ سقہ؟؟؟ | حامد میر

"بقول اقبال اگر افغانستان میں فساد ہو گا تو پورے ایشیا میں فساد ہو گا اور اگر افغانستان میں خوشحالی آئے گی تو پورے ایشیا میں خوشحالی آئے گی۔ افسوس کہ قیامِ پاکستان کے بعد حکمران اشرافیہ کی لڑائیوں اور چال بازیوں نے افغانستان اور پاکستان کے عوام میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کیں، لیکن دونوں اطراف کے لوگوں کی تاریخی، ثقافتی اور مذہبی رشتے اتنے مضبوط ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کمزور ہونے کی بجائے مزید مضبوط ہوئے۔ ہمیں ماننا ہو گا کہ افغانستان اور پاکستان کے کئی حکمران ذاتی مفادات کے لیے ہمیں ایک دوسرے سے لڑاتے رہے۔

...... آج پاکستان کی حکومت اعلان کر رہی ہے کہ یہاں غیر قانونی طور پر مقیم افغان باشندے یکم نومبر تک پاکستان چھوڑ دیں ورنہ انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان میں غیر قانونی طور پر مقیم افغانوں کو یکم نومبر تک نہ نکالا جا سکا تو پھر کیا ہو گا؟

...... نگران حکومت کا اصل کام الیکشن کرانا ہے۔ فی الحال نگرانوں کی طرف سے الیکشن کے سوا باقی سب کام کیے جا رہے ہیں۔ افغان باشندوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی ہے اور اس سلسلے میں کچھ جگہوں پر ایسے افغان باشندوں کو بھی گرفتار کیا گیا جن کے پاس قانونی دستاویزات موجود تھیں۔ نگران حکومت کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسی ایسے افغان کے ساتھ زیادتی نہ ہو جس نے پاکستانی قانون نہیں توڑا۔ جو بھی کیا جائے صرف اور صرف پاکستان کے فائدے کے لیے کیا جائے۔ منشیات فروشوں اور سمگلروں کو بالکل معاف نہ کیا جائے، لیکن بے گناہ افغانوں کو جیلوں میں ٹھونس کر پاکستان کے دشمنوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ یاد رکھیں حکیم الامت علامہ اقبال نے افغانستان کو ایشیا کا دل قرار دیا۔ ایشیا کے دل میں پاکستان نے اپنے لیے خود ہی نفرت بھر دی تو یہ پاکستان کے فائدے میں نہیں ہو گا۔ پاکستان کے دشمنوں کے ایجنڈے پر کام مت کریں اور بچہ سقہ مت بنیں۔"

[روزنامہ جنگ]

مشکل فیصلے پر عمل درآمد | منیر احمد بلوچ

"افغان مہاجرین کے جبری انخلا سے دشمن بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا بلکہ ہو سکتا ہے اجیت ڈوول جیسے شاطر نے یہ کوششیں شروع ہی نہ کر دی ہوں کیونکہ پاک افغان دوستی اور بھائی چارہ عالمی اُفق پر رونما ہونے والی جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیوں کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے اس لیے مغرب کی طرف سے اس راہ میں روڑے اٹکانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ چین کی نئی منزل اور سفارت کاری کوئی معمولی بات نہیں، اس کا سب سے پہلے افغانستان کو تسلیم کرتے ہوئے افغانستان میں سفارت خانہ قائم کرنا وہ ٹرننگ پوائنٹ ہے جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور برصغیر میں ہر گزرتے دن کے ساتھ چین کا یہ فیصلہ حالات اور سیاست کا رخ موڑ دے گا اور اس موقع پر چالیس برسوں سے نسل در نسل پاکستان میں رہنے والے افغانیوں کے انخلا سے پیدا ہونے والی چنگاریاں کس کا دامن جلائیں گی، یہ نوشتۂ دیوار ہے۔ افغان مہاجرین کے انخلا کے تناظر میں ان پہلوؤں کو بھی مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔"

[روزنامہ دنیا]

دوسری طرح کے کالم نویس اور تجزیہ نگار وہ ہیں جو نہ تو اسلامی بھائی چارہ، نہ انسانی ہمدردی، نہ مہاجرین کے حوالے سے بین الاقوامی قوانین اور نہ ہی اس فیصلے کے پاکستان پر دور رس اثرات کو مد نظر رکھ رہے ہیں، بلکہ افغان مہاجرین کے خلاف کیے جانے والے پراپیگنڈے سے اثر لیتے ہوئے جذبات کی رو میں بہہ کر ہر حال میں افغان مہاجرین کو جلد از جلد دیس نکالا دینے کی

پرزور حمایت کر رہے ہیں۔ ایسے کالم نویسوں اور دانش سے عاری 'دانشوروں' کی تحاریر سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

اب یا کبھی نہیں! | زاہد اعوان

"اب وقت آن پہنچا ہے کہ پاکستان میں موجود غیر قانونی شہریوں کو رجسٹریشن کے ذریعے ریکارڈ پر لایا جائے تاکہ ایک منظم طریقہ کار کے ذریعے ان افراد کی واپسی کا عمل شروع کیا جا سکے۔ اس حوالے سے افغان حکومت کو بھی اعتماد میں لیا جائے اور بتایا جائے کہ ہم ایک اچھے ہمسائے کی حیثیت سے کئی دہائیوں سے افغان بھائیوں کا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ ہم نے اپنی قوم کا پیٹ کاٹ کر افغان مہاجروں کو تعلیم، صحت اور روزگار سمیت تمام سہولتیں فراہم کیں، لیکن اس نیکی کے بدلے ہمیں بدترین دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑا اور افسوسناک بات یہ ہے کہ پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی کے تمام تانے بانے سرحد پار جا کر ملتے ہیں جبکہ گزشتہ چند برسوں کے دوران ہونے والی دہشت گردی میں زیادہ تر غیر قانونی طور پر مقیم افغان باشندے ملوث تھے جس کے بعد اب ضروری ہو گیا ہے کہ غیر قانونی طور پر مقیم تمام غیر ملکیوں کو دیس نکالا دیا جائے۔ عالمی برادری کو بھی اس سلسلے میں پاکستان کی مدد کرنی چاہیے ورنہ یہ آگ باقی دنیا کا امن بھی تباہ کر دے گی۔ نگران حکومت اور قومی اداروں نے غیر قانونی طور پر رہائش پذیر غیر ملکیوں کو نکالنے کے لیے یکم نومبر کی جو ڈیڈ لائن دی ہے اس پر سختی سے عمل درآمد کیا جانا چاہیے۔ اب اگر اس کام کا بیڑہ اٹھا لیا ہے تو اس کو ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر خدانخواستہ اب بھی یہ کام نہ ہو سکا تو پھر شاید آئندہ کئی دہائیوں میں بھی نہ ہو سکے اور حقیقی امن و امان کا خواب ادھورا ہی رہ جائے۔"

[روزنامہ دنیا]

غیر قانونی مقیم غیر ملکی شہریوں کا انخلا……! | ساجد حسین ملک

"نائن الیون کے بعد امریکہ اور نیٹو افواج نے افغانستان پر فوج کشی کی تو پاکستان کو مجبوراً عالمی طاقتوں کا ساتھ تو دینا پڑا لیکن اس نے پھر بھی افغانستان کے خلاف عالمی طاقتوں کی جنگ کو اپنی جنگ نہ سمجھا۔ اس کا خمیازہ ہمیں امریکہ کی طرف سے مستقل ناراضی کی صورت میں بھگتنا پڑا تو افغان طالبان کی سرپرستی میں قائم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کی دہشت گردی کی خونریز کارروائیوں اور خودکش حملوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اس میں کم و بیش اسی ہزار کے لگ بھگ پاکستانی جن میں اکثریت کا تعلق پاکستان کی مسلح افواج سے ہے اپنی جانوں کی قربانیاں دے چکے ہیں تو کھربوں ڈالر کا معاشی نقصان بھی ہمارے حصے میں آچکا ہے۔ حالات و واقعات کے اس سیاق و سباق اور پس منظر اور پیشِ منظر میں اب افغانیوں سے عقیدت کا بت دھڑام سے گر چکا ہے تو اس پر کسی اور کو دوش نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت پسندانہ سوچ یہی ہو سکتی ہے کہ تمام غیر ملکی جو غیر قانونی طور پر پاکستان میں مقیم ہیں خواہ وہ افغان باشندے ہیں یا کوئی اور، وہ ہماری جان بخشی کریں اور اپنے ملک یا ملکوں کو جائیں اور ہمیں اپنے حال پر رہنے دیں۔ غیر قانونی طور پر مقیم پاکستان میں افغان باشندوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو تقریباً پندرہ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ پاکستان اب ان کو مزید پال نہیں سکتا۔ اقوام متحدہ یا کوئی اور ادارہ یا ملک ان کی دیکھ بھال کرنا چاہتا ہے تو ضرور کرے، ہمیں بہر کیف ان سے پیچھا چھڑانا ہو گا کہ اسی میں ہماری بہتری ہے۔"

[روزنامہ نئی بات]

انڈیا | پارلیمنٹ میں مسلمان رکن کو گالیاں

بھگوا ہندو انتہا پسند ہندوستان میں سر عام مسلمانوں کی تذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر اس قدر بھرا ہوا ہے کہ ان کے ہاتھوں اور زبانوں سے ابل پڑ رہا ہے۔ مرد، خواتین، یہاں تک کہ اسکولوں میں بچے تک محفوظ نہیں رہے۔ جہاں عام مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہیں وہیں ان کی بدتہذیبی ان کے ایوانوں میں بھی سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ بی جے پی کے رکن 'رمیش بدھوڑی' نے پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران 'بہوجن سماج پارٹی' کے مسلمان رکن دانش علی کے خلاف مغلظات بکے جس پر اجلاس میں موجود دیگر بی جے پی کے اراکین خوب لطف اندوز ہوئے۔ اس کی ویڈیو بھی سوشل میڈیا پر خوب وائرل ہوئی، لیکن اس حرکت پر بدھوڑی کو کوئی پوچھنے والا نہ تھا اور نہ ہی اسپیکر کی طرف سے اسے روکا گیا۔ پورے ہندوستان میں ہندو انتہا پسند مسلمانوں کے خلاف ہر پلیٹ فارم اور ہر سطح پر زہر اگل رہے ہیں، لیکن انہیں روکنے والا کوئی نہیں۔

اس حوالے سے مختلف کالم نویسوں کی آرا کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

نئی پارلیمنٹ عمارت کا ۲ ہزار سال پرانے سنسکار کے ساتھ افتتاح | ندیم عبد القدیر

"دانش علی اکیلے ہی بی جے پی رکن پارلیمنٹ بھدوڑی کے خلاف کارروائی کرنے کی مانگ کر رہے ہیں اور مکتوب بھیج رہے ہیں۔ ان کی پارٹی ان کے ساتھ نہیں ہے۔ پارٹی نے اتنے نازک وقت میں اپنے ہی رکن پارلیمنٹ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ ہے مسلم لیڈروں کی 'اوقات'، ان کی پارٹیوں کی نظر میں۔ وہ سیاسی پارٹیاں جن کے لیے یہ لیڈران اپنی قوم سے بھی دشمنی مول لینے اور قوم سے غداری کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، وہ ان کی اتنی بڑی توہین کے وقت ان کا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔

……ڈی ایم کے لیڈر 'ادئے نیدھی اسٹالن' نے سناتن دھرم کو ملیریا اور ڈینگی سے زیادہ خطرناک قرار دیا اور کہا کہ یہ ذہنیت ۲ ہزار سال سے ملک میں نفرت اور بدامنی کا بنیادی سبب بنی ہوئی ہے۔ اسٹالن کے بیان کی پوری بی جے پی مخالفت کر رہی ہے لیکن بھدوڑی نے اپنی حرکت سے اسٹالن کو صحیح ثابت کیا ہے۔ یہ ایک ایسی ذہنیت ہے جس میں دیگر کسی بھی تہذیب، ثقافت اور مذہب کے لیے رواداری کا کوئی جذبہ نہیں ہے بلکہ یہ اپنے علاوہ ہر تہذیب، ثقافت اور مذہب کو

ہمیشہ ختم کرنے کے درپے رہتی ہے۔ ۲ ہزار سال سے ہندوستان یہی دیکھ رہا ہے اور نئی پارلیمنٹ کی عمارت میں بھی اسی کا مظاہرہ ہوا۔"

[روزنامہ اردو ٹائمز]

پارلیمنٹ میں اسلاموفوبیا کا بدترین مظاہرہ | ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد

"دانش علی کے تئیں جس نفرت کا اظہار رمیش بدھوڑی نے کیا اس میں دانش علی کا مسلمان ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستان میں اب 'اسلاموفوبیا' کی لہر پورے زوروں پر چل رہی ہے۔ اسلام دشمنی اور مسلم دشمنی سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ کل تک بند کمروں میں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا جاتا تھا۔ پھر چوراہوں اور بازاروں میں مسلم دشمنی کے بدترین مظاہرے ہوئے۔ اب ملک کی پارلیمنٹ میں ایک معزز رکن کو بھی اسلاموفوبیا کا شکار ہونا پڑا ہے۔ اس مسلم دشمنی کو لگام دینے کے لیے ملک کے مسلمانوں کو اپنا ایک لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا۔ ملک میں ایک ایسا بیانیہ (Narrative) مسلمانوں کے خلاف تیار کیا جا رہا ہے کہ ملک کے دیگر طبقوں کے سامنے ان کی شبیہ کو اتنا مسخ کر کے رکھ دیا جائے کہ انہیں ہر مسلمان دہشت گرد، 'کٹوا' ملّا اور آتنک وادی نظر آئے۔ پارلیمنٹ میں ایک مسلم رکن کے خلاف ہونے والی اس مجرمانہ حرکت پر مسلم قائدین صرف بیان بازی کریں گے یا قراردادوں کو منظور کر کے بری الذمہ ہو جائیں گے تو آنے والے دنوں میں حالات اس قدر خطرناک ہو جائیں گے کہ دیگر مسلم ارکانِ پارلیمنٹ اور ارکانِ اسمبلی کے ساتھ مسلم قائدین و علماء کو بھی ایسی گالیاں سننے پر مجبور ہونا پڑے گا۔"

[روزنامہ منصف]

انڈیا | ذات پات پر مبنی مردم شماری

ہندوستان کے صوبہ بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے انڈیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ ذات پات پر مبنی مردم شماری کروائی اور اس کی تفصیلی رپورٹ میڈیا پر جاری کر دی گئی۔ جس کے مطابق صوبہ بہار کی تقریباً ۸۵ فیصد آبادی نچلی ذاتوں پر مشتمل ہے، جبکہ براہمن صرف ۴ فیصد ہیں۔ یہ موضوع اس لیے بھی اہم ہے کہ ۲۰۲۴ء میں ہندوستان میں عام انتخابات ہونے ہیں۔ اب تک بی جے پی اور دیگر بڑی جماعتوں میں اونچی ذات کے براہمن یا کھشتری حکومت پر براجمان ہیں۔ اور نچلی ذات کے لوگوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے حکومت میں حصہ نہیں دیا جاتا۔

رپورٹ کے جاری ہونے کے بعد دوسرے صوبوں میں بھی اسی طرح ذات پات پر مبنی مردم شماری کا مطالبہ زور و شور سے ہو رہا ہے۔ مودی حکومت میں اعلیٰ ذات کے سخت گیر اور انتہا پسند ہندوؤں نے پورے ہندوستان پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اگر دوسرے صوبوں میں بھی اسی طرح کی مردم شماری کرائی گئی تو آنے والے انتخابات میں بی جے پی کو زبردست دھچکہ لگ سکتا ہے۔ کیونکہ بی جے پی نچلی ذات کے ہندو، جین، بدھ اور سکھوں کو بھی شامل کر کے ہندوؤں کی آبادی ۸۰ فیصد دکھاتی ہے اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو ۲۰ فیصد کہتے ہیں۔ حقیقت میں یہ بیانیہ اپنا کر یہ بدھ، جین، سکھ اور نچلی ذات کے ہندوؤں کا استحصال کرتے ہیں، انہیں اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کا اصل ہدف اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی حکمرانی ہے۔ اگر پورے ہندوستان میں ذات پات کی بنیاد پر مردم شماری ہوتی ہے اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حکمرانی کرنے والے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی اصل تعداد ہندوستان میں ۱۰ فیصد بھی نہیں تو اس سے بی جے پی کے ارادوں کے سامنے رکاوٹ کھڑی ہو سکتی ہے۔

اس موضوع پر چند کالم نگاروں کی تحاریر سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

جس کی جتنی آبادی اُس کی اتنی حصہ داری | ندیم عبد القدیر

"نتیش کمار نے یہ رپورٹ جاری کر کے ملک میں سیاست کو نیا رخ دیا ہے۔ اگر اس کا صحیح استعمال ہوا تو یہ ملک کی سیاست میں تاریخی تبدیلی لا سکتی ہے۔ ابھی صرف بہار کی ہی رپورٹ جاری ہوئی ہے تو سنگھ پریوار بوکھلا گیا ہے، اب اگر دیگر ریاستوں میں بھی اسی طرح کی رپورٹ جاری ہونے لگے تو کیا ہوگا؟ جس کے مطالبات ہونے لگے ہیں۔ کانشی رام کا دیا نعرہ پھر سے گونجنے لگا ہے۔

'جس کی جتنی آبادی اس کی اتنی حصہ داری'"

[روزنامہ اردو ٹائمز]

جڑے گا بھارت جیتے گا انڈیا؟ | ڈاکٹر شجاعت علی صوفی

"اس سروے کے منظرِ عام پر آنے کے بعد بے حد پسماندہ طبقات میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے کیونکہ آبادی کے اعتبار سے اقتدار میں حصہ داری کا دیرینہ خواب تھا جو اب شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے۔

سارے ملک میں ان طبقات کی جانب سے یہ مطالبہ زور پکڑ رہا ہے کہ اس طرح کی مردم شماری قومی سطح پر کی جائے تاکہ غریب عوام کی خوشحالی کا کام کیا جا سکے۔ سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ بہار میں نتیش کمار نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس نے بھارتیہ جنتا پارٹی کو سیاسی طور پر کمزور کر دیا ہے۔ ۲۰۲۴ء کے لوک سبھا کے انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ پچھلے دنوں آر ایس ایس کے ترجمان 'آرگنائزر' نے اپنے اداریے میں لکھا تھا کہ ہندو، مسلم خلیج اور مودی کا چہرہ اب بی جے پی کو کامیاب نہیں کر سکتا۔

کانگریس نے دعویٰ کیا کہ بہار میں ذات پات کی مردم شماری کے اعداد و شمار منظر عام پر آنے کے بعد وزیر اعظم مودی کی راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے۔ پارٹی کا کہنا ہے کہ ان چونکا دینے والے اعداد و شمار کے سامنے آنے کے بعد پورے ملک میں ذات پات کی مردم شماری کروانے کا مطالبہ زور پکڑ چکا ہے۔ یہاں یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ کانگریس نے اس نکتہ کو اپنی پالیسی میں شامل کر لیا ہے۔"

[روزنامہ منصف]

بہار: کیا بَہار آنے کو ہے؟ | اداریہ

”بی جے پی اس کو بسر و چشم قبول نہیں کرے گی، مگر اس کی مخالفت بھی نہیں کر سکتی، اس لیے وزیر اعظم نے اس پر الگ ڈھنگ سے سوال اٹھایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ذات پات کی بنیاد پر حصہ داری دینے کا مطلب ”اقلیتوں کو الگ تھلگ کرنا اور انہیں ان کے حقوق سے محروم“ کر دینا ہو گا۔ یہ اس سروے کو دیکھنے کا نیا زاویہ ہے جس کا اظہار گزشتہ روز وزیر اعظم نے ایک ریلی کے دوران کیا۔ یہ نیا زاویہ کیوں وضع کیا گیا ہے، یہ سمجھنا مشکل ہے۔ حصہ داری کا ایک مطلب اقتدار میں حصہ داری ہے اور بی جے پی نہ تو مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیتی ہے نہ ہی انہیں وزیر بناتی ہے۔ کوئی مسلمان بی جے پی کا رکن پارلیمان ہے نہ ہی رکن اسمبلی۔ اس پسِ منظر میں سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ زیرِ بحث سروے کی وجہ سے حکمران جماعت شدید دباؤ میں آگئی ہے؟

ہمارے خیال میں جیسے جیسے الیکشن قریب آتے جائیں گے ویسے ویسے بی جے پی سیاسی بیانیہ کو تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی جبکہ اپوزیشن پارٹیوں کی کوشش ہو گی کہ ”جس کی جتنی بھاگیداری، اس کی اتنی حصہ داری“ کے فارمولہ پر سختی سے جمی رہے۔ کس کی کوشش کتنی کامیاب ہو گی یہ کہنا مشکل ہے۔“

[روزنامہ انقلاب]

انڈیا	انڈیا کینیڈا تنازع

نریندر مودی کے کینیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو کے ساتھ تعلقات میں سرد مہری گزشتہ ماہ جی ۲۰ کے اجلاس سے پہلے ماضی میں بھی دیکھی گئی۔ لیکن یہ سرد مہری تنازع کی شکل اس وقت اختیار کر گئی جب کینیڈا کے وزیر اعظم نے مودی حکومت پر سکھ علیحدگی پسند رہنما ’ہردیپ سنگھ نجر‘ کے قتل میں ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ اور کہا کہ خالصتان تحریک کے رہنما ہردیپ سنگھ نجر کے کینیڈا کے اندر قتل میں بھارتی خفیہ ایجنسی ’را‘ کے ملوث ہونے کے ثبوت موجود ہیں، اور یہ کینیڈا کی خود مختاری کی ناقابلِ قبول خلاف ورزی ہے۔ اس پر دونوں ممالک کے سفارتی تعلقات شدید تناؤ کا شکار ہو گئے۔ امریکہ اور یورپی یونین نے بھی اس واقعہ پر کوئی خاص ردِّ عمل نہیں دیا جس کی وجہ سے کینیڈا اپنی ہی مغربی برادری میں تنہا رہ گیا۔ چونکہ مغربی طاقتیں انڈیا کے ساتھ کھڑی ہیں اور ایشیا میں چین کی ابھرتی طاقت کے مقابل انڈیا کو کھڑا کر رہی ہیں تاکہ انڈیا کے ساتھ مل کر چین کے مقابلے میں طاقت کا توازن قائم کر سکیں۔ چنانچہ وہ انڈیا سے کسی قسم کی محاذ آرائی نہیں قائم کرنا چاہتیں۔

اس سلسلے میں جہاں عالمی میڈیا نے کینیڈا کو تنہا چھوڑ رکھا ہے وہیں بھارتی میڈیا چاہے مسلمانوں کے اخبارات ہوں یا ہندوؤں کا میڈیا سب بڑھ چڑھ کر کینیڈا کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ اس حوالے سے ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کینیڈا میں سکھ رہنما کا قتل ہندوستان اور کینیڈا کے درمیان شدید سفارتی تناؤ | مسعود ابدالی

”یہ تنازع ہے تو خاصا سنگین، اور نجر کے ہندوستانی ایجنٹ کے ہاتھوں قتل کو کچھ کینیڈین اہلکار ریاستی دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ کینیڈا کے تین معتمد اتحادی امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا بظاہر کینیڈا کی پشت پر ہیں، لیکن مغربی دنیا کوشش کر رہی ہے کہ کینیڈا اور بھارت کے درمیان سفارتی تنازع دوسرے ممالک کے بین الاقوامی تعلقات کو خراب نہ کرے۔ بڑھتی ہوئی معاشی قوت کے ساتھ بھارت کا عالمی بساطِ سیاست پر کردار اہم ہو گیا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے لیے بھارت، چین کی پیش قدمی کو روکنے والا ہراول دستہ ہے۔ افغانستان پر روسی حملے کے وقت صدر ضیاء الحق پاکستان کو کمیونسٹ یلغار کے سامنے Front Line State کہا کرتے تھے۔ اب مغربی دنیا بھارت کو چین کے امنڈتے سیلاب کے آگے مضبوط بند سمجھتی ہے۔

چنانچہ امریکہ اور یورپی یونین نہیں چاہتے کہ بھارت کینیڈا تنازع چین کے خلاف اتحاد کو کمزور کر دے۔ امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا کو قتل کے ان الزامات پر ’گہری تشویش‘ ہے، وہ اس تنازع کے حل اور بھارت کینیڈا کشیدگی کو کم کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ لیکن اگر تحقیقات کے نتیجے میں بھارتی دامن و خنجر خود بول پڑے تب بھی ان ممالک کے لیے دہلی کی سرزنش و مذمت ممکن نہیں کہ:

؎ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو!“

[روزنامہ منصف]

دنیا میں واحد پاکستان ہی ایسا ملک ہے جس کے میڈیا پر ہندوستان کے اس اقدام پر تنقید کی جا رہی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ پاکستانی تجزیہ نگار کینیڈا میں بھارتی کارروائی کی مذمت کر رہے ہیں لیکن یہ بات شاید کم ہی لوگوں کے علم میں ہو کہ جن دنوں کینیڈا میں خالصتان تحریک کے رہنما کا قتل ہوا انہی دنوں پاکستان کے شہر لاہور میں بھی خالصتان کے ایک رہنما کا قتل ہوا۔ لیکن میڈیا، حکومت اور فوج سب کو اس معاملے میں سانپ سونگھ گیا۔ ایسا ظاہر کیا جا رہا ہے جیسے ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔

بہر حال انڈیا کینیڈا تنازع کے حوالے سے ایک پاکستانی کالم نگار کی طرف سے بھارت پر کی گئی تنقید سے اقتباس ملاحظہ ہو:

ہندوستان، کینیڈا مناقشہ اور خفیہ ایجنسیوں کے بیرون ملک آپریشن | افتخار گیلانی

”آج جب کینیڈا نے نجر کے قتل کے معاملے میں ہندوستان کو آڑے ہاتھوں لیا ہے، تو میجر اوتار سنگھ اور قانون دان جلیل اندرانی کا ذکر لازمی تھا۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ راء جس نے سری

لنکا اور میانمار میں شورشوں کی حمایت کی ہے اور ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کے قیام کے لیے لڑنے والے گوریلوں کی مدد کی ہے، کینیڈا میں قاتلانہ حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مگر کیا چین کو قابو کرنے کے نام پر مغربی دنیا ہندوستان کو دوسرا اسرائیل بننے دینے کی متحمل ہو سکتی ہے؟ کیا جنوبی ایشیا دوسرا مڈل ایسٹ بننے جا رہا ہے؟ کسی نے چند سال قبل لکھا تھا کہ ہندوستان، مغربی دنیا کے بگڑے ہوئے چھوکرے کا کردار ادا کر رہا ہے۔ کیا اس بگڑے چھوکرے پر لگام لگانے کا وقت نہیں آیا ہے، جو اس خطے کی سلامتی کو خطرے میں ڈال کر عدم استحکام کا باعث بن سکتا ہے؟ استحکام اور پائیدار امن کے لیے سنجیدہ اقدامات اور بات چیت کی ضرورت ہوتی ہے، جو سیاسی قوتوں کا ہی خاصہ ہوتا ہے۔"

[دی وائر]

انڈیا | ہندوؤں کی 'سائنسی ایجادات و دریافتیں'

ہندو ایک ایسی قوم ہے جو اپنی 'عظمت' بیان کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے اور جھوٹ کے پل باندھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی۔ نہ ہی بلند و بانگ دعوے کرنے والوں کو کوئی دقت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی ان دعووں کو قبول کرنے والوں کو کوئی جھجک محسوس ہوتی ہے۔ ان کے تو سائنسدان تک بڑے وثوق سے دعویٰ کر لیتے ہیں کہ گائے کا گوبر خود پر لیپ لینے سے ایٹم بم کی تابکاری سے بچا جا سکتا ہے کیونکہ گاؤ ماتا کے گوبر سے تابکاری نہیں گزر سکتی۔

اس سے ہی ملتی جلتی ایک حرکت جی ۲۰ کے اجلاس میں بھی کی گئی۔ اجلاس کے اختتام پر تمام شرکا اور صحافیوں کو ایک فولڈر دیا گیا جس میں دو کتابیں اور کچھ پمفلٹ تھے جن میں اسی قسم کے مضحکہ خیز دعوے کیے گئے ہیں۔

ان مضحکہ خیز دعووں کا ذکر ایک کالم نگار نے کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

جی ٹوئنٹی اجلاس اور مذاق کا سامان | روہنی سنگھ

"شاید اس اجلاس کی گہما گہمی کی وجہ سے اُن کو ان کتابوں کے مطالعہ کا موقع دہلی میں نہیں ملا، مگر گھر واپس پہنچ کر جس بھی غیر ملکی مندوب نے ان کتابوں کو پڑھا، ان کو تو مذاق کا ایک موضوع مل گیا ہے۔ کئی افراد تو میسج کر کے کہہ رہے ہیں کہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ بھارت میں فائٹر جیٹ پتھر کے زمانے میں ہی ایجاد ہو گئے تھے، جبکہ ابھی لوہا اور حتیٰ کہ آگ بھی دریافت نہیں ہوئی تھی۔

......اس کتاب میں غیر ملکی مندوبین کو بتایا گیا ہے کہ کئی ہزار سال قبل بھارتی سائنسدان مہار اشی بھاردواج نے اپنی کتاب Science of Aeronautics میں خلائی سوٹ اور اسے بنانے والے مواد کے بارے میں لکھا تھا۔

......کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بھارت کے ایک ماہرِ فلکیات نے پہلی صدی قبل مسیح میں مریخ کی سطح پر پانی کا ہونا دریافت کر لیا تھا۔ اب یہ حضرت مریخ پر کیسے پہنچ گئے تھے، اس کے بارے میں تفصیل نہیں ہے۔

اس میں مزید لکھا ہے کہ مہابھارت کے دور کے کردار 'کورو' بھائیوں کی پیدائش 'ٹیسٹ ٹیوب' کے ذریعے سے ہوئی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ مہابھارت کی جنگ پانچ ہزار سال قبل ہوئی تھی۔ اب ان کو کون بتائے کہ خود شیشے کی دریافت ہی چار ہزار سال قبل ہوئی تھی۔ ایک اور انکشاف ہے کہ بھگوان کرشن کے بڑے بھائی بلرام کی پیدائش 'سروگیسی' (Surrogacy) کے ذریعے سے ہوئی تھی۔

......مزید بتایا گیا ہے کہ کششِ ثقل کے تصور کی وضاحت سب سے پہلے ایک بھارتی سائنسدان نے کی تھی۔ جان ڈالٹن سے ۲۵۰۰ سال قبل ایک ہندوستانی اسکالر نے ایٹم دریافت کر لیا تھا۔ اب اگر ایٹم دریافت کر لیا تھا تو شاید ایٹم بم بھی بنا لیا ہو گا۔ مگر آخر اس کو دریائے سندھ کے راستے آئے دن آنے والے حملہ آوروں کے خلاف کیوں استعمال نہیں کیا گیا؟ یہ حملہ آور تو چند سو گھوڑوں پر سوار دہلی تک دندناتے چلے آتے تھے۔

مندوبین کے فولڈر میں "Bharat – Mother of Democracy" اور "Bharat – Ancient Culture" نامی کتابچے بھی تھے۔ ان میں واضح انداز میں تحریر ہے کہ قدیم زمانے سے بھارت میں جمہوری روایات موجود ہیں۔ ایک دستاویز میں بھارت کی جمہوری روایات کو ۶۰۰۰ قبل مسیح بتایا گیا ہے۔

......کتاب میں کہا گیا ہے کہ قدیم جمہوری روایت بھارت میں رامائن اور مہابھارت کے دور میں موجود تھی۔ اس میں وادئ سندھ کی کی تہذیب کو سندھو سرسوتی تہذیب بتایا گیا ہے۔ کتاب کے مطابق مراٹھا لیڈر شیواجی اور مہاراجا پرتاب اس ملک کے حقیقی ہیروز تھے نہ کہ دہلی سلطنت کے حکمران۔

...... ستم ظریفی یہ ہے کہ ان دونوں کتابچوں میں بھارت میں مسلم حکمرانی کے ۱۰۰۰ سال کے اہم دور کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ باہر سے آنے والے مہمان کانفرنس کی مصروفیت سے وقت نکال کر مسلم دور کی یادگاروں کو ہی دیکھنے چلے گئے۔ کئی سربراہانِ مملکت نے تو دہلی کی شاہی جامع مسجد جانے کی خواہش کا اظہار بھی کیا، مگر ان کو بتایا گیا کہ سکیورٹی کی وجہ سے ان کا جانا مناسب نہیں ہے، مگر وفد کے دیگر افراد ان جگہوں پر حاضری دے سکتے ہیں۔"

[ڈی ڈبلیو اردو]

☆☆☆☆☆

القاعدہ امتِ مسلمہ کے جہادی لشکروں میں سے ایک لشکر ہے

اور ساتھ ہی ایک دعوت، تحریک اور نظریے کا نام ہے

اس دعوت و تحریک سے متعارف ہونے کے لیے ان کتب کا مطالعہ کیجیے:





ایسے ہوتے ہیں اسلام کے راہنما
حافظ صہیب غوری

عمليات 11 سبتمبر
بين الحقيقة والتشكيك
الشيخ أبو محمد المصري

فرسان تحت راية النبي ﷺ
الشيخ ايمن الظواهري

شذرات من تاريخ القاعدة
الشيخ خبيب السوداني

الطريق إلى
نيروبي ودار السلام
الشيخ أبو محمد المصري

نہ ختم ہونے والا انتظار......

بنتِ طبیب

''عثمان کے ابو!... عثمان نجانے ابھی تک کیوں نہیں پہنچا!''ثمینہ پریشانی سے بولتی کمرے میں داخل ہوئی۔

ہارون نے بے اختیار گھڑی کی طرف دیکھا۔ گھڑی رات کے گیارہ بجا رہی تھی۔

''کہاں گیا تھا؟''ہارون کے دل میں ہول اٹھنے لگے۔ وہ جھٹ سے بستر سے نکل کر کھڑا ہو گیا۔

''دلہن کو بھی بتا کر نہیں گیا کہ کہاں جا رہا ہے!''......

ہارون کا دل گھبرانے لگا۔ وہ کپڑے تبدیل کرنے غسلخانے میں گھس گیا۔ مگر خوش قسمتی سے جیسے ہی وہ غسل خانے سے باہر نکلا عثمان گھر پہنچ چکا تھا۔

''السلام علیکم ابو جی! السلام علیکم امی جی!''

حسب معمول وہ سب سے پہلے ان کے کمرے میں ہی آیا تھا۔ اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ کر ان دونوں ماں باپ نے سکھ کا سانس لیا۔

''کہاں چلا گیا تھا تو؟''ہارون نے نہ چاہتے ہوئے بھی خفگی سے پوچھا، ''کب سے تیرے لیے پریشان بیٹھے ہیں!''۔

''او معاف کر دیں ابو جی! میں دراصل صالحہ کو بتا کر جانا بھول گیا!''، عثمان شرمندگی سے بولتا ماں کے بستر پر ہی بیٹھ گیا۔

''کہاں گئے تھے؟''......

''میرے چند مجاہد ساتھی آئے تھے!''......

وہ دھیرے سے بولتا ثمینہ کا سر دبانے لگا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ وہ ماں کے ساتھ بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کرتا اور ان کا سر دباتا رہتا۔

ہارون اور ثمینہ نے حیرت سے اس کو دیکھا۔

''تو مجاہدین سے ملتا ہے؟ ابھی بھی جہادی کام کرتا ہے؟''، ہارون نے حیرت سے پوچھا۔

''جی ابو جی... چند ساتھی مجاہدین کے پاس بھیجے ہیں... شاید افغانستان تشکیل گزار کر آئیں''۔

''جیتا رہ میرا بیٹا!''، ہارون کو اپنے بیٹے پر اس لمحے ڈھیر سارا پیار آیا، ''بس احتیاط کیا کر... ایجنسیوں والے آج کل کسی کو نہیں چھوڑتے!... کسی کو بتایا نہ کر کہ تو کیا کرتا ہے!''۔

''جی ابو جی!''، عثمان نے فرماں برداری سے سر ہلا دیا۔

اس کا بوڑھا باپ جہاد کے معاملات کو کتنا سیدھا سادا سا سمجھتا تھا۔ عثمان دھیرے سے مسکرایا اور ہارون کے پاؤں دبانے لگا۔

''چل اٹھ یہاں سے!''، ہارون نے پیر فوراً پیچھے کر لیے، ''دلہن بیچاری کب سے تیرا انتظار کر رہی ہے!''۔

''اس کو میں نے چائے بنانے کو کہا ہے ابو جی!... میں تھک گیا تھا اب چائے آپ کے پاس ہی پی کر جاؤں گا!''، عثمان بولا اور پھر سے ہارون کے پیر دبانے لگا۔

دونوں ماں باپ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے ہونہار بچے کی نظر اتاری۔

☆☆☆☆☆

ہارون گھر میں داخل ہوا تو سب گھر والے برآمدے میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے۔ جبکہ عثمان وہیں اپنے دونوں بچوں کو کندھوں پر بٹھائے پورے صحن کے چکر لگا رہا تھا۔

''اب جہاز کراچی پہنچ گیا ہے!... نیچے اتر جاؤ!''، ہارون کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر عثمان نے دونوں بچوں کو نیچے اتار دیا۔

''دادا ابو آ گئے!''، اس کے دونوں پوتے گرتے پڑتے اس کی طرف بھاگے۔

دونوں بچے اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئے۔ ہارون نے ایک کو گود میں اٹھا لیا تو دوسرا ناراض ہونے لگا کہ اس کو کیوں نہیں اٹھایا۔

''ہٹو دونوں! ابو جی کو اندر تو آنے دو!''، عثمان نے ان دونوں کو ہارون کی گود سے لے لیا۔

چند سال کے اندر اندر ان کے گھر کی رونق میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ ایک ایک سال کے وقفے سے عثمان اور صالحہ کے تین بچے ہو گئے تھے۔ عثمان اپنے تینوں بچوں سے بے حد محبت کرتا تھا۔

''عثمان کے ابو! ہمارا عثمان بھی آپ کی طرح ہی ہے... اپنے بچوں سے کتنا پیار کرتا ہے!''، ثمینہ اکثر عثمان کے بچوں سے لاڈ دیکھ کر کہتی تھی۔

''ثمینہ! اپنی اولاد ہوتی ہی ایسی ہے!''، وہ مسکراتا، ''مگر مجھے تو لگتا ہے عثمان بچوں سے لاڈ میں مجھ سے بھی آگے نکلا ہے!''۔

وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ ہارون کے خاندان میں مردوں کا بچوں سے لاڈ پیار کرنے کی روایت نہیں تھی۔ مگر ہارون بہت مختلف تھا۔ وہ اپنے بچوں پر اپنی جان چھڑکتا تھا مگر عثمان تو اس سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ وہ تو بچوں کے ساتھ ایسے کھیلتا گویا انہی کی طرح کا بچہ ہو۔ کبھی گھوڑا بن کر ان کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیتا۔ تو کبھی اپنے کندھے پر بٹھائے پورے گھر میں گھماتا رہتا۔ ان کی زبان سے نکلی ہر خواہش پوری کرنے کو تیار رہتا۔

''ابو جی! آ جائیں بیٹھ جائیں!''، عثمان جلدی سے بولا۔

ہارون بیٹھ گیا۔

''آپ پھر اکیلے دور والے بازار چلے گئے تھے؟''، عثمان کچھ خفا لگ رہا تھا۔ اور ہارون جانتا تھا کہ کیوں!

''عثمان! میں سارا دن گھر میں نہیں گزار سکتا!''۔

''ابو جی! ڈاکٹر نے گرمی میں اور پیدل چلنے سے منع کیا ہے... آپ کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا!''۔

''کچھ نہیں ہو تا عثمان! تم بلاوجہ اتنا پریشان ہوتے ہو... ذرا سا دل میں درد ہوا تھا میرے!... تم ڈاکٹر لوگوں کو فوراً ہوّا ہو جاتا ہے!''، ہارون بولا۔

عثمان اس کی بات پر مزید خفا ہو گیا۔

''ابو جی! دل کا دورہ دوبارہ پڑنا بہت خطرناک ہوتا ہے!... آپ ابھی تو کچھ بہتر ہوئے ہیں!''۔

''عثمان! ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے... پھر کاہے کا ڈرنا!''۔

''ابو جی! مرنے کی باتیں کیوں کرنے لگے ہیں؟''، عثمان دھیرے سے بولا، ''اللہ آپ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے!''۔

''عثمان! الحمدللہ میری تمام ذمہ داریاں پوری ہو گئی ہیں اس لیے اب اللہ کے پاس جانے کی ہی تیاریاں کرنی ہیں نا!''، وہ مسکرایا۔

اسی لمحے عثمان کا بڑا بیٹا نجانے کہاں سے نکل آیا۔ اس کے ہاتھ میں کیلا تھا جو وہ کھا کم رہا تھا اور مسل کر خراب زیادہ کر رہا تھا۔

وہ آتے ہی دھپ سے عثمان کی گود میں گر گیا اور اس کے سارے کپڑے گندے کر دیے۔

''ارے! بابا کے کپڑے گندے کر دیے!''، صالحہ اس کو پکڑنے دوڑی۔

''بابا! کیلا!......''، بچہ ہر چیز سے بے نیاز عثمان کو کیلا کھلانا چاہ رہا تھا۔

''کچھ نہیں ہو تا صالحہ!''، عثمان مسکرایا اور بچے کے ہاتھ سے مسلا ہوا کیلا کھا لیا، ''مم......! بڑے مزے کا کیلا کھلایا ہمارے بیٹے نے!''۔

''توبہ ہے! لگتا ہے آپ بچوں کو بگاڑ کر ہی چھوڑیں گے!''، صالحہ بولی۔

وہ سب مسکرا کر باپ اور بیٹے کے لاڈ دیکھتے رہے۔

☆☆☆☆☆

رات کے دس بج رہے تھے۔ بچے اپنے کمروں میں سونے لیٹ گئے تھے مگر بڑے ابھی تک جاگ رہے تھے۔ موسیٰ اور عیسیٰ کے کمرے کی لائٹیں بھی بند تھیں مگر دونوں ابھی تک کسی اہم موضوع پر کھسر پھسر میں مصروف تھے۔

''تصویر تو دکھاؤ!''، عیسیٰ کی آواز میں بے چینی تھی۔

''ٹھیک ہے! میں دکھا دوں گا... مگر ابھی تم نے منال کو نہیں بتانا! ٹھیک ہے؟''، موسیٰ نے سرگوشی میں کہا۔

''کیوں؟ منال کو کیوں نہیں؟''......

''دادا ابو نے منع کیا ہے!''......

''کیوں؟''......

''مجھے نہیں معلوم!''، موسیٰ اس کے سوالوں سے تنگ آ کر جھلا کر بولا۔

پھر اس سے پہلے کہ عیسیٰ مزید سوالات کرتا موسیٰ بستر سے باہر نکلا اور خاموشی سے چلتا اپنی الماری میں سے اپنے باپ کی تصویر نکال لایا۔

''دکھاؤ!''، عیسیٰ بے چینی کے مارے اچھل کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔

''ہٹو پیچھے!''، موسیٰ نے اس کو پیچھے دھکیلا، ''یوں شور مچاؤ گے تو اماں کو پتہ چل جائے گا!''۔

عیسیٰ نے فرماں برداری سے سر ہلایا اور ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ موسیٰ نے خاموشی سے وہ تصویر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ عیسیٰ تصویر کو زیرو پاور کے بلب کی روشنی میں دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر بھی موسیٰ ہی کی طرح بڑے عجیب سے تاثرات ابھرے تھے۔

''یہ بابا ہیں؟''، وہ بڑبڑایا۔

''ہاں!''۔

''دادا ابو نے تمہیں کہا تھا کہ ان کو نہیں پتہ کہ بابا کہاں ہیں!''، عیسیٰ نے تصویر پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

''لاؤ تصویر دے دو!''، موسیٰ نے ہاتھ بڑھایا تو عیسیٰ نے اس تصویر کو چوما پھر اس کو واپس دے دی۔

''پھر اب کیا ہو گا؟... کیا ہمارے بابا گم ہیں؟''......

''ہاں! ہمارے بابا گمشدہ ہیں!''......

''ہمارے بابا کو کسی نے اغوا کیا ہے؟''، عیسیٰ نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے نہیں پتہ!''، موسیٰ تصویر کو الماری میں واپس رکھ کر دوبارہ بستر کی طرف آ گیا۔ عیسیٰ پہلے ہی بستر پر لیٹ چکا تھا۔

''موسیٰ! کیا ہم کبھی اپنے بابا کو دیکھ سکیں گے؟''...

''مجھے نہیں معلوم عیسیٰ!''، موسیٰ کی آواز میں بے حد کرب تھا۔

''اللہ کرے کہ ہمارے بابا مل جائیں!''......

''آمین!''۔

☆☆☆☆☆

''ابو جی! حریم آپا کا فون آیا تھا... وہ بہت پریشان تھیں... ان کے میاں پر قرض چڑھ گیا ہے!''۔

ہسپتال سے واپسی پر آج عثمان بہت پریشان لگ رہا تھا۔

''پھر تم نے اس کو کیا کہا؟ ذرا تسلی کرا دیتے!''، ہارون نے غور سے اس کی جانب دیکھا۔

''ابو جی! میں چاہ رہا تھا کہ حریم آپا کی کچھ مالی معاونت کر دیتے ہیں!''، عثمان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

''وہ لے لے گی؟''......

''میرے خیال میں تو لے ہی لے گی... اس کے میاں بیچارے کا کاروبار دیوالیہ ہو گیا ہے!''، عثمان بہت ہی پریشانی سے بتا رہا تھا، ''میں نے اس سے کہا ہے کہ اگر کاروبار دوبارہ شروع کرنے کے لیے سرمایہ چاہیے تو میں اور ابو جی مدد کر سکتے ہیں!''۔

''یہ تو نے اچھا کیا... اب آخر کو تو ہی تو اس کا بھائی ہے...''، ہارون نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

عثمان وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ ہارون ابھی ہونے والی گفتگو کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کی بچیاں ہمیشہ سے ہی اس کی بہت لاڈلی رہی تھیں مگر اس کو یہ فکر بھی کھاتی رہتی تھی کہ اس کی زندگی کے بعد آخر کو اس کی بیٹیوں کا کون خیال رکھے گا۔ آج عثمان کی اپنی بہن کے لیے فکر دیکھ کر وہ بہت مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کی بیٹیوں کا بھائی ان کا خیال رکھنے کو موجود تھا۔

اسی شام عثمان دوبارہ ان کے کمرے میں موجود تھا۔

''امی جی!... عائشہ آپا کا بڑا بیٹا علی بہت سخت بیمار ہے... جلدی سے تیار ہو جائیں ان کو لے کر ہسپتال جانا ہے!''، وہ آتے ہی بولا۔

''اللہ خیر کرے!''، ہارون اور ثمینہ دونوں ہی گھبرا گئے۔

''اس کے سسرال والے کہاں ہیں؟''......

''امی جی! آپ کو پتہ ہی ہے آپا کے سسرال والے بیچارے پرائیوٹ ہسپتالوں کی فیسیں برداشت نہیں کر سکتے... پہلے ہی بچہ کئی دن سے بخار میں تپ رہا ہے... سرکاری ہسپتالوں میں تو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوتا!''، عثمان جلدی جلدی بولا۔

''مگر تو کیا اس وقت رات میں گاؤں جائے گا؟''، ثمینہ نے پریشانی سے پوچھا۔

''ہاں تو کیا ہوا؟... اپنی گاڑی گھر میں موجود ہے!... آپ بس جلدی سے تیار ہو جائیں... علی کی طبیعت بہت سخت خراب ہے... آپا تو بیچاری فون پر ہی رو پڑی تھیں!''، عثمان کی اپنی حالت بھی پریشانی کے مارے دیکھنے کے قابل تھی۔

''اللہ آسانی فرمائے!''، ہارون بھی اٹھ گیا، ''تو گاڑی نکال... میں بھی چلتا ہوں!''۔

''ٹھیک ہے!''، عثمان کہتا کمرے سے نکلا گیا۔

''یا اللہ تیرا شکر کہ تو نے جوان بیٹا دیا ہے!''، ثمینہ نے عثمان کے کمرے سے نکلتے ہی بے ساختہ کہا، ''عثمان کے ابو! اللہ نے نجانے ہماری کون سی نیکی قبول کر لی ہے جو اتنا ہونہار بچہ دے دیا ہے!... ہم تو اس قابل نہ تھے!''۔

''تو ٹھیک کہتی ہے ثمینہ! بس اللہ سے اس کی حفاظت کی اور نظر سے حفاظت کی دعا کیا کرو!... آج کل بہت کم ہی ایسے خیال کرنے والے بیٹے ہوتے ہیں!''، ہارون نے دھیرے سے جواب دیا۔

☆☆☆☆☆

موسیٰ اور عیسیٰ کے سکول میں آج طلبہ کو اسناد تقسیم کرنے کی تقریب تھی۔ سالانہ تقریب میں باقی طلبہ کی طرح ان کے گھر والے بھی مدعو تھے۔ ان تینوں کے دادا دادی، نانا نانی، پھپھو اور ماں سب ہی مہمانوں میں شامل تھے۔ مگر باپ کی کمی حسبِ معمول ان تینوں کے اعصاب اور مزاجوں پر بری طرح اثر کر رہی تھی۔

سٹیج کے پیچھے تمام بچے کھڑے اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک عیسیٰ دوڑتا ہوا اس کی طرف آیا۔

''موسیٰ! جلدی آؤ!''......

''کیا ہوا عیسیٰ؟''، موسیٰ نے حیرت سے پوچھا۔ وہ بیچارہ اپنی تقریر دہرانے میں مصروف تھا۔

''منال کے نظم پڑھنے کی باری آگئی ہے!... سب بچیاں سٹیج پر چلی گئی ہیں مگر وہ سٹیج پر چڑھنے پر تیار ہی نہیں ہو رہی! روئے چلے جا رہی ہے!''......

یہ سن کر موسیٰ پریشانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور عیسیٰ کے ساتھ جلدی سے سٹیج کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں منال کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔ سٹیج پر پہلی جماعت کی بچیاں کوئی نظم پڑھنا شروع کر چکی تھیں جبکہ منال ایک جانب کو کھڑی رو رہی تھی اور اس کی ٹیچر اس کو ڈانٹ رہی تھیں۔

''منال! کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہو؟''، موسیٰ نے اس کے سر پر پہنچ کر پوچھا۔

منال ان دونوں کو دیکھ کر اپنے آنسو صاف کرنے لگی۔

''کیا ہوا؟ تم نے پورے مہینے کی ساری تیاری ضائع کر دی!... اماں، دادا ابو اور دادی امی کو کتنا دکھ ہو گا!''، عیسیٰ نے اس کو سرزنش کی۔

''کچھ نہیں ہو گا! کوئی فائدہ نہیں!''، منال اپنا سر زور زور سے ہلاتے ہوئے بولی، ''باقی سب بچوں کے باپ سامنے موجود ہیں... ان کو دیکھ رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں!... مگر ہمارے بابا نہیں ہیں! ہمارے بابا ہمیں دیکھنے کو یہاں نہیں ہیں!''۔

موسیٰ اور عیسیٰ دونوں کو سانپ سونگھ گیا۔ منال ان سے چھوٹی تھی مگر شاید لڑکی ہونے کی وجہ سے اس کا ان دونوں سے زیادہ حساس ہونا فطری بات تھی۔

''منال! تم ایسے کیوں سوچ رہی ہو؟''......

''موسیٰ بھائی! جن بچیوں نے نظمیں پڑھنی تھیں ان میں سے جو مروہ ہے نا... وہ سٹیج پر چڑھنے لگی تو مجھے کہنے لگی کہ تم کیوں سٹیج پر آ رہی ہو؟ تمہارے لیے تالیاں کون بجائے گا؟ تم تو یتیم ہو!''، یہ کہہ کر وہ پھر آنسو بہانے لگی۔

''تم یتیم نہیں ہو!''، موسیٰ کا دماغ کھول گیا، ''ہمارے بابا زندہ ہیں!''......

''مگر پھر وہ کیوں نہیں آتے؟''، آگے سے فطری سوال تھا۔

''ہمیں نہیں پتہ!''، موسیٰ دھیرے سے بولا۔

اچانک سٹیج پر موسیٰ کا نام پکارا جانے لگا۔ وہ تینوں چونک گئے۔

''منال آجاؤ... موسیٰ کی تقریر کی باری آگئی ہے!... تم میرے ساتھ آجاؤ!''، عیسیٰ نے منال کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے کہا اور موسیٰ کو جانے کا اشارہ کیا۔

موسیٰ بوجھل دل لیے سٹیج پر چڑھنے لگا۔

☆☆☆☆☆

''میرا یہ پوتا بڑا ہو گا تو اس کو انجنیئر بنائیں گے!''، ہارون اپنے بڑے پوتے کو دیکھتے ہوئے بڑی لگاوٹ سے بولا۔

”ابو جی! اس سے تو پوچھیں یہ بڑا ہو کر کیا بنے گا!“، عثمان ہنسا۔
”ہاں بولو! میرا شیر کیا بنے گا؟“، ہارون مسکرایا۔
”میں؟“، وہ چار سال کا پیارا سا بچہ پر جوش ہو کر اپنے باپ اور دادا کو دیکھنے لگا۔
”ہاں!“......
”میں مجاہد بنوں گا!“، وہ جوش سے بولا، ”میں کافروں سے جہاد کروں گا!“......
وہاں موجود سب افراد ہنس دیے۔
”اس دوسرے سے بھی پوچھیں ابو جی!“، صالحہ دوسرے بچے کو آگے کرتے ہوئے بولی، ”اس کو بھی دیکھیں عثمان نے کیا سکھایا ہے!“۔
”ہاں بھئی! تم بڑے ہو کر کیا کرو گے؟“، ہارون نے تین سالہ اپنے پوتے کو گود میں اچھالتے ہوئے پوچھا۔
”میں فدائی کروں گا!“، وہ تتلا کر بولا۔
”اور یہ فدائی کیسے ہوتا ہے؟“، ہارون نے حیرت سے پوچھا۔
”ایسے!“، بچے نے صوفے سے چھلانگ لگا کر دکھایا۔
سب کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

☆☆☆☆☆

سب گھر والے کہیں جانے کی تیاری میں تھے۔ سب کے انداز سے بے چینی جھلک رہی تھی۔ تینوں بچے ابھی تک بے خبر تھے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ موسیٰ اور عیسیٰ کافی دیر تو یوں ہی سب بڑوں کو تیار ہوتا دیکھتے رہے پھر اپنے دادا کے کمرے میں پہنچ گئے۔
”دادا ابو! ہم کہاں جا رہے ہیں؟“، موسیٰ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔
”تمہیں نہیں معلوم؟“، دادا ابو نے حیرت سے پوچھا۔
”نہیں!“، دونوں اکٹھے بولے۔
”ادھر آؤ! میں بتاتا ہوں...“، دادا ابو دھیرے سے بولے، ”ہم مظاہرے کے لیے جا رہے ہیں!“۔
وہ دونوں ہونّق بنے ان کو دیکھ رہے تھے۔ دادا جان نے اپنے کمرے کی الماری کھولی اور اس میں پڑے چند کاغذ کے بینر نکالے اور ان کے سامنے رکھ دیے۔
”یہ دیکھو!... یہ تمہارے بابا ہیں! ہم ان کے لیے مظاہرہ کرنے جا رہے ہیں!“۔
دونوں دلچسپی سے ان بینرز کو دیکھنے لگے۔ ان پر ان کے باپ کی بڑی پیاری سی تصویر لگی ہوئی تھی۔ شاید ان کے گریجویشن کی تصویر تھی۔ اس کے نیچے ان کے باپ کے گم ہونے کی تاریخ لکھی ہوئی تھی اور سب سے نیچے اس کا نام لکھا تھا۔
’عثمان شریف‘......
”مگر دادا ابو! ہمارے بابا کو کس نے اغوا کیا ہے؟“...

”ہماری فوج نے!“۔
ان دونوں کے لیے یہ بات کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔ کیا یہی وجہ تھی کہ ان سے یہ بات راز میں رکھی جاتی تھی۔
”کیا؟“......
”مگر کیوں؟“......
ان دونوں کے منہ سے دہشت اور بے یقینی سے ادا ہوا تھا۔
”کیونکہ وہ مجاہد تھے!“۔
یہ ایک اور عظیم انکشاف تھا!
”کیا وہ جیل میں ہیں؟“، موسیٰ نے بے چین ہو کر پوچھا۔
اس کے دادا کے جسم پر اب پھر لرزش سی طاری ہونے لگی تھی۔
”نہیں! وہ کسی خفیہ عقوبت خانے میں ہیں!“......
”عقوبت خانہ؟“، موسیٰ کے چہرے پر شدید وحشت نظر آئی، ”کیا ان کو مارا پیٹا جاتا ہے؟“۔
”بیٹے! صرف مارا پیٹا ہی نہیں... ان کو بری طرح ٹارچر کیا جاتا ہے!“، دادا ابو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ”ان کا ایک مجاہد ساتھی چھُوٹ کر آیا تو اس نے بتایا تھا کہ عثمان کو اتنا مارا جاتا تھا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں... آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا تھا!... اس کا سر پھاڑ دیا جاتا تھا!... اس کو کرنٹ لگایا جاتا تھا... اور...“......
”بس! دادا ابو اور مت بتائیں!“، دادا ابو ابھی مزید بتا رہے تھے کہ موسیٰ کے منہ سے گھبرا کر نکلا۔ وہ مزید نہیں سن سکتا تھا۔
”دادا ابو! کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟“، عیسیٰ نے بھی بے یقینی سے پوچھا۔
دادا ابو نے دکھ سے سر کو اثبات میں ہلایا۔ دونوں بچوں کو اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آ رہا تھا۔ ان کے دل بہت بری طرح متاثر ہوئے تھا۔ ایسے لگا تھا جیسے اپنے باپ کا ایک ایک زخم انہوں نے اپنے جسموں پر محسوس کیا ہو۔
”چلو! اب تیار ہو جاؤ! آج ہم ایک ایسی جگہ جائیں گے جہاں تم لوگ اپنے جیسے ہی بہت سے لوگ دیکھو گے جو اپنے پیاروں کو دیکھنے کو سالوں سے تڑپ رہے ہیں!“......
موسیٰ اور عیسیٰ کچھ نہ بولے اور خاموشی سے کمرے سے نکل گئے۔ ان کے دماغ غم سے بوجھل ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆

تینوں حیرت سے اس عجیب و غریب اجتماع کو دیکھ رہے تھے۔ وہ زندگی میں پہلی دفعہ ایسی جگہ اور ایسے لوگوں میں آئے تھے۔ یہاں تو ہر کوئی انہی کی طرح کے غم میں مبتلا لگ رہا تھا۔ ہر کوئی اپنے کسی پیارے کی جبری گمشدگی پر احتجاج کر رہا تھا۔ مائیں اپنے جوان بیٹوں کے لیے دہائیاں دے رہی تھیں۔ بیویاں رو رہی تھیں، بوڑھے باپ اور بچے بلک رہے تھے۔

موسیٰ بھی خاموشی سے سب کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ کیمپ کافی دنوں سے یہاں لگا ہوا تھا۔ وہ آج ہی اپنے شہر سے ٹرین کے ذریعے یہاں پہنچے تھے۔ سب لوگوں نے پلے کارڈز اور اپنے پیاروں کی تصویریں اٹھا رکھی تھیں۔ اخباری رپورٹر ان سے سوالات کر رہے تھے۔ سیاسی پارٹیوں والے ان کو تسلیاں دے رہے تھے کہ ان کے پیارے جلد ہی بازیاب کروائے جائیں گے!

''دادا ابو! کیا آپ پہلے بھی یہاں آئے تھے؟''۔

''بیٹے! ہم پچھلے سات سال سے ایسے ہر کیمپ میں کئی کئی بار آ چکے ہیں!''، دادا ابو دھیرے سے بولے، ''مگر ہمارے ملک میں ظلم کا راج ہے!''۔

موسیٰ اب پھر خاموش ہو کر سب کو دیکھنے لگا۔ اس کا دل سب کو دیکھ کر کٹ رہا تھا۔

اچانک ایک صحافی ان کی طرف آیا۔

''جی بابا جی! آپ کا نام؟ آپ کے بیٹے کا نام اور یہ کس جرم میں گرفتار ہے؟''۔

''بیٹا! میرا نام ہارون شریف ہے... یہ میرا بیٹا عثمان شریف ہے جو آج سے سات سال پہلے جنوری ۲۰۰۸ کی ایک شام کو مسجد میں نماز پڑھنے گیا تو کبھی واپس نہ آیا!... یہ بچے میرے بیٹے کے بچے ہیں اور یہ اس وقت بالکل چھوٹے چھوٹے تھے!''۔ ہارون دھیرے دھیرے بولتا جا رہا تھا، ''مجھے نہیں معلوم کہ میرا بیٹا کہاں ہے؟... سات سال سے میں نے ہر در کھٹکھٹایا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا!... یہ بچے ہر روز ہم سے پوچھتے ہیں کہ ان کا باپ کہاں ہے؟ کدھر ہے؟ گھر کیوں نہیں آتا؟ میرے پاس ان کو دینے کو کوئی جواب ہے نہ کوئی تسلی کے الفاظ!''۔

رپورٹر تاسف سے ہارون کو دیکھتا رہا۔

''مجھ سے میرے بڑھاپے کا سہارا چھین لیا گیا ہے!... صرف اس جرم پر کہ وہ ایک اسلامی ملک میں اسلامی نظام چاہتا تھا!... کیا پاکستان میں، جو خود بھی اسلام کے نام پر ہی بنا ہے...... میں اسلامی نظام کا مطالبہ کرنا ایسا بڑا جرم بن گیا ہے کہ ہمارے بچوں کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا ہے!... مجھے جواب چاہیے! ہر پاکستانی سے! ہر مسلمان سے! ہر فوجی سے! ہر انسان سے!......''۔

موسیٰ گہری نظروں سے اپنے دادا کی شکل دیکھتا رہا۔

☆☆☆☆☆

دن تیز رفتاری سے گزرتے گئے۔ عثمان نے گھر نہ لوٹنا تھا۔ وہ کبھی لوٹ کر نہ آیا۔ ہارون کے گھر کی خوشیاں لٹ گئیں، پھر کبھی لوٹ کر نہ آئیں۔ موسیٰ، عیسیٰ اور منال یتیموں کی طرح پلتے جوانی کی دہلیز کو پہنچ گئے مگر ان کو اپنے باپ کی جھلک بھی دیکھنے کو نہ ملی۔ نہ ہی وہ اس کی خوشبو تک سونگھ سکے۔ وہ تو اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ آیا وہ زندہ بھی تھا کہ نہیں۔ اگر زندہ تھا تو کس حال میں؟ اگر زندہ نہیں تھا تو کیا قبر کے نام پر زمین کا کوئی ٹکڑا بھی اسے نصیب ہوا یا نہیں؟

ہارون اور ثمینہ اپنے بڑھاپے کے سہارے کے منتظر اب مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہو چکے تھے۔ ان کی ایک چھینک اور ایک کھانسی پر پریشان ہو جانے والا ان کا پیارا عثمان خود نجانے اس وقت کس حالت میں تھا۔ اپنی بہنوں اور بچوں کا خیال کرنے والا ان کی ایک جھلک دیکھنے سے بھی مایوس ہو کر زمین دوز عقوبت خانے میں اپنی زندگی کا ایک ایک دن گن گن کر گزار رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

۲۰۱۹ کی ایک گرم دوپہر کو ہارون کے گھر کا دروازہ کھٹکایا گیا تو موسیٰ نے باہر نکل کر دروازہ کھولا۔ اس کے سامنے ان کا وکیل کھڑا تھا۔

''آیئے درانی صاحب!''، موسیٰ مسکرایا۔

''نہیں! میں اندر آنے کے لیے نہیں آیا!''، وکیل صاحب کے چہرے پر پریشانی کے بادل چھائے ہوئے تھے، ''آپ اپنے دادا کو بلائیں!''۔

موسیٰ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلایا اور ہارون کو بلانے چلا گیا۔ ہارون فوراً دروازے پر پہنچ گیا۔ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں ہی اپنے دادا کے ساتھ لپکتے ہوئے آ گئے تھے۔

''السلام علیکم! ہارون صاحب!''، وکیل صاحب ان کو دیکھتے ہی بے چینی سے بولے، ''عثمان کا پتہ چل گیا ہے!''۔

ان تینوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ نو سال گمشدہ رہنے والے عثمان کا آخر پتہ لگ ہی گیا تھا!

''اندر آئیں درّانی صاحب! آرام سے بیٹھ کر بتائیں!''، ہارون نے اپنے صحن میں رکھی کین کی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ وکیل صاحب ان کے ساتھ وہاں آ کر بیٹھ گئے۔

''آئی ایس آئی کے ایک ایجنٹ نے کل مجھے فون کیا تھا کہ عثمان شریف کو لینے آنا ہے تو......''، وکیل صاحب کہتے کہتے اچانک رک کر ان تینوں کے چہرے دیکھنے لگے۔

''کیا ہوا درّانی صاحب! جلدی بتائیں! ہمارے بابا کہاں ہیں؟''، موسیٰ بے قابو ہو کر بولا۔

''بیٹے! اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق دے...''، وکیل صاحب دھیرے سے بولے۔

وہ تینوں پریشانی سے ان کو دیکھنے لگے۔ وکیل صاحب کافی پریشان لگ رہے تھے۔

''کل پولیس کے جعلی مقابلے میں چند دہشگردوں کے مرنے کی خبر اخبار میں چھپی تھی... شام ہوتے ہی مجھے ایجنٹ کا فون آیا تھا کہ اگر اپنے مؤکل کو لینے آنا ہے تو تھانہ ۲۲ کے علاقے کے سردخانے میں آ جاؤ!''۔

''کیا؟؟؟؟''، ان تینوں کے منہ سے دہشت اور غم کے مارے چیخ ہی نکل گئی۔

''میں آپ کو لینے آیا ہوں... میرے ساتھ چل کر میّت کو رسیو کر لیں!''، وکیل صاحب بھی صدیوں کے بیمار لگنے لگے تھے۔

ان تینوں کو لگا تھا کہ ان کے سروں پر کسی نے بم گرا دیا ہو۔ سینے میں عجیب سی ہلچل مچ گئی تھی۔ زمین و آسمان گھومتے ہوئے محسوس ہونے لگے تھے۔

ہارون کو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ وہ اپنا چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"دادا ابو! حوصلہ کریں!"، موسیٰ نے جلدی سے اس کے بوڑھے کانپتے لرزتے وجود کو سہارا دیا اور ان کو اپنے گلے سے لگالیا۔

ہارون خزاں رسیدہ درخت کی خستہ شاخ سے لٹکے پتے کی طرح کپکپارہا تھا۔ موسیٰ کی اپنی حالت بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھی۔

"داد ابو! حوصلہ کریں!... آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ بابا ہر نماز کے بعد اپنے لیے شہادت کی دعا مانگتے تھے!... اب دیکھیں ان کو شہادت مل گئی!"، موسیٰ کی آواز بھرّا گئی۔ ایسے لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ رو پڑے گا۔

"موسیٰ!"، اچانک عیسیٰ بولا "ہمیں دادا ابو کو مردہ خانے نہیں لے کر جانا چاہیے!... درّانی صاحب کے ساتھ میں اور تم جائیں گے!"۔

"ن...ن... نہیں!"، ہارون ایک دم آنسو صاف کرتے ہوئے بولا، "میں ہی جاؤں گا!... میں ہی اپنے بیٹے کو لینے جاؤں گا!"۔

"ٹھیک ہے! مگر ہم بھی ساتھ جائیں گے!"، موسیٰ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی! جو بھی کرنا ہے جلدی کر لیں!"، وکیل صاحب بولے۔

موسیٰ ہارون کو سہارے دیے ہوئے گھر کے اندرونی حصے میں لے آیا۔ گھر میں جیسے ہی خبر پہنچی، ہر طرف کہرام مچ گیا۔ ثمینہ، صالحہ اور منال کی حالت بھی غیر ہونے لگی۔ ان تینوں کی بری حالت دیکھ کر اب موسیٰ کو لگنے لگا تھا کہ وہ ان تینوں کو اکیلے چھوڑ کر نہیں جاسکتے تھے۔ آخر فیصلہ یہ کیا گیا کہ عیسیٰ پیچھے گھر پر رکے۔ رشتہ داروں کو اطلاع دے اور موسیٰ ہارون کے ساتھ سرد خانے چلا جائے۔

ہارون تیار ہو کر باہر نکلا تو موسیٰ اس کے انتظار میں بستر پر بیٹھا کل کا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس میں واقعی جعلی پولیس مقابلے کی خبر چھپی ہوئی تھی۔ اور خون میں لت پت پانچ تصویریں بھی تھیں مگر ناقابل شناخت لگ رہی تھیں۔

"چلو موسیٰ!... تمہارے باپ کے پاس چلیں!"، ہارون کمرے میں داخل ہو کر تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

☆☆☆☆☆

وہ اس ٹھنڈے اور برفیلے کمرے میں داخل ہوا تو اس کو اپنے دل کی کیفیت خود بھی سمجھ نہ آرہی تھی۔ ایسے لگتا تھا گویا دل ہر قسم کے جذبات سے عاری ہو گیا ہو۔ وہ زندہ لاش بنا اپنے سامنے موجود شخص کو دیکھ رہا تھا جو شاید اس جگہ کا منتظم تھا۔

"آئیں باباجی... آپ ہی ہارون شریف ہیں؟"، وہ شخص سپاٹ سے انداز میں بولا۔

"جی میرا نام ہی ہارون شریف ہے!"۔

"ٹھیک ہے... آجائیں!"......

وہ اس کے پیچھے بڑھا تو اس کے قدم اس کا ساتھ نہ دیتے تھے۔ اس کا پورا جسم کپکپاتے ہوئے بمشکل اپنے پیروں پر گھسٹ رہا تھا۔

"آجائیں دادا ابو!"، موسیٰ نے جلدی سے ہارون کا ہاتھ تھاما۔

اس کا ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ چہرے کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

جیسے ہی وہ سرد خانے میں پہنچے ان کو لگا قیامت کا لمحہ آگیا ہو۔ ہارون کو اپنے اردگرد سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ سینے پر بوجھ پڑنے لگا۔ وہ ویران آنکھوں سے وہاں کے عملے کو دیکھ رہا تھا۔

"۱۲ نمبر خانہ کھولو!... باباجی اس کو وصول کرنے آئے ہیں!"......

منتظم یہ کہہ کر واپس چلا گیا جبکہ وہاں موجود شخص کچھ دیر تاسف سے اپنے سامنے کھڑے سفید ریش بزرگ اور ان کے جوان پوتے کو دیکھتا رہا، پھر ایک لاکر کی طرف بڑھا اور اس کا دروازہ کھول دیا۔

دونوں دادا پوتے کا دل رک گیا۔ ساتھ ہی زمین کی حرکت بھی رک گئی۔ گھڑی کی سوئیاں تھم گئیں۔ اگر کوئی حرکت تھی تو وہ لاکر سے باہر نکلتی اس میت کی تھی جس کو سرد خانے کا چوکیدار باہر نکال رہا تھا۔ اس نے میت کو باہر نکالا اور کفن میں لپٹے اس جسد پر سے کپڑا ہٹا دیا۔

"باباجی! یہ ہی ہے!"، وہ دھیرے سے بولا اور پیچھے ہٹ گیا۔

ہارون اس کی طرف لپکا۔

وہ بلاشک وشبہ واقعی عثمان ہی تھا!... اس کا عثمان!... اس کا دل!... اس کی جان!... اس کا جگر گوشہ!

"اللہ اکبر!"، اس نے لرزتی ہوئی زبان سے کہا اور عثمان کا چہرہ اور ماتھا چوم کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

سب کچھ ختم ہو گیا تھا... ہر امید!... ہر توقع!... ہر خواہش!... ہر خواب... سب کچھ خاک میں مل گیا تھا!

وہ کافی دیر یوں ہی کھڑا عثمان کا چہرہ اپنے ہاتھ میں لیے روتا رہا۔ اس کو اندازہ نہ ہو سکا وہ کتنی دیر وہاں کھڑا روتا رہا تھا۔ ان نو سال میں جتنا اس نے اپنے جذبات کو سنبھالا تھا وہ آج سنبھلنے میں نہ آرہے تھے۔ پچھلے نو سال کا دکھ، غم، پریشانی سب کچھ اس لمحے باہر آرہا تھا۔ پچھلے نو سال میں کتنی دفعہ اس نے اس کو چھونا چاہا تھا! کتنی دفعہ اس کا لمس محسوس کرنے کو وہ تڑپا تھا! کتنی ہی دفعہ وہ خوابوں میں اس سے مل کر مزید اداس ہو جاتا تھا!

اب آج اس کا بچہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا...... مگر بے جان لاش کی صورت میں!

اس کی زندگی ختم ہو گئی تھی!... ان کی خوشی چلی گئی تھی!... ان کا سکون ان سے چھین لیا گیا تھا!... ان کا عثمان ان سے دور کر دیا گیا تھا!

موسیٰ بھی خاموشی سے اپنے باپ کے بے جان جسد کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جس کو وہ کبھی ہوش میں زندہ حالت میں نہ دیکھ سکا تھا۔ اب اس کو مردہ حالت میں دیکھ کر اس کی بہت عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔ اس بے جان لاش کو پکڑے اس کا دادا بچوں کی طرح رو رہا

تھا۔ اس نے اپنے دادا کو زندگی میں کبھی آنسو بہاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بہت حوصلے والے تھے اور کبھی کسی کے سامنے نہ روتے تھے۔ مگر آج وہ جس طرح بے قابو ہو کر تڑپ تڑپ کر رو رہے تھے، موسیٰ کا دل چاہا کہ وہ بھی بچوں کی طرح بلک بلک کر رو دے۔

کاش وہ بھی چھوٹا سا بچہ ہوتا کہ رو دھو کر اپنا غم ہلکا کر لیتا!

''موسیٰ! آجاؤ میرے بیٹے! اپنے باپ کو دیکھ لو!''، اچانک ہارون اپنے آنسو صاف کر کے اس کی طرف مڑا۔

موسیٰ جھجکتا ہوا آگے بڑھا۔ عثمان کا جسم بالکل سرد پڑ چکا تھا۔ سینے اور سر پر گولی کا زخم تھا اور خون بہا ہوا تھا۔ سر پر پوسٹ مارٹم کا نشان، جسے بعد میں عجلت میں لگائے چند ٹانکوں سے سی دیا گیا تھا۔

موسیٰ نے احتیاط سے اپنے باپ کے گال پر ہاتھ رکھا۔ وہ سرد خانے میں رکھے جانے کی وجہ سے برف کی طرح ٹھنڈا تھا مگر بالکل نرم۔ گویا ابھی بھی زندہ ہی ہو۔ اس لمحے موسیٰ کے دل میں خواہش بہت شدت سے ابھری تھی کہ 'کاش وہ اپنے باپ کے قاتلوں سے ان کا بدلہ لے سکتا!'

''بابا!''، آخر اس کے ضبط کے بندھن بھی ٹوٹ گئے اور وہ اس سے لپٹ کر بلک بلک کر رو پڑا۔

☆☆☆☆☆

عثمان کے جنازے پر بڑی خلقت جمع تھی۔ دور دور کے رشتہ دار ان کے غم میں شریک ہونے آئے تھے۔ مگر گھر والے زندہ لاشوں کی طرح سب مہمانوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ اتنے سال جب وہ گمشدہ رہا وہ اس توقع پر ہی زندہ رہے کہ ایک نہ ایک دن وہ گھر ضرور آجائے گا۔ یہ تو انہوں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ واپس اس کی لاش آئے گی۔ ایسے لگتا تھا کہ عثمان کی روح کے ساتھ ان سب کی روحیں بھی رخصت ہو گئی ہوں!

اس صدمے کو سہہ جانا بہت آسان ہوتا اگر وہ کافروں کے ہاتھوں یا میدانِ قتال میں شہید ہوا ہوتا۔ مگر دکھ اس لیے دوگنا تھا کہ عثمان کے قاتل خود بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے تھے! ان کے اپنے ہم وطن ہی تھے! اپنے ہم مذہب ہی کہلاتے تھے! اور ان کو اپنا دشمن کہنا جرم بن چکا تھا!

عثمان کی شہادت کو ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ گھر پر ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی۔ کسی کے چہرے پر مسکراہٹ کی رمق بھی نظر نہ آتی تھی۔ ایسے میں ایک دن ہارون کے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھٹکا اور موسیٰ دروازہ کھول کر اندر آگیا۔

''دادا ابو!''...... اس نے آتے ہی سرگوشی میں ہارون کو پکارا۔

''آجاؤ دادا کی جان!''، ہارون اپنا گلا صاف کرتے ہوئے بولا۔

موسیٰ خاموشی سے اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

''دادا ابو!... ہمارے بابا کو کیوں شہید کیا گیا ہے؟''......

ہارون نے حیرت سے اس کو دیکھا۔ موسیٰ اب اتنا چھوٹا تو نہیں تھا کہ یہ نہ جانتا ہو۔

''تم جانتے تو ہو... صرف اور صرف جہاد اور اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے اس کو شہید کیا گیا ہے! اس کے علاوہ اس کا کوئی جرم نہیں تھا''......

''دادا ابو!... کیا یہ ناانصافی نہیں ہوگی کہ بابا اپنی ساری زندگی جس راستے پر گزار دیں اور آخر موت بھی اسی راستے میں ہی آجائے ... ہم اپنی زندگیاں دوسرے راستے پر گزارتے رہیں!''، موسیٰ آج نجانے کس قسم کی باتیں سوچ رہا تھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''، ہارون نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

''دادا ابو! میرے بابا اور اس قوم کے دیگر بہت سے بچوں کے باپوں کے قاتل ابھی بھی آزاد پھر رہے ہیں... اور بغیر کسی خوف کے امریکہ کی خاطر اپنے ہی ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کو کال کوٹھریوں میں اذیت کا نشانہ بنا کر شہید کرنے میں مصروف ہیں!''، موسیٰ دھیرے سے بولا۔

ہارون یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟''......

''بابا کا خون میرے اوپر ایک قرض ہے دادا ابو! میں بابا کا قرض چکانا چاہتا ہوں!''، موسیٰ جذباتی ہو کر بولا، ''جس کام کے لیے بابا نکلے تھے میں اس کو پورا کرنا چاہتا ہوں!''......

ہارون خاموش رہا۔

''دادا ابو! اگر میں بھی بابا کے راستے پر چل پڑا تو... آپ لوگ مجھے روکیں گے تو نہیں؟''، آخر تھوڑا جھجک کر موسیٰ نے اس کی جانب دیکھا۔

ہارون اتنے دنوں میں پہلی دفعہ مسکرایا اور آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

''مجھے فخر ہے تمہاری سوچ پر!''، وہ مسکرایا، ''یہ قربانی نسل در نسل چلتی رہے گی میرے بیٹے!... تیرے باپ نے اپنا فرض پورا کر دیا!... اب یہ فرض تمہارے اور عیسیٰ کے کندھوں پر آپڑا ہے!''۔

''ہم یہ فرض پورا کریں گے! ان شاء اللہ!''، موسیٰ پرجوش ہو کر بولا، ''ہم لا الہ الا اللہ کا حق ادا کریں گے! چاہے بابا کی طرح ہماری بھی اس میں جان چلی جائے!''۔

''ان شاء اللہ!'' ہارون نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

عثمان کی نئی نسل اب اس کی امیدوں اور توقعات کا مرکز تھی۔ مگر وہ ان کی زندگیوں کے لیے ایسے فیصلے نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ دنیا کی حقیر لذتوں اور ان کے گھن چکر میں ہی پھنس کر رہ جاتے۔ وہ تو اللہ کی خاطر ان کو اپنا آپ گلانا سکھانا چاہتا تھا۔ وہ عثمان کی نسل کو اپنے رسول ﷺ کی امت کی خاطر اپنا خون جلانے والی نسل بنتا دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ ان کو پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے والی نسل بنتے دیکھنا چاہتا تھا! وہ دنیا پر دوبارہ اسلام کا جھنڈا لہرانے والی نسل دیکھنا چاہتا تھا!

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عثمان بھی اپنے بچوں کے لیے یہی چاہتا تھا!

☆☆☆☆☆



سوشل میڈیا کی دنیا سے......

یہاں درج فاضل لکھاریوں کے تمام افکار سے ادارہ 'نوائے غزوۂ ہند' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

جمع و ترتیب: محمد سالِم ملک

مسجدِ اقصیٰ | شیخ حامد کمال الدین صاحب نے لکھا

مسجد تو کوئی ہو مسلمان کی جان ہے پھر اس مسجد کے بارے میں کیا خیال ہے جس میں ہزاروں انبیائے کرام کی پیشانیاں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر پر ایک ساتھ جھکی ہوں۔ اور جہاں نماز کرانے امام کو لانے کے لیے جبریل کو براق دے کر مکہ روانہ کیا گیا ہو۔

سب سے بڑا یہودی برانڈ | زبیر منصوری صاحب نے لکھا

پاکستان میں سب سے بڑا یہودی برانڈ کوک، پیپسی اور مکڈونلڈ نہیں۔ بلکہ یہاں کا "نظام" ہے۔ سب سے طاقتور بائیکاٹ اس کا کرنا ہوگا!

آزادی کی قیمت | فیض اللہ خان صاحب نے لکھا

وہ بحر و بر سے آئے، فضاؤں سے اترے۔ یہ جدید دور کی جنگی حکمت عملی اور ٹیکنالوجی کی دہشت و وحشت کی موت تھی، وہ جو زمین میں جھانکنے، سیاروں سے آگے دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان کے پاس ملا عمر کا عکس تھا نہ ہی محمد ضیف کا......

ایمان اور ٹیکنالوجی کی اس جنگ میں عقیدہ سب سے اہم ہے۔ وہن کے مرض میں مبتلاء سود و زیاں کا سوچتے دو کو چار کرتے خسر الدنیا کے منشی اس جذبے کو سمجھ ہی نہیں سکتے یہ عقل کا کھیل ہی نہیں......

ان کی زندگیاں پہلے ہی جہنم تھیں، اب بھی جو گزرے گی انہی پہ گزرے گی ہمارا کیا ہے؟ ہمیں اپنا مستقبل بہتر بنانا ہے بہت سارے پیسے جمع کرنے ہیں اور جب یہ سب جمع ہو جائے تو پھر ہم اسے ان مقبوضات کی آزادی پہ لگادیں گے، ہیں نا؟؟ کیسا دجل و فریب ہے جس میں ہم خوشی خوشی پھنسے ہوئے ہیں، سو ان کا غم چھوڑیں اپنے چھوٹے چھوٹے دکھوں کا سوچیں...... تکاثر پڑھیں کہ گنتے گنتے قبر تک پہنچ گئے......

اوسلو سے لے کر ابراہیمی تک بیشمار معاہدات ہوئے مگر وہ قتل ہوتے رہے، ان کی زمینیں چھینی گئیں، زندان ان سے بھرے پڑے ہیں۔ مہذب دنیا کے ماتھے پہ لگا کلنک کا ٹیکہ ننگے بادشاہ کے سوا سب کو دکھائی دیتا ہے۔

یہ کسی فلم کے مناظر نہیں تھے مگر خراسان و قدس کی سرزمین پہ عجیب و غریب کردار پیدا ہوئے۔ ان بے نام لوگوں کے عمل سے کوئی واقف بھی نہیں، ایک اک ہیرے کی زندگی پہ کئی کتابیں، درجنوں فلمیں بن سکتی ہیں، وہ بھی سچی حیرت انگیز داستانیں......

جب فضا سے دیسی ساختہ انجنوں کیساتھ ہتھیار سنبھالے وہ اتر رہے تھے، اس لمحے مسلم خطوں میں ہمیں مفتوح بناتے کاغذ کے سپاہی کچھ آمر کچھ بادشاہ خوب یاد آئے جن کے ہاتھ ہمارے ہی خون سے رنگے ہوئے ہیں جو ہمارے دارالخلافوں پہ دہائیوں سے قابض ہیں جنھوں نے وطنیت اور قومیت کے بت کی تعظیم اسقدر لازم کردی ہے کہ اس سے انکار شرک سے بھی بڑا ظلم قرار پایا۔

باقی آزادی کی قیمت تو ہوتی ہے صاحب، پلیٹ میں رکھ کر تو کچھ نہیں ملتا ایسا ہوتا تو ہمیں وادی مل چکی ہوتی، بس یہ تلخ حقیقت ہم قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

منافقین کا کام | احمد حامدی صاحب نے لکھا

دوران جنگ گہرے تجزیے، کرنا، فلسفیانہ مشورے دینا یا بزدلانہ دانشوری، کرنا یہ سب تاریخ میں منافقین کا کام رہا ہے۔ مسلمان یا تو جنگ سے قبل اچھی طرح سوچتے ہیں یا پھر بہادری کے ساتھ اپنی پوری قوت لگا کر لڑنے کے بعد کمی اور کمزوریوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

اب جنگ کی حالت ہے، صرف حمایت کرنی چاہیے۔

کیا ان حالات میں بھی کھیل اہم ہے؟ | مفتی سید عدنان کاکاخیل صاحب نے لکھا

گزشتہ کئی روز سے اسرائیل غزہ کا مکمل محاصرہ کر کے شدید بمباری کر رہا ہے۔ سینکڑوں افراد معصوم بچوں سمیت شہید ہو چکے ہیں اور ہزاروں زخمی ہیں۔ محاصرے کی وجہ سے غزہ میں گندم کا دانہ اور پانی کا قطرہ پہنچنے نہیں دیا جارہا۔ خاک و خون میں نہائے معصوم بچے زمین پر بھوک سے بلک رہے ہیں اور ان پر اوپر سے بم برسائے جارہے ہیں۔ ان خونچکاں حالات سے بے پرواہ ہو کر پاکستانی قوم کا بھارت میں جاری کرکٹ میچز کی طرف متوجہ رہنا کسی طور انسانیت نہیں ہے۔

مذہبی رواداری اور مغرب | مجاہد احمد صاحب نے لکھا

وطن عزیز سے نقل مکانی کر کے یورپ، امریکہ اور کینیڈا جیسے ممالک میں مستقل سکونت اختیار کرنے والوں کی اکثریت کو مقامی آبادی کی وسیع القلبی اور مذہبی رواداری بہت متاثر کرتی ہے۔ موجودہ حالات میں اس غلط فہمی کا پردہ بھی چاک ہو گیا ہے۔

ایمان دار بلّے دودھ کے رکھوالے | محمد بیگ صاحب نے لکھا

ملک کے دو بڑے ایماندار محکمے واپڈا اور پولیس بجلی چوروں کے خلاف آپریشن میں مصروف

سستا ڈالر | شہزاد اسلم صاحب نے لکھا

ڈالر نے اس شرط پر سستا ہونے کی حامی بھری کہ اسکے علاوہ کوئی چیز سستی نہیں ہو گی۔

سازشی نظریات | مہتاب عزیز صاحب نے لکھا

گزشتہ صدی سے مسلمانوں کی نفسیات میں داخل ہو چکا ہے کہ اُنہوں نے مار ہی کھانی ہے۔ یہ اب اپنی ہر کامیابی کو بھی شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور اُسے بھی سازش سمجھنے لگتے ہیں۔

امداد | دبیر حجازی صاحب نے لکھا

فلسطینی بچوں کی پے در پے ہلاکت پہ صم بکم بنے مغرب و بل گیٹس کے متعلق ہمارے دانشوروں کا خیال ہے کہ پاکستانی بچوں میں پولیو کیسز سے پریشان ہو کر وہ امداد دیتے ہیں۔

| فیض اللہ خان صاحب نے لکھا

ہمارے سادے بھولے لوگوں کو بالکل بھی علم نہیں کہ بوسینا کے ہزاروں مسلمانوں کو بغیر کسی حملے و جارحیت کے سربوں نے کاٹ ڈالا تھا اور مہذب دنیا صرف مزے لیتی رہی، بہت سے تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ۹۰ کی دہائی میں عراق پہ اقوام متحدہ، امریکی و برطانوی پابندیوں کے بعد دس لاکھ بچے ادویات نہ ہونے پہ جانوں سے گئے۔ صدام نے تو کسی بھی غیر مسلم ملک پہ حملہ نہیں کیا تھا۔ اسی عرصے کے دوران ہزاروں ارض قدس کے باشندے انھی کی آشیر باد سے غاصبوں نے قتل کیے۔ ابھی اطالیہ کی طرابلس، فرانس کی الجزائر و مالی کی وحشانیہ کاروائیوں پہ بات رہنے دیتے ہیں۔ لبنان میں جو کچھ ہو تا رہا وہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ امریکی وہاں بھی اسلحہ سمیت موجود تھے، حملہ آور تھے۔ اسی اکتوبر میں کوئی بائیس تیئس برس پہلے چھپن طاقتور ممالک اپنے لاؤ لشکر سمیت خراسان پہ چڑھ دوڑے تھے اور لاکھوں افغان آتش و آہن کی بارش میں نہاگئے (انہیں بحر و بر ہم نے کس بنیاد پہ دیے یہ الگ داستان ہے)۔

جو اب ہو رہا ہے اسے کسی کا ردعمل کہنے سے پہلے مہذب اقوام کا طرز عمل ضرور دیکھیں۔ انہوں نے پہلی و دوسری جنگ عظیم میں ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان قتل کیے۔

اب کل کلاں کوئی کہیں عمارتوں سے پھر ٹکرا گیا تو کہیں گے کہ ہم پہ ظلم ہو گیا، اپنے اعمال پہ نظر دوڑانے کی زحمت نہیں کرتے، اور کوئی نہ سہی نوم چومسکی کو ہی پڑھ لیں۔

کوئی رکاوٹ نہیں | طلحہ احمد صاحب نے لکھا

مسلم دنیا کی حکمران اشرافیہ اور فوجیں عصر حاضر کے کوفی ہیں جن کے دل فلسطین کے مظلوموں کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں ان کے خلاف۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہت صرف اللہ کی ہے۔ ان کا بھی وقت آئے گا۔ اللہ اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ (یعنی رکاوٹ) نہیں ہے۔

موت کا ذکر | طاہر اسلام عسکری صاحب نے لکھا

موت کا ذکر باعثِ عبرت تھا؛ مشینوں نے اسے ٹھٹھا اور تماشا بنا دیا!

ہم کیا کر سکتے ہیں | آصف محمود صاحب نے لکھا

ہم کم از کم اتنا تو کر سکتے ہین کہ یہ دکھ اور یہ تکلیف اور یہ کرب اپنی اگلی نسل کو منتقل کر کے جائیں۔ ہو سکتا اور بے حس نہ ہو۔ نئی نسل ہماری طرح بے بس وقت ایک سا نہیں رہتا جب وقت بدلے تو اس وقت کی نسل کے پاس حساب کا میزانیہ پورا اور مکمل ہونا چاہیے۔ یہ نئی نسل خوب صورت مغربی اصطلاحات کی زد میں آچکی ہے۔ اسے بتائیے دنیا آج بھی وہیں کھڑی ہے جہاں سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے وقت کھڑی تھی۔

حقوق انسانی کا مطلب آج بھی مغربی دنیا اور اس کے حلیفوں کے حقوق ہیں۔ انٹر نیشنل لاء اپنی اصل میں آج بھی انٹر نیشنل کرسچین لاء ہے۔ مسلمان اس بین الاقوامی نظام سے آج بھی عملاً باہر ہیں۔ اس عالمی نظام کو سمجھیں اور یہ سمجھ اپنے بچوں کو منتقل کر کے جائیں۔ مسئلہ درست طور پر سمجھ لینا اور اس سمجھ کو آگے منتقل کر دینا اس سوال کا کم از کم درجے کا جواب کہ ہے ہم کیا کریں۔ خود نہیں بن سکے تو نئی نسل کو اس قابل بنائیں کہ وہ ہر معاملے کو سدھائے ہوئے جانور کی طرح مغرب کی آنکھ سے نہ دیکھے اپنی آنکھ سے دیکھے۔

ان کو پہچانیں | حماد احمد صاحب نے لکھا

جو بی بی سی فلسطین میں سکولوں، ہسپتالوں، مہاجرین کیمپوں پر وحشیانہ بمباریوں کو اسرائیلی بمباری کہنا مناسب نہیں سمجھتا وہ مسلمان ممالک کو صرف ملالائیں ہی دیتا ہے۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آسکیں، تعلیم کے نام پر، بچوں کے حقوق کے نام پر، اظہار رائے کی آزادی کے نام پر۔

ان کو پہچانیں!

☆☆☆☆☆

مسجد اقصیٰ

بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ صرف سرمئی گنبد والی قبلی مسجد کا نام نہیں، نہ ہی قبۃ الصخرہ کا نام ہے، بلکہ یہاں دکھائے گئے اس پورے علاقے کا نام ہے۔ مسجد الاقصیٰ کا لفظی مطلب 'سب سے دور والی مسجد' ہے۔ اور یہ مسلمانوں کا قبلۂ اوّل اور تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔

قبۃ الصخرہ
اس عمارت کو خلیفہ عبد الملک نے ۶۸۸ء سے ۶۹۱ء کے درمیان تعمیر کروایا۔ اس کے اندر وہ پتھر ہے جہاں سے نبی اکرم ﷺ نے براق پر آسمان کی طرف سفر شروع کیا۔

تختِ سلیمان
یہ عمارت اس مقام پر ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات ہوئی۔ اس وقت یہاں لڑکیوں کا مدرسہ ہے۔

قبۃ السلسلہ
اسے بھی خلیفہ عبد الملک نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ مسجدِ اقصیٰ کے عین وسط میں واقع ہے۔

بابِ توبہ و رحمت
عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی دوبارہ آمد پر اس دروازے سے داخل ہوں گے۔ انگریزی میں اسے گولڈن گیٹ کہا جاتا ہے۔ اسے ۷ویں صدی میں بند کر دیا گیا تھا۔

دیوارِ گریہ
اسے مغربی دیوار یا دیوارِ براق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یہودیوں کے لیے سب سے مقدس مقام ہے، اور وہ اس دیوار کے سامنے گریہ کرتے ہیں۔ مسلمان اسے دیوارِ براق کہتے ہیں کیونکہ اس دیوار کے ساتھ ہی نبی ﷺ نے براق باندھا۔

براق مسجد
جنوب مغربی کونے میں یہ چھوٹی سی مسجد دیوار کے ساتھ اس مقام پر ہے جہاں نبی ﷺ نے براق باندھا۔

باب المغاربہ
یہ وہ مقام ہے جہاں سے نبی ﷺ شبِ معراج کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ بھی مسجد اقصیٰ پہنچنے پر اسی طرف سے داخل ہوئے۔ آج کل یہ غیر مسلموں کے داخلے کا واحد دروازہ ہے۔

قبلی مسجد
اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کے احاطے میں قبلہ سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے قبلی مسجد کہا جاتا ہے۔ اسے حضرت عمرؓ نے مسجد اقصیٰ کے جنوب مشرقی حصے میں نماز کے کمرے کے طور پر تعمیر کروایا تھا۔ اس کی کئی بار تعمیر نو ہوئی۔ موجودہ عمارت ۱۰۳۴ء میں تعمیر ہوئی۔

مروانی مصلیٰ
پکے صحن کے نیچے یہ وسیع زیر زمین علاقہ ۸ویں صدی عیسوی میں امویوں نے تعمیر کروایا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ نے ان کی پرورش اسی جگہ کی۔

مقبرہ باب رحمت
یہ مقبرہ مشرقی دیوار سے باہر ہے۔ اس میں دو صحابہ کرام حضرت عبادہؓ بن سامت اور حضرت شدادؓ بن اوس کی قبریں ہیں۔

وفا کے رنگ

جسے نگاہوں کا نور سمجھیں، جسے دلوں کا قرار جانیں
کٹھن گھڑی میں اُسے ہی اپنی حیات پر ایک بار جانیں

غموں کے نغمے سنا سنا کر فراقِ جاناں میں گھلنے والے
بدلتی رسموں کا زہر پی کر وفا نبھانے میں عار جانیں

کبھی نہ کھونے کا عہد کرکے چلے تھے چاہت کی منزلوں کو
اٹھی جو گردِ خزاں تو راہی گلِ رفاقت کو خار جانیں

خدا کے بندے خودی کو بیچیں خدا کی پوجا تلک کو بیچیں
دھرم کی سوداگری کے رسیا نہ نور جانیں نہ نار جانیں

فضائے اقصیٰ پہ کئی برس سے دکھوں کی برکھا برس رہی ہے
جدید تہذیب کی چڑیلیں نگل چکیں بے شمار جانیں

اِدھر مذمت اُدھر مذمت مذمتوں کی قراردادیں
زباں سے بجلی گرانے والے عمل سے راہِ فرار جانیں

اڑان جن کی کسی کی خاطر کسی کے کہنے پہ چھچھائیں
غلام گردش پہ پلنے والے کہاں سرورِ بہار جانیں

مگر اے لوگو اِسی زمیں پر کچھ ایسے شوریدہ سر بھی ہیں جو
ستمگروں کے ستم کا بدلہ بدن پر اپنے ادھار جانیں

بھلے برے کی تمیز ان کو مقامِ نفع و ضرر کو سمجھیں
چلیں کہاں پر رکیں کہاں پر تمام رہ بے غبار جانیں

عزیمتوں کی حیات ان سے وفا پرستی شعار ان کا
شعور والے انہی پہ حق کی بقا کا دار و مدار جانیں

(وسیم حجازی)

فلسطین کی مدد کیسے کی جائے؟



فلسطینی بھائیوں کی حقیقی مدد تبھی ممکن ہے کہ تمام مسلمان فلسطین میں جارحیت پھیلانے والوں پر کاری ضربیں لگائیں...... اسی کے ذریعے ہم ان محصورین پر دباؤ میں کمی لاسکتے ہیں...... اسی کے ذریعے ہم اس صلیبی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں جو مسلسل فلسطین کی یہودی آباد کاری، مسجد اقصیٰ کو منہدم کرنے اور نیل سے فُرات تک عظیم ریاستِ اسرائیل کے قیام کے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔ پوری امت کو چاہیے کہ اس مقصد کے لیے گھروں سے باہر آئے، مسلمان اپنے ممالک پر مسلط حکومتوں کا انتظار مت کریں...... یہ حکومتیں کبھی بھی فلسطین کو آزاد نہیں کروا سکتیں...... جان لیجیے کہ اسرائیلی مفادات اور اس کے پشت پناہوں پر سارے عالم کے مسلمانوں اور خصوصاً نوجوانانِ امت...... مجاہدین فی سبیل اللہ کی کاری ضربوں کے بغیر آزادئ فلسطین کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

حکیم الامت فضیلۃ الشیخ ابو محمد ایمن الظواہری